

پندرہویں صدی ہجری کے آغاز پر ایک مبارک پیشکش

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرسندی قدس سرہ کے صاحبزادے اور جانشین

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی حیات مقدسہ

۳
۲۱۱



مؤلف: حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: احارۃ مجددیہ، ناظم آباد ۳، کراچی

۱۳۰۱ھ
۱۹۸۰ء

حکومت

پندرہویں صدی ہجری کے آغاز پر ایک مبارک پیشکش

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کے صاحبزادے اور جانشین

حضرت غزوة الوثقی خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی حیات مقدسہ



مؤلف، حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ علیہ السلام

ناشر، احارۃ مجددیہ، ناظم آباد ۳، کراچی

ط

۱۴۰۱ھ

مطبوعہ احمد برادر پرنٹرس، ناظم آباد ۳، کراچی

قیمت

فہرست مضامین 53161

۳۸	حضرت عروۃ الوثقیؓ کی سجادہ نشینی	۹	عرضِ ناشر
"	حضرت مجددؒ کی سرسند میں تشریف آوری اور رحلت	۱۱	مقدمہ : از مولف
۳۹	سجادہ نشینی کا پہلا سال : حضرت مجددؒ کی رحلت کے بعد	۱۵	حیات مبارکہ
"	تمام خلفاء مریدین کا آپ سے تجدید بیعت کرنا	"	حضرت مجددؒ الفِ ثانیؒ کی اولاد امجاد
۴۱	سجادہ نشینی کا دوسرا سال : آپ کو	۱۶	سیاسی حالات کا جائزہ
"	عروۃ الوثقیؓ کا خطاب ملنا۔	۱۹	ولادت باسعادت
"	سجادہ نشینی کا تیسرا سال	۲۰	اسمِ گرامی
۴۲	سجادہ نشینی کا چوتھا سال :-	"	نسب مبارک
"	جہانگیر کا انتقال اور شاہجہاں کی تخت نشینی	۲۱	آپ کے آبا و اجداد
۴۴	سجادہ نشینی کا پانچواں سال	۲۲	دواہم واقعات
"	سجادہ نشینی کا چھٹا سال	"	بچپن کی بعض خصوصیات
۴۵	سجادہ نشینی کا ساتواں سال	۲۴	آپ کی تعلیم و تربیت
"	سجادہ نشینی کا آٹھواں سال	۲۵	شادی خاتہ آبادی
۴۶	سجادہ نشینی کا نوواں سال	۲۶	بعض حوادث اور آرزائشیں
"	شیخ حاد بادشاہِ روم کی خدمت میں	"	شہر سرسند کی فضیلت
۴۸	سجادہ نشینی کا دسواں سال	۲۷	طاعون کی وبا
"	سجادہ نشینی کا گیارہواں سال	۲۸	عالی مرتبہ بھائیوں کی وفات
۴۹	سجادہ نشینی کا بارہواں سال	"	حضرت مجددؒ قلعہ گوالیار میں
"	سجادہ نشینی کا تیرہواں سال	۲۹	حضرت عروۃ الوثقیؓ کے بعض خصائص و فضائل
۵۰	سجادہ نشینی کا چودھواں سال	۳۲	حضرت عروۃ الوثقیؓ عمرف صاحبِ زباں تھے
"	سجادہ نشینی کا پندرہواں سال	"	حضرت عروۃ الوثقیؓ کو خلعتِ قیومیت و
"	شاہجہاں کا خواب اور اس کی تعبیر	۳۳	قطب الاقطابی کی بشارت۔
۵۲	سجادہ نشینی کا سولہواں سال	۳۵	قیومیت کی مزید توضیح و تشریح
۵۳	سجادہ نشینی کا سترہواں سال		

۶۹	یواقیتِ اکرمین	۵۳	حضرت عروۃ الوثقیٰ کی والدہ ماجدہ اور خسر میر صفرا احمد رومی کا انتقال
۹۶			
۷۱	تختِ یمن کی بندرگاہ سے حرم شریف روانگی	۵۴	سجادہ نشینی کا اٹھارہواں سال
۷۴	مکہ مکرمہ میں داخلہ	۵۶	سجادہ نشینی کا انیسواں سال
۸۳	مدینہ منورہ کے لئے روانگی	=	حضرت آدم بنوریؑ کا حاضر ہونا
۱۰۰	سجادہ نشینی کا پینتیسواں سال	۵۷	سجادہ نشینی کا بیسواں سال
۱۰۳	دارالاشکوہ حقیقت کے آئینہ میں	۵۸	سجادہ نشینی کا اکیسواں سال
۱۰۶	اوزنگ زیب اور شاہجہاں کی مراسلت	=	سجادہ نشینی کا بائیسواں سال
۱۰۷	اوزنگ زیب کی تخت نشینی	=	سجادہ نشینی کا تیسواں سال
۱۰۹	سجادہ نشینی کا چھتیسواں سال	۵۹	سجادہ نشینی کا چوبیسواں سال
	حضرت عروۃ الوثقیٰ کا حج و زیارتِ حرمین کی سعادت	=	سجادہ نشینی کا پچیسواں سال
۱۰۹	حاصل کر کے ہندوستان واپس پہنچنا۔	=	سجادہ نشینی کا چھتیسواں سال
۱۱۰	سجادہ نشینی کا سینتیسواں سال	۶۰	سجادہ نشینی کا ستائیسواں سال
=	حضرت خواجہ محمد سعیدؒ قدس سرہ کی رحلت	=	خانقاہ و مسجد کی توسیع کرانا
۱۱۳	سجادہ نشینی کا اڑتیسواں سال	۶۱	سجادہ نشینی کا اٹھائیسواں سال
=	مریدیوں کا ہجوم اور نذرانوں کی کثرت	۶۳	سجادہ نشینی کا انتیسواں سال
۱۱۳	سجادہ نشینی کا اکتالیسواں سال	=	سجادہ نشینی کا تیسواں سال
=	سجادہ نشینی کا چالیسواں سال	=	شیخ مراد کو خلافت عطا فرما کر بیت المقدس بھیجا
۱۱۴	سجادہ نشینی کا اکتالیسواں سال	۶۴	سجادہ نشینی کا اکتیسواں سال
=	سجادہ نشینی کا بیالیسواں سال	=	سجادہ نشینی کا تیسواں سال
۱۰۵	سجادہ نشینی کا تینتالیسواں سال	=	تاج محمود کا قتل
=	حضرت خواجہ سیف الدینؒ کا بادشاہ کی تربیت کیلئے جانا	=	سجادہ نشینی کا تیسواں سال
۱۱۸	سجادہ نشینی کا چوالیسواں سال	۶۷	دارالاشکوہ کا اقتدار
۱۱۹	سجادہ نشینی کا پینتالیسواں سال	=	سجادہ نشینی کا چونتیسواں سال
۱۲۰	وفاتِ حسرتِ آیات	=	فریضہ حج کے لئے روانگی
۱۲۴	حضرت عروۃ الوثقیٰ کے شمائل اور اخلاق و آداب	۶	سفر نامہ حرمین شریفین
۱۲۵	حضرت عروۃ الوثقیٰ کی تسنیفات		

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۳۵۷	خلفائے عظام	۳۲۲	صبر: بیٹے کی رحلت پر رضا و صبر کی تلقین
"	شیخ آدم تتوی	۳۲۳	حکام کے ظلم و تشدد اور تنگی معاش پر صبر و رضا کی تلقین
۳۵۸	حافظ ابواسحق	۳۲۴	شکر: شکر کی تاکید۔ توکل، توکل کی حقیقت
۳۵۹	مخدوم زادہ شیخ ابوالقاسم	۳۲۵	رابطہ نشینی، کامیابی کا مدار رابطہ شیخ پر ہے
"	شیخ ابوالمنظر	۳۲۷	فناقی الشیخ کے بغیر فنا فی اللہ حاصل ہونا مشکل ہے
۳۶۰	خواجہ احمد بخاری	۳۲۸	سالکین کیلئے ہدایات و نصیحت
"	خواجہ ازغوان	۳۳۲	شرائط و آداب سلسلہ عالیہ
"	میرزا امان اللہ برہانپوری	۳۳۶	باطنی نسبت کی حفاظت کرنا اہم کام ہے
۳۶۱	شیخ انور نورسراہی - شیخ بازید	"	دنیا طلبی کے لئے اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا محرومی ہے
۳۶۲	صوفی پایندہ محمد - حافظ پیر محمد	۳۳۷	ایک اہم نصیحت - صوفیہ کا مسلک ترک تعرض نہیں
"	شیخ حبیب اللہ حصاری	۳۳۸	زندگی کی حقیقت کب حاصل ہوتی ہے
۳۶۳	شیخ زین العابدین - ملا سجاد	۳۳۹	غلبہ حال میں بھی خلاف شرع کلمہ نہیں کہنا چاہئے
"	میر شرف الدین حسین - خواجہ عبدالرحمن	۳۴۰	دنیا کی بیوفائی کا بیان مع نصائح
"	ملا عبدالرزاق - خواجہ عبدالصمد کابلی	۳۴۱	رضا اور خوشی کا مقام آخرت ہے
۳۶۴	شیخ عبدالکریم کابلی - شیخ عبداللطیف	"	سالک کن اور اد کو جاری رکھے
"	شیخ عبداللہ - ملا عطاء اللہ سورتی	۳۴۲	ذکر حیر کی مجالس میں نقشندری سالک کو کیا کرنا چاہئے
"	شیخ عمر المحضری	۳۴۳	کامیابی کا مدار فضل پر ہے لیکن عمل کے بغیر چارہ نہیں
۳۶۵	حاجی محمد افغان - خواجہ محمد صنیف کابلی	۳۴۵	مسائل شرعیہ: فاتحہ بعد فرض نماز کا حکم
۳۶۶	مخدوم زادہ شیخ محمد خلیل اللہ	۳۴۷	مصافحہ بعد نماز جمعہ کا حکم - ثواب بخشنے کا طریقہ
"	میر محمد زاہد - محمد شاکر	۳۴۸	نماز وسطی و آسم عظم کے مہم ہونے میں حکمت
"	خواجہ محمد شریف بخاری - شیخ محمد شریف کابلی	"	زندگی میں قبر تیار کرنا - تیجہ و سوال اور پھول دینے کا حکم
۳۶۷	حافظ محمد صدیق کابلی	۳۴۹	حضرت خضرؑ کی حیات و موت کی تحقیق - احکام تقیہ
۳۶۸	مولانا محمد صدیق پشادری - حاجی محمد عاشور	۳۵۱	کیا شیخ کی نااہل اولاد شیخ بن سکتی ہے
"	حاجی محمد فضل اللہ - حافظ محمد محسن	۳۵۲	کافر و مشرک سے دوستی کے احکام
۳۶۹	ملا محسن کابلی - شیخ محمد یوسف	"	نیک عمل وسیلہ ہیں مقصد نہیں
"	شیخ مراد شاہی	۳۵۳	مقبول بندہ کی علامت - ہر خطہ زمین کی برکات
۳۷۰	میرک معین الدین	۳۵۴	چغانخوری کی مذمت
۳۷۱	نواب مکرم خاں - سید اخون موسیٰ	۳۵۵	سوال کرنے کی حرمت و اباحت
		۳۵۶	نیت صالحہ کے ساتھ روزی کمانا ذکر میں اہل ہے

ضمنی تذکرے

۲۲	اکبر بادشاہ
۱۰۰ - ۵۸ - ۳۵	اوزنگ زیب کی بہادری
۱۶	ایران کے سیاسی حالات
۲۲	حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ
۵۶	تاج محل
۱۸۳	تخت طاؤس
۱۶	ترکی سلطنت کا شاندار ماضی
۵۹	جامع مسجد ٹھٹہ - لال قلعہ دہلی
۶۲	جامع مسجد دہلی
۲۲	جہانگیر بادشاہ
۱۸	حاجی سلطان تھانیسری
۱۰۰ - ۱۶۶	سکہ تحریک
۱۱۶	شاہجہاں بادشاہ
۲۵	میر صفرا احمد رومی
۱۹	مخدوم زادہ خواجہ عبدالاحد و حضرت
۱۸۳	کوہ نور
۵۹	لال قلعہ دہلی
۱۱۱	حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ
۲۸	حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہ
۱۶۲	محمد معظم اور محمد عظیم کی جنگ
۱۶۵	محمد معظم اور کام بخش کی جنگ
۱۵۲	مجددی حضرات کی اردو ادب کی خدمات
۲۶	سلطان مراد رابع
۴۵	ملکہ ممتاز محل
۱۰۹ - ۳۳	مرستہ گردی
۱۸۰	نادر شاہ
۱۰۰	نظام الملک

مکتوب الیہم

	میرزا ابوالعالی - شیخ ابوالمکارم
	بختاور خاں
	ترسیت خاں - خواجہ جعفر خاں
	شیخ جنید جتئی - ملا حامد - قاضی حیدر لاہوری
	رعایت خاں - سلطان وقت
	سید علی بارہہ - شمس الدین خوشیگی
	شمشیر خاں
	میر ضیاء الدین حسین - شیخ طاہر بدخشی
	مخدوم زادہ شیخ عبدالاحد و حضرت
	شیخ عبدالحکیم لاہوری - شیخ عبدالحی پٹنی
	عبدالرحمن ٹلجی - خواجہ عبدالرحمن نقشبندی - حافظ عبدالرشید
	شیخ عبدالکریم کابلی - شیخ عبداللطیف شکر خانی
	شیخ عبدالہادی - شیخ عرب بخاری
	قاضی عنایت اللہ - حاجی غضنفر
	لطف اللہ - محسن کشمیری - محمد ابراہیم
	مولانا محمد امین - محمد یاقر
	حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ
	محمد شاہ گرز بردار - خواجہ محمد صدیق بدخشی
	خواجہ کلاں پیرزادہ محمد عبید اللہ
	محمد علیم جلال آبادی - محمد قلی
	محمد کاشف - محمد مقیم
	حضرت خواجہ میر محمد نعمان - محمد نقی - محمد ہادی
	خواجہ محمد ہاشم کشمیری - حضرت خواجہ محمد بھٹی قدس سرہ
	مستان برکی - شیخ برک -
	نعت اللہ قادری - نور بجر - نور محمد پٹنی
	ہمت خاں - یار محمد
	جاناں بیگم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض ناشر

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

افسوس صد افسوس کہ ہمارے شیخ طریقت، عمدة السالکین، زبده العارفين، قدوة العلماء حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی پیش نظر تالیف ”انوار معصومیہ“ اس وقت شائع ہو رہی ہے جب کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا سایہ شفقت و مرحمت ”ادارہ مجددیہ“ ہی سے نہیں بلکہ دنیا سے اٹھ چکا ہے، اُن کی سرپرستی سے ”ادارہ مجددیہ“ ہی محروم نہیں ہو ایک عالم محروم ہو گیا ہے ”مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ“ ایسے ہی بزرگوں پر صادق آتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے پیش نظر تالیف ”انوار معصومیہ“ کے تمام مضامین اپنی جیات ہی میں مکمل و مرتب فرمادیئے تھے حتی کہ شدید عدالت کے باوجود انتقال سے چند دن قبل کتاب ہذا کا مقدمہ بھی تیار فرما کر اس عاجز کے حوالہ کر دیا تھا کیونکہ کتابت تقریباً مکمل ہو چکی تھی، گرد پوش بھی حضرت موصوف کے سامنے ہی تیار ہو چکا تھا اور حضرت صاحب علیہ الرحمہ نے اس کو پسند فرمایا تھا البتہ کتابت کی تصحیح فرمانے کی مہلت نہ مل سکی اور چھ سات ماہ کی طویل عدالت کے بعد بروز منگل ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ مطابق ۵ اگست ۱۹۸۰ء کو صبح آٹھ بجے بوقت اشراق بعمر ۶۹ سال اس دارِ فانی سے عالم بقارحلت فرما گئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ حق سبحانہ و تعالیٰ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی قبر کو اپنے انوار سے منور فرمائے اور جنبت القردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔ قارئین کرام سے بھی درخواست ہے کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو دعائے خیر اور ایصالِ ثواب سے یاد فرمائیں۔

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

افسوس کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کتاب ہذا کو مطبوعہ شکل میں نہ دیکھ سکے اور نہ ہی کتابت شدہ کتاب کی تصحیح فرما سکے، تصحیح فرمانے کے سلسلے میں بھی حضرت صاحب بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے اگر اس وقت بھی ضرورت محسوس فرماتے تو قابل اصلاح مقامات پر ترمیم و اضافہ فرمادیا کرتے تھے اور غلطیوں کی درشگی کے بعد بھی بغور ملاحظہ فرماتے اور جنگ پوری طرح اطمینان نہ ہو جاتا طباعت کی اجازت نہ دیتے تھے، پیش نظر تالیف اس

مرحلہ سے نہ گذر سکی اس لئے بعض فروگذاشت اور غلطیوں کا رہ جانا عین ممکن ہے، لہذا ناظرین کرام سے درخواست ہے کہ ایسے مقامات کی نشاندہی فرما کر عند اللہ باجوڑ ہوں، عاجزان کا ممنون ہوگا اور آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی پوری کوشش کریگا۔

عاجز کے نزدیک حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی ایک بڑی کرامت اور اہم کارنامہ جس کا عوام کو تو کیا خواص کو بھی علم نہیں، وہ ہے عمدۃ الفقہ بزبان عربی۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے جب عمدۃ الفقہ کتاب الزکوٰۃ و کتاب الصوم اردو میں تالیف فرمائی تو اس کو عربی زبان میں بھی منتقل فرمایا اسی طرح عمدۃ الفقہ کتاب الحج اردو میں تالیف فرماتے وقت بھی اس کو عربی زبان میں منتقل کرتے رہے بعد ازاں اب عمدۃ الفقہ کتاب الطہارۃ مزید اضافہ کے ساتھ اردو میں جدید تالیف فرما رہے تھے تو ساتھ ساتھ عربی زبان میں بھی اس کو منتقل فرماتے جاتے تھے اور تیمم کے باب تک تیار کر چکے تھے کہ باقی حصہ مکمل کرنے کی مہلت نہ مل سکی۔ اس طرح عمدۃ الفقہ بزبان عربی کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم اور کتاب الحج بالکل تیار ہیں اور کتاب الطہارۃ باب تیمم تک تیار ہے۔ ان سب کتابوں کی اشاعت زیر غور ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ ہم کو ہمت اور توفیق عطا فرمائے کہ ہم حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے اس کار خیر کو جاری رکھ سکیں۔ آمین

خدایا یا مژدہ این ہر را

تولیندہ خوانندہ گویندہ را

احقر محمد اعلیٰ عفی عنہ

ادارۃ مجددیہ

ناظم آباد ۳، کراچی

جمعہ
۷ رزی الحجۃ ۱۴۲۳ھ
۱۷ اکتوبر ۱۹۸۵ء

الحمد للہ والمنة کہ پیش نظر کتاب "انوار معصومیہ" کا دوسرا ایڈیشن پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اس میں بعض جگہ ضروری اضافے کئے گئے ہیں جن محترم بزرگوں نے بعض جگہ اصلاح فرمائی ہے عاجزان کا شکر گزار ہے اور جن کتابوں سے مزید استفادہ کیا ہے عاجزان مصنفین حضرات کا بھی مشکور ہے اور سب کے لئے دعا گو ہے۔

احقر محمد اعلیٰ عفی عنہ

۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ

۳۰ ستمبر ۱۹۸۵ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِقْدَمَةٌ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

اما بعد قال الله سبحانه وتعالى "كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اٰتَىٰ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰى كَا اِرْشَادِهِ كَمْ بَہْتَرِيْنَ اُمَّتِ ہُو جُو اِنْسَانُوْنَ كے لے پُجے گے ہُو، نِيك كَامُوْنَ كَا حَكْم كرتے ہُو اور بُرے كَامُوْنَ سے روكتے ہُو] نیز حضور اكرم صلى الله تعالى عليه وسلم كَا ارشادِ كرامِي ہے: بَلِّغُوا عَنِّي وَكُوَايَاةً [جو كچھ تم كو مجھ سے پہنچے اس كو دوسروں تك پہنچاؤ خواہ وہ ايک آيت ہی كيون نہ ہوں] اِن ارشاداتِ مباركہ سے واضع ہے كہ اس اُمَّت كے ہر فرد كے لے ضروري و لازمي ہے كہ مخلوقِ خدا كى فلاح و بہبود كے لے نِيك كَامُوْنَ كَا حَكْم كرے اور بُرے كَامُوْنَ سے روكتے اور شريعتِ مطہرہ كى تبليغ و اشاعت كے لے دل و جان سے كوشش كرے، اگرچہ یہ عاجز اس منصب كَا اہل نہيں تھا ليكن تحريثِ نعمت كے طور پر عرض ہے كہ یہ محض حق سبحانہ و تعالى كَا ہی فضل و كرم ہے كہ عاجز كى كم بايگى اور بے بضاعتى كے باوجود عمدة الفقہ ہر چہار جلد، زبدة الفقہ، عمدة الساوك، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور مکتوباتِ معصومیہ ہر سہ دفتر كَا اردو ترجمہ وغيرہ اسی جذبہ كے تحت عاجز كے ہاتھوں كمل ہوگيا اور حق سبحانہ و تعالى نے جس قدر چاہا كام لے ايا، فَا كَلِمَةُ اللّٰهِ وَالْمُنْتَهٰى

من آں خاتم کہ ابر تو بہاری کند از لطف بر من قطره باری

اگر از تن بروید صد زبانم چو سبزہ شکر لطفش کے تو انم

حضرت مجدد الف ثانیؒ شیخ احمد فاروقی سرسندی قدس سرہ السامی كى حیاتِ مباركہ حضرت مجدد الف ثانیؒ مرتب كرتے وقت یہ گمان بھی نہ تھا كہ اس قدر ضخیم اور جامع كتاب تالیف ہو جائے گی ليكن اُس وقت بھی حق سبحانہ و تعالى كَا فضل و كرم شامل حال رہا اور وہ تالیف عوام و خواص میں اس قدر مقبول ہوئی كہ اب اس كَا دوسرا ایڈیشن بھی ختم پرہے۔ پھر ايک مدت كے بعد حق سبحانہ و تعالى نے یہ بات دل میں ڈالی كہ ابھی حضرت مجدد الف ثانیؒ سے سہ كى سوانح نایا كا اور نوٹہ تکمیل طلب ہے جس میں حضرت موسوی كى

اولادِ امجاد کی سوانح اور ان کے علمی و روحانی کارنامے جو حقیقتاً حضرت مجددِ موصوف ہی کے علمی و روحانی کارناموں کی شرح ہیں ان کو بھی مدون و مرتب کرنا چاہئے تاکہ سوانح کا یہ گوشہ بھی تشنہ تالیف نہ رہے اور اور پوری طرح جامعیت پیدا ہو جائے، لہذا عاجز اس خیال کو پیش نظر رکھ کر حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کی سوانح کی تیاری میں مشغول ہو گیا۔

حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ اور آپ کی اولادِ امجاد کے تذکروں میں نین کتابیں خاص طور پر اہمیت رکھتی ہیں: اول "زبدۃ المقامات" یہ کتاب حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمہ کی تالیف ہے جو سب سے پہلی، معتبر اور مقبول ہے۔ دوم "حضرات القدس" حضرت مولانا بدرالدین سرہندی علیہ الرحمہ کی تالیف۔ یہ دونوں بزرگ حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ کے اہل خلفا میں سے ہیں۔ سوم "روضۃ القیومیہ" جو حضرت مجدد کی اولاد در اولاد میں سے حضرت خواجہ کمال الدین محمد احسان بن شیخ حسن احمد بن شیخ محمد ہادی بن حضرت شیخ محمد عبید اللہ بن حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی تالیف ہے۔ صاحب روضۃ القیومیہ کو بھی کئی حیثیت سے شرف حاصل ہے، ایک تو یہی کہ آپ حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ کی اولاد میں سے ہیں، دوسرے یہ کہ آپ حضرت خواجہ محمد زبیر علیہ الرحمہ کے خلیفہ ہیں جو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے صاحبزادے خواجہ محمد نقشبند کے پوتے ہیں، تیسرے یہ کہ آپ نے اپنے زمانے کے چشم دید حالات و واقعات کو قلمبند فرمایا ہے اور اپنے سے قبل والے زمانے کے واقعات کو بھی بڑے اہتمام سے جمع کیا ہے اور سنہ وار واقعات کو توجس خوبی سے آپ نے مرتب فرمایا ہے وہ قابلِ تعریف اور لائقِ تحسین ہے۔

چونکہ اول کی دونوں کتابیں گرامی قدر صاحبزادوں کے مختصر حالات کے علاوہ مزید اولاد و احفاد کے حالات سے خالی تھیں اس لئے پیش نظر تالیف "انوارِ معصومیہ" میں زیادہ تر روضۃ القیومیہ ہی سے استفادہ کرنا پڑا البتہ جہاں کہیں تحقیق کے بعد تسامح نظر آیا وہاں دوسری کتابوں سے مراجعت کر کے تصحیح کر دی گئی، نیز روضۃ القیومیہ کے علاوہ بھی بکثرت کتابوں سے استفادہ کیا جیسا کہ آپ کتابیات کے باب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ ہم نے اپنی سابقہ تالیف "حضرت مجدد الفِ ثانی" کی طرح پیش نظر تالیف "انوارِ معصومیہ" میں بھی متعدد ابواب قائم کئے ہیں اور اسی طرح واقعات کو سنہ وار مرتب کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ جس سنہ میں حج کے لئے حرمین شریفین تشریف لے گئے تو اسی سنہ میں آپ کے سفر نامہ حرمین شریفین کو درج کر دیا ہے۔ یہ سفر نامہ فارسی زبان میں ہے اور ابھی تک اس کا اردو ترجمہ نہیں ہوا تھا، ہم نے اس کا

اردو ترجمہ کر کے شامل کتاب کر دیا ہے۔ آپ کی اولاد اِمجاد کے باب میں بھی تفصیل سے کام لیا گیا ہے۔ نیز صاحبِ روضۃ القیومیہ نے اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد زبیر علیہ الرحمہ کا بہت تفصیل سے تذکرہ کیا ہے جو چشمِ دید واقعات پر مشتمل ہے ہم نے اس کا بھی اہم حصہ شامل کتاب کر دیا ہے منصبِ قیومیت کی تشریح و توضیح حضرت مجرد الف ثانی اور حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہما کے مکتوبات سے کی گئی ہے امید ہے کہ ناظرین پسند فرمائیں گے۔ چونکہ عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ حضرت مجرد الف ثانی قدس سرہ کے فرزند و جانشین ہیں اور ان کے سلسلہ طریقت کو جو کہ عین شریعتِ مطہرہ کے مطابق ہے بامِ عروج تک پہنچانا آپ ہی کی ذات سے وابستہ تھا اور آپ کے زمانے سے عہدِ حاضر تک کے علماءِ حق بالواسطہ یا بلا واسطہ آپ ہی سے مستفید ہیں اور حضرت مجرد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات کے شارح بھی آپ ہی ہیں اور حضرت مجدد موصوف کی طرح آپ نے بھی اپنے مکتوباتِ شریقیہ میں مختلف مسائل کو حل فرمایا ہے اور عقائد اہل سنت کی تبلیغ، شریعتِ مطہرہ کی ترویج اور بدعت سے اجتناب پر بہت زور دیا ہے اور شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت اور حکمت و مواعظ کے وہ حقائق و دقائق اور اسرار و نکات بیان فرمائے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے عقل دنگ رہ جاتی ہے اس لئے ہم نے آپ کے ہر سہ دفتر کے چہستان سے مختلف قسم کے پھول چُن کر گلستہ کی شکل میں ”تعلیمات“ کا عنوان دیکر انوارِ معصومیہ میں سجایا ہے جس کو ”مکتوباتِ معصومیہ“ کا عطر کہنا بیجا نہ ہوگا اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ باب طالبانِ سلوک کے لئے خصوصاً اور ہر مسلمان کے لئے عموماً بہت مفید و کارآمد ہوگا۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ کا ایک رسالہ ”اذکارِ معصومیہ“ بھی شامل کتاب کر دیا گیا ہے اور اس کے فارسی عربی عنوانات کا اردو ترجمہ کر دیا ہے، نیز دوسری کتابوں سے بھی آپ کے جو اور ادل کے ہیں وہ بھی شامل کر دیے ہیں۔

جن لوگوں نے ہندوستان کی تاریخ کا اسلامی اندازِ فکر سے مطالعہ کیا ہے ان پر یہ بات واضح ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت مجرد الف ثانی کو تبلیغِ دین اور ترویجِ شریعت کی کس قدر عمدہ صلاحیت عطا فرمائی تھی اور اس کے کتنے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں، آپ ہی کے تجدیدی کارناموں اور آپ ہی کی اولاد و احفاد کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ و ثمرہ ہے کہ عوام و خواص کے علاوہ اکثر مغل بادشاہ عالم و فاضل، رعایا پرور اور خدائے گزرے ہیں اور چونکہ اکثر سلاطینِ مغلیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے باقاعدہ منسلک رہے ہیں اور عقیدت مند تو سب ہی تھے اس لئے مغل بادشاہوں کا تذکرہ آنا بھی قدرتی امر تھا چنانچہ اکبر و جہانگیر کا تذکرہ ہماری سابقہ

سلسلہ الحمد للہ کہ مکتوباتِ معصومیہ ہر سہ دفتر کا پہلی مرتبہ اردو ترجمہ کرتے کا شرف بھی حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو حاصل ہوا جس کی ادارہ مجددیہ، ناظم آباد سے کراچی نے شائع کر دیا ہے (ناشر)

تالیف "حضرت مجدد الف ثانی" میں آچکا ہے اور شاہجہاں سے محمد شاہ (رنگیلا) تک کے واقعات و حالات پیش نظر تالیف میں آگے ہیں، نیز اول و آخر کے چند بادشاہوں کا بھی زیر عنوان "شاہانِ مغلیہ ایک نظر میں" مختصر تذکرہ کر دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ مغلیہ بادشاہوں کا تذکرہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا اور کسی حد تک "مسلمانوں کے عروج و زوال" کا خاکہ بھی نظر میں آجائے گا۔ نیز مناسب مواقع پر ہندوستان کے بعض فرقوں کے حالات اور بہت سے تاریخی واقعات کا بھی ضمیمہ تذکرہ آگیا ہے۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کے خلفائے عظام کا بھی ایک مستقل باب ہے اسی طرح مکتوب الیہم کا بھی علیحدہ ایک باب ہے، مکتوب الیہم کے نام کے ساتھ ان کے نام والے مکتوبات کے نمبر دیدیئے ہیں اور جن مکتوب الیہم کے حالات مل سکے وہ بھی درج کر دیئے گئے ہیں۔

تذریعہ نظر تالیف کا خاکہ پیش کرنے کے بعد آخر میں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ پیش نظر تالیف "انوار معصومیہ" میں بھی سابق تالیف "حضرت مجدد الف ثانی" کی طرح مواد کی فراہمی اور مضامین کی تیاری میں بیشتر حصہ جناب حاجی محمد اعلیٰ صاحب قریشی سلمہ اللہ تعالیٰ کارہین منت ہے اور حاجی صاحب کے تیار کردہ حصہ پر عاجز نے نظر ثانی کر لی ہے لہذا یہ تالیف بھی ہم دونوں کی مشترکہ مساعی کا نتیجہ ہے۔ نیز ان حضرات کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے جنہوں نے اس کا رخیر میں قلمی اور زبانی مشوروں سے تواضع سبحانہ و تعالیٰ ان کو دونوں جہاں کی بھلائوں سے مالا مال فرمائے اور فریڈینکیوں کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ بنا تقبل
مٹا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیمہ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ
سیدنا و مولانا محمد والہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

المراجی الی عفو ربہ الکریم

احقر سید زوار حسین عفا اللہ عنہ وعن والدیہ

بروز جمعہ ۴ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ

مطابق ۱۸ جولائی ۱۹۸۰ء

سَمِيعٌ مِّنْ رَّبِّكَ مُتَّقٍ حَيُّرَةُ الْوَقْفِ

کی حیات مبارکہ

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، اما بعد حق سبحانه، وتعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت اور مخلوق کی ہدایت کے لئے ہر زمانہ اور ہر بستی میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا تا کہ وہ دین متین کی تبلیغ و تارک لوگوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائیں اور سب سے آخر میں حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کامل و مکمل دین اسلام عطا فرما کر مبعوث فرمایا جو قیامت تک تمام دنیا کے لئے راہِ ہدایت ہے، اور اس دین متین کی حفاظت کا ذمہ حق سبحانه و تعالیٰ نے خود لیا اور اس کا ایک ظاہری انتظام یہ فرمایا کہ اس امت کے علمائے کرام کو حضرات انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جانشین بنایا تا کہ وہ دین کی امانت کے حامل و محافظ ہوں اور پوری تن دہی سے دین اسلام کی تبلیغ کرتے رہیں، اسی سلسلۃ الذہب کی ایک عمدہ اور مضبوط کڑی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ اور آپ کی اولادِ امجاد ہے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم رحمۃ واسعة۔

حضرت مجدد الف ثانی کی اولادِ امجاد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی کے سب سے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہ تھے جن کی ولادت ۱۰۲۵ھ میں ہوئی اولیائے کبار میں سے تھے ۱۰۲۵ھ میں اپنے والد بزرگوار کی حیات ہی میں وصال فرما گئے۔ دو عمرے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ تھے جن کی ولادت ماہ شوال ۱۰۲۵ھ میں ہوئی آپ بھی صاحب کمال بزرگ گذرے ہیں ۱۰۲۵ھ میں وصال فرمایا تیسرے صاحبزادے حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ ہیں جن کا مبارک تذکرہ پیش نظر ہے۔ آپ کے بعد یکے بعد دیگرے تین صاحبزادوں خواجہ محمد فرخ، خواجہ محمد عیسیٰ اور خواجہ محمد اشرف کی ولادت ہوئی جو کم سنی ہی میں انتقال فرما گئے، البتہ ساتویں سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد یحییٰ قدس سرہ کی ولادت ۱۰۲۴ھ میں ہوئی اور ۱۰۹۶ھ میں انتقال فرمایا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "حضرت مجدد الف ثانی")۔

سیاسی حالات کا جائزہ | حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی ولادت کے وقت برصغیر ہند پر تیموری خاندان کی عظیم الشان سلطنت پورے عروج پر تھی جس کے زیر نگیں بنگال، ہندوستان اور افغانستان تھا۔ چنانچہ آپ نے بشمول داراشکوہ مغلیہ خاندان کے پانچ عظیم ترین بادشاہوں کا زمانہ پایا، یعنی اکبر، جہانگیر، شاہجہاں، داراشکوہ اور عالمگیر۔ (ان سب کا مختصر تعارف انشاء اللہ تعالیٰ موقع اور محل کے اعتبار سے اپنی اپنی جگہ پر پیش کیا جائے گا۔ مؤلف)۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کی ولادت باسعادت مغل شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے دور میں ہوئی جو مسلمانوں اور اسلام کے لئے بہت پر آشوب زمانہ تھا کیونکہ اکبر بادشاہ نفس و شیطان کے جال میں پھنس کر اہل ایمان کو سخت آزمائش میں ڈال دیا تھا۔ اسی طرح مسلمانوں کی دینی ابتری کا یہ عالم تھا کہ دنیائے اسلام پر چھپایا ہوا تھا اور اسلام کے شعائر و عقائد سے بیگانگی اور بے اعتنائی ہر طرف عام تھی، چنانچہ مسلمانوں کی عظیم ترین سلطنت ترکیہ کا حال بھی دینی اعتبار سے زیادہ بہتر نہ تھا جہاں اس وقت خلیفہ سلطان محمد ثالث رحمۃ اللہ علیہ سربراہانے سلطنت تھا اور ایران میں شاہ عباس صفوی کی شیعوہ حکومت تھی جہاں بدعات کا دور دورہ تھا اور بد اعتقادی اپنے عروج پر تھی۔

۱۔ اکبر بادشاہ کا مختصر تعارف صفحہ ۲۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ سلطنت ترکیہ کا شاندار ماضی | سلطان محمد ثالث (۹۷۴ھ تا ۱۰۱۲ھ) سلطنت عثمانیہ کا خلیفہ اسلام تھا، اپنے باپ مراد سوم کے انتقال کے بعد ۱۵۶۶ء میں مندر خلافت پر متمکن ہوا اس وقت مسلمانوں کی سب سے عظیم سلطنت ترکیہ ہی تھی جس کے تحت قبرص، یونان، بلغاریہ، سرویا، یوسینیا، ہنگری، کانسل وینیا، رومیلیا، کریمیا، آرمینیا، مصر و لیبیا، شام و فلسطین، عراق و حجاز وغیرہ تھے۔

خلافت عثمانیہ سے متعلق مولانا سعید احمد اکبر آبادی اپنی کتاب "مسلمانوں کا عروج و زوال" میں رقمطراز ہیں: —
"آل عثمان کی حکومت ۶۹۶ھ سے ۱۳۳۲ھ تک جبکہ اس خاندان کے فرمانروا سلطان عبدالمجید ثانی کو معزول کر کے خلافت کا خاتمہ کر دیا گیا چھ سو تینتالیس سال رہی۔ اس طویل مدت میں سینتیس فرمانروا ہوئے جن میں سے سلطان بایزید ثانی تک (۸۸۶ھ تا ۹۱۸ھ) آٹھ فرمانروا صلاطین کہلاتے پھر سلطان سلیم اول نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا تو یہ خود اور اس کے بعد تمام فرمانروا دیان عثمانی "خلیفہ" کہلانے لگے۔" (ص ۱۲۲)

نیز فرماتے ہیں: "سلیمان اعظم قانونی (۹۲۶ھ تا ۹۷۴ھ) کے زمانے میں سلطنت عثمانیہ اپنی بڑی اور بحری دونوں طاقتوں کے اعتبار سے دنیا کی سب سے بڑی طاقت اور با اقتدار حکومت تھی جس کے حدود پورٹوگال اور یوڈا سے مصر تک اور فرات سے جبال الرطک پھیلے ہوئے تھے بغرض یہ ہے کہ سلیمان اعظم، یورپ، ایشیا اور افریقہ تین براعظموں کے بہت سے ممالک کا فرمانروا اور بحر روم و بحر احمر دو اہم سمندروں کا بادشاہ تھا۔ مورخین کا بیان ہے کہ سلیمان اعظم کی وسیع سلطنت میں بیس مختلف نسلوں کے لوگ آباد تھے جن کی تعداد پانچ کروڑ بتائی جاتی ہے۔" (ص ۱۴۱)

۳۔ ایران کے سیاسی حالات | شاہ عباس صفوی ۹۶۵ھ میں پیدا ہوا اور اپنے باپ کے مرنے کے بعد ۹۹۲ھ میں ۱۵۵۴ء میں ۱۵۸۶ء (باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

عجب اتفاق ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی ولادت سے قبل حضرت حیدرالف ثانی قدس سرہ کو دو بہت بڑے چانکھہ صدے پیش آگئے یعنی ۲ جمادی الاخریٰ ۱۰۸۶ھ کو آپ کے خسر شیخ سلطان کو پھانسی دی گئی اور پچیس یوم بعد ۲ جمادی الاخریٰ ۱۰۸۶ھ کو آپ کے والد ماجد حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد قدس سرہ نے وفات پائی۔ یعنی حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے نانا اور دادا دونوں بزرگ

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) تخت پر بیٹھا۔ ۱۰۸۶ھ میں اس نے ازبکوں کو ہرات کے قریب شکست دی اور انھیں ایران سے نکال دیا۔ مغرب میں اس کا ترکوں اور تاتاریوں سے مقابلہ رہا جس کی وجہ سے ترکوں کی مغربی یورپ میں پیش قدمی رک گئی، اس نے ایران کی سلطنت کو کافی وسعت دی اور ملک میں بہت سی اصلاحات نافذ کیں، وہ ایک کٹر شیعہ تھا اور اس میں مذہبی تعصب کافی تھا چنانچہ اس نے اپنی حدود مملکت میں بے شمار سنیوں کو شیعہ مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ تقریباً بیالیس سال حکومت کر کے ۱۱۶۲ھ میں فوت ہو گیا۔ اس موقع پر اگر ایران میں شیعیت کی تاریخ کا مختصر خاکہ پیش کر دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

آغاز اسلام کے وقت ایران کی حدود وہ نہیں تھیں جو آجکل ہیں، اس وقت موجودہ عراق بھی ایران میں شامل یا اس کے زیر اثر تھا۔ دریائے دجلہ کے مشرق کا پورا علاقہ جو عراق عجم کہلاتا ہے سلطنت ایران کا ایک حصہ تھا اور اسی حصہ میں دارالسلطنت مدائن واقع تھا۔ دریائے فرات کے مغربی حصہ میں جس کو عراق عرب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ایک عرب حکومت قائم تھی جس کا پایہ تخت حیرہ تھا یہ حکومت ایران کے زیر اثر تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں بصرہ اور کوفہ کی دو چھاؤنیاں قائم ہوئیں تو وہاں زیادہ تر ایرانی آباد ہوئے اور اس طرح ان دونوں نوآبادیوں میں جتنی تخریکیں چلیں ان میں ایرانیوں کا پورا ہاتھ تھا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ذمہ دار یہیں کے لوگ تھے پھر حضرت علیؓ کے ساتھ جو لوگ رہے ان میں اکثریت کوفہ، بصرہ اور عراق کے دوسرے باشندوں کی تھی انہی لوگوں نے خود کو شیعیان علی کے نام سے شہرت دی اور یہی لوگ مذہب شیعہ کے بانی ہوئے، شیعوں کے تمام فرقوں کا آغاز بھی اسی علاقہ سے ہوا۔ سب پہلا فرقہ کیسانہ جس کا بانی مختار ثقفی تھا ۳۳ھ میں بصرہ سے شروع ہوا پھر سجلی فرقوں کی بنیاد کوفہ کے آس پاس رکھی گئی، قرامطہ کی سرگرمیاں یہیں سے شروع ہوئیں چوتھی صدی ہجری میں امویوں کے علاقہ میں ایک ایرانی خاندان کو عروج حاصل ہوا جو توبیہ یا دیلمہ کے نام سے ۳۲۱ھ تا ۳۲۸ھ یعنی تقریباً ۱۲ سال جنوب مغربی ایران پر حکومت کرتا رہا اس کا دارالحکومت شیراز تھا۔ مذہب شیعہ اثنا عشری کو اس دور میں باقاعدگی حاصل ہوئی۔ اسی خاندان کے فراتروا معز الدولہ نے ۳۵۲ھ میں سب سے پہلے ماتم کرایا چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ ۳۵۲ھ کے حالات میں اپنی مشہور کتاب البدایہ والنہایہ میں رقمطراز ہیں: "اس سال کی ۱۰ محرم کو معز الدولہ ابن بویہ نے خدا اس کا برا کرے حکم دیا کہ یا زار بند رہیں، عورتیں ٹاٹ کا ماتمی لباس پہنیں اور بازاروں میں اپنے چہرے کھولے یا لیکھیرے اور منہ بیٹی نکلیں اور حسین بن علیؓ پر ماتم کریں، شیعوں کی کثرت و شوکت اور حکومت کی سرپرستی کی وجہ سے اہل سنت کیلئے ممکن نہ تھا کہ ان باتوں کو روکنے یا منع کرنے"

شیعہ مصنف سید امیر علی لکھتے ہیں: "معز الدولہ۔ یہ شخص شیعہ تھا اور یہ وہ شخص ہے جس نے محرم کی دسویں تاریخ ساتھ کربلا کی یادگار کے طور پر مقرر کی تھی"۔ اسی کے زمانے میں صحابہ کرامؓ پر تبریک کیا گیا چنانچہ علامہ سلم جیرا جیری اپنی کتاب تاریخ الامت جلد پنجم ۱۶۵ پر لکھتے ہیں "چنانچہ ۳۵۱ھ میں مساجد میں صحابہ کبار پر لعنتوں کے اعلانات چسپاں کرائے گئے شیعیت کے اس غلبہ کی وجہ سے بہت سے اہل سنت وہاں سے ہجرت کر گئے (باقی بر صفحہ آئندہ)

آپ کی ولادت سے تقریباً چار ماہ قبل وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ غرض کہ عالم اسلام کی دینی ابتری کے فکر و الم اور ان بزرگوں کی جدائی کے رنج و غم کے بعد حق سبحانہ و تعالیٰ نے نعم البدل کے طور پر حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی ولادت کی خوشی نصیب فرمائی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "الفرج بعد الشدة" کے مصداق حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو جس قدر بڑے حوادث پیش آئے تھے اسی قدر بڑی نعمت (خواجہ محمد معصومؒ) عطا ہوئی فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳۵۲ھ میں ہی عید غدیر کی ابتدا ہوئی (البدایہ والنہایہ) پھر ۳۶۹ھ میں عضد الدولہ نے جو معز الدولہ کا بھتیجا تھا کوفہ سے سات آٹھ میل کے فاصلہ پر مشہد علیؑ کی عالیشان عمارت تعمیر کرائی جو آج مرجع خلائق بنی ہوئی ہے حالانکہ اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں۔ اس زمانہ میں ایران کے مشرقی حصہ پر خاندان غزنوی حکمران تھا، یہ خاندان سُنی تھا ۴۳ھ سے شاہان سلجوق کا اقتدار بڑھا، جلال الدین ملک شاہ تک اس خاندان کو بڑا عروج ہوا پھر ۶۵۸ھ تک اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا اور ملک ایران ملوک خوارزمیہ کے قبضہ میں آ گیا سلجوق اور خوارزمی حکمران دونوں سنی المذہب تھے۔ ۶۵۸ھ سے ۷۳۸ھ تک خوارزمی برسر اقتدار رہے پھر تاتاریوں نے انھیں ختم کر کے اپنی سلطنت قائم کر لی۔ آٹھویں فرما نروابو سعید کے بعد اس سلطنت کے بھی چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو گئے اور یہ ملوک الطوائف تیمور کے برسر اقتدار آنے تک حکومت کرتے رہے، ان میں سے اکثر شیعہ مذہب کی طرف مائل تھے۔ تیمور لنگ کو عروج حاصل ہوا تو اس نے تاتاریوں کو ختم کر کے اپنی سلطنت قائم کر لی۔ اور ۹۰۲ھ سے ۱۱۲۸ھ تک صفوی حکومت رہی یہ خاندان کھلم کھلا شیعہ تھا اس کے دور میں نہ صرف ایران میں شیعہ مذہب پوری طرح جڑ پکڑ گیا بلکہ ہندوستان میں بھی اس کا داخلہ اسی زمانہ میں ہوا۔ ۱۱۲۸ھ میں نادر شاہ صفوی خاندان کو ختم کر کے خود تخت نشین ہو گیا ۱۱۶۱ھ میں نادر شاہ قتل کر دیا گیا۔ پھر کرم خاں زندہ نے تخت پر قبضہ کر لیا۔ ۱۲۱۱ھ سے خاندان قاجار برسر اقتدار آیا یہ بھی شیعہ مذہب کے پیرو تھے اس لئے ان کے زمانہ میں شیعہ مذہب کو مزید فروغ ہوا۔ ۱۳۲۲ھ سے ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۷۹ء تک پہلوی خاندان برسر اقتدار رہا اور وہاں سرکاری مذہب شیعہ رہا، اس کے بعد ایت اللہ خمینی کا دور شروع ہوتا ہے۔ خمینی صمد کے متعلق مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی تازہ تالیف (حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۱۵۰ھ شیخ حاجی سلطان تھا نیسری اپنے زمانے کے علما و فضلا میں ممتاز تھے، آپ کو علوم نقلیہ میں کافی مہارت حاصل تھی اسی بنا پر ایک عرصہ شاہی خدمات پر مامور رہے اور جہا بھارت کا ترجمہ کیا۔ اکبر بادشاہ آپ کی بہت قدر و منزلت کرتا تھا اس لئے مقرب شاہی بھی رہے پھر آپ کو تھانیسر کا روڑی بنا دیا گیا۔ بعد ازاں گاوٹشی کے الزام میں آپ کو جلاوطن کر کے بھکر بھیج دیا۔ حسن اتفاق کہ اس زمانہ میں بھکر (سندھ) کا نظم و نسق عبدالرحیم خان خانا کے ہاتھ میں تھا وہ آپ کے ساتھ بڑی محبت و التفات کے ساتھ پیش آیا، وہ جب وہاں کی فتوحات سے فارغ ہوا تو آپ کو اپنے ساتھ لے آیا۔ اس طرح آپ پوشیدہ طور پر اپنے وطن تھا میسر آ گئے۔ برہان پور کی فتح کے بعد خاں خانا نے بادشاہ سے سفارش کر کے آپ کی جلاوطنی کے حکم کی تنسیخ اور سابقہ عہدہ کی بحالی کا حکم حاصل کر لیا اور آپ پھر تھانیسر کربال کے روڑی بن گئے لیکن ایک عرصہ بعد سابقہ کشمکش پھر تازہ ہو گئی اور ہندوں نے بادشاہ سے آپ کی شکایت کر دی، اکبران دونوں روڑیوں کے ساتھ خاص طور پر سختی کر رہا تھا چنانچہ اس نے آپ کی بڑے موت کا حکم دیدیا اور یکم جنوری ۱۵۹۹ء مطابق ۲ جمادی الاخریٰ ۱۰۰۸ھ کو شیخ سلطان گھمپانسی دیدی گئی۔ (منتخب التواریخ ورود کوثر ص ۲۲)

۱۱۲۲ھ میں بخرین ملک شاہ تخت پر بیٹھا لیکن اس کی حکومت مشرقی ایران میں محدود رہی۔

۱۱۲۲ھ میں بخرین ملک شاہ تخت پر بیٹھا لیکن اس کی حکومت مشرقی ایران میں محدود رہی۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی کی اصلاحی سرگرمیوں کا آغاز ابھی نہ ہوا تھا اور آپ نے اس دور کی خرابیوں کو دور کرنے اور کافرانہ و مشرکانہ رسوم و معتقدات کی بیخ کنی کے لئے سخت متردد اور بے چین تھے، دین اسلام کی اجیا اور سر بلندی اور انسانی بہبودی کی تڑپ آپ کے ذہن و شعور پر چھائی ہوئی تھی کہ رحمت الہی جوش میں آئی اور اس نے اس خانوادہ مجددیہ کو اس آفتاب ہالمتاب سے تو ازا جس کی قیومیت اس عالم کون و فساد کے لئے قائم ہوئی اور اس کی روحانیت و معرفت تمام نظام شمسی کا محور بن گئی، یہی وہ بطل جلیل ہے جس پر تجدید دین کی ساری عمارت قائم ہوئی اور اسی سے مجددی تعلیمات کو بقا و تحفظ حاصل ہے۔

کوئی قسم نہ اٹھایا تھا لیکن اس سلسلے میں آپ

ولادت باسعادت حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی ولادت باسعادت بروز پیر (دوشنبہ) ۱۱ ماہ شوال المکرم ۱۰۳۸ھ (مطابق ۱۷ مئی ۱۵۹۹ء) کو بستی "ملک حیدر" میں ہو جو سرسند شریف سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ ولادت کے اعتبار سے حضرت مجدد الف ثانی کے تیسرے فرزند ہیں لیکن روحانی فضیلت اور دینی عظمت کے اعتبار سے خانوادہ مجددیہ میں سب پر فوقیت رکھتے ہیں اس لئے کہ قیومیت وہ عظیم منصب ہے جو شاہی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ آپ کی ولادت سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو حسدِ خوشی ہو کم ہی۔ آپ فرماتے ہیں "میں نے اپنے فرزند محمد معصوم کی ولادت کی شب خواب میں دیکھا کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، اصحاب کرام اور اولیائے عظام شہر سرسند میں تشریف فرما ہیں اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہ بزرگچین ہی سے جذبہ الہی و عشق خداوندی کا غلبہ تھا چنانچہ آپ نے عین شباب میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے بیعت کی پھر شیخ کی حسب ہدایت علوم دین کے حصول میں مشغول ہو گئے، ابھی تحصیل علوم کی تکمیل باقی تھی کہ حضرت گنگوہی کا وصال ہو گیا جس کا آپ کو بہت صدمہ ہوا پھر بعد تکمیل تحصیل علوم مختلف مقامات کی سیاحت کرتے ہوئے حضرت شیخ کے آستانے پر حاضر ہوئے حضرت شیخ رکن الدین قدس سرہ اپنے والد ماجد کی وصیت کے مطابق آپ کے ساتھ نہایت عزت سے پیش آئے اور بعد ملاحظہ علو استعداد آپ کو طریقہ قادریہ اور حشینیہ صابریہ کا فرقہ خلافت عنایت فرمایا، آپ علامہ وقت تھے، بڑے بڑے علماء و فضلاء نے آپ سے سند شاکردی حاصل کی، اور طالبان سہ نوک بھی آپ کی خدمت کثیر البرکت سے فیضیاب ہو کر کمال کے درجہ تک پہنچے۔ آپ کا اسی سال کی عمر میں باختلاف روایت ۱۷ جمادی الاخری ۱۰۳۸ھ یا ۲۷ رجب ۱۰۳۸ھ کو سرسند میں انتقال ہوا۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ آپ کے چوتھے فرزند تھے۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حضرت مجدد الف ثانی (حاشیہ صفحہ ۱۰۳۸))

۱۷ بروز جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۱۰۳۸ھ سے آپ کی مجددیت کا آغاز ہوتا ہے (ملاحظہ ہو حضرت مجدد الف ثانی) ۲۷ رجب ۱۰۳۸ھ (دوسرا ایڈیشن) صفحہ ۵۹۔

وہ تمام حضرات، حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبارکباد دے رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجہ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ فرزند میری امت کے (اس وقت کے) تمام اولیاء کے افضل ہے اور کمالات و قرب الہی کے تمام مدارج میں تمہارے ساتھ ہے..... اور اس کی آمد تمہارے حق میں بہت مبارک ہے، کیونکہ عنقریب تم کو وہ کمالات عنایت ہوں گے جو اس سے پہلے کسی ولی کو نصیب نہیں ہوئے پھر وہ کمالات اس فرزند کے ذریعے تمام جہان میں پھیل جائیں گے۔ ۱۵

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ محمد معصوم کی ولادت ہمارے لئے نہایت مبارک واقع ہوئی کہ ہم اس کی ولادت کے چند ماہ بعد حضرت خواجہ (باقی باللہ قدس سرہ) کی شرف صحبت سے سرفراز ہوئے اور وہاں دیکھا جو کچھ دیکھا۔ ۱۶

نیز آپ کی والدہ ماجدہ کا ارشاد بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ جب میرا فرزند محمد معصوم پیدا ہوا تو مجھ پر ایک خاص قسم کی بے خوری طاری ہو گئی اس وقت میں نے دیکھا کہ مشرق سے مغرب تک تمام جہان روشن ہو گیا ہے اور نہرا ہا فرشتے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میرے گھر میں تشریف فرما ہیں اور مجھے مبارکباد دے رہے ہیں کہ یہ نور جس سے تمام جہان روشن ہو گیا تیرے فرزند کا ہے عنقریب اس کے وجود کے انوار سے تمام جہان اور اہل جہان روشن ہو جائیں گے اور اس کی ہدایت و ارشاد کا نور اس کے فرزندوں اور خلفاء کے ذریعے قیامت تک باقی رہے گا۔ ۱۷

اسم گرامی | آپ کا نام نامی اسم گرامی "محمد معصوم" کنیت ابوالخیرات، لقب مجد الدین، منصب عروۃ الوثقی، قیوم زماں اور قطب الاقطاب تھا، آپ کا مذہب حنفی اور مسلک نقشبندیہ مجددیہ تھا جو دوسرے تمام سلاسل کے کمالات کا جامع ہے۔

نسب مبارک | آپ کا نسب مبارک اٹھائیس واسطوں سے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس طرح منسلک ہے:- حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم قدس سرہ ابن ۱/۲ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرسندی قدس سرہ ابن ۱/۳ مخدوم شیخ عبدالاحد بن ۱/۴ شیخ زین العابدین ر بن ۱/۵ شیخ عبدالحی بن ۱/۶ شیخ محمد بن ۱/۷ شیخ حبیب اللہ بن ۱/۸ شیخ امام رفیع الدین بانی قلعہ سرسند شریف ابن ۱/۹ شیخ نصیر الدین بن ۱/۱۰ شیخ سلیمان بن ۱/۱۱ شیخ یوسف بن ۱/۱۲ شیخ اسحاق بن ۱/۱۳ شیخ عبداللہ بن ۱/۱۴ شیخ شعیب بن ۱/۱۵ شیخ احمد بن ۱/۱۶ شیخ یوسف بن ۱/۱۷ شیخ شہاب الدین (المعروف بہ فرخ شاہ کابلی) بن ۱/۱۸ شیخ نصیر الدین بن ۱/۱۹ شیخ محمود بن ۱/۲۰ شیخ سلیمان بن ۱/۲۱ شیخ مسعود

۱۵ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۰۵ زبیر المقامات ص ۳۱۵۔ ۱۶ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۰۵

لہذا حضرت محمد معصوم سے سرفراز ہوئے اور وہاں دیکھا جو کچھ دیکھا۔ ۱۶

بن ۲۱ شیخ عبداللہ واعظ اصغر بن ۲۲ شیخ عبداللہ واعظ اکبر بن ۲۳ شیخ ابوالفتح بن ۲۴
 شیخ اسحاق بن ۲۵ شیخ ابراہیم بن ۲۶ حضرت سالم (شیخ ناصر یا شیخ عبداللہ) بن ۲۷ حضرت
 عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ۲۸ امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب نو واسطوں سے "کعب" پر
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب سے اس طرح مل جاتا ہے :- حضرت عمر فاروق رضی اللہ
 عنہ بن (۱) الخطاب بن (۲) نفیل بن (۳) عبدالعزیٰ بن (۴) رباح بن (۵) عبداللہ بن (۶) قوط
 بن (۷) زراح بن (۸) عدی بن (۹) کعب۔ پھر اس سے آگے عدنان تک سلسلہ نسب اس طرح
 متفق علیہ ہے: کعب بن لوی بن غالب بن فہر الملقب بہ قریش بن مالک بن نصر بن کنانہ بن
 خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ اس کے بعد کا سلسلہ نسب حضرت
 آدم علیہ السلام تک کوئی بھی وثوق کے ساتھ پیش نہیں کر سکتا اور اس کا علم حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا
 کسی کو نہیں ہے

آپ کے آبِ اوجاد آپ کے فاندان کے اکثر حضرات چرخِ ولایت و عرفان کے آفتاب اور
 برجِ ہدایت و ایمان کے ماہتاب گذرے ہیں چنانچہ آپ کے جدِ اعلیٰ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ثانی تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
 جلیل القدر صحابی اور محدث، حضرت سالم رحمہ اللہ تعالیٰ جلیل القدر تابعی اور فقہائے سبعہ
 مدینہ منورہ میں سے ہیں، فرخ شاہ کابل کے حکمران اور صاحبِ ولایت بزرگ گذرے ہیں (آپ کی
 کی اولاد میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت حاجی امداد اللہ
 مہاجر کی قدس سرہم وغیرہ ہیں)۔ شیخ امام رفیع الدین جو حضرت سید جلال الدین بخاری
 جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ کے داماد، خلیفہ و امام نماز اور سرسند شریف کے بانی تھے۔
 حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہ (آپ کے دادا) حضرت شیخ رکن الدین بن حضرت شیخ عبدالقدوس
 گنگوہی چشتی صابری قدس سرہما کے خلیفہ تھے، اور آپ کے والد ماجد حضرت شیخ احمد فاروقی سرسند
 حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے خلیفہ اور منصب مجد الفِ ثانی و قیومِ زمان تھا، ان بزرگوں سے
 نسبت آپ کی عظمتِ شان کے لئے کافی ہے۔

پدر نور و پسر نورے ست مشہور
 ازین جا فہم کن نور علیٰ نور

۱۰ جمع القوائد و حاشیۃ التاج ۱۰ بخاری ۱۰ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو حضرت مجد الفِ ثانی ۱۰ ۱۰ تخریجات ربانی ۳۰

دواہم اتفاق دیکھئے کہ آپ کے زیادہ طفلی میں دواہم شخصیتوں کا انتقال ہوا، ایک دینی اعتبار سے بہت بڑی شخصیت ہے دوسری دنیوی اعتبار سے، دینی اعتبار سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگ صاحب ولایت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے شیخ طریقت حضرت خواجہ باقی بائند قدس سرہ کا دہلی میں انتقال ہوا، اور دنیوی اعتبار سے مغل اعظم جلال الدین محمد اکبر بادشاہ آگرہ میں فوت ہوا۔

بچپن کی بعض خصوصیات حضرت خواجہ محمد معصوم بچپن میں عام بچوں کی طرح رویا نہیں کرتے تھے اور نہ آپ کے کپڑوں پر بول دہراز کا کوئی نشان ہوتا تھا، اگر کبھی اتفاقاً آپ کا بدن کھل جاتا تو آپ فوراً ڈھانپ لیتے تھے، آپ راہ سے دور کبھی نہ مانگتے وہ خود ہی پلاتی تو پی لیتے، ماہ رمضان المبارک میں دن کے وقت ہرگز کچھ بھی نہ کھاتے۔ اگر کوئی اصرار کرتا تو آپ اپنا منہ پھیر لیتے اور نماز مغرب کے بعد کھاتے پیتے۔ ایک سال رمضان المبارک کے چاند

۱۹۱۱ء کو کابل میں ہوئی بچپن ہی سے بزرگی و تقدس کے آثار آپ کی پیشانی سے ظاہر تھے۔ زماہ طالب علمی میں بھی آپ اولیائے وقت کی صحبت میں حاضر ہو کر ان سے کتب کمالات باطنی فرماتے تھے اور اسی طلب و جستجو میں ماوراء النہر، بلخ، بدخشاں اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر تشریف لے گئے، آخر موضع ابلکنہ (نواح بخارا) میں حضرت خواجہ ابوالکلی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے اور حضرت شیخ کی حسب ہدایت ہندوستان تشریف لائے، یہاں آپ کی بہت جلد شہرت ہو گئی، بڑے بڑے امراء شاہی آپ کے معتقد و نیاز مند ہو گئے۔ چند سال ہدایت تبلیغ کا کام انجام دینے کے بعد بروز شنبہ ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۲۰۲ھ کو دہلی میں انتقال ہوا، اولاد میں دو صاحبزادے خواجہ عبداللہ و خواجہ عبداللہ اور دو صاحبزادیاں چھوڑیں۔ خلفا میں حضرت مجدد الف ثانی سرہندی، شیخ تلج سنہلی، خواجہ حاتم الدین مشہور ہیں، (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "حضرت مجدد الف ثانی")

۵۳ جلال الدین محمد اکبر بن ہمایوں بن بابر بن عمر بن سلطان ابو سعید بن سلطان محمد بن میران شاہ بن قطب الدین صاحبقران امیر نیمپور گوردگان، بروز اتوار ۵ رجب ۹۶۳ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۵۵۶ء کو حمیدہ بانو کے بطن سے قلعة عمر کوٹ ضلع ٹھٹھا کے سندھ میں اس وقت پیدا ہوا جبکہ اس کا باپ ہمایوں، شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر حیران و سرگردان تھا۔ اکبری پیدائش کے چند روز بعد ہمایوں مع اپنی بیگم ایران چلا گیا اور اکبر کابل میں اپنے دونوں چچا عسکری اور کامران کے زیر سایہ پرورش پانا رہا۔ جب ہمایوں نے چار سال بعد شاہ طہاسپ صفوی کی مدد سے کابل فتح کیا تو اکبر اپنے والدین سے ملا، اس وقت اکبری تربیت کا کام بیرم خاں خانخاناں کے سپرد کر دیا گیا جس کی نگرانی میں اُس نے فون جنگ اور طرز جہان بینی تو سیکھ لی مگر تعلیم حاصل نہ کر سکا۔ ۹۶۳ھ میں ہمایوں نے دوبارہ دہلی و آگرہ پر قبضہ کر کے از سر نو سلطنت مغلیہ کی بنیاد ڈالی لیکن تقریباً چھ ماہ بعد ہمایوں ۹۶۳ھ میں فوت ہو گیا اس وقت اکبری عمر بمشکل چودہ سال ہو گئی کہ بروز جمعہ ۲ ربیع الثانی ۹۶۳ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۵۵۶ء کو قصبہ کلانور ضلع گورداسپور پنجاب میں اس کے سر پر تلج شہی رکھا گیا، چار سال تک اکبر اپنے ابا بلیق بیرم خاں خانخاناں کی نگرانی میں حکومت کرتا رہا بعد ازاں اکبر نے بیرم خاں کوچ کیلئے روانہ کر کے انتظام سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

میں لوگوں کو شبہ ہو گیا کہ چاند ہوا یا نہیں، حالانکہ چاند ہو چکا تھا اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے روزہ رکھ لیا تھا، لوگوں کے سوال پر حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا اچھا معلوم کرو کہ محمد معصوم نے کھایا یا نہیں؟ معلوم ہوا کہ نہیں۔ تب حضرت مجدد نے شرعی وضاحت اور صاحبزادے کی کرامت سے لوگوں کو آگاہ کیا جس کی وجہ سے لوگوں کو اطمینان ہو گیا۔ بچپن میں جب آپ مجلسوں اور محفلوں میں جاتے تو "السلوک السلوک" فرماتے اور سلوک کی باتیں بیان کرتے تو لوگوں کے باطن پر فوراً اثر ہو جاتا تھا۔ ۱۷

جس زمانہ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ دہلی میں خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باشر قدس سرہ کی خدمت میں فروکش تھے حلقہ ذکر سے فارغ ہونے کے بعد آرام کرنے کے لئے اپنے حجرہ میں تشریف لیگے دیکھا کہ وہاں آپ کے بستر پر مخدوم زادہ محمد معصوم آرام فرما رہے ہیں، آپ فوراً واپس چلے آئے، خادم نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو مخدوم زادہ کو بیدار کر دوں؟ فرمایا کہ خداوند جل و علا کا ایک دوست استراحت فرما ہے ایسا نہ ہو کہ میرا جانا موجب رنج و ملال ہو۔ اگرچہ باہر بہت گرمی تھی لیکن آپ وہیں باہر تشریف فرما رہے حتیٰ کہ مخدوم زادہ موصوف از خود بیدار ہو گئے اور جب آپ کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو جلدی باہر تشریف لاکر آداب و تسلیمات بجالائے۔ ۱۸

نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ محمد معصوم کو الہام ہوا کہ بارہ روز کے بعد دوپہر کو تیرا انتقال ہو جائیگا، دوسرے روز الہام ہوا کہ گیارہ روز کے بعد دوپہر کو ہوگا اور تیسرے روز الہام ہوا کہ دس روز کے بعد ہوگا، غرض کہ ہر روز ایک ایک دن گھٹتا جاتا تھا جب ایک دن باقی رہ گیا تب آپ نے اپنے والد ماجد سے ذکر کیا اور خاتمہ بالخیر ہونے کی درخواست کی۔ حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا تم کچھ فکر نہ کرو، اس سے مراد یہ ہے کہ اس وقت تمہارا نزول کامل ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بارہویں روز دوپہر کو آپ کا نزول کامل ہو گیا۔ ۱۹

نیز حضرت عروۃ الوثقی قدس سرہ خود اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: جس زمانہ میں

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اکبر نے شروع کے کئی سال جنگ و پیکار میں گزارے اور تمام شمالی ہندوستان اپنے زیر نگیں لے آیا، اس کی سلطنت میں بنگال، کشمیر، افغانستان، سندھ اور گجرات شامل تھے، وہ نہایت ذہین اور ذکی الطبع انسان تھا، ناخواندہ ہونے کے باوجود اس نے جو تجربات کئے اور جو اصلاحات نافذ کیں وہ پڑھے لکھے انسانوں کیلئے بھی قابل رشک ہیں، شروع میں وہ شریعت اسلام کا بڑا پابند تھا لیکن جوانی اور برہمچاری نے ہندوستان کی بادشاہی کا نشہ آخرننگ لایا اور اس کے نفس و شیطان نے دھوکہ دیکر اس کو گمراہیوں کی طرف دھکیل دیا۔ بعض شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ آخر عمر میں اکبر اپنے غلط عقائد سے تائب ہو کر پھر ایک سچا مسلمان بن گیا تھا واللہ اعلم۔ تقریباً پچاس سال حکومت کر کے بروز منگل ۸ جمادی الاولیٰ ۱۵۷۹ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۵۷۹ء کو انتقال ہوا اور سکندریہ میں جو کہ آگرہ سے چار میل ہے دفن کیا گیا۔

۱۷ روضۃ الغیبیہ رکن روم ص ۳-۵۲ ایضاً ص ۲۷۹ حضرت القدر ص ۲۳۹ ۵۲ حلات مشائخ نقشبندیہ ص ۳۰۷

وہ (یعنی خود) درویش چودہ سال کی عمر کے لگ بھگ تھا، آپ (حضرت مجدد الف ثانیؑ) کی خدمت اشراف میں اُس نے عرض کیا تھا کہ میں اپنے اندر ایک نور پانا ہوں کہ تمام دنیا اس نور سے منور ہے اور وہ نور ذراتِ عالم کے ہر ذرہ میں آفتاب کی طرح سرایت کئے ہوئے ہے، اگر وہ نور ختم ہو جائے تو دنیا تاریک ہو جائے۔ حضرت عالی (مجدد الف ثانیؑ) نے اس کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ تو اپنے وقت کا قطب ہوگا، میری یہ بات یاد رکھ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس چیز کا وعدہ کیا گیا تھا وہ پوری ہو گئی اور بشارت کا اثر حاصل ہو گیا کیونکہ قطب ہونا قومیت ہی کا ایک شعبہ ہے۔ آپ کی تعلیم و تربیت جب آپ سن تعلیم کو پہنچے تو آپ کو مکتب میں بٹھا دیا گیا وہاں آپ نے قلیل مدت میں قرآن کریم حفظ کر کے دیگر علوم حاصل کرنے پر توجہ فرمائی۔

آپ سولہ سال کی عمر میں تحصیلِ علوم سے فارغ ہو گئے۔ حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری خلیفہ حضرت مجدد اور اتوند سجاول سرہندی (مؤلف شرح وقایہ) اور سلطان العلماء ابوالدین سلطانی پوری نے آپ نے تحصیلِ علم کی اور میں شرفین کے دوران قیام آپ نے اپنے خلیفہ مولانا سید زین العابدین محدث مدنی سے اجازتِ حدیث بھی لی۔

حضرت مجدد الف ثانیؑ قدس سرہ کی مبارک توجہ کے اثر سے آپ بھی اپنے بڑے بھائیوں کی طرح سولہ سال کی عمر میں تحصیلِ علوم سے فارغ ہو گئے تھے، اگرچہ اس دوران میں بھی تحصیلِ حال (تصفیہ باطن) میں سرگرم تھے لیکن جب تحصیلِ علوم سے فارغ ہوئے تو ہمہ تن اس طرف متوجہ ہو گئے اور اپنے والد ماجد کی غیایات و توجہ کی بنا پر حوالہ و اسرارِ خاصہ سے کامل حصہ حاصل کیا۔ نیز صاحبِ زبیرۃ المقامات فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضرت مجدد الف ثانیؑ قدس سرہ کی زبانِ مبارک سے یہ فرماتے سنا ہے کہ ”محمد معصوم کا ہماری نسبتوں کو یونانیوں نے اقتباس کرنا اسی طرح پر ہے جیسا کہ صاحبِ شرح وقایہ کا اپنے دادا سے ان کی تالیف وقایہ کا حفظ کرنا۔ چنانچہ انھوں نے کتاب کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ ”وقایہ جس طرح سبقاً سبقاً میرے جد امجد تالیف کرتے جاتے تھے میں بھی اسے سبقاً سبقاً یاد کرتا جاتا تھا چنانچہ جب یہ تالیف مکمل ہوئی تو تمام کی تمام میرے ذہن میں محفوظ تھی۔“ آپ کی مدح و تعریف و علوِ استعداد کے متعلق حضرت مجدد الف ثانیؑ قدس سرہ نے فرمایا ”وہ محمدی المشرب ہیں“ ایک اور مکتوب میں ارقام فرماتے ہیں ”اپنے فرزند محمد معصوم کے متعلق کیا لکھو وہ خود اس دولت یعنی ولایتِ خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کی استعداد رکھتے ہیں۔“ نیز فرماتے ہیں ”یہ اس کی علوِ استعداد کا تقاضا تھا کہ تین سال کی عمر ہی میں اس نے جامعیتِ استعداد و

۱۔ مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۸۔ ۲۔ حالات مشرخیہ نقشبندیہ ص ۳۴۔ ۳۔ حیاتِ محمدیہ ص ۱۶۱ بحوالہ مناقب کے زبیرۃ المقامات ص ۳۱ معصومیہ

حقیقتِ تجلی ذاتی اور توحید میں لب کشائی کی اور کہنے لگا کہ میں آسمان ہوں، میں زمین ہوں اور میں فلاں ہوں اور فلاں ہوں۔ سچ ہے ۷

چوں زلیخا کز سینداں تا بعود نام جملہ چیز یوسف کردہ بود
 [جیسا کہ زلیخا نے ہر چھوٹی بڑی چیز کا نام یوسف کر دیا تھا] اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا کہ "اس راہ میں فیضانِ الہی کے انوار حاصل ہونے میں پیر و جوان، عورت، مرد اور بچے سب برابر ہیں ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم" [یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے] اسی استعداد کی بلندی اور رشد و ہدایت کے آثار مشاہدہ فرمانے کی وجہ سے جو بچپن کے زمانے میں آپ سے مشاہدہ فرماتے تھے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی خاص نظرِ عیانت آپ کے شامل حال رہتی تھی اور حضرت ان مخفی کمالات کے ظہور کے منتظر رہتے تھے جو آپ کی استعدادِ تامہ میں ودیعت تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ چونکہ علم مبداً حال ہے اس لئے اس کے حاصل کئے بغیر چار نہیں، اسی وجہ سے علوم معقول و منقول کو حاصل کرنے کی بھی رہنمائی فرماتے اور کتبِ رقیقہ علمیہ کا صفحہ صفحہ اور ورق ورق پڑھنے کا حکم فرما کر ارشاد فرمایا کرتے تھے "بیٹا ان علوم کی تحصیل سے جلد از جلد فارغ ہو جاؤ ہم کو تم سے بڑے بڑے کام لینے ہیں" ۷

شادی خانہ آبادی | جب آپ بالغ ہوئے تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے آپ کی شادی کرنی چاہی اور اس بارے میں مستون طریقہ پر استخارہ کیا لیکن اجازت نہ ملی، حضرت ایک عرصہ تک اس سلسلہ میں بارگاہِ خدائندی میں ملتجی رہے، ایک روز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ استخارہ کرنے کے لئے مکان کی چھت پر تشریف لے گئے، ابھی پیشاب کرنے کے ارادے سے بیٹھے ہی تھے کہ وہاں گہیوں کے چند دانے پڑے ہوئے نظر آئے، آپ نے ان دانوں کا ادب کر کے وہاں پیشاب نہ کیا اور ویسے ہی اٹھ کھڑے ہوئے... اسی اثنا میں آپ کو الہام ہوا کہ ہم نے تمہیں تمہارے فرزند کے نکاح کی اجازت دیدی اور ساتھ ہی منکشف ہوا کہ ہم نے اس کام سے اس لئے روکا تھا کہ ہمیں غیرت آتی تھی کہ محمد معصوم کا تعلق دنیا سے ہو مگر چونکہ ہمارے ارادہ میں تھا کہ تمہارے فرزند بارگاہِ الہی کے مقرب ہوں گے اور دین و دنیا کا کارخانہ اس فرزند کے حوالہ ہوگا اس لئے نکاح کی اجازت دی جاتی ہے چنانچہ ۲۷ رزی الحجہ ۱۰۲۸ھ کو آپ کا عقد مبارک حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ایک خلیفہ میر صفحہ احمد رومی علیہ الرحمہ کی دوسری صاحبزادی بی بی رقیہ سے ہوا اور آپ کی تمام اولاد اسی خاتون کے بطن سے ہے۔ ۷

۷ زبیر المقامات ص ۳۱۶ - ۷ روضۃ القیوم بیکن دوم ص ۵۲ و عمدة المقامات ص ۲۵۶ و جواہر معصومیہ ص ۱۳ و ۱۴ -
 ۷ میر صفحہ احمد رومی علیہ الرحمہ ص ۷۷۷ النسب سید اور ملک روم کے مشائخ کبار میں سے تھے (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

بعض حوادث اور آزمائشیں | حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی حکمتوں کو کون سمجھ سکتا ہے اور کس کی مجال ہے کہ اُس کے حضور میں چون و چرا کر سکے، وہ شہر سرہند جس کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی غایت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل شہر سرہند گویا میری جائے پیدائش ہے کہ میرے لئے اس گہرے اور تاریک کنوئیں کو پُر کر کے ایک بلند چوڑا بنا یا گیا ہے اور اس کو اکثر شہروں اور مقاموں پر بلندی (فضیلت) بخشی گئی ہے اور اس زمین میں بے صفی اور بے کیفی کا ایک نور امانت کے طور پر رکھا گیا ہے اور وہ نور اس نور کی طرح ہے جو بیت اللہ شریف کی پاک و مقدس زمین سے بلند اور روشن ہو رہا ہے"۔ لہ

اور حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ اس شہر کی فضیلت و بزرگی میں تحریر فرماتے ہیں: "اس زمانہ میں یہ معنی جو کہ ولایت کے کمالات میں سے پہلا کمال ہے اور اسی طرح ولایت کے تمام کمالات پیشوائے اکابر حضرت پیر دستگیر قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے مزار فائض الانوار سے مفاصل و استفاد (جاری و حاصل) ہیں اور اس روضہ منورہ کے مجاورین (پڑوسی) بلکہ اطراف و کنارے کے طالبان جو کہ صحیح اعتقاد کے ساتھ آتے ہیں اور نیاز مندی کا سر اس آستانہ بلند سے گھستے ہیں ان دولتوں سے فیضیاب و بہرہ ور ہوتے ہیں اور ایک گھونٹ پی کر صد جوش و خروش کے ساتھ اپنے آپ کو ترک (فنا) کر کے مطلب پہنچ جاتے ہیں۔ آج سرہند کی زمین فیوض و انوار کی کثرت اور اسرار کے ظہور کی بہتات کی وجہ سے ہند و غیر ہند کے لئے رشک (کی جگہ) ہے لوگ اس کو ہندوستان سے نہیں جانتے کیونکہ یہ ولایت کی کھڑکی ہے، ہندوستان کی خاک و ولایت کے پانی کے ساتھ مل گئی ہے اور محبت کی شراب جمع کی ایون کے ساتھ اس کی طینت میں گھل مل گئی ہے اس لئے ناچار سُکر کے جوش سے عین و اثر کو اس کے طالبوں سے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) زیارت حرمین شریفین کے شوقِ مدیہ منورہ حاضر ہوئے، ایک روز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر نور کے سامنے بعجز و تیا ز بیٹھے تھے کہ واقعہ میں آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میر صاحب موصوف کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی خدمت میں سرہند شریف جانے کی ہدایت فرمائی چنانچہ آپ ہندوستان روانہ ہو گئے۔ ۱۱۹۱ھ میں جب لاہور پہنچے تو حسن اتفاق کہ ان دنوں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ بھی لاہور ہی میں تشریف فرما تھے لہذا آپ حضرت کی خدمت با برکت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور سلوک کی تکمیل کے بعد آپ کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ میر صاحب موصوف نے بقیہ زندگی حضرت کی خدمت میں گزاری اور ۱۱۹۳ھ میں سرہند شریف ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔ (روضۃ القیومیہ رکن اول ص ۱۱۹ و ۳۳۹)

لہ مکتوبات حضرت مجدد در دفتر دوم مکتوب ۲۲۔

دور کر دیا ہے اس جگہ کے رقص کرنے والوں سے سرور ستار اٹھا لیا ہے، کسی نے کیا اچھا کہا ہے
 ازاں ایون کہ ساقی درے افگند حریفان رانہ سرماندہ دستار
 [اس ایون کی وجہ سے جو کہ ساقی نے شراب میں ڈال دی ہے حریفوں کو نہ سر (کا ہوش) رہا ہے نہ بگڑی (کا)]
 اس کے باوجود جمع الجمع کے شربت سے سیراب ہے اور صحو و دعوت کے دودھ سے تروتازہ ہے، یہ سب ہدایت
 و ارشاد اس بقعہ کا اثر ہے اور یہ دید و داد (دیکھنا اور دینا) اس (جگہ) کا پرتو ہے، اس بقعہ (قطعہ زمین)
 کی طینت کی لطافت کہانتک بیان کرے اور اس کے وجود کے فیض و اسرار اور اس کے وجود و اثثار کو
 کہانتک ظاہر کرے کہ یہ چیر عقل و ہوش والے طالبوں سے چھپی ہوئی بہتیں ہے اور صفائی کی طبیعت والے
 منصفوں پر پوشیدہ نہیں ہے، اس کے اسرار کے سمندروں سے ایسا موتی ہاتھ آتا ہے کہ کسی دوسری
 جگہ کیاب ہے اور اس کے شراب خانے سے مشاقوں کے حلق میں ایک ایسا گھونٹ پہنچتا ہے جو کہ
 آفاق و انفس سے بے خبر کر دیتا ہے۔“ ۱۷

نیز ایک دوسرے مکتوب میں حضرت عروۃ الوثقیٰ تحریر فرماتے ہیں:-
 ”بیشک آج طالبانِ حقِ جل و علا کی چشم امید اس مزار پر انوار پر لگی ہوئی ہے اور علوم و اسرار سے
 فیضیاب ہوتا اس ملک میں اس سرزمین کے ساتھ وابستہ ہے اور سرزمین سرہند اگرچہ بظاہر ہندوستان
 سے ہے لیکن جنت کا باغ اور ولایت کی کھڑکی ہے بلکہ رشکِ ولایت ہے، ولایتِ سہگانہ
 (ولایتِ اولیاء و ولایتِ ملائکہ و ولایتِ انبیاء علیہم السلام) کا وہاں مرکز ہے اور کمالاتِ نبوت و وراثت
 اس جگہ میں جلوہ گر ہیں، اسرارِ خلقت و محبت اسی مقام میں نمایاں ہیں اور کعبۂ حسنا کے انوار اس سرزمین
 میں ظاہر ہیں اس کی مٹی کو مدنیہ منورہ کی خاک سے گوندھا گیا ہے، کہانتک اس قطعہ زمین کی لطافتوں
 کو بیان اور اس کی نفاستوں کو ظاہر کرے جو کہ طالبانِ اہل بصیرت پر مخفی اور نگاہِ دور میں پر پوشیدہ
 نہیں ہے، وہاں وہ موتی ہاتھ آتا ہے جو کہ دوسری جگہ کیاب ہے اور اس کے بکثرت فوائد دنیا میں
 ممتاز ہیں۔۔۔۔۔

جہاں کہیں نور و برکت اور رشد و ہدایت ہے وہ سب یشرب و بطحا (مدینہ طیبہ و مکہ معظمہ)
 زادہما اللہ سبحانہ عز و شرفاً و افاض علینا من اسرارہما کرنا و لطفاً کے انوار سے ماخوذ و
 مستفاد ہے۔“ ۱۸

لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ کی شانِ بے نیازی ملاحظہ ہو کہ ۱۰۲۵ھ میں اسی متبرک شہر سے طاعون
 طاعون کی وبا

۱۷ مکتوبات معصومہ دفتر اول مکتوب ۷۷۔ ۱۸ البضاد دفتر سوم مکتوب ۸۷۔
 نیز مکتوبات معصومہ دفتر سوم مکتوب ۲۸-۱۲۲-۲۳۹- میں بھی سرہند شریف کی فضیلت کا تذکرہ ہے۔

گرائی قدر بھائیوں کی وفات

کی ایسی سخت وبا پھیلی کہ ہندوستان کے مختلف شہروں کو اپنے لپیٹ میں لے لیا اور روزانہ ہزاروں انسان کو لقمہ اجل بنایا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ختم بھی وہیں ہوئی کیونکہ حضرت خواجہ محمد صادق ^{رحمۃ اللہ علیہ} (حضرت مجدد الف ثانی کے بڑے صاحبزادے) فرماتے ہیں کہ ”وبا کوئی تر لقمہ چاہتی ہے جب تک میں نہ جاؤنگا یہ فرو نہ ہوگی“ چنانچہ ”روزِ دو شنبہ ہم ربیع الاول“ (اسی جملہ سے آپ کی تاریخ وصال نکلتی ہے) کو آپ کا اسی وبا میں انتقال ہوا۔ اس حادثہ عظیمہ سے دو یوم قبل آپ کے دو خور سالہ بھائی خواجہ محمد فرخ اور خواجہ محمد عیسیٰ بھی اس وبا کا شکار ہو چکے تھے، یہ حوادث جملہ متعلقین کیلئے بہت غم اندوز اور المناک تھے۔

بعد ازاں ۱۰۲۸ھ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو الہام ہوا کہ ”اب تک آپ کی تربیت جمالی طور سے ہوئی تھی اب حق سبحانہ و تعالیٰ کو منظور ہے کہ جلالی طور سے ہو“ چنانچہ حضرت مجدد کو جہانگیر کے دربار میں پیش ہونا پڑا اور پورے ایک سال قلعہ گوالیار میں قید و بند کی تکالیف برداشت کرنی پڑیں، اس زمانے میں حضرت عروۃ الوثقی اور آپ کے بڑے بھائی خواجہ محمد سعید کو اپنے والد ماجد کی ہدایت کے بموجب گھر سے دور کوستان میں ایک عرصہ گزارنا پڑا اور سرسند شریف میں آپ کی حویلی، سرلے، کنواں، باغ، کتابیں اور دوسری تمام اشیاء پر حکومت نے جابرانہ قبضہ کر لیا۔ یہ تمام واقعات آپ کی آرزائش کے لئے بڑے صبر آزماتھے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ”حقیقی غضب دشمنوں کے نصیب میں ہے دوستوں کے ساتھ ظاہری صورت میں غضب ہے اور حقیقت میں عین رحمت ہے، غضب کی اس صورت میں محب کے لئے اس قدر فائدے اور منافع ہیں کہ بیان سے باہر ہیں“۔

حضرت خواجہ محمد صادق، حضرت مجدد الف ثانی کے بڑے صاحبزادے اور اکابر اولیاء میں سے تھے، آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۲۸ھ میں سرسند شریف میں ہوئی، بچپن ہی سے آپ کی پیشانی مبارک سے سعادت کے آثار اور ولایت کے انوار نمایاں تھے حضرت مجدد الف ثانی فرماتے تھے کہ میرے والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ ”تمہارا یہ لڑکا مجھ سے حقائق و معارف کی ایسی عجیب باتیں دریافت کرتا ہے کہ ان کا جواب مشکل سے بن پڑتا ہے“ حضرت مجدد الف ثانی جب ۱۰۲۸ھ میں حضرت خواجہ باقی باسد قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ صاحبزادے بھی ہمراہ تھے چنانچہ آپ بھی حضرت خواجہ کی نظر قبولیت میں آکر ذکر و مراقبہ اور جذب و نسبت سے مشرف ہو گئے۔ آپ کو صغر سنی کے باوجود وہ کمالات نصیب ہوئے کہ بڑے بڑے بزرگوں کو بھی کم حاصل ہوتے ہوں گے، آپ نے فنونِ عربیہ شیخ محمد طاہر لاہوری سے اور علومِ حکمیہ مولانا محمد معصوم کابلی سے پڑھے اور اٹھارہ سال کی عمر میں علومِ ظاہری سے فارغ ہو گئے۔ اکیس سال کی عمر میں حضرت مجدد الف ثانی کی خلعتِ خلافت سے مشرف ہوئے اور ارشاد و تلقین کی عام اجازت حاصل ہوئی جب سرسند شریف میں طاعون کا بہت زور ہوا تو اس کا زور آپ کی وفات پر ختم ہوا اور بروز دو شنبہ ۹ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ کو وصال فرمایا (مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو حضرت مجدد الف ثانی جس ۶۹۰ تا ۶۹۵ھ درمیان میں)۔

۱۔ زبده المقامات ص ۵، ۳۵ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی دفتر سوم مکتوب ۶۔ ۳۵ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۷۔

۲۔ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی دفتر سوم مکتوب ۱۵۔

جہانگیر بادشاہ نے ایک سال بعد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی رہائی کا حکم صادر فرمایا اور اپنے پاس بلا کر بہت لطف و کرم سے پیش آیا حتیٰ کہ جہانگیر کی شیفٹگی اور عقیدتمندی اس درجہ بڑھی کہ بقول صاحب خزینۃ الاصفیاء بادشاہ (جہانگیر) از جمان شیخ شد، بحدیکہ گاہے آنجناب را از خود جدا نمی کرد و شاہزادہ خرم را و اصل حلقہ مریدان شیخ نمودہ، چنانچہ تا عہد شاہجہاں و عالمگیر بادشاہان باہمہ علماء و وزراء داخل سلسلہ مجددیہ می شدند۔ حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں:

”یہ بات خزینۃ الاصفیاء کی صحیح نہیں ہے کہ جہانگیر نے شاہجہاں کو حضرت مجدد کا مرید کر لیا۔ شاہجہاں (خرم) خود ہی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے قید سے رہائی کے بعد جب حالات کو خوشگوار پایا اور جہانگیر بادشاہ آپ کا نخلص و معتقد ہو گیا تو آپ نے ۱۶۲۹ء کے اواخر میں دونوں صاحبزادوں حضرت خواجہ محمد معصومؒ و خواجہ محمد سعیدؒ کو کوہستان سے بلا کر کچھ عرصہ اپنے پاس لشکر میں رکھا اور فریاد راج طے کر کر سرسند روانہ کر دیا۔

۱۱ ربیع الثانی ۱۰۳۲ھ کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کی حیات مبارکہ ہی میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کے ہاں سرسند شریف میں صاحبزادہ کلاں شیخ محمد صبغۃ اللہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ۱۲

حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بعض خصائص و فضائل | حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے صاحبزادوں کے متعلق اپنے ایک مرید کو تحریر فرماتے ہیں: ”فرزند ان آں شیخ کہ اطفال اند اسرار الہی اند با کجملہ شجرہ طیبہ اند انبتھا اللہ نباتا حسنا | اس شیخ (حضرت مجدد الف ثانیؒ) کے صاحبزادے جو (ابھی) بچے ہی ہیں اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں، مختصر یہ کہ شجرہ طیبہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی اچھی طرح نشوونما کرے |“ ۱۳

حضرت مجدد الف ثانیؒ قدس سرہ مخدوم زادہ کلاں شیخ محمد صادق قدس سرہ کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: ”تمہارے خط سے ایسا مفہوم ہوا کہ تم کو ولایت خاصہ مجددیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتجہ کے ساتھ ایک مناسبت پیدا ہو گئی ہے، اس بات سے خداوند جل و علا کا شکر بجالایا کہ بہت مدت سے ایک آرزو تھی کہ یہ دولت تمہیں حاصل ہو جائے اور ان دنوں امیدوار ہو کر اس طرف متوجہ ہوا کہ تم کو اس دولت کی طرف جذب کروں، اتفاقاً اس جستجو میں تم کو ولایت موسوی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات میں داخل پایا اور وہاں سے کھینچ کر دائرہ ولایت خاصہ میں داخل کیا۔ اللہ سبحانہ الحمد والمنة علیٰ ذلک دوسرے یہ ہے کہ فرزند محمد سعیدؒ نے اپنے مکتوب میں جو اپنے احوال ظاہر کئے تھے بہت صحیح ہیں اور اس خصوصیت کے ساتھ دوستوں میں سے بہت کم کسی کو حاصل ہوئے ہیں، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی ولایت خاصہ سے مشرف فرمائے گا، اور فرزند محمد معصومؒ بالذات اس دولت کے قابل ہے حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ

۱۲۔ بزم نیمبریہ ص ۱۶۶۔ ۱۳۔ ہدیہ مجددیہ ص ۳۶۔ ۱۴۔ کلیات باقیؒ ص ۱۳۰، مکتوب ۶۵۔

”کا معتقد بن گیا تھا جیسا کہ زبدۃ المقالات میں فرمید ہوئے متعلق کوئی مستزبات نہیں ملتی، یا ہوگی لیکن میری نظر سے نہیں گذری۔“

اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بطفیل قوت سے فعل میں لاتے۔ ۱۷

نیز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ”حق جل سلمات کے انعامات کیا کیا لکھے اور ان کا کیا شکر ادا کرے، وہ علوم و معارف جن کا فیضان ہوتا ہے خداوند جل و علا کی توفیق سے ان میں سے اکثر لکھے جاتے ہیں اور سہ اہل و نا اہل یعنی کس و ناکس کے کانوں تک پہنچتے رہتے ہیں لیکن وہ خاص اسرار و دقائق جن کے ساتھ یہ فقیر متمیز ہے ان کا تصور اساحصہ بھی ظہور میں نہیں لاسکتا بلکہ رخصت و اشارہ کے ساتھ بھی اس مقولہ کی نسبت گفتگو نہیں کر سکتا بلکہ اپنے فرزند عزیز (حضرت عروۃ الوثقیٰؒ) کے ساتھ بھی جو کہ فقیر کے معارف کا مجموعہ اور مقامات سلوک و جذبہ کا نسخہ ہے ان اسرار و دقائق کا کوئی رعب بیان نہیں کر سکتا اور ان کے پوشیدہ رکھنے میں بڑی کوشش کرتا ہوں“

حالانکہ فقیر جانتا ہے کہ فرزند عزیز (حضرت عروۃ الوثقیٰؒ) مخرمان اسرار سے ہے اور خطا و غلطی سے محفوظ ہے لیکن کیا کرے کہ معافی کی دقت اور باریکی زبان کو بکپڑ لیتی ہے اور اسرار کی لطافت لبوں کو بند کر دیتی ہے وَیَصِیْقُ صَدْرِيْ وَكَأَيِّنْ طَلِقُ لِسَانِيْ [میرا سینہ بند ہو جاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی] نقد وقت ہے اور وہ اسرار اس قسم کے نہیں ہیں کہ فقیر ان کو بیان نہیں کرنا چاہتا بلکہ وہ ایسے ہیں بیان میں لائے ہی نہیں جاسکتے۔

فریادِ حافظ این ہمہ آخر بہرہ نیست ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

[حافظ کی یہ تمام فریاد آخر فضول تو نہیں ہے، یہ تو نادر قصہ اور عجیب بات ہے۔]

یہ دولت جس کے چھپانے میں ہم کوشش کرتے ہیں انبیاء علیہم الصلوٰت و التسلیمات کے چراغ نبوت سے مقبوس ہے اور بلائیکہ ملائے اعلیٰ علی نبینا علیہم الصلوٰت و التسلیمات بھی اس دولت میں شریک ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰت و التسلیمات کے تابعداروں میں سے جس کسی کو اس دولت سے مشرف فرمائیں وہ بھی اس دولت میں شریک ہے۔ ۱۸

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے مکتوبات سے بھی آپ کے فضائل کا اندازہ ہوتا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ”ہمارے حضرت عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ سرور دین و دنیا علیہ و علیٰ آک الصلوٰۃ و البرکات العالیٰ کی پیدائش سے جو (بارہ) باقی رہ گیا تھا مثل پس خوردہ اس کو آپ کی امت کے بختا وروں میں سے ایک فرد (یعنی حضرت مجددؒ) کو عطا فرمایا ہے اور اس کی طینت (سرشت) کو اس سے خمیر کیا (گوندھا) ہے اور اس کے ذریعے اس فرد کو اصالت سے بہرہ ور کیا ہے، اس بقیہ میں سے اس فرد کی طینت کو خمیر کرنے کے بعد کچھ تصور اس بقیہ رہ گیا تھا وہ بقیہ اس فرد کے منتسبین میں سے ایک شخص (یعنی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ) کے حصہ

۱۷ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ دفتر اول مکتوب ۲۳۶ - ۱۸ ایضاً دفتر اول مکتوب ۲۶۷ -

میں آیا ہے اور اس کی طینت کی خمیر اس سے کی گئی ہے اور اس نے اس کے اندازے کے مطابق اصالت سے بھی کچھ حصہ پالیا ہے، اِنَّ رَبَّكَ وَاَسِعَ الْمَغْفِرَةَ [بیشک تیرا رب وسیع مغفرت والا ہے] ۱۷
 نیز حضرت عروۃ الوثقیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مجھ سے فرمایا کہ "اصالت سے کچھ حصہ تمہیں نصیب ہے اور محبوبیت تمہارے وجود میں ودیعت ہے" یعنی محبوبیت ذاتی اور کمالِ انفعالی دونوں حضرت عروۃ الوثقیٰ میں موجود ہیں ۱۸۔ صاحب جواہر معصومیہ لکھتے ہیں کہ محبوبیت کی تین قسمیں ہیں: افعالی، صفاتی اور ذاتی۔ کامل اولیا، محبوبیتِ افعالی تک پہنچتے ہیں اور صفاتی اکمل اولیا کو نصیب ہوتی ہے لیکن ذاتی صرف حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے ۱۹۔
 حضرت عروۃ الوثقیٰؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: "حضرت پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق علیہ الرحمہ والرضوان کی حیات کے ایام میں ایک روز فرمایا کہ سابقین کے گروہ میں کہ جن کی شان میں حضرت حق سبحانہ نے تَلْتُمِنَ الْاَوْلِيْنَ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ [۱۵۶] ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوگا" فرمایا ہے، میں نے نظر کی تو اپنے آپ کو اس جماعت میں دیکھا اور اپنے منتسبین میں سے بھی ایک شخص (حضرت عروۃ الوثقیٰؒ) کو اس مقام میں اپنے ساتھ پایا۔ اور اسی کی مثل نشاہت کے اسرار میں بھی اس مخدوم زادہ (خواجہ محمد صادق قدس سرہ) کی رحلت فرمانے کے بعد لکھا ہے کہ "نشاہت معاملات سے کناہہ میں جائز ہے کہ کسی شخص کو معاملہ حاصل ہو اور اس معاملہ کے متعلق علم نہ ہو" اس معنی کو اپنے منتسبین میں سے ایک فرد (یعنی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ) میں مشاہدہ کیا ہے تو پھر دوسروں کو کیا پہنچا، کسی نے خوب کہا ہے

سعادت ہاست اندر پردہ غیب نگہ کن تا کرا ر پیرند در حبیب

[پردہ غیب کے اندر بہت سی سعادتیں ہیں دیکھئے کس (خوش نصیب) کی جیب میں ڈالتے ہیں] ۲۰
 صاحب روضۃ القیومیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے آپ (حضرت عروۃ الوثقیٰؒ) کو تین دن رات ایک ہی جلسہ میں حرف حق کے اسرار بیان فرمائے بعد ازاں باقی حروف مقطعات کے اسرار حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کو مستدر شاد پر خود بخود منکشف ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا کہ یہ اسرار مقطعات تمہارے باطن میں تھے لیکن تمہیں معلوم نہ تھا۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۰)

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ "حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے حضور میں ایک سال تین ماہ سات یوم قیومیت کی۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۰)

۱۷ مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۹۲ ص ۱۵۷ رکن دوم ص ۱۵۷ جواہر معصومیہ ص ۱۵۷ مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۲۷ -

فرحت الناظرین میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کے متعلق لکھا ہے "مرید و خلیفہ والد بزرگوار خود شیخ احمدؒ بود، در تربیت مریدان و تعبیر و قلع و حل مشکلات ایماں از برداران و سایر شیوخ زباں امتیاز داشت و از حبلہ تصانیف او سہ جلد مکتوبات است کہ بس اسرار غریبہ و نکات عجیبہ و علوم بدیعہ در ان اندراج یافت و بنا بر استدعائے بادشاہ دین پناہ (عالمگیر) چند بار بار گاہ عظمت و جاہ رسید باقسام تجلیل و تکریم و انواع توقیر و تعظیم مخصوص گشتہ بود" [اپنے والد بزرگوار شیخ احمدؒ کے مرید و خلیفہ تھے، مریدوں کی تربیت، واقعات کی تعبیر اور ان کی مشکلات کے حل کرنے میں اپنے بھائیوں اور تمام مشائخ وقت سے امتیاز رکھتے تھے اور ان کی تصنیفات میں سے تین جلدیں ہیں کہ جن میں تہایت نادر اسرار عجیب نکات اور انوکھے علوم درج ہیں اور بادشاہ دین پناہ (عالمگیر) کی خواہش کی بنا پر چند بار بار گاہ عظمت و جاہ (بادشاہ کی خدمت) میں پہنچے قسم قسم کی عزت و تکریم اور طرح طرح کی توقیر و تعظیم کے ساتھ مخصوص ہوئے تھے۔ نیز عالمگیر نامہ میں درج ہے کہ "شیخ محمد سعید و شیخ محمد معصوم پسران شیخ مغفور واقف اسرار حقائق و علوم شیخ احمد سرہندی کہ ہر یک در فضائل و کمالات صوری و معنوی خلف الصدق آل سالک مسالک طریقت و عرفان است بانعام سہ صد شرفی... مورد توازش گردیدند" [شیخ مغفور واقف اسرار حقائق و علوم شیخ احمد سرہندی کے صاحبزادے شیخ محمد سعید و شیخ محمد معصوم ہیں کہ ان میں سے ہر ایک ظاہری و باطنی فضائل و کمالات میں اس سالک مسالک طریقت و عرفان کے سچے جانشین ہیں تین صد شرفی کے انعام کے ساتھ... مورد توازش ہوئے] حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ | حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجه محمد معصوم قدس سرہ اپنے ایک مکتوب میں عارف صاحب زباں کے متعلق محمد امین حافظ آبادی کو تحریر فرماتے ہیں "آپ نے لکھا تھا کہ مولانا احمد برکی نے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی خدمت میں لکھا تھا کہ "بعض

اکابر نے فرمایا ہے کہ "آدمی جو کچھ کرے صاحب زباں کے حکم سے کرے تاکہ فائدہ دے اگرچہ شرع کے موافق کام ہوں" اگر یہ بات صحیح ہے تو تمام شرعی کاموں میں (آپ کے) فرمان کا امیدوار ہے۔ حضرت عالی نے ان کو تحریر فرمایا کہ "آپ کیلئے اجازت حاصل کر کے آپ کو اجازت دیدی، لیکن جان لیں کہ فائدہ سے مراد خاطر خواہ فائدہ ہے نہ کہ مطلقاً" اور آپ نے بھی اس حقیر سے اجازت طلب کی تھی، میرے مخدوم! اگرچہ فقیر کی اجازت کو کوئی دخل نہیں ہے (پھر بھی) ہم نے آپ کو اجازت دی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ بھی "عارف صاحب زباں" تھے لیکن کسر نفسی کے باعث صاف اظہار نہیں فرمایا۔ (مؤلف)

۱۵۵۔ فرحت الناظرین جوالہ، روڈ کوثر، ص ۳۳۶۔ مکتوبات معصومہ، دفتر دوم، مکتوب ۱۵۵۔

۱۵۶۔ حضرت موصوف کی اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مکتوباً یہ کیلئے کسی دوسرے شخص سے جو اس وقت صاحب زباں تھا اجازت حاصل کر کے ان کو اجازت دی ہے، اس کے مطلب میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس وقت تک حضرت صاحب موصوف خود عارف صاحب زباں نہیں تھے بلکہ کوئی دوسرا شخص تھا جس سے حضرت نے ان کیلئے اجازت حاصل کی ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضرت اس وقت بھی صاحب زباں تھے لیکن حضرت اولیائے کرام صاحب زباں کے طریقہ کے مطابق حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ سے بطریق استخارہ یا القایا الہام وغیرہ اجازت حاصل کی ہوگی و اللہ اعلم بالصواب اور یہ دوسرا احتمال قوی معلوم ہوتا ہے۔ (مؤلف)

حضرت عروۃ الوثقیٰ کو خلعتِ قیومیت | آپ کی خلعتِ قیومیت و قطب الاقطابی سے سرفرازی
قطب الاقطابی کی بشارت | کی بشارت حضرت مجدد الف ثانیؑ اور خود موصوف کے

مکتوبات شریف سے مندرجہ ذیل اقتباسات سے واضح طور پر ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ جس زمانے میں اجمیر شریف میں قیام پذیر تھے اسی زمانہ میں
ایک روز آپ نے فرمایا ”اتنا رہتا ہے میں کہ اب کوچ کا زمانہ قریب ہے“ چنانچہ سرسند شریف اپنے صاحبزادوں
حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم علیہما الرحمہ کو مندرجہ ذیل مکتوب تحریر فرماتے ہیں:
”کل صبح کی نماز کے بعد مجلس سکوت یعنی مراقبہ و خاموشی کے وقت ظاہر ہوا کہ وہ خلعت جو میں
پہنے ہوئے تھا مجھ سے جدا ہو گئی اور بجائے اس کے اور خلعت مجھے پہنائی گئی۔ دل میں خیال آیا کہ یہ خلعت
زائلہ (میری اتاری ہوئی خلعت) کسی کو دیتے ہیں یا نہیں، مجھے یہ آرزو ہوئی کہ اگر یہ خلعت زائلہ میرے
فرزند محمد معصوم کو دیدیں تو بہتر ہے۔ ایک لمحہ کے بعد دیکھا کہ میرے فرزند (محمد معصوم) کو مرحمت فرمائی گئی؟
اور وہ خلعت سب کی سب اس کو پہنائی گئی ہے، یہ خلعت زائلہ معاملہ قیومیت سے مراد ہے جو تربیت و
تکمیل سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے اس عرصہ مجتمعہ کے ساتھ ارتباط کا باعث ہوا ہے۔“ لہ

اس مکتوب شریف کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے گرامی قدر صاحبزادوں کے نام ایک
دوسرا مکتوب بھی تحریر فرمایا جس میں فرماتے ہیں ”فرزند دور ہیں اور عمر کا معاملہ نزدیک ہوتا جا رہا ہے“ لہ
ان دونوں نامہ ہائے مبارک کے پہنچنے ہی دونوں صاحبزادے یعنی حضرت خواجہ محمد سعید و
حضرت خواجہ محمد معصوم علیہما الرحمہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے
چند روز کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے ایک دن دونوں صاحبزادوں سے خلوت میں فرمایا
”اب مجھے اس جہان سے مطلق رخصتی نہیں رہی ہے، اُس جہان میں جانا چاہئے کیونکہ کوچ کی علامت
نمایاں ہو رہی ہیں وغیرہ۔ چنانچہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ اپنے مکتوبات میں اس مجلس کا حال اس
طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

”جس وقت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ لاسرہ الاقدس نے اپنے مخلصوں میں سے ایک
درویش (یعنی حضرت عروۃ الوثقیٰ) کو خلعتِ قیومیت سے نوازا اور اس کو اس امر عظیم سے سرفراز فرمایا، اس
درویش کو خدمت میں طلب کر کے فرمایا کہ ”اس مجمع گاہ (دتیا) کے ساتھ میرے ارتباط کا تعلق یہی قیومیت کا
لہ مکتوبات حضرت مجددؑ، دفتر سوم مکتوب ۱۰۴ - ۱۰۵ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۱۰۶ - ۱۰۷ زبدۃ المقالات ص ۲۸

معاملہ رہا ہے جو کہ مجھ کو عطا کر دیا گیا ہے اور مکونات (موجودات) پورے شوق کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہو گئے ہیں، اب میں اس فانی دنیا میں اپنے رہنے کا کوئی سبب نہیں پاتا، اور جب اس پر آشوب دنیا سے اپنی رحلت فرمانے کا وقت قریب ہونے کی بابت فرمایا تو وہ زخمی دل درویش اس مذکورہ بشارت کے سننے کے باوجود جگر سوختہ اور چشم پر غم ہو کر اپنے اندر تہایت غم و اندوہ میں ڈوب گیا، نہ زبان کو کچھ کہنے کی طاقت رہی اور نہ کانوں کو سننے کی تاب رہی۔ حضرت عالیؒ نے اس تبدیلی کو اس مسکین میں ملاحظہ کیا تو تہایت مہربانی سے فرمایا ”غم مت کر، اللہ تعالیٰ کی سنت (طریقہ) اسی طرح جاری ہے کہ کسی ایک کو اپنے پاس بلاتے ہیں اور کسی دوسرے کو اس کی جگہ بٹھادیتے ہیں۔“ اور تہایت لطف و مہربانی سے اس بزرگ کی عبارت کو جو کہ وہ نفحات میں لائے ہیں زبان پر جاری فرمایا کہ ”پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھالیا گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی جگہ بیٹھے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اٹھالیا گیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کی جگہ بیٹھے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھالیا گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی جگہ بیٹھے اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اٹھالیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی جگہ بیٹھے۔“ اس درویش نے چونکہ اس معنی کی کوئی قابلیت اپنے اندر نہیں پائی اور مذکورہ رنج و غم بھی اس کے دل میں چھپا ہوا تھا، ہاں یا نہیں کچھ بھی نہیں کہا اور جن امور کا انکشاف ضروری تھا درمیان میں نہ لایا، یہی وجہ تھی کہ جب حضرت عالی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”اشیا میری قیومیت سے تیری قیومیت کے ساتھ زیادہ راضی اور خوش ہیں“ یہ درویش اُس کی بھی لم و علت کو پوچھنے کی جرأت نہ کر سکا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

وحشی گذشت یار و نگر دی حکایتے اے خان و بان خراب زبانِ نولسنہ بود

[اے وحشی! یار گذر گیا اور تونے کوئی گفتگو نہ کی، اے خانماں برباد کیا تیری زبان بندھی ہوئی تھی] جب حضرت عالی قدس سرہ نے اس درویش کا غم بہت ہی زیادہ دیکھا تو فرمایا کہ ”میرے رحلت کرنے میں قدرے مہلت (تاخیر) ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ کیا تعلق درمیان میں ہے، متوجہ ہو کر ایک لمحہ کے بعد فرمایا ”میرے وصال کے دنوں تک تیرا قیام میرے ساتھ ہوگا اور افرادِ عالم کا قیام تیرے ساتھ ہوگا“ یہ قول اس مسکین کے غمگین دل کو قدرے تسلی دینے والا ہو گیا۔ اس ماجرا (واقعہ) کے ایک سال اور چند روز کم تین ماہ بعد حضرت عالی رضی اللہ عنہ کے وصال کا واقعہ پیش آیا کیونکہ یہ گفتگو سن ایک ہزار تیس ہجری کے ماہ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں ہوئی تھی اور اس ہادی انام کا ارتحال (وصال) اٹھائیس صفر سن

۱۰۳۴ھ
ایک ہزار چوبیس کو ہوا تھا۔ (چند سطور کے بعد فرماتے ہیں)۔

اب ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قیوم اس عالم میں حق جل و علا کا خلیفہ اور اس کا نائب مناب (قائم مقام) ہوتا ہے، قطب و ابدال اس کے دائرہ ظلال میں داخل اور افراد و اوقات اس کے کمال کے محیط میں شامل ہوتے ہیں، تمام افراد عالم اس کی طرف رخ رکھتے ہیں اور اہل جہان کی توجہ کا قبلہ وہی ہوتا ہے خواہ وہ جاہیں یا نہ جاہیں، بلکہ اہل عالم کا قیام اسی کی ذات سے ہے اس لئے کہ افراد عالم چونکہ اسماء و صفات کے مظاہر ہیں، کوئی ذات ان کے درمیان کائن (موجود) نہیں ہے اس لئے سب کے سب اعراض و اوصاف ہیں اور اعراض و اوصاف کو ذات و جوہر کے بغیر چارہ نہیں ہے تاکہ ان کا قیام اس کے ساتھ ہو، اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ طویل زمانوں کے بعد کسی عارف کو ذات سے حصہ عطا فرما کر اس کو ایک ایسی ذات عطا فرماتے ہیں کہ وہ نیابت و خلافت کے طور پر اشیاء کا قیوم ہو جائے اور اشیاء اس کے ساتھ قائم ہوتی ہیں۔

جاننا چاہئے کہ نسبت قیومیت کا حاصل ہونا کسی شخص کو اس وقت تک میسر نہیں ہے جب تک کہ وہ اصالت سے کچھ حصہ نہ رکھتا ہو، ان عالی حضرت و متعالی منقبت (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے جس درویش کو نسبت قیومیت کے حاصل ہونے کی بشارت دی تھی اس کو مقام اصالت کے حاصل ہونے کی خوشخبری کے ساتھ بھی سر بلند کیا اور نیز فرمایا کہ "جس قدر تو اصالت سے حصہ رکھتا ہے اسی کے موافق محبوبیت کی قوت تیری ذات میں ودیعت کی گئی ہے" یعنی محبوبیت ذاتی و کمال انفعالی کی بھی اس کے حق میں نشاندہی فرمائی، **وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ** [اور یہ بات اللہ تعالیٰ کیلئے مشکل نہیں ہے] ۱۷

قیومیت کی مزید تزیین و تشریح | حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ مکتوبات شریفہ آیت مبارکہ "إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا" کی شرح میں فرماتے ہیں: —

"جاننا چاہئے کہ (حدیث شریفہ میں ہے) **إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ** [بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے] اور اللہ تعالیٰ صورت سے پاک و برتر ہے، پس آدم کا اس کی صورت پر پیدا ہونا اس معنی میں ہو سکتا ہے کہ اگر مرتبہ تشریح کی صورت عالم مثال میں فرض کی جائے تو بیشک یہ صورت جامع ہوگی جس پر یہ انسان جامع موجود ہوا ہے، دوسری صورت کو یہ قابلیت حاصل نہیں کہ اس مرتبہ مقدسہ کی

۱۷ مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۸۶ - ۱۷ سورت ۳۳ آیت ۷۲

تمثال ہو سکے اور اس کا آئینہ بن سکے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان حق تعالیٰ کی خلافت کے لائق ہوا ہے کیونکہ خلیفہ جنگ شے کی صورت پر مخلوق نہ ہو اس شے کی خلافت کا مستحق نہیں ہوتا کیونکہ شے کا خلیفہ اس کا خلف اور قائم مقام ہوتا ہے۔ چونکہ انسان رحمن کا خلیفہ بن گیا اس لئے بار امانت بھی اسی کو اٹھانا پڑا۔ لَا تَحْمِلُ عَطَايَا الْمَلِكِ إِلَّا مَطَايَاہُ [بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے بار بردار اٹھا سکتے ہیں] آسمان وزمین اور پہاڑ یہ جامعیت کہاں سے پائیں کہ حق تعالیٰ کی صورت پر پیدا ہوں اور اس کی خلافت کے لائق ہو کر بار امانت کو اٹھا سکیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر بالفرض اس بار امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے حوالے کرتے تو یہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے اور ان کا کچھ نشان باقی نہ رہتا۔ وہ امانت اس فقیر کے خیال میں نیابت کے طور پر تمام اشیاء کی قیومیت ہے جو انسانِ کامل کے ساتھ مخصوص ہے یعنی انسانِ کامل کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کو بحکم خلافت تمام اشیاء کا قیوم بنارہتے ہیں اور تمام مخلوق کو تمام فیضانِ وجود بقا اور تمام کمالاتِ ظاہری و باطنی اسی کے واسطے سے پہنچاتے ہیں، اگر فرشتہ ہے تو وہ بھی اسی کے ساتھ متوسل ہے اور اگر انسان و جن ہے تو وہ بھی اسی کا (دامن) پکڑنے والا ہے اور درحقیقت تمام اشیاء کی توجہ اسی کی طرف ہے اور سب اسی کی طرف متوجہ ہیں خواہ وہ اس حقیقت کو جانیں یا نہ جانیں۔ الخ

نیز دفتر سوم مکتوب ۱۲۴ میں ذیل واضح طور پر فرماتے ہیں: "وایں خلعتِ زائلہ کنایت از معاملہ قیومیت بدہ است" یعنی اس خلعتِ زائلہ سے مراد (جو خلعت سے قبل آپ سے جد ہو گئی اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کو مرحمت فرمائی گئی جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے) معاملہ قیومیت ہے جو کہ تربیت و تکمیل سے تعلق رکھتا ہے۔

اور حضرت عروۃ الوثقی قدس سرہ قیومیت سے متعلق ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: "اور اللہ تعالیٰ کی سنت (اس طرح) جاری ہوئی ہے کہ زمانہ دراز کے بعد کسی عارف کو فنائے اکمل کے بعد اپنے پاس سے ایک ذات عطا فرماتے ہیں کہ اس ذات سے ذاتِ اقدس کی طرف راستہ ہے۔ پس یہ عارف (اس موہوب) ذات کے تعلق سے ذاتِ مقدس (تعالیٰ شانہ) سے کچھ حصہ پالیتا ہے اور افرادِ عالم جو کہ اعراض کی مانند ہیں اور (ان کی) کوئی ذات نہیں ہے کہ جس کے ساتھ وہ قائم ہوں، ان کا قیام (اس) عارف کی ذات کے ساتھ ہے اور ان سب کی ذات یہی عارف کی ذات ہے اور عارف نیابت و خلافت کے حکم کے مطابق ان کا قیوم، پس عارف کو افرادِ عالم کے ساتھ نام کی مشارکت اور صورت کی مماثلت کے سوا کونسی مشارکت اور کیا مماثلت ہے؟ (کیونکہ) جو ہر کو اعراض کے ساتھ کیا مشارکت ہو سکتی ہے؟" ۳

۱۲۴ اس میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی قیومیت کی طرف اشارہ ہے۔ نیز مکتوب معصومہ دفتر سوم مکتوب ۲۹ میں بھی یہ بات تفصیل سے موجود ہے۔
۱۲۵ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی دفتر سوم مکتوب ۴۲۔ ۳۳ مکتوبات معصومہ دفتر سوم مکتوب ۵۸۔

نیز حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ ایک دوسرے مکتوب میں قیومیت کے دقائق اور انسانِ کامل کی جامعیت کو بہت تفصیل سے تحریر فرمایا ہے جس کے اقتباسات درج ذیل ہیں:۔ "اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ صدیوں کے بعد ہزاروں میں کسی ایک کو بقائے ذات کے ساتھ مشرف کرتے ہیں اور اس مرتبہ مقدسہ سے اس عارف کو ایک ذات جو کہ بے چونی سے کچھ حصہ رکھتی ہے عطا فرماتے ہیں جو کہ عارف کی کتبہ (حقیقتِ باہیت) ہوتی ہے اور یہ تمام اوصاف اس ذات کے ساتھ قائم ہوتے ہیں بلکہ افرادِ عالم بھی اس ذات کے ساتھ قائم ہوتے ہیں کیونکہ افرادِ عالم اس کے بالمقابل ہیں، چونکہ اسماء و صفات کے مظاہر ہیں (اور) کوئی ذات ان میں کائن (کار فرما) نہیں ہے اس لئے وہ عارف خلیفۃ اللہ ہونے کے حکم سے قیومِ عالم ہو جاتا ہے اور وزیرِ کاکلم حاصل کر لیتا ہے۔

(اسی مکتوب میں مزید فرماتے ہیں) ہم اصل بات بیان کرتے ہیں، جو ذات کہ عارف کو بخشی گئی ہے چونکہ وہ بے چونی سے کچھ حصہ رکھتی ہے اس کی جامعیت ظاہری نگاہ میں چون کے درک میں نہیں آتی لیکن حقیقت میں تمام اسماء و صفات سے جو کہ عارف کے اجزاء کی مانند ہو گئے ہیں زیادہ جامع ہے بلکہ اس جامعیت کو اس جامعیت کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ہے اور اس کے مقابلے میں لاشعہ ہونے کا حکم رکھتی ہے سبحان اللہ و بحمدہ۔ اس قسم کی وسیع مملکت کو حقیر شخص کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے اور نلک و نلکوت کے ان تمام خزانوں کو اس طرح کے بے قدر و قیمت و پرانہ میں ودیعت فرما دیا گیا ہے اور ان سب بے رنگ حسن و جمال اور بے کیف انوار و اسرار کو اس ظلمانی ڈھانچے میں جو کہ ذلیل (گندے) پانی سے پیدا ہوا ہے پنہاں کر دیا گیا ہے وَفَاذِلِكَ عَلَيَّ اللَّهُ بِعِزِّهِ [اور یہ بات اللہ تعالیٰ کیلئے کچھ مشکل نہیں ہے]۔

اب ہم قیومیت سے متعلق حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ العالی کی تالیف لطیف "مقامات خیر" کا اقتباس پیش کرتے ہیں:۔

"امام بخاری" اور دوسرے محدثین نے اس حدیثِ قدسی کو روایت کیا ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تبارك وتعالى قال من عادى لي وليا فقد اذنته بالحرب وما تقرب الي عبدي بشيء احب الي مما اقرضت عليه وما يزال عبدي يتقرب الي بالنوافل حتى احبه فاذا احبته كنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به ويده التي يبطش بها ورجله التي يمشي بها وان سألني اعطيتة ولو لاد استعاذ بي لا اعذته۔ یہ صحیح حدیث شریف ہے اور اس میں کامل ولی کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی ولی سے عداوت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے لڑائی مول لے رہا ہے۔ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی

۱۔ مکتوبات معصومہ دفتر اول مکتوب ۲۰۳۔

رضامندی اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے عبادت میں مصروف ہوتا ہے، تو وہ ایسے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتا ہے کہ اس کے تمام افعال اللہ تبارک و تعالیٰ کے افعال ہو جاتے ہیں اور اس کو محبوبیت کا مقام حاصل ہو جاتا ہے اب نہ اس کی اپنی سماعت رہتی ہے اور نہ بصارت، نہ اس کی اپنی گرفت رہتی ہے اور نہ چلنا پھرنا۔ اور وہ فارصیت اذرمیت و لکن اللہ ہی، اور ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ کے دائرہ میں آ جاتا ہے، یہ دائرہ خلافت الہیہ کا ہے یعنی ایسا فرد اکمل، اللہ جل شانہ کا خلف اور اس کا نائب مناب ہو جاتا ہے اور تمام کائنات کا قیام بہ حکم خلافت اس سے ہوتا ہے، کیا فرشتے، کیا جن، کیا انس، کیا آسمان، کیا زمین، سب اسی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ کائنات میں سے ہر کائن کی نظر کا مرکز وہی بن جاتا ہے، ایسے فرد اکمل کو کسی نے غوث اعظم کا نام دیا ہے کوئی قطب الاقطاب کہتا ہے، حضرت مجدد قدس سرہ نے اس کو قیوم کہا ہے حضرت شیخ اکبر قدس سرہ قطب الاقطاب کا نام تجویز کرتے ہیں، آپ نے "فتوحات بیکہ" میں خوب تفصیل سے اس کی حقیقت واضح کی ہے۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے جو نام (قیوم) تجویز کیا ہے وہ آپ کی کمال معرفت پر دل ہے، اخلاق الہیہ سے متخلق ہونا عین سعادت ہے، قیوم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے کامل فرد کو اس صفت سے محلی و متصف کر دیا ہے۔ تمام کائنات کا قیام اس کی ذات سے وابستہ ہے حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے مولانا محمد اسماعیل رحمہما اللہ و قدس اسرارہما نے اپنی کتاب "عمقات" کے مقدمہ کے بیسویں عبقہ میں لکھا ہے "اتفق اہل لکشف والوجدان واریاب الشہود والعرفان مؤیدین بالبراہین العقلیۃ والاشارات النقلیۃ علی ان القیوم لکثرات الکوئیۃ واحد شخصی" یعنی اہل کشف و وجدان اور اریاب شہود و عرفان جو کہ براہین عقلیہ و اشارات نقلیہ سے مؤید ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ کثرات کوئیہ کا قیوم شخص واحد ہوا کرتا ہے۔ یعنی قیوم کا جو بیان حضرت مجدد قدس سرہ نے کیا ہے کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ اس بات پر تمام اہل کشف و وجدان اور اریاب شہود و عرفان کا اتفاق ہے۔ (مقامات خیر ص ۶۱ و ۶۲)

حضرت عروۃ الوثقیٰ کی سجادہ نشینی حضرت مجدد الف ثانی نے بادشاہ کی معیت کے زمانے میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کو اپنے حضور میں مسند ارشاد پر بیٹھا کر تمام خلفاء و مریدین کو حکم دیا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ سے بیعت کریں اور ان کے حلقہ میں بیٹھیں اور خانقاہ کے تمام معاملات بھی آپ کے سپرد کر دیئے گئے۔ بعد ازاں دونوں صاحبزادوں کو سرسند تشریف واپس بھیج دیا تھا۔ جب حضرت مجدد الف ثانی کی عمر کا تقریباً ایک سال باقی رہ گیا تو آپ نے بادشاہ سے رخصت حاصل کر کے اجیر سے سرسند تشریف لے آئے، اہل سرسند نے آپ کے شایان شان استقبال کیا اور آپ کی تشریف آوری کی خوشی میں سجدہ شکر بجالائے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے سرسند پہنچ کر تمام تعلقات سے کٹی انقطاع کر کے خلوت اختیار کی حتیٰ کہ تریسٹھ سال کی عمر میں بوقت اشراق بروز شنبہ ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ کو آپ نے انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

لہ اخضر محمد علی رضی اللہ عنہ کہ حضرت سرسندی مولانا سید زور اور حسین شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ عالم تجلیات صفات کا مظهر ہے لیکن تجلیات ذات کا مظهر ہی تو ہے جو ناچنے اور پکے قوم ہوتا ہے۔

حضرت مجددی سرسند میں تشریف لے آئے اور جن

حضرت عروۃ الوثقیٰ

کی

سجادہ نشینی کا پہلا سال

(از یکم ربیع الاول ۱۰۳۲ھ)

(حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا سانحہ ارتحال، حضرت عروۃ الوثقیٰ کی سجادہ نشینی، جملہ خلفاء و مریدین کی تجدید بیعت اور مخدوم زادہ خواجہ محمد نقشبند کی ولادت کے

اس سال کا سب سے بڑا سانحہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرسندی قدس سرہ کی وفات حسرت آیات ہے جو بروز منگل ۲۸ صفر ۱۰۳۲ھ کو ہوئی۔ آپ کے وصال کے تیسرے دن یعنی یکم ربیع الاول ۱۰۳۲ھ مطابق ۱۳ دسمبر ۱۶۲۲ء کو بروز جمعرات بوقت اشراق حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ مسند ارشاد و قیومیت پر جلوہ افروز ہوئے، حضرت مجدد الف ثانی کے تمام خلفاء اور مریدوں نے آپ سے بیعت کی اور آپ کے حلقہ میں بیٹھے، کہتے ہیں کہ اُس روز چاس ہزار آدمیوں نے آپ سے بیعت کی جن میں دو ہزار حضرت مجدد الف ثانی کے بڑے بڑے خلفاء بھی تھے، نیرباور النہر، خراسان، بدخشان وغیرہ ممالک کے امراء نے بھی تجدید بیعت کے لئے اپنے اپنے وکیل مع مخالف و ہدایا حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں روانہ کئے۔

جہانگیر بادشاہ بھی حضرت مجدد الف ثانی کے وصال کی خبر سن کر تعزیت کے لئے سرسند آیا مزار مقدس کی زیارت و فاتحہ سے فارغ ہو کر اُس نے پوچھا کہ حضرت مجدد الف ثانی کا جانشین کون ہے؟ حاضرین نے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ بادشاہ نے کہا کہ حضرت مجدد الف ثانی اپنے تمام خلفاء اور مریدوں کی نسبت مجھ پر زیادہ مہربان تھے اور عرصہ دراز تک میرے ساتھ رہے اور مجھے قلوبت میں توجہ باطنی سے مشرف فرمایا کرتے تھے لہذا میں حضرت کا

مرید خاص ہوں اور مجھے خرقة بھی عنایت ہوا ہے وغیرہ۔۔ اور حضرت مجددؒ سے عطا شدہ خرقة پہن کر خانقاہ میں آکر بیٹھ گیا اور اپنے امراء و لشکریوں سے کہا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا سب سے بڑا خلیفہ میں ہوں لہذا میری بیعت کرو، تمام لشکر نے خوف اور ڈر کے سبب اس کی بیعت کی پھر اُس نے حکم دیا کہ تمام لوگ اپنی اپنی انگشتریوں اور مہروں پر مرید سلطان جہانگیر لکھا کریں۔۔۔۔۔ بعد ازاں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلفاء و مریدین کو اپنی بیعت کی تکلیف دی تو سب حیران رہ گئے کہ کیا کریں آخر مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ بادشاہ سے یہ عرض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا کا کارخانہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کو عنایت فرمایا تھا لہذا جو امور دنیاوی معاملات سے تعلق رکھتے ہیں ان کی خلافت بادشاہ کو حاصل ہے اور جو باتیں دین سے متعلق ہیں ان کی خلافت حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجه محمد معصوم قدس سرہ کو حاصل ہے اس لئے کہ بادشاہ کو اتنی فرصت کہاں کہ لوگوں کو توجہ دیکھے۔ بادشاہ کو یہ بات پسند آگئی، چنانچہ حضرت کے تمام خلفاء و مریدین اور شاہی امراء و لشکر نے بیعت سلطنت تو بادشاہ سے کی اور بیعت قیومیت و ارشاد حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ سے کی بلکہ

بعد ازاں جہانگیر بادشاہ نے سرسہد شریف میں ڈیرے خمیے نصب کر کے چیدرن قیام کیا اور تعزیت کیلئے آنے والوں کی مہانداری کے انتظامات کا حکم دیا، چنانچہ حضرت خواجه میر محمد نعمان قدس سرہ شریف لائے تو بادشاہ نے اپنے امراء کو ان کے استقبال کے لئے بھیجا جو آپ کو بڑی تعظیم و تکریم سے شہر میں لائے۔ میر صاحب نے پہلے مزار فائض الانوار پر فاتحہ پڑھی بعد ازاں حضرت عروۃ الوثقیٰ سے بیعت کی، اسی طرح جو صاحب بھی حاضر ہوئے اول مزار مبارک پر فاتحہ پڑھتے اس کے بعد حضرت عروۃ الوثقیٰ سے بیعت کرتے۔ ۱۷

بعد ازاں دیگر بادشاہوں کے امراء و وزراء مع تحائف و ہدایا حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کی خدمت با برکت میں حاضر ہو کر بیعت ہوتے رہے اور بادشاہ کی طرف سے بھی غائبانہ بیعت کر کے تحفے اور ہدیے پیش کئے۔ نیز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ الغزنی کے جملہ خلفاء و مریدین بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تجدید بیعت سے مشرف ہوئے۔ ۱۸

مراتب العالم اور مہارت جہاں میں لکھا ہے کہ آپ (یعنی حضرت عروۃ الوثقی) سے پہلے ایسا کوئی شخص نہیں گذرا جس کی خدمت میں اس قدر معتقدوں اور مریدوں کا مجمع ہو، یا اس قدر ارشاد و مشیخت کا اس سے ظہور ہوا ہو یا اس شان و شوکت سے کوئی ولی ارشاد و مشیخت کی مسند پر جلوہ افروز ہوا ہو۔ اسی سال حضرت عروۃ الوثقی خواجه محمد معصوم قدس سرہ کے ہاں دوسرے صاحبزادے خواجہ محمد نقشبند ثانی کی ولادت باسعادت، رمضان المبارک ۱۰۳۲ھ (مطابق ۱۳ جون ۱۶۲۵ء) کو سرسید شریف میں ہوئی۔ حضرت عروۃ الوثقی نے صاحبزادے کی ولادت کی خوشخبری سن کر دو گانے شکر ادا کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کے ایصالِ ثواب کے لئے بہت سا طعام پکوا کر فقراء کو تقسیم کیا اور مولود مسعود کا اسم مبارک محمد نقشبند کینت ابو القاسم اور لقب شرف الدین مقرر فرمایا۔ . . . صاحبِ روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ "حضرات قیوم اربعہ کے طریقہ میں اس سال کو "سال قیومیت مطلق" کہتے ہیں کیونکہ ایک قیوم (حضرت مجدد) نے وفات پائی، دوسرا قیوم (حضرت عروۃ الوثقی) مسند ارشاد و قیومیت پر بیٹھا اور تیسرا قیوم (خواجہ محمد نقشبند) پیدا ہوا۔ ۳

سجدہ نشینی کا دوسرا سال (از یکم ربیع الاول ۱۰۳۵ھ مطابق ۱۶۲۵ء)

(حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کو عروۃ الوثقی کا خطاب)
اس سال ایک روز حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ نے فرمایا کہ آج میں صبح کے حلقہ میں بیٹھا تھا کہ حضرت سرور کائنات خلاصہ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تم کو عروۃ الوثقی کا خطاب عنایت فرمایا ہے لہذا اس نعمت کا شکر بجا لاؤ۔ ۴

سجدہ نشینی کا تیسرا سال (از یکم ربیع الاول ۱۰۳۶ھ مطابق ۱۶۲۶ء)

(شہزادہ خرم حضرت عروۃ الوثقی سے طالبِ توجہ)
اس سال شہزادہ خرم (شاہجہاں) نے خفیہ طور پر حضرت عروۃ الوثقی کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ "مجھے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے خوشخبری دی تھی کہ میرے بعد تم کو تخت سلطنت حاصل ہوگا، اب حضرت کے وصال کو تقریباً دو سال گزر چکے ہیں اور میں بھی بہت کوشش کر چکا ہوں
۱۔ ۲۔ ۳۔ ایضاً رکن سوم ص ۱۔ ۴۔ ایضاً رکن دوم ص ۱۳۔ ۵۔ ایضاً رکن دوم ص ۱۵۔ ۱۶۔

لیکن ابھی تک گوہر مقصود ہاتھ نہیں آیا۔ . . . امید ہے کہ آپ اس بارے میں توجہ فرمائیں گے تاکہ شریعت و طریقت کو حسبِ درخواستِ رائق ہو۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ کہ خاطر جمع رکھو عنقریب بلا محنت و مشقت سلطنت تمہارے ہاتھ آئے گی۔ شہزادہ یہ خبر فرحت اثر سن کر بہت خوش ہوا۔ لہ

سجادہ نشینی کا چوتھا سال (از یکم ربیع الاول ۱۰۳۷ھ)

(جہانگیر کا انتقال اور شاہجہاں کی تخت نشینی نیز مخدوم زادہ سوم

خواجہ محمد عبید اللہ کی ولادت باسعادت)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے وصال کے پورے تین سال بعد اسی ہیے اسی تاریخ یعنی ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ مطابق ۸ نومبر ۱۶۲۷ء کو جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہوا اور شہریار (نورجہاں کا داماد) تخت سلطنت پر قابض ہو گیا۔ جب جہانگیر کی وفات اور شہریار کی تخت نشینی کی اطلاع حضرت عروۃ الوثقیٰ کو ہوئی تو جہانگیر کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور اس کی مغفرت کی خوشخبری دی، بعد ازاں فرمایا کہ شہریار کا تسلط چند روزہ معلوم ہوتا ہے آخر صاحبِ تخت و تاج شاہجہاں ہی ہوگا۔ لہ

۱۷ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۵ لہ ایضاً ص ۱۶ و ۱۷

۱۷ جہانگیر بادشاہ کا اصل نام "سلیم" تھا چونکہ حضرت سلیم چشتی علیہ الرحمہ کی دعائی برکت سے شہزادہ کی ولادت ہوئی تھی اس لئے اکبر بادشاہ نے اس کی پیدائش سے قبل شہزادہ کی والدہ جو دایا بی کو حضرت سلیم چشتی علیہ الرحمہ کے مکان پر بھیجا تھا چنانچہ اہنی کے مکان واقع فتح پور سیکری آگرہ میں بروز بدھ ۱۷ ربیع الاول ۱۰۳۷ھ مطابق ۳۰ اگست ۱۵۶۹ء کو شہزادہ کی ولادت ہوئی۔ اکبر نے حصولِ برکت کی غرض سے شیخ کے نام پر شہزادہ کا نام بھی "سلیم" رکھا اور اس کی تعلیم وزیر بیت اعلیٰ درجہ پر کی گئی۔ اکبر کے انتقال کے بعد شہزادہ سلیم بروز جمعرات ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۰۳۷ھ کو تخت نشین ہوا اور سلطان نور الدین جہانگیر لقب اختیار کیا، اس کے زمانے میں دکن کے بعض حصے فتح ہو کر سلطنتِ مغلیہ میں شامل کئے گئے۔

صاحبِ بزمِ تیموریہ رقمطراز ہیں: "جہانگیر نے ترکی زبان عبد الرحیم خان خانان سے سیکھی اور فارسی زبان کا وہ ایک بے مثل استاد پورا سلیم کیا جاتا ہے۔ اس کا علمی شاہکار خود اس کی نثر ہے جو سادگی، صفائی، بے کلفی اور قادر الکلامی کے لحاظ سے بے عدیل ہے، مولانا شبلی کی رائے میں اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ واقعات کو ایسے بے کلف برجستہ اور دلآویز طریقہ سے ادا کرتا ہے کہ بڑے بڑے استاد پورا نہیں کر سکتے" وہ جب کسی جنگ کی ہنگامہ آرائیوں کی تصویر کھینچتا ہے تو ہم میدانِ کارزار میں کھڑے نظر آتے ہیں، جب کسی جشن کی چل پہل یا شہستانِ عیش کا نقشہ کھینچتا ہے تو آنکھوں کے سامنے اس کی ساری رنگینیاں اور سرمستیاں آجاتی ہیں، جب وہ کسی علمی مسئلہ پر بحث کرتا ہے تو اس کے ہر پہلو کو نمایاں کر دیتا ہے (بزمِ تیموریہ) سلسلہ تیموریہ میں یوں نور فرما کر اس کا سخن فہم اور دانش اس گدرا ہے لیکن جہانگیر اس فن میں اجہل اور کھٹا تھا وہ فطرتاً ہی محبت کیش تھا اور ازل سے درد مند دل لیکر آیا تھا (بزمِ تیموریہ ص ۱۳۶) تازخ خان جہاں میں ہے کہ جہانگیر نے ان تمام مدارس کو از سر نو آباد کیا جو گذشتہ تیس سال سے پرندوں اور چوہوں کے مسکن بنے ہوئے تھے۔ (بزمِ تیموریہ ص ۱۶۸) باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ

جب شاہجہاں چند روز بعد اپنے نصیب کی یاوری سے سلطنت ہند پر قابض ہو گیا تو شہر یار، اس کی آل و اولاد اور بھائی بھتیجیوں کو تہ تیغ کر دیا، اس پر شہر یار کی بیوی روتی پٹتی حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے بیٹوں کے ناحق قتل کئے جانے کی شکایت کی حضرت نے فرمایا کہ اس کی اولاد بھی اسی طرح ناحق قتل ہوگی۔ شاہجہاں کو حضرت کے ارشاد کا علم ہوا تو اپنے کئے پر سخت نادم ہوا، اور جب اورنگ زیب نے اپنے بھائیوں کو قتل کیا تو شاہجہاں نے کہا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے فرمانے کے مطابق مجھ سے شہر یار کے بیٹوں کا بدلہ لیا گیا ہے

پھر جب شاہجہاں کو ممالک محروسہ پر پوری طرح استحکام حاصل ہو گیا تو حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں سرستہ شریف حاضر ہوا، بہت کچھ تحفے اور ہدیے آپ کی خدمت میں پیش کئے، نیز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی روح پر فتوح کے ایصال ثواب کیلئے سات روز تک فقیروں کو کھانا تقسیم کیا چونکہ شاہجہاں کو حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں بڑا سوخ و اعتقاد تھا اس لئے حضرت سے بیعت ہو کر صبح و شام حضرت کے حلقہ میں شامل ہوتا تھا، حضرت بھی اس پر بدرجہ غایت مہربان تھے۔ ۱۷

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) ربیع الاول ۱۰۲۸ھ مطابق ۱۶۱۷ء میں غیاث الدین کی بیٹی مہر النساء اپنے شوہر شیر افکن کے قتل ہو جانے کے تقریباً چار سال بعد حرم شاہی میں داخل ہوئی اور نورجہاں لقب پایا۔ نورجہاں مذہباً شیعہ تھی لیکن حسین و جمیل اور عقلمند عورت ہونے کی وجہ سے اس نے جہانگیر پر اس قدر تسلط حاصل کر لیا تھا کہ بادشاہ کی حکومت برائے نام تھی ورنہ تمام احکام سلطنت اور مہمات سلطانی صرف نورجہاں پر منحصر تھے، ان سب باتوں کے باوجود جہانگیر کے دینی عقائد کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اس نے ایک موقع پر اسی نورجہاں کو مخاطب کر کے کہا تھا "جان دادیم ایمان ندادیم"

جہانگیر کے کردار کا ایک بڑا پہلو یہ تھا کہ وہ شراب کا بہت عادی تھا، ابتدائی دور میں وہ اپنے باپ اکبر کے جاری کردہ دین الہی پر قائم تھا، حضرت مجدد الف ثانی کی شہرت اور اثر و رسوخ کو دیکھ کر بعض حاسدوں نے جہانگیر کی توجہ اس طرف کی، چنانچہ اس نے حضرت مجدد الف ثانی کو گوگولیار کے قلعہ میں قید کر دیا تھا لیکن جلد ہی اس نے اپنی غلطی کو محسوس کر لیا اور حضرت کو رہا کر کے انعام و اکرام سے نوازا۔ اس کا انتظام سلطنت بہت اچھا تھا اور اس کے عدل و انصاف کی وجہ سے اس کو جہانگیر عادل مانا گیا، اس کے زمانے میں پہلی مرتبہ انگلستان سے سفراء دریا مغلیہ میں آئے۔ اسی سال گیارہ ماہ دس دن کی عمر میں بروز جمعرات ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ مطابق اکتوبر ۱۶۲۶ء کو کشمیر میں انتقال ہوا اور نعش کو شاہدرہ (منصل لاہور) میں دفن کیا گیا مدت سلطنت یا بیس سال آٹھ ماہ تیرہ دن بتائی جاتی ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۱۸) ۱۷ و ۱۸ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۸

ان واقعات کو تاریخ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا سید احمد اکبر آبادی تحریر فرماتے ہیں: "جہانگیر کی وفات کے وقت شہزادہ خرم معروف یہ شاہجہاں ایک باغی کی حیثیت سے دکن میں تھا، باپ کے انتقال کی خبر سننے ہی مہابت خاں کو ساتھ لیکر آگرہ روانہ ہوا، ادھر شہر یار نورجہاں کی تائید سے حوصلہ یاب ہو کر اس کو شش میں تھا کہ تخت پر قابض ہو جائے لیکن آصف خاں وزیر عظیم شہزادہ خرم کا خسر ہونے کی وجہ سے اس کا زبردست حامی تھا چنانچہ شہزادہ خرم کے دارالسلطنت پہنچنے ہی آصف خاں نے شہر یار پر حملہ کر کے اسے گرفتار کر لیا اور شاہجہاں کو تخت سلطنت حاصل ہو گیا (باقی صفحہ آئندہ)

شاہجہاں نے اپنے زمانے میں اکثر بدعتوں کو جو جہانگیری دور میں باقی رہ گئی تھیں دور کیا اور حکم دیا کہ اشرفی اور روپے کے سکوں پر کلمہ طیبہ کندہ کرایا جائے۔

اور تمام شہروں، قصبوں اور دیہات میں مسجدیں اور مدرسے بنائے جائیں چنانچہ بکثرت مساجد و مدارس تعمیر کئے گئے اور علماء و فقہاء اور حفاظ کے وظائف مقرر کئے گئے اور دین اسلام کی ترویج میں بے حد کوشش کی گئی۔

اسی سال بروز پیر ۲۱ شعبان ۱۰۳۴ھ مطابق ۲۶ اپریل ۱۶۲۸ء کو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے فرزند سوم حضرت جیو شیخ محمد عبید اللہ مروج الشریعت کی ولادت ہوئی ۱۶۲۸ء میں اس سال خواجہ محمد صنیف کابلی جو کابل کے اکابر میں سے تھے حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور بعد تکمیل سلوک خلافت پائی۔ حضرت کے فرزندوں کے بعد خلفائے آپ ہی کا درجہ ہے ۳

سجدہ نشینی کا پانچواں سال (از یکم ربیع الاول ۱۰۳۵ھ)

(حضرت عروۃ الوثقیٰ سے خواجہ محمد صدیق پشاوری اور شیخ ابوالمظفر دکنی کی بیعت)

اس سال خواجہ محمد صدیق جو نران کے خواجہ زادوں میں سے تھے اور شیخ ابوالمظفر جو دکن کے روسا میں سے تھے حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور تکمیل سلوک کے بعد خلافت سے سرفراز ہوئے ۴

سجدہ نشینی کا چھٹا سال (از یکم ربیع الاول ۱۰۳۹ھ)

(حضرت عروۃ الوثقیٰ سے سید اخون موسیٰ اور خواجہ عبدالصمد کابلی کی بیعت)

اس سال سنگر ہار کے بڑے سید اخون موسیٰ اور خواجہ عبدالصمد کابلی حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور تکمیل سلوک کے بعد خلافت سے نوازے گئے ۵

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) شاہجہاں نے تخت نشینی کے بعد پہلا کارنامہ یہ کیا کہ شہریار اور اپنے دو بھتیجوں کو احتیاط کے خیال سے قتل کرادیا۔ (خلاصہ مسلمانوں کا عروج و زوال ص ۳۰۸)

نیز منتخب اللباب میں ہے "شاہجہاں کے دارالخلافہ آگرہ پہنچنے کے بعد، جمادی الاخریٰ ۱۶۲۸ء کو دن کے ڈیڑھ ساعت پر تخت نشینی کی رسم ادا کی گئی، تمام مساجد میں نئے بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا (ص ۱۵) تخت نشینی کے بعد پہلے ہی دربار میں بادشاہ نے غیر شرعی مراسم اور بدعتوں کی ممانعت کے احکام دیئے۔۔۔ اور انہی مہینوں کے ہجری سن سے مطابقت کرنے کا کرنے کا انتظام کرایا۔۔۔ اشرفی اور روپے کے ایک رُخ پر کلمہ توحید اور چاروں خلفاء کے اسم گرامی تھے اور دوسرے رُخ پر بادشاہ کا نام۔ (منتخب اللباب حصہ دوم ص ۱۹)

۱۶۲۸ء روضہ الغیبیہ کن دوم ص ۱۸ ۱۶۲۹ء ایضاً ص ۲۰ و ۱۸۰ و ۱۸۱ ہدیہ مجددیہ ص ۵۷ ۱۶۳۰ء روضہ کن دوم ص ۲۰ ۱۶۳۱ء ایضاً ص ۲۱ و ۲۲ ۱۶۳۲ء ایضاً ص ۲۲

۵ دوسرے ایڈیشن کی تیاری کے وقت جب یہ عاجز (محمد علی) اس جگہ پہنچا تو خیال آیا کہ کلمہ طیبہ کا ایک سکہ عاجز کے پاس بھی ہے، اس کو دیکھا تو وہ چاندی کا ہے اور اس "جلال الدین محمد بکر غازی" ۱۶۹۸ء کندہ ہے۔

دوسری جانب ایک طرف شہنشاہت اور

سجادہ نشینی کا ساتواں سال (ازیکم ربیع الاول سنہ ۱۰۴۰ھ)

(حضرت عروۃ الوثقی سے شیخ بدرالدین سلطانی پوری اور شیخ انور کی بیعت اور ممتاز محل کی وفات)

اس سال شیخ بدرالدین سلطانی پوری اور شیخ انور نورسراے والے حضرت عروۃ الوثقی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور سلوک کی تکمیل کے بعد خلافت پائی لہٰذا اسی سال شاہجہاں بادشاہ کی چہیتی بیوی ممتاز محل کا انتقال ہوا۔

سجادہ نشینی کا آٹھواں سال (ازیکم ربیع الاول سنہ ۱۰۴۱ھ)

(شیخ عبدالشہر مشقی اور شیخ عبدالسلام متولی مسجد اقصیٰ کا بیعت ہونا)

صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالشہر مشقی جو ملک شام کے مشائخ کے سردار تھے ایک شب بعد نماز عشا مسجد اقصیٰ کے ایک کونے میں بیٹھے ذکر و شغل میں مشغول تھے، واقعہ میں دیکھتے ہیں کہ بکثرت اولیائے کرام مسجد میں آکر مودب بیٹھ رہے ہیں، اس کے بعد ایک بزرگ تخت پر

لے روضۃ القیومیہ کن دوم ۲۵ - ۲۶ ارجمند یا نوعف "ممتاز محل" نورجہاں کے بھائی وزیر اعظم آصف خاں کی بیٹی تھی جس کی شادی شاہجہاں بادشاہ کے ساتھ ہوئی تھی وہ صورت و سیرت میں بہت حسین اور عقل و فہم میں بہت ممتاز تھی، شاہجہاں کی تمام اولاد اسی بیگم سے تھی، اس کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ شیعہ گھرانے میں پروان چڑھنے کے باوجود اس سے شیعہ عقائد کی کوئی بات سرزد نہیں ہوئی بلکہ وہ صحیح العقیدہ مسیحی خاتون ہو گئی تھی منتخب اللباب حصہ دوم ۶۵ پر ہے کہ "۱۰ ذیقعدہ سنہ ۱۰۴۱ھ کو ممتاز محل کے بطن سے شدید دردِ زہ کے بعد جو دس پہر تک جاری رہا لڑکی تولد ہوئی اسی تکلیف میں ملکہ کا انتقال ہو گیا، بادشاہ کو اس سانحہ سے بڑا رنج و غم ہوا جو مرتے دم تک جان کے ساتھ لگا رہا۔" بادشاہ کو ملکہ سے بہت زیادہ محبت تھی، بیعت ہی کی کار فرمائی تھی کہ شاہجہاں نے ملکہ کی قبر مقبرہ "یادگار محبت" تعمیر کرایا جو تلج محل کے نام سے مشہور ہوا اور اپنی خوبصورتی کی بنا پر آج بھی تمام دنیا سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے دنیا کے تمام مبصرین کا فیصلہ ہے کہ "تلج محل" سے زیادہ خوبصورت عمارت روئے زمین پر آج تک تعمیر نہیں ہوئی۔ شاہی خاندان کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو "اس سال شاہی حیر و کہ کے نیچے ہاتھیوں کی لڑائی کا جشن منعقد ہوا، بادشاہ نے حکم دیا کہ شہزادے گھوڑوں پر سوار ہو کر ہاتھیوں کا مقابلہ دیکھیں جب مقابلے شروع ہوئے تو شیر شکار فیل افگن شہزادہ محمد اورنگ زیب اپنے گھوڑے پر سوار ہاتھیوں کے بالکل قریب چلا گیا..... یہاں تک کہ ایک ہاتھی نے پلٹ کر شہزادہ پر حملہ کر دیا..... مگر شہزادہ نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی اور اس بلائے سیاہ کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہو گیا..... شہزادہ کی عمر جدید یونع کو نہیں پہنچی تھی، اس نے موروثی بہادری کو ہاتھ سے جانے نہ دیا اور فیصل خدابیر بھی اٹھا کر ایسی سخت ضرب لگائی کہ اس دیو میل ہاتھی کی پیشانی پھٹ گئی..... اس دلیرانہ حملہ پر سب طرف سے آفرین کا غلغلہ بلند ہوا اور لوگوں نے چاروں طرف سے چاروں قل پڑھ کر بھونکنے تاکہ وہ نظر بد سے محفوظ رہے ہاتھی زخم کھا کر اور بھگ گیا..... جشمناک ہو کر شہزادہ پر چھپٹا اور مع گھوڑے کے اُسے اپنے دانتوں پر اٹھانا چاہا۔ شہزادہ نے بھی بڑی چھرتی سے کام لیا، گود کر گھوڑے سے علیحدہ ہو گیا اور اسی لمحہ تلوار کھینچ کر بڑی چستی سے دوبارہ ہاتھی پر حملہ کر دیا آخر بڑی مشکل سے ہاتھی پر قابو پایا گیا۔ بادشاہ نے اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ادا کیا اور حکم دیا کہ شہزادہ محمد اورنگ زیب کو اشرفیوں سے تول کر وہ اشرفیاں صدقہ کر دی جائیں۔" (منتخب اللباب حصہ دوم ص ۷۷ و ۷۸)

نمودار ہوئے سب نے اُن کا استقبال کیا، بعد ازاں ایک جوان کو ان کی خدمت میں پیش کیا گیا انھوں نے اس جوان کو خلعتِ فاترہ پہنانے کا حکم دیا اور اپنے دستِ مبارک سے اس کے سر پر دستار رکھی۔ شیخ عبداللہ دمشقی کے دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ یہ بزرگ حضرت عروۃ الوثقیٰ ہیں جو اس زمانہ کے قطب الاقطاب اور قیوم ہیں، آج اس ملک (شام) کا قطب فوت ہو گیا حضرت نے اس کی جگہ اس جوان کو مقرر فرمایا ہے۔ اس واقعہ سے متاثر ہو کر آپ شیخ عبدالسلام متولی مسجد اقصیٰ اور کثرت دیگر علماء و مشائخ کے ہمراہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں سرسبز شریف حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ نیز اہل شام نے عرض کیا کہ ہمارے ملک کے بہت لوگ حضرت کے معتقد ہیں لیکن بعض رکاوٹوں کی بنا پر حاضر خدمت ہو کر مرید نہیں ہو سکتے اُن کی درخواست ہے کہ ہم کو غائبانہ مرید کر لیں، حضرت نے اُن سب کو غائبانہ مرید کر لیا۔ ۱۷

سجّادہ نشینی کا نواں سال (ازیم ربیع الاول ۱۰۲۲ھ ۱۶۳۲ء)

حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلیفہ شیخ خالد کا بادشاہِ روم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ کا حضرت کی خدمت میں ہدیہ اور عریضہ بھیجا۔ والی شام نے شیخ عبداللہ دمشقی اور شیخ عبدالسلام متولی مسجد اقصیٰ کی روانگی کا مفصل حال بادشاہِ روم (سلطان مراد رابع) کی خدمت میں لکھا۔ سلطانِ روم شیخ عبداللہ اور شیخ عبدالسلام کا بہت معتقد تھا، سلطنت کے اکثر امور میں اُن سے مشورہ لیتا اور ہمیشہ دعا و توجہ کی درخواست کیا کرتا اور اُن کو ظاہر و باطن میں اپنی سلطنت کا مدد و معاون جانتا تھا، ان مشائخ کے ہندوستان جانے سے حیران رہ گیا اور تعجب سے دریافت کیا کہ جن بزرگ کی خدمت میں یہ حضرات گئے ہیں وہ کون ہیں اور اگر ان کا کوئی خلیفہ یا مرید ہمارے علاقہ میں ہو تو اُسے ہمارے پاس بھیجو۔ حسن اتفاق کہ اُن دنوں شیخ خالد حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلیفہ غرض تجارتِ روم گئے ہوئے تھے اور وہاں موجود لہذا آپ کو بادشاہِ روم (سلطان مراد رابع) کی خدمت میں پیش

۱۸-۱۹
۱۶۰۹
عہ سلطان مراد رابع خلافتِ عثمانیہ کا چودہواں فرمانروا اور آلِ عثمان میں آخری جنگجو سلطان تھا وہ ۱۶۰۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۶۵۵ء میں فوت ہو گیا۔ وہ صرف ۱۳، ۱۴ سال کا تھا کہ بار خلافت اس کے کندھوں پر رکھا گیا، لیکن اس مختصر مدتِ عمر میں اُس نے نہ صرف پھلی حکومتوں کی بدنامی کو مٹایا بلکہ ایک بار پھر خلافتِ عثمانیہ کی عظمت و شوکت کو بحال کر دیا۔ اس کے زمانہ میں یورپ میں پولینڈ سے اور ایشیا میں ایران سے لڑائیاں رہیں۔ اس نے بغداد کو فتح کر کے دوبارہ سلطنتِ ترکیہ میں شامل کیا جو پہلی عالمگیر جنگ تک ترکوں کے قبضہ میں رہا۔ بحیرہ کیس کے جنوب کا علاقہ فتح کر کے اپنی سلطنت میں ملا لیا۔ اس نے صرف جنگی کارنامے ہی انجام نہیں دیئے بلکہ داخلی معاملات کو بھی درست کیا۔ لیکن اس کی عمر نے وفات کی اور صرف اکتیس سال کی عمر میں اس نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ خانہ کعبہ کی موجودہ عمارت اسی سلطان مراد ہی کی بنوائی ہوئی ہے۔ اور مدینہ منورہ میں بھی اس کا بنوایا ہوا ۱۷ خلاصہ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۷ - منبر موجود ہے -

کیا گیا۔ بادشاہ نے حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہما کے حالات و عقائد اور شریعت و طریقت سے متعلق حقائق دریافت کئے۔ شیخ حاد نے بتایا کہ ہمارے حضرت کتاب اللہ سنت نبوی، اصحاب کرام کی پیروی اور اہل حق ائمہ مجتہدین کے مذہب کی دعوت دیتے ہیں۔ بعد ازاں ذکرِ قلبی تعلیم کرتے ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ سے ظاہر ہے "الَّذِينَ كَرَّوْا بِرَبِّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ" اور اپنے مریدوں کو بدعت سے تائید روکتے ہیں کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے اور فرماتے ہیں کہ سنت نبوی کی پوری پوری متابعت کرو تا کہ قیامت کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو سکو۔ کشف میں غلطی کا امکان خیال کرتے ہیں، وحدت وجود کے قائل نہیں، رقص و سماع اور نغمہ سے منع فرماتے ہیں، بال برابر بھی شریعت کی مخالفت کو پسند نہیں کرتے، سوائے متابعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور بات کو اپنے طریقے میں جائز نہیں سمجھتے غرض کہ آپ کا سلسلہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قدم بقدم ہے۔

بادشاہِ روم (سلطان مراد رابع) یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوا اور اس نے پوچھا کہ تمہارے شیخ نے حقائق و معارف کی کونسی اصطلاحات مقرر کی ہیں؟ شیخ حاد نے فرمایا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ ولایت اولیاء کو ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں اور تمام اولیائے سلف و خلف کی اصطلاحات ولایتِ صغریٰ میں مندرج ہیں، اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے حضرت موصوف کو عنایت فرمائی ہے اور جس کے سبب وہ باقی تمام اولیائے امت سے افضل ہیں وہ ولایتِ کبریٰ ہے جو کہ ولایتِ انبیاء ہے اور ولایتِ علیا ہے جو کہ ولایتِ بلائکہ ہے، ان کے علاوہ کمالاتِ نبوت (کمالاتِ رسالت و کمالاتِ اولوالعزم) حقیقتِ کعبہ، حقیقتِ قرآن اور حقیقتِ صلوة وغیرہ آپ کے مخصوص کمالات ہیں، حضرت کے نزدیک نبوت ان نبیوں ولایتوں سے بدرجہا افضل ہے بلکہ ان کی مثال سمندر کے مقابلہ میں قطرہ کی بھی نہیں اور سب بڑا منصب جو حضرت عروۃ الوثقیٰ کو حاصل ہے وہ قیومیت ہے جو کمالاتِ نبوت کا انتہائی مقام ہے اور ہزار سال کے بعد حق سبحانہ و تعالیٰ نے منصبِ قیومیت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہما کو عنایت فرمایا بعد ازاں وہ منصب حضرت عروۃ الوثقیٰ کو عنایت ہوا۔ سلطان روم یہ گفتگو سن کر حضرت عروۃ الوثقیٰ کا بہت معتقد ہوا اور حضرت کے مریدوں کا حال دریافت کیا، شیخ حاد نے جواب دیا کہ سب کے سب عالم، صالح، متقی اور عارف کامل ہیں چنانچہ سلطان روم (مراد رابع) نے ایک مکتوب مع تحفہ و ہدیہ اپنے وکیل کی معرفت حضرت کی خدمت میں بھیجا اور غائبانہ مرید ہو گیا بعد ازاں ہر سال حضرت کی خدمت میں عرضیہ نیاز مندی اور تحفے تحائف بھیجتا رہا۔

(روضۃ القیومیہ رکن روم ص ۲۷ تا ۲۹ ملخصاً)

سجّادہ نشینی کا دسواں سال (از یکم ربیع الاول ۱۰۲۳ھ ۱۹۳۳ء)

شیخ حبیب اللہ بخاری اور مولانا شریف کابلی کا مرید ہونا اور مخدوم زادہ شیخ محمد اشرف کی ولادت
اس سال بکثرت لوگوں کے مرید ہونے کے علاوہ شیخ حبیب اللہ بخاری اور مولانا شریف کابلی
حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور بعد تکمیل سلوک خلافت پائی۔ اس
نیز اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کے فرزند چہارم شیخ محمد اشرف کی ولادت باسعادت
سرہند شریف میں ہوئی۔ ۱۷

سجّادہ نشینی کا گیارہواں سال (۱۰۲۴ھ ۱۹۳۴ء)

(شہزادہ اورنگ زیب کا بیعت ہونا)

اس سال شہزادہ محمد اورنگ زیب حضرت عروۃ الوثقیٰ کا مرید ہوا۔ ۱۷ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے
ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ شاہجہاں کے بیٹوں میں جو سب سے پہلے آکر مرید ہوگا ہم سلطنت کا تاج اس
کے سر پر رکھ دیں گے، چونکہ شہزادہ اورنگ زیب پہلے مرید ہوا اس لئے حضرت نے سلطنت کی خوشخبری
اس کو عنایت فرمائی۔ کہتے ہیں کہ جب اورنگ زیب مرید ہو چکا تو داراشکوہ بھی حضرت کی
خدمت میں مرید ہونے کے ارادہ سے حاضر ہوا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے فرمایا ہم جانتے ہیں کہ تم حق تعالیٰ
کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہمارے پاس نہیں آئے بلکہ حصول سلطنت کی نیت سے آئے ہو
سو وہ ہم سے اورنگ زیب لے گیا۔ داراشکوہ مایوس ہو کر حضرت کی خدمت سے اٹھا اور جا کر
شاہ (میاں) میر لاہوری کا مرید ہو گیا۔ ۱۷

۱۷ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۳۰ - ۱۷ ہدیہ احمدیہ ص ۶۸ و عمدۃ المقالات ص ۳۹۱

۱۸ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۳۸ - ۱۸ ایضاً ص ۳۹

۱۹ شاہجہاں بادشاہ نے زمر کا ایک تخت مور کی شکل کے مانند بہت خوبصورت بنوایا تھا جو ایک عجیب
صنعت و کاریگری کا نمونہ تھا لہذا وہ تخت طاؤس کے نام سے مشہور ہوا۔ طاؤس کے سر پر ایک بہت عمدہ لعل
جڑا ہوا تھا جس کی جگہ گاہٹ سے اندھیرے میں اجالا ہو جاتا تھا وہ تخت ۱۰۲۲ء میں تیار ہو کر بادشاہ کی خدمت
میں پیش کیا گیا، چنانچہ خانی خاں اس کے متعلق منتخب اللباب میں رقمطراز ہیں :-

” ۱۰۲۲ء میں تخت طاؤس سات سال کی بدت میں ایک کرور کی لاگت سے تیار ہوا تھا جس میں
چودہ لاکھ روپیہ کا نو سونا لگا تھا اور باقی رقم میں بیش قیمت جواہرات لگائے گئے تھے (حصہ دوم ص ۱۰۱)

سجّادہ نشینی کا بارہواں سال (۱۰۴۵ھ) (۱۶۳۵ء)

(خواجہ ازغون کو برائے تبلیغ ملک چین بھیجا اور مخدوم زادہ محمد عبید اللہ کی شادی)

اس سال قآن بادشاہ چین کی فرمائش پر حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اپنے ایک خلیفہ خواجہ ازغون کو مع ایک جماعت کے ملک خطار چین بھیجا وہاں خواجہ صاحب کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی اور بہت بڑی تعداد میں مخلوق خدا نے اسلام قبول کیا حتیٰ کہ اس علاقہ کے بعض حکمران بھی مسلمان ہو کر حضرت عروۃ الوثقیٰ کے حلقہ بگوش ہو گئے، کہتے ہیں کہ خواجہ ازغون نے ایک ہزار لوگوں کو خلافت عنایت فرمائی اور مریدوں کی تعداد تو انشہری جانتا ہے۔ آپ کا مراد چین میں زیارت گاہ خاص عام ہے۔ اسی سال مخدوم زادہ شیخ محمد عبید اللہ مروج الشریعہ کی شادی حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمہ کی صاحبزادی سے ہوئی ۳۵

سجّادہ نشینی کا تیرہواں سال (۱۰۴۶ھ) (۱۶۳۶ء)

(عبدالغزنیہاں بادشاہ توران کا حضرت عروۃ الوثقیٰ کی دعا کی

برکت سے تخت حاصل کرنا نیز شہزادہ اورنگ زیب کی شادی)

عبداللہ ازبک شاہ توران کے انتقال کے بعد ارکان سلطنت نے عبدالغزنیہاں کجھائی کو تخت پر بٹھا کر عبدالغزنیہاں کو قتل کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ جب عبدالغزنیہاں کو اس بات کا علم ہوا تو وہ سمرقند بھاگ گیا اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلیفہ خواجہ کلاں کی خانقاہ میں پناہ حاصل کر کے خواجہ صاحب سے دعا اور مدد کی درخواست کی۔ خواجہ صاحب نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ رات کو عبدالغزنیہاں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ فرما رہے ہیں کہ ”خاطر جمع رکھو انشا اللہ عنقریب تم کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوگی قندھار چلے جاؤ۔“ دوسرے روز عبدالغزنیہاں اور خواجہ کلاں دونوں قندھار روانہ ہو گئے اور وہاں سے ایک لشکر تیار کر کے بخارا پہنچ گئے۔ عبدالغزنیہاں کے بھائی شاہ توران کو جب یہ خبر پہنچیں تو وہ جو اس باختہ ہو کر وہاں سے بھاگ گیا اور عبدالغزنیہاں کو بلا امتحان توران کی سلطنت حاصل ہو گئی۔ بعد ازاں عبدالغزنیہاں نے اپنی کامیابی اور تخت سلطنت حاصل ہونے کی خوشی میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں ایک عریضہ مع تحائف روانہ کیا اور غائبانہ مرید ہو گیا ۳۵

۳۵ روضۃ القیومیہ بلخصاً رکن دوم ص ۶۶ تا ۷۳۔ ۳۵ ایضاً ص ۶۰۔ ۳۳ ایضاً ص ۳۶ تا ۳۸۔

اسی سال ۲۳ ذی الحجہ ۱۰۲۶ھ کو شاہزادہ اورنگ زیب کی شادی شاہنواز خاں کی بیٹی سے منعقد ہوئی اور چار لاکھ روپیہ مہر بندھا۔ (منتخب اللباب حصہ دوم ص ۱۳۳ و ۱۳۴)

سجدہ نشینی کا چودہواں سال (۱۰۲۷ھ)

اس سال کے حالات میں کوئی خاص واقعہ قابل ذکر نہیں بل سکا اور بکثرت لوگوں کا حضرت مرید ہونا تو ہر سال کے حالات میں پایا جاتا ہے۔

سجدہ نشینی کا پندرہواں سال (۱۰۲۸ھ)

(شاہجہاں بادشاہ کا ایک عجیب و غریب خواب دیکھنا اور خواب کے مطابق شہر تعمیر کرانا)

اس سال شاہجہاں بادشاہ نے خواب میں ایک نہایت عظیم الشان اور نزاکت و لطافت کے اعتبار سے نہایت خوشنما شہر دیکھا کہ اس سے قبل ویسا شہر نہ دیکھا تھا نہ سنا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس شہر میں ایک سرخ رنگ کا قلعہ ہے جس میں سونے اور جواہرات سے مرصع محلات بنے ہوئے ہیں، تہریں اور چشمے جاری ہیں جن پر فی جنتِ فجریٰ من تجہا الا تھار بجا طور پر صادق آتا ہے۔ ان شہر کے نزدیک جواہرات و یاقوت سے بڑا ہوا ایک بڑا خیمہ ہے۔ بادشاہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ دریا کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ شہر حضرت عروۃ الوثقی کا ہے۔ بادشاہ نے کہا وہ کہاں تشریف فرما ہیں؟ بتایا گیا کہ برج میں تشریف فرما ہیں۔ چنانچہ بادشاہ حضرت کی زیارت کے لئے گیا تو وہ اس برج کو دیکھ کر ذمگ رہ گیا کیونکہ برج ہشت پہلو خالص سونے کی جالی دار دیواروں پر بنا ہوا ہے جس میں لعل و زمرد اور الماس و یاقوت جڑے ہوئے ہیں، اس برج کے اندر حضرت عروۃ الوثقی تشریف فرما ہیں، اور آپ کے گرد اولوالعزم اولیائے کرام صف بستہ ہیں۔ بادشاہ بھی سلام کر کے باادب کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے بادشاہ سے فرمایا ہم نے بڑی دعاؤں سے تمہیں بادشاہت دلوائی اور اب بھی تمہارے محمد معاون ہیں اب یہ قلعہ اور قلعہ کی تمام چیزیں ہم نے تمہیں بخشیں۔ بعد ازاں بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر تختِ طاووس پر بٹھایا۔ جب بادشاہ خواب سے بیدار ہوا تو رات کے خواب کا نقشہ صحیح طور پر ذہن میں نہیں رہا لیکن اطمینان تھا کہ حضرت عروۃ الوثقی کا عطا کردہ ہے لہذا حضرت کی خدمت میں سرسند شریف حاضر ہوا۔ قبل اس کے کہ بادشاہ کچھ عرض کرے حضرت نے فرمایا تم نے دیکھا کہ کیسا جنت نشان شہر حق سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے تم کو عنایت ہوا۔ بادشاہ نے اظہارِ شکر کے بعد عرض کیا کہ مجھے اس شہر اور

قلعہ کا نقشہ اچھی طرح یاد نہیں رہا؟ حضرت نے قلم دوات منگا کر نقشہ کی مزید وضاحت فرمادی اور جگہ وغیرہ کا تعین کر دیا۔ چنانچہ بادشاہ وہ نقشہ لیکر دعائیں حاصل کر کے آداب و شکر یہ بجالایا اور واپس آ کر نقشہ کے مطابق دہلی شہر، لال قلعہ اور جامع مسجد وغیرہ کی تعمیر شروع کرادی اور قلعہ کے اندر محلات وغیرہ بنوائے، ایک ہشت پہلو برج بھی خواب والے نقشہ کے مطابق بنوایا۔ اس برج کے شمال کی طرف ایک باغ لگوایا جس کی دیوار سنگ رخام کی ہے دیوار پر پرمینی عقیق جڑوائے اور اس کے اندر طرح طرح کے پھل دار درخت اور قسم قسم کے پھولدار پودے لگوائے اور اس کے محلوں میں بہنیں جاری کرائیں اور باغ کے دروازے پر یہ شعر کندہ کرایا۔

اگر فردوس بر روئے زمیں است ہمیں است وہمیں است ہمیں است

اگرچہ یہ تعریف شاعرانہ مبالغہ ہے لیکن درحقیقت ان عمارات کی حسن و خوبی کی جس قدر بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ اس بلغ کا نام ”حیات بخش“ رکھا اور اس کے محاذی ”دیوان خاص“ سنہری کا مدار بنوایا جس میں سوائے ارکان سلطنت کے اور کسی کو آنے کی اجازت نہیں تھی، اس کے مغرب کی طرف ”دربار عام“ بنوایا جس میں چالیس ستون تھے ان میں بھی سنہری کام تھا، دربار عام کے سامنے ایک بہت وسیع میدان میں گرداگرد ستونوں والی تسو محرابوں پر ایک عمارت بنوائی جو قسم قسم کے نقش و نگار سے آراستہ تھے ہر ستون کا فاصلہ دس گز تھا۔ اس قلعہ کے چار دروازے بنوائے، ایک دریائے جمنا کی جانب، دوسرا قلعہ سلیم گڑھ کی طرف جو دریا اور شہر کے درمیان واقع ہے ایک مغرب کی طرف اور ایک جنوب کی طرف، مغرب اور جنوب کے دروازے لوگوں کی آمد و رفت کے لئے ہیں۔

اس قلعہ کے باہر شہر آباد کیا جس کے گرد ایک قلعہ نامافصل بنوائی اس میں چھ دروازے قائم کئے جن کے نام یہ ہیں: (۱) کشمیری دروازہ، (۲) کابلی دروازہ، (۳) لاہوری دروازہ، (۴) اجمیری دروازہ، (۵) ترکمان دروازہ، (۶) دہلی دروازہ۔ قلعہ کے مغربی دروازے کے سامنے ایک ٹیلے پر جامع مسجد تعمیر کرائی جو اپنی خوبصورتی، خوشنمائی، بلندی اور وسعت کے اعتبار سے عجائبات میں سے ہے۔ پھر ایک عرصہ بعد دہلی کی آبادی کا طول بارہ میل اور عرض چھ میل اور گرداگرد چھتیس میل لکھا ہے۔

شہر اور قلعہ کی تکمیل اور ان کے آباد ہوجانے کے بعد بادشاہ نے حضرت عروۃ الوثقی رحمہ کو مع مخدوم زادگان کرام و خلفائے عظام تشریف آوری کی دعوت دی اور اسی ہشت پہلو برج میں ٹھہرایا۔ حضرت عروۃ الوثقی نے بادشاہ سے فرمایا جیسا تم نے خواب میں دیکھا تھا کیا یہ سب کچھ ویسا ہی ہے؟ بادشاہ نے عرض کیا گویا وہی خواب ہے جسے حضرت کے طفیل بیداری میں دیکھ رہا ہوں

بعد ازاں حضرت عروۃ الوثقیٰ نے بادشاہ کو تختِ طاؤس پر بٹھایا اور چند روز قیام فرما کر بادشاہ کو دعائیں دیکر واپس سرسہند تشریف لے آئے۔

بفضلہ تعالیٰ دہلی میں لال قلعہ اور جامع مسجد، نیز آگرہ میں تاج محل وغیرہ شاہجہانی عمارتیں آج تک قائم اور محفوظ ہیں البتہ تختِ طاؤس نادر شاہ لے گیا تھا جس کا اب نام و نشان تک نہ رہا۔

سجّادہ نشینی کا سولہواں سال (سپتمبر ۱۰۲۹ھ تا ۱۰۳۰ھ)

(شاہجہاں کی دوسری لڑکی روشن آرا کا حضرت بیعت ہونا اور خواجہ سیف الدین کی ولادت)

شاہجہاں بادشاہ کی دوسری لڑکی روشن آرا بیگم جو اپنے بہن بھائیوں میں بہت خوبصورت تھی، اس کے سب بھائی اپنے اپنے پیروں کی تعریف کرتے اور اس کو ان سے مرید ہونے کے لئے کہتے تھے۔ اسی طرح جب شہزادہ اورنگ زیب نے حضرت عروۃ الوثقیٰ سے بیعت کی تو اس نے بھی روشن آرا سے حضرت کا مرید ہونے کے لئے کہا۔ آخر روشن آرا نے ایک رات استخارہ کیا کہ مجھے کس بزرگ سے بیعت ہونا چاہیے۔ چنانچہ اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان محل ہے جو طرح طرح کے نقش و نگار سے منقش ہے اور اس طرح چمک دک رہا ہے کہ اس پر نظر نہیں ٹھہرتی، اس کے چاروں طرف سنگِ رُخام کے برج بنے ہوئے ہیں اور اس محل کے اوپر ایک سنہری گنبد بنا ہوا ہے جو بہت بڑا اور آفتاب کی مانند روشن ہے، اس محل میں حضرت عروۃ الوثقیٰ تشریف فرما ہیں، نیچے کے حصہ میں بکثرت اولیائے کرام موجود ہیں، حضرت اس وقت خرزہ کھا کر چھلکے نیچے پھینک رہے ہیں، جو اولیائے امت وہاں موجود ہیں وہ ان چھلکوں کو بڑی جدوجہد سے حاصل کرتے اور بڑی خوشی و رغبت سے کھاتے ہیں اور ان چھلکوں کے کھانے پر بڑا فخر کرتے ہیں، اسی اثنائیں ہاتھ کی ندا آئی کہ جو شخص حضرت عروۃ الوثقیٰ کے پس خوردہ چھلکے کھائے گا اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام فرمائے گا۔

روشن آرا نے صبح کو یہ خواب اپنے بھائی اورنگ زیب سے بیان کیا، وہ اس کو حضرت کی خدمت میں لے گیا اور مرید کر دیا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے انتقال کے بعد روشن آرا بیگم نے اسی خواب والے نقشہ کے مطابق حضرت کے مزار پر عمارت تعمیر کرائی۔

اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰ کے پانچویں صاحبزادے خواجہ سیف الدین کی سرسہند تشریف

میں ولادت ہوئی۔

۱۔ روزنامہ القیومیہ، مختصر کن دوم ص ۳۱ تا ۳۲۔ ۲۔ ایضاً ص ۳۹ و ۴۰۔ ۳۔ ہدیہ احمدیہ ص ۷۰۔

سجادہ نشینی کا سترہواں سال (۱۰۵ھ)

حضرت عروۃ الوثقیٰ کی والدہ ماجدہ اور آپ کے خسر میر صفرا حمد رومی کا انتقال پر بلال

اور شاہجہاں بادشاہ کی تیسری بیٹی گوہر آرا بیگم کا حضرت سے مرید ہونا۔

جس طرح جمادی الاخریٰ ستائیسہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے لئے بڑا رنج و الم کا زمانہ تھا کہ ۲ جمادی الاخریٰ ستائیسہ کو آپ کے خسر شیخ سلطان کے حزنناک انجام کا ساتھ پیش آیا اور پچیس دن کے بعد ۲ جمادی الاخریٰ کو آپ کے والد ماجد وفات پا گئے۔ اسی طرح ستائیسہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے لئے بڑے رنج و الم کا سال تھا کہ اس سال آپ کے خسر حضرت میر صفرا حمد رومی کا انتقال ہوا جو حضرت مجدد الف ثانی کے خلفائے سے تھے اور اسی سال آپ کی والدہ ماجدہ نے بھی رحلت فرمائی، صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ "اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا اور حضرت مجدد الف ثانی کے قبہ سے سات ہاتھ پر مغرب کی طرف دفن کی گئیں۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ کو والدہ ماجدہ کے انتقال کا بہت رنج ہوا اور چند روز مریدوں کو توجہ بھی نہ دی، ایک دن فرمایا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا ہے کہ ایک بڑی مجلس منعقد ہے جس میں تمام بزرگ بی بیوں مثلاً حضرت مریم، حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ الزہراء وغیرہ جمع ہیں، وہیں میری والدہ ماجدہ بھی تشریف فرما ہیں اور کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تمہاری والدہ کو بھی زمانہ کی افضل عورتوں میں شمار کیا ہے۔"

حضرت عروۃ الوثقیٰ بھی ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ "شب دو شنبہ، راہ زی الحجہ ستائیسہ کو حضرت قبلہ کا ہی والدہ ماجدہ جیونے سفر آخرت اختیار کیا اور سپماندگان کو با سینہ پر لیا اور با چشم گریاں چھوڑ گئیں، ان کا وجود مبارک وسیلہ سعادت کو تین اور درجہ رضامندی رب المشرقین تھا، اب اس راہ سے کسب فیض سے محرومی ہو گئی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ دوست اور اجاب ستر ہزار بار کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ کر اس کا ثواب آل مرحومہ کی روحانیت کو پہنچائیں۔"

شاہجہاں بادشاہ کی تیسری لڑکی گوہر آرا بیگم، عقل و فہم، علم و عمل، میں اپنا نظیر نہ رکھتی تھی، دن رات عبادت میں مشغول رہتی اور صبح و شام خوفِ خدا سے روتی اور سنتِ نبوی سے

۱۔ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۵ و ۲۶۔ ۲۔ مکتوباتِ معصومہ دفتر دوم مکتوب ۱۳۔

سیرموتجا ورنہ کرتی، ایک شب اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک بلغ ہے جس کی دیواریں سرخ یا قوت کی ہیں درخت زمر کے ہیں اور زمین سنہری ہے، اس بلغ کے اندر ایک محل مروارید کا ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسی محل میں کھڑا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف بار بار متوجہ ہوتے ہیں اور وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جملہ مہمات سرانجام دیتا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین و دنیا کا کارخانہ اُن کے سپرد کر دیا ہے۔

یہ خواب گوہر آرا بیگم نے اپنے بھائی اورنگ زیب سے بیان کیا اور اسی کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئی، حضرت عروۃ الوثقیٰ اس کے حالات سے بہت خوش تھے، تکمیل سلوک کے بعد اس کے حق میں تہایت اعلیٰ درجہ کی خوشخبری دی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گوہر آرا بیگم سرسند شریف ہی میں مقیم ہو گئی تھی اور وہیں اس نے وفات پائی، کیونکہ صاحب روضۃ القیومیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ ہر جمعہ کو نماز کے بعد باغ کی سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو سرسندی بلغ میں گوہر آرا کی قبر پر دیر تک فاتحہ پڑھتے رہتے اور فرماتے کہ اس قبر پر نورِ عظیم کا عجب ظہور ہے جو اکثر اولیاء کی قبر پر بھی نہیں ہوتا۔

سجدہ نشینی کا اٹھارہواں سال (۱۰۵۱ھ)

(حضرت کی دعا کی برکت سے قندھار فتح ہوا)

اس سال بادشاہ ہند (شاہجہاں) نے ایران پر فوج کشی کی جس کی وجہ یہ ہوئی کہ والی ایران نے اپنی مجلس میں کہا کہ سلطان ہند میں اہل ایران سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں اگر ہم چاہیں تو صرف

۱۰۵۱ھ روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۲۰ و ۲۱۔

۱۰۵۱ھ صاحب منتخب الباب لکھتے ہیں (شاہجہاں نے قلعہ قندھار کی تسخیر کیلئے فوجیں روانہ کر دیں) اور اواخر شوال ۱۰۴۹ھ کو قندھار میں شاہجہاں بادشاہ کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری ہو گیا (۱۰۴۹ھ) ۱۰۵۱ھ میں پھر اطلاع ملی کہ شاہ صفی نے رستم خاں گرجی کو ایک لشکر اور بھاری توپ خانہ کے ساتھ قلعہ قندھار کی تسخیر کیلئے روانہ کر دیا ہے۔ (اس خبر کی بنا پر) آخر محرم میں داراشکوہ کو ایک بڑی فوج کے ساتھ روانہ کیا گیا (۱۰۵۱ھ) اسی آٹھویں شاہ ایران کے قوت ہو جانے کی اطلاع ملی۔ اس کے ساتھ ہی داراشکوہ کی عرضداشت پہنچی جس میں شاہ ایران کی وفات کی اطلاع تھی اور اس نے لکھا تھا کہ اگر حکم ہو تو لشکر اور توپ خانہ لیکر بلاخراساں پر فوج کشی کر دی جائے۔ بادشاہ نے جواب میں لکھا کہ ایک یتیم خورد سال حکمراں پر جس کی سلطنت ابھی قائم نہیں ہوئی ہے چڑھائی کر دینا نیک سیرت سلاطین کی روش کے خلاف ہے۔ (منتخب الباب حصہ دوم ص ۱۷۱ و ۱۷۰)

ایک جہینے میں تمام ہندوستان پر قبضہ کر سکتے ہیں لیکن چونکہ زمانہ قدیم سے ہم میں اور ان میں برادری کا سا تعلق ہے اس لئے ہمیں کبھی خواہش نہیں ہوتی کہ ہم ہندوستان پر قبضہ کریں۔ جب شاہجہاں نے یہ بات سنی تو..... ایک جرار لشکر لیکر ایران کی طرف متوجہ ہوا اور سر ہند پہنچ کر حضرت عروۃ الوثقی کی خدمت میں اس جہم کے لئے دعا اور توجہ کی درخواست کی، حضرت نے فرمایا کہ "ہم آج رات اس بارے میں توجہ کریں گے جو کچھ معلوم ہوگا اس کے موافق جواب دیں گے۔ دوسرے روز جب بادشاہ حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ "ہم نے اس جہم کے بارے میں توجہ بلیغ کی ہے فضل الہی سے قوی امید ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو فتح و نصرت عطا فرمائے گا۔" بادشاہ اس خوشخبری سے بارغ بارغ ہو گیا بعد ازاں ایران کی جانب روانہ ہوا، جب منزلیں طے کر کے کابل کے قریب پہنچا تو شہزادہ محمد اورنگ زیب کو آگے بھیجا، شہزادہ نے کابل پہنچ کر ایک عریضہ حضرت عروۃ الوثقی کی خدمت میں دعا و توجہ کیلئے لکھا لے (درد و فکر کن دہی) حضرت عروۃ الوثقی نے اس کے جواب میں ایک بہت طویل مکتوب جہاد اصغر کے فضائل اور جہاد اکبر کے معارف کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا جس کے چند اقتباسات ہدیہ ناظرین کے جاتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت عروۃ الوثقی نے اس مکتوب کو ان معرزا الفاظ سے شروع کیا ہے:-

«بشاہزادہ دین پناہ سلطان محمد اورنگ زیب سلمہ اللہ تعالیٰ..... ان لوگوں کا وقت و حال کتنا اچھا ہے جنہوں نے اس بہت بڑے کام اور عظیم جہم کے لئے مکرہت کو پرست خدمت کے ساتھ چست باندھا ہے اور نیک نیتی کے ساتھ اس سخت سفر کو جو کہ حقیقت میں خیرات و برکات کا پھل دینے والا اور درجات کی ترقی کا وسیلہ ہے ذوق و شوق کے ساتھ اختیار کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیشک جنت میں سوراخے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے تیار کیا ہے ہر دو درجوں کا درمیانی فاصلہ آسمان و زمین کے درمیانی فاصلہ کی مانند ہے..... (تیرا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک ساعت ٹھہرنا شب قدر کو مکہ مکرمہ میں حجرا سو کے نزدیک قیام کرنے سے بہتر ہے..... اگر گوشہ نشین فقرا ساہا سال ریاضت کریں اور چلے کھینچیں تو بھی اس عمل کی گرد کو نہ پہنچیں، جو طاعت و عبادت اس مقام میں ادا ہوتی ہیں گوشہ نشین کی طاعات سے کسی گنا زیادہ (افضل) ہیں..... تیرا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا البتہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں کھڑا ہونا (اگرچہ) وہ اس میں تلوار بھی میان سے نہ نکالے اور وہ تیرے سے کسی کو زخمی بھی نہ کرے اور کسی پر تیر بھی نہ پھینکے ایسی ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے جس میں آنکھ جھپکنے کی مقدار بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو..... (اس میں کچھ) شک نہیں ہے کہ یہ خدمت وہم جس کی طرف آپ متوجہ ہیں

جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے۔ اب ہم جہادِ اصغر (جہادِ اعداء) سے جہادِ اکبر (جہادِ نفس) کی طرف لوٹتے ہیں۔ انسان کا نفس امارہ تصدیقِ قلبی اور اقرارِ لسانی کے باوجود اپنے کفر و انکار پر مصر ہے آسمانی احکام کی طرف مائل نہیں ہوتا اور احکامِ الہی جل سلطانہ کی اطاعت نہیں کرتا وہ (نفس) چاہتا ہے کہ سب اس کے مطیع و فرمانبردار ہوں اور وہ کسی کا فرمانبردار نہ ہو۔ صوفیائے کرام کے طریقہ میں اولین مطلوب اسلام حقیقی کا حاصل ہونا ہے جو کہ نفسِ امارہ کے مطیع ہونے کے ساتھ و البتہ ہے اور وہ اسلام جو اطمینانِ نفس سے پہلے محض تصدیقِ قلبی سے حاصل ہوتا ہے صوفیہ اُس کو مجازی کہتے ہیں اور اس کو حقیقی اسلام کہتے ہیں۔ الی آخرہ لے

سجّادہ نشینی کا انیسواں سال (۱۰۵۲ھ)

(حضرت آدم بنوریؒ کا حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں)

اس سال کے حالات میں سے یہ ہے کہ جس طرح حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے حضور میں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کو اپنا قائم مقام بنا کر مندر شاہد پڑھایا تھا اور تمام خلفاء و مریدین کو ان کی بیعت کا حکم دیا تھا اور سب نے بیعت کی تھی اسی طرح حضرت مجدد الف ثانیؒ کے وصال کے بعد حسب سابق تمام خلفاء اور مریدین نے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ سے تجدید بیعت کی تھی، ان دونوں بیعتوں میں حضرت آدم بنوریؒ بھی شریک تھے اور روزانہ صبح و شام حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے حلقہ میں شامل ہوتے تھے، بعد ازاں چند دن شہر بنور (جو کہ سرہند شریف سے بارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے) میں رہتے اور چند دن حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں، لیکن جب شیخ کا حلقہ بہت وسیع ہو گیا تو سرہند شریف کی حاضری میں بہت کمی آگئی اور شیخ کے مریدوں نے جیسا کہ مریدوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے پیر کی تعریف میں حد سے بڑھ جاتے ہیں کہنا شروع کر دیا کہ "ہمارے پیر حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نائب نائب ہیں اور حضرت عروۃ الوثقیٰؒ سے افضل ہیں" — دوسری وجہ یہ ہوئی کہ ایک دفعہ حضرت شاہ جیو شیخ محمد یحییٰؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے چھوٹے صاحبزادے جو حضرت کی حیات میں کم سن تھے سیر کے لئے بنور شریف لے گئے تو حضرت شیخ آدمؒ نے اعلانیہ مجلس میں کہا کہ یہ مخدوم زادے اپنے والد بزرگوار کی حیات میں چھوٹے تھے اس لئے حضرت

لے مکتوبات معصومہ دفتر اول مکتوب ۶۲۔

۱۰۵۲ھ کے واقعات میں ہے کہ ممتاز محل کے مزار کی عمارت "تاج محل" اگر مکرمت خاں کے انتہام میں بارہ سال کی مدت میں پچاس لاکھ کے صرف سے تیار ہوئی۔ (منتخب اللباب حصہ دوم ص ۱۷۵)

سلوک حاصل نہ کر سکے اور یہ نعمت جو مجھے حاصل ہے یہ بھی انہی کے والد بزرگوار کی عطا کردہ ہے۔ اس بات کے کہنے سے ان کا یہ مقصد تھا کہ شاہ جو مجھ سے فیض حاصل کریں۔ اس بات کو بہت لمبا چورا کر کے اور مزید باتوں کے اضافہ کماۃ لوگوں نے حضرت عروۃ الوثقیٰؓ کو تنگ پہنچا دیا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؓ کو ان باتوں کا علم ہو کر بہت رنج ہوا اور شیخ آدمؒ سے ناراض ہو گئے۔ لیکن جب شیخ آدم بنوریؒ کو حضرت کی ناراضگی کا علم ہوا تو سرسند شریف حاضر ہوئے اور ایک خادم کو حضرت کی خدمت میں بھیجا کہ اگر اجازت ہو تو حاضر خدمت ہوں، حضرت نے اجازت دی، چنانچہ شیخ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ میں آنجناب کا ادنیٰ خادم ہوں اگر مجھ سے سہواً کچھ خطا ہو گئی ہے جو آنجناب کے بلول خاطر کا باعث ہوئی ہے تو میں معافی کا خواستگار ہوں، حضرت خواجہ محمد سعیدؒ اور حضرت عروۃ الوثقیٰؓ دونوں نے معاف فرما دیا اور بہت کچھ عنایت و شفقت فرما کر رخصت کیا۔ شیخ صاحب آداب بجا لاکر حج کو تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی۔ حضرت مروج الشریعہ یواقیت الحرمین میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت عروۃ الوثقیٰؓ خواجہ محمد معصومؒ حج کے لئے تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو جب کبھی بقیع کی زیارت کے لئے تشریف لیجاتے شیخ کی قبر پر دیر تک فاتحہ پڑھتے اور باطن میں ان کے حمد و معاون ہوتے اور فاتحہ کے بعد فرماتے کہ شیخ آدمؒ ہم سے شرماتا ہے لیکن ہم نے اُسے بالکل معاف کر دیا ہے۔

سجّادہ نشینی کا بیسواں سال (از یکم ربیع الاول ۱۰۵۳ھ تا ۱۶۴۳ھ)

(سلطان عبدالرحمن بلخی کا مرید ہوتا ہی)

سلطان عبدالرحمن بلخی شہزادہ اورنگزیب کی قید میں سرسند شریف پہنچا اور حضرت عروۃ الوثقیٰؓ کی زیارت سے مشرف ہو کر اس قدر متاثر ہوا کہ فوراً مع اپنی بیوی کے حضرت کا مرید ہو گیا اور سرسند شریف میں ہی اقامت اختیار کر لی اور وہیں دفن ہوا، چنانچہ سلطان کی قبر حضرت عروۃ الوثقیٰؓ کے روضہ کے چبوترہ کے جنوب میں سنگ رخام کی بنی ہوئی ہے "شرف المکان بالملکین" اس کے حق میں صادق آتا ہے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؓ اس پر بہت مہربان تھے۔ شاہجہاں بادشاہ نے بلخ کی سلطنت اُسے واپس دینی چاہی لیکن اس نے صاف انکار کر دیا اور حضرت عروۃ الوثقیٰؓ کی صحبت میں رہنے کو ترجیح دی۔ اور سلطنت اپنے بھائی کو دلواری ۱۷

۱۷ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۶۳ تا ۶۶ ۱۷۵۲ ایضاً ۳۹ و ۴۰

۱۸ شعبان ۵۳ھ کو بادشاہ حضرت معین الدین چشتیؒ کے مزار کی زیارت کے لئے اجمیر گئے
۸ رمضان کو وہاں پہنچ کر زیارت کی، وہاں کے خادموں کو دس ہزار روپیہ عطایت کیا کہ ایک بڑی دیگ
بنا کر شکار کے ہوئے تیل کا یوں کے گوشت اور چاول پکا کر حبت مکانی چھا تکر بادشاہ کو ایصالِ ثواب
کے لئے مستحقوں میں تقسیم کرائیں، ایک سو پینتالیس من پختہ چاول گوشت اور گھی اس دیگ میں پکایا گیا

سجّادہ نشینی کا اکیسواں سال (از یکم ربیع الاول ۱۰۵۳ھ)

اس سال جب شاہجہاں بادشاہ کی سواری سریندر شریف پہنچی تو جشنِ نوروز اور بادشاہِ سلطنت
کے غسلِ صحت کی خوشی منائی گئی ۳۵

سجّادہ نشینی کا بائیسواں سال (۱۰۵۵ھ)

کوئی قابلِ ذکر بات نہیں ملی۔ ۳۵

سجّادہ نشینی کا تیسواں سال (از یکم ربیع الاول ۱۰۵۶ھ)

کاشغر کا بادشاہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ سے غایباً مرید ہوا۔ اور حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے دوسرے فرزند
حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ کی شادی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی ہمیشہ حضرت خدیجہ کی صاحبزادی سے ہوئی ۳۵

۱۵ منتخب للباب حصہ دوم ص ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷۔ ۳۵ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۵۸
۳۵ ۵۳ھ کا واقعہ ہے کہ بادشاہ بیگم کی سالگرہ کے جشن کے دن اتفاق سے شمع کا شعلہ بادشاہ بیگم کے دامن میں لگ گیا
جس سے اس کے دونوں ہاتھ، پیٹ اور سینہ جل گیا۔ بادشاہ بیٹی کے غم میں بہت کم دربار میں آتے زیادہ تر بیگم کے بستر کے
پاس ہی رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ کو جنتی محبت داراشکوہ اور بادشاہ بیگم سے تھی اتنی کسی اولاد سے نہیں تھی بیگم کی بیماری
میں وہ رات کو دو دو پیر تک بیٹھا ہوا اللہ تعالیٰ کے حضور میں رور و کر دعا میں گزارتا تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی (۱۷۷ ص ۱۷۷)
۳۵ اس سال یکم ذیقعدہ (۱۰۵۵ھ) کو توجہاں بیگم نے وفات پائی۔ (منتخب للباب حصہ دوم ص ۱۹۲)
۳۵ اس سال قبلہ عالم (شہزادہ اورنگ زیب) بلخ میں عبدالعزیز خاں کے مقابلے میں صفت آرائے اور غنیم کی فوج مورخ کی طرح
بہ طرف سے حضرت کو گھبر رکھا تھا نماز کا وقت آگیا تو جہاں پناہ نے ارادہ فرمایا کہ عین معرکہ کا رزار میں نماز سے فراغت حاصل کر لیں۔
خدا م بارگاہ نے حضرت کو منع کیا کہ ایسے نازک وقت میں اپنے سے اس طرح غافل ہونا مناسب نہیں ہے۔ قبلہ عالم نے اراکین دربار کے
معروضے پر توجہ نہ فرمائی اور سواری سے نیچے اتر کر فرض و سنت اور نفل بے حد اطمینان کے ساتھ میدان کا رزار میں ادا فرمائے۔
عبدالعزیز خاں والی بخارا نے یہ واقعہ سنا تو حضرت کی شجاعت کا اندازہ کر کے حیران رہ گیا۔ چنانچہ اس نے جنگ سے کنارہ کشی
کی اور کہا کہ ایسے شخص سے جنگ کرنا اپنے کو قعرِ ہلاکت میں گرانا ہے۔ (ماثر عالمگیری ص ۳۵۹)

سجّادہ نشینی کا چوبیسواں سال (س ۱۰۵۷ھ ۱۶۴۷ء)

(والی یمن کا غائبانہ مرید ہونا)

حضرت عروۃ الوثقیٰ کے کچھ مرید حج کے لئے گئے تو اثنائے راہ میں یمن کی بندرگاہ محہ پر پہنچے وہاں کا حاکم امام یمن کے رشتہ داروں میں سے تھا، جب اس نے حضرت کے ان مریدوں کا طور و طریقہ دیکھا اور شریعتِ مطہرہ پر پابند پایا تو ان کا معتقد ہو گیا اور ان کے حالات سے والی یمن کو بھی مطلع کیا، چنانچہ والی یمن نے ان کو اپنے پاس بلا کر تفصیلی حالات معلوم کئے بعد ازاں مخلصانہ ارادت و نیاز مندی کا ایک عریضہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں ارسال کیا اور غائبانہ مرید ہوا لے

سجّادہ نشینی کا پچیسواں سال (س ۱۰۵۸ھ ۱۶۴۸ء)

(شیخ حبیب اللہ کو خلافت عطا فرما کر بخارا روانہ فرمانا)

اس سال حضرت عروۃ الوثقیٰ نے شیخ حبیب اللہ کو خلافت عطا فرما کر بخارا بھیجا وہاں ان سے بڑی کرامات ظاہر ہوئیں جس کی وجہ سے حضرت عروۃ الوثقیٰ کی بخارا میں مزید شہرت ہو گئی ۷۲

سجّادہ نشینی کا چھبیسواں سال (س ۱۰۵۹ھ ۱۶۴۹ء)

(شاہ بدخشاں کا غائبانہ مرید ہونا)

شاہ بدخشاں جو حضرت عروۃ الوثقیٰ کا معتقد و مرید تھا جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کی جگہ جس کو بادشاہ بنایا گیا وہ نوجوان و نوآموز تھا اس لئے وہ بہت جلد شاہزادہ اورنگ زیب کے رعب و دبہ سے

۱۰ روزتہ القیومیہ بلخصاً رکن دوم ص ۵۸، ۵۹۔ ۷۰ ایضاً ص ۶۰

۷۰ حق سبحانہ و تعالیٰ نے شاہجہاں بادشاہ کو تعمیرات کا جو عمدہ ذوق عطا فرمایا تھا اس کی نظیر بھی مشکل ہے اس سال (۱۰۵۸ھ) دو تعمیرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں: (۱) دہلی کا لال قلعہ: ۹ محرم ۱۰۵۸ھ کو قلعہ کی عمارتوں کی بنیاد رکھی گئی۔ (۲) بعد ازاں بادشاہ ۱۲ ربیع الاول ۱۰۵۸ھ کو دریا کے راستہ شاہجہاں آباد روانہ ہو گئے اور ۲۲ تاریخ کو بادشاہ کی سواری قلعہ پر پہنچی۔ یہ قلعہ آٹھ سال کی مدت میں ساٹھ لاکھ روپے کے خرچ سے تعمیر ہوا۔ تعمیر کا انتظام پہلے غیرت خاں عرف کامگار کے اہتمام میں شروع ہوا تھا پھر اللہ وردی خاں تعمیرات کا ذمہ فرمایا آخر اس کی تکمیل مکرمت خاں کے زیر اہتمام ہوئی۔ بادشاہ کو یہ تاریخ بہت پسند آئی "شدشاہ جہاں آباد از شاہ جہاں آباد" منتخب للباب حصہ دوم ص ۲۴۶ و ۲۴۷ (۲) ٹھٹھہ کی جامع مسجد، اس میں خوبی یہ ہے کہ امام خواہ منبر پر خطبہ پڑھے یا محراب میں نماز پڑھے اس کی آواز ہر سمت کے دالان میں اسی طرح پہنچتی ہے جس طرح کہ محراب و منبر پر ہوتی ہے۔ تاریخ ملاحظہ ہو "گشت زیبا چو مسجد اقصیٰ"

مرعوب ہو گیا اور اس نے شہزادہ کو بہت بڑی رقم بطور ضیافت پیش کر کے صلح کر لی، اس بنا پر حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بعض حاسدین نے موقع پا کر شاہ بدخشاں سے کہا کہ اورنگ زیب نے حضرت عروۃ الوثقیٰ کے اشارے سے تجھ پر چڑھائی کی تھی وغیرہ شاہ بدخشاں کو اس بات سے بہت رنج ہوا اور اس کے دل میں حضرت کی طرف سے کدورت آگئی۔ بعد ازاں ایک رات شاہ بدخشاں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ اُس پر ناراض ہو رہے ہیں، جب خواب سے بیدار ہوا تو حضرت کے رعبِ جلال سے متاثر ہو کر اپنے خیالات سے توبہ کی اور ایک عریضہ تحفے اور ہدیے کے ساتھ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں ارسال کر کے درخواست کی کہ مجھے اپنا مرید بنا لیا جائے۔ حضرت نے اس کو غائبانہ مرید کر کے بطور تبرک اپنی کلاہ مبارک اس کے لئے ارسال فرمائی جو ایک عرصہ تک بدخشاں کے بادشاہوں کی زینت رہی۔ اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰ کے چھٹے فرزند شیخ محمد صدیق کی ولادت ہوئی۔

سجدہ نشینی کا ستائیسواں سال (سنہ ۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰ء)

(حضرت عروۃ الوثقیٰ کا اپنا خانقاہ و مسجد کی توسیع کرانا)

جب حضرت عروۃ الوثقیٰ کے ارشاد و تبلیغ کی شہرت زیادہ ہوئی اور لوگوں کا ہجوم بہت بڑھ گیا تو وہ قدیم مسجد جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بنوائی تھی نا کافی ہو گئی لہذا حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اس میں توسیع کرنی چاہی تو دیگر حضرات کے علاوہ تربیت خاں نے بھی حصول سعادت کے لئے درخواست کی حضرت نے اس کی درخواست منظور فرمائی، چنانچہ تربیت خاں نے نہایت عالی شان اور وسیع مسجد و خانقاہ بنوائی اور قدیم مسجد کو علامت کے طور پر ایک چوتھرہ کی شکل میں رہنے دیا کیونکہ وہ مقام بھی بہت متبرک ہے اسی مقام پر مثالی شکل میں کعبہ کا نزول ہوا تھا۔ اس چوتھرہ سے مغرب کی جانب ایک حوض بنوایا جس کے اوپر مچھلی کی پیٹھ کی طرح کی ایک آبشار تھی مسجد کے جنوب میں سالکانِ طریقت کے لئے چند حجرے بنوائے۔ قدیم مسجد کا حوض اور بہت سی زمین حضرت مجدد کے روضہ کے صحن میں داخل کر کے روضہ کے گرد و نواح کو وسیع کر دیا گیا۔

حضرت مجدد الف ثانی کے روضہ کے مغرب اور شمال کی طرف ایک بلع تھا جو "بلع ملک احمد" کے نام سے مشہور تھا جس کا طول و عرض ایک ایک کو س تھا، یہ باغ ایک مخلص نے حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں بطور نذر پیش کیا تھا جس میں حضرت کے صاحبزادوں نے اپنے رہنے کیلئے عالی شان

۱۔ روضۃ القیومیہ کن دوم ص ۲۸ و ۲۹۔ ۲۔ ہدیۃ احمدیہ ص ۸۴۔

محلات تعمیر کرائے۔ اس کے شمال و مغرب میں عزیز زمین حاصل کر کے ایک خوبصورت بازار بنوایا، جس میں ہر قسم کی دکانیں اور ساز و سامان تھا۔ چونکہ ان عمارتوں کا ہتھم صندل نامی حضرت کا خواجہ سرا تھا اس لئے اس بازار کا نام صندل پورہ ہو گیا، اس بازار کے مشرقی سمت بلوغ کے کنارے پر حضرت عروۃ الوثقیٰ کے لئے ایک بڑا محل بنایا گیا جس میں حضرت حلقہ و مراقبہ کرایا کرتے تھے حضرت نے عمر کے آخری آٹھ سال یہیں گزارے۔

اس سال شاہجہاں بادشاہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی زیارت کے لئے سرسند آیا، کافی دن قیام کیا اور اپنے ارکان سلطنت سے کہا کہ چونکہ یہ شہر میرے دونوں دارالخلافوں (لاہور و دہلی) کے درمیان ہے نیز یہ کہ میں حضرت کی زیارت کے لئے آتا رہتا ہوں اس لئے بھی اس شہر میں میرے لئے عالی شان محلات بنوائے جائیں چنانچہ یہاں بھی اسی طرح کے محلات بنوائے گئے جیسے کہ شاہجہاں آباد میں بنے تھے۔
 الاسودائیاں شہرے ست درہند کہ اندر پائے او بہناد سرہند
 (لے عاشقو! ہندوستان میں ایک شہر ہے جس کے پیروں پر خود ہندوستان نے سر رکھ دیا ہے۔)

سجادہ نشینی کا اٹھائیسواں سال (۱۰۶۱ھ)

(شاہجہاں بادشاہ کا حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مشورے سے مملکت کو اپنے بیٹوں میں تقسیم کرنا)
 اس سال مملکت کی سیاست میں ایک طرح کا انقلاب آیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شاہجہاں بادشاہ سرسند شریف میں حاضر ہوا اور حضرت سے ملاقات کے بعد عرض کیا کہ دنیاوی زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں مملکت کو اولاد میں تقسیم کر دوں تاکہ میرے بعد شہزادے آپس میں نہ لڑیں حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اس رائے سے اتفاق کیا اور فرمایا کہ ولیعہد اورنگ زیب کو بتانا کیونکہ وہ سب شہزادوں میں زیادہ لائق ہے۔ شاہجہاں نے بھی اس بات کو منظور کر لیا۔ دہلی پہنچ کر جب شاہجہاں نے اورنگ زیب کو ولیعہد بتانا چاہا اور ملک دکن داراشکوہ کے حوالے کرنا چاہا تو داراشکوہ نے جو بڑا بیٹا تھا دکن لینے سے انکار کر دیا، چونکہ شاہجہاں بادشاہ کو داراشکوہ سے بے حد محبت تھی جو وہ کتنا مان لیتا تھا اس لئے مجبوراً دکن اورنگ زیب کو دیا اور ہندوستان داراشکوہ کو۔ اورنگ زیب نے کہا مجھے سلطنت دکن کا نہیں میں تو ایک فقیر آدمی ہوں میں حضرت کی خدمت میں رہوں گا ہند اور دکن دونوں داراشکوہ کو دیدوں۔ آخر بادشاہ نے حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے ہرچیز جیلہ کیا کہ کسی طرح داراشکوہ

دکن لینے پر راضی ہو جائے لیکن وہ راضی نہیں ہوتا اور میرے بس میں نہیں آتا، اگر میں نے ہندوستان اورنگ زیب کے حوالہ کر دیا تو فسادِ عظیم کا خطرہ ہے اس لئے درخواست ہے کہ چونکہ اورنگ زیب آنجناب کا مرید ہے اس لئے آپ اسے دکن لینے پر راضی کریں حضرت نے اورنگ زیب کو بلا کر فرمایا کہ اطمینان رکھو آخر تم ہی دکن اور ہندوستان کے بادشاہ ہو گے، تمہاری سلطنت کا پورے ہندوستان پر ہونا اظہر من الشمس ہے اس وقت باپ کے فرمان کو قبول کر لو اور دکن لینے پر راضی ہو جاؤ۔ اورنگ زیب حضرت کے فرمان سے مجبور ہو کر دکن لینے پر رضامند ہو گیا۔ بعد ازاں حضرت نے بادشاہ سے فرمایا کہ ہم نے اورنگ زیب کو دکن لینے پر رضامند تو کر لیا ہے لیکن دارا شکوہ کو سمجھا دینا کہ شریعتِ محمدیہ کو رواج دینے کی کما حقہ کوشش کرے اور شریعت کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ ہونے پائے تاکہ اس کی سلطنت قائم رہ سکے اگر امورِ شرعیہ کے اجر میں ذرا بھی غفلت برتی تو نہ وہ رہے گا۔ اس کی سلطنت بلکہ شامیتِ اعمال کا خمیازہ تم کو بھی بھگتنا پڑے گا۔ بادشاہ نے اس بات کو قبول کر لیا اور ملک کو اس طرح تقسیم کیا کہ شاہجہاں آباد، اکبر آباد، الہ آباد، بہار، اودھ، مالوہ، اجمیر، سرہند، لاہور، ملتان، ٹھٹھہ، کشمیر اور کابل، دارا شکوہ کو دیئے۔ اور بہار، پورا اورنگ آباد، بیدر، کرناٹک اور ارکاٹ وغیرہ دکن کے تمام ممالک اورنگ زیب کے سپرد کئے اور یہ قرار دیا کہ اورنگ زیب اورنگ آباد میں رہے اور دارا شکوہ شاہجہاں آباد میں، اور دونوں کی مسجد دریائے نرپدا قرار پائی۔ دونوں کو ناکید کر دی کہ اپنے علاقہ میں بھائیوں کی طرح رہیں گے اور آپس میں جنگ و جدال نہ کریں گے۔ بنگال تیسے بیٹے شہزادہ شجاع کو دیا اور گجرات چوتھے بیٹے مراد بخش کے سپرد کیا۔ چاروں سے عہد و پیمانہ لیا کہ اپنی اپنی حدود پر قائم رہیں گے۔ اور اس بارے میں ایک عہد نامہ تیار کر لیا جس پر حضرت عروۃ الوثقیٰ اور حضرت حازن الرحمہ اور حضرت کے فرزندوں اور خلفاء کے علاوہ ارکانِ سلطنت و شاہیر سے دستخط کرائے اور شہزادوں کو پند و نصائح کر کے اپنے اپنے علاقوں کو رخصت کر دیا۔

عہ ان واقعات کو تاریخ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:- جب شاہزادہ محمد اورنگ زیب خدمت میں واپس آیا تو بادشاہ نے اسے دکن کے چار صوبوں کا بااختیار صوبہ دار بنا کر رخصت کر دیا، احمد آباد کا صوبہ شائستہ خاں کو عطا ہوا شاہزادہ دارا شکوہ کو ترقی دیکر تیس ہزاری بیس ہزار سوار کا منصب اور دو کروڑ دام انعام اور کابل کی صوبہ داری عطا ہوئی۔ کابل کی نیابت سلیمان شکوہ کے تفویض ہوئی اور اسے ترقی دے کر آٹھ ہزاری چار ہزار سوار کا منصب دیا اور سرخ خیمہ بھی عطا کیا جو اس تاریخ تک شاہزادوں کو نہیں دیا جاتا تھا۔ دارا شکوہ کی طرف سے ملتان کی نیابت محمد علی خاں کو دی گئی۔ شاہزادہ محمد شجاع کو بنگالہ رخصت کر دیا۔

(منتخب اللباب حصہ دوم ص ۲۷۲)

۱۷ روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۷۸ تا ۸۰۔

سجادہ نشینی کا تیسواں سال (س ۱۰۶۲ھ ۱۹۵۲ء)

(شیخ میر کامرید ہونا اور شیخ محمد ہادی کی ولادت)

اس سال ارکانِ سلطنت میں سے شیخ میر نامی حضرت عروۃ الوثقیٰ سے مرید ہوئے۔ شیخ میر کے دو صاحبزادے مکرم خاں اور محترم خاں پہلے ہی سے حضرت کے خصوصی مریدوں میں سے تھے، امارت و ریاست کے باوجود یہ دونوں صاحبزادے محبت و احترام کے جذبہ میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کی پابلی کتدھوں پر اٹھا کر شاہجہاں آباد (دہلی) تک لیجاتے تھے حضرت بھی ان دونوں صاحبزادوں پر بیت مہربان تھے۔ اسی سال حضرت شیخ محمد عبید اللہ کے بڑے صاحبزادے شیخ محمد ہادی کی ولادت ہوئی۔

سجادہ نشینی کا تیسواں سال (س ۱۰۶۳ھ ۱۹۵۳ء)

(حضرت نے شیخ مراد کو مرید کرنے کے ہفتہ عشرہ بعد خلافت دیکر بیت المقدس روانہ کیا)

اس سال ہندوستان کے ایک بزرگ شیخ مراد حضرت عروۃ الوثقیٰ سے مرید ہوئے۔ حضرت نے ان کو ایک ہفتہ یا تین ہفتہ بعد خلافت عطا فرما کر ملک شام بھیج دیا، شیخ صاحب نے عذر پیش کیا لیکن حضرت نے فرمایا کہ میں نے تمام خواجگان کی رائے سے تم کو مامور کیا ہے لہذا کسی قسم کا فکر نہ کرو۔ بعد ازاں فرمایا کہ پہلے ماوراء النہر میں شیخ حبیب اللہ کے پاس جاؤ پھر براہِ ایران ملک شام پہنچ کر بیت المقدس میں مقیم ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ نے حسب الارشاد عمل کیا اور وہاں پہنچ کر لوگوں میں تبلیغ کی۔ جب بادشاہِ روم (ابراہیم خاں) کو معلوم ہوا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اپنا ایک خلیفہ ملک شام میں بھیجا ہے تو ایک امیر کے بدست ایک لاکھ دینار شیخ صاحب کے لئے اور تین لاکھ دینار آپ کی خانقاہ کے اخراجات کے لئے سالانہ مقرر کئے۔ شیخ مراد اپنے زمانہ میں ملک شام کے مشہور شیخ تھے۔ جب حضرت عروۃ الوثقیٰ حج کے لئے تشریف لے گئے تو شیخ مراد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہر طرح کی خدمت بجالاتے۔

اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مکتوباتِ شریفہ کی جلد اول تکمیل ہوئی، اس کے آغاز کا مادہ تاریخ "درۃ التاج" ہے اور اختتام کا مادہ تاریخ "جمع کمالاتِ نبوت" ہے۔

۱۰۶۳ھ

۱۰۶۳ھ ایضاً ص ۷۷، ۷۸، ۷۹

سجادہ نشینی کا اکتیسواں سال^{۳۱}

صاحب روضۃ القیومیہ نے اکتیس^{۳۱} اور تیسویں سال کا ایک ہی عنوان لگایا ہے غالباً ان کو اس سال کے واقعات میں کوئی اہم واقعہ نہ ملا ہوگا۔

سجادہ نشینی کا تیسواں سال^{۳۲}

(شہر سامانہ کے ایک رئیس کا قتل)

اس سال شہر سامانہ کے (جو کہ مضافات سرہند میں ہے) ایک رئیس تلج محمود نامی سے دین اسلام کی اہانت سرزد ہوئی جس کی وجہ سے اس کو قتل کیا گیا چونکہ تلج محمود کی والدہ اور چچی دونوں کاشاہی محل میں بڑا سوج تھا بلکہ اس کی والدہ نے داراشکوہ کو دودھ بھی پلایا تھا اس لئے داراشکوہ نے اس کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی، لیکن حضرت عروۃ الوثقیٰ دینی حمیت کے جوش میں دہلی تشریف لے گئے اور اس کو قتل کر کر دم لیا۔

سجادہ نشینی کا تیسواں سال^{۳۳}

(وزیر اعظم سعد اللہ خاں کی وفات اور ہندوستان میں بدعات کا زور)

مذکورہ بالا واقعہ تلج محمود کے سلسلہ میں وزیر سعد اللہ خاں نے بھی اس کے بچانے کی کوشش کی تھی اس لئے سعد اللہ خاں بھی حضرت کے مورد عقاب ہوا، سعد اللہ خاں نے اپنے بیٹے فتح اللہ خاں کو حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں بھیج کر معافی چاہی، حضرت نے فرمایا اب موقع ہاتھ سے نکل گیا البتہ ہم دعا کرتے ہیں کہ اس کا خاتمہ بخیر ہو۔^{۳۳} اب ہندوستان میں پھر بدعات کا زور و شور ہو گیا، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب شاہجہاں بادشاہ نے داراشکوہ کو ولیعہد مقرر کر کے تلج شاہی اس کے سر پر رکھ دیا تو وہ بڑی حد تک برسرِ اقتدار آ گیا اور

دارالخلافہ کے قلعہ اور حصار کے تیار ہوجانے کے بعد بادشاہ نے ایک ایسی مسجد کی عمارت کا حکم دیا کہ اس جیسی عمارت ہندوستان میں آج تک تعمیر نہیں ہوئی ہے اس میں جس صنعت کاری سے کام لیا گیا اس کی تفصیل تحصیل حاصل ہے، معماروں نے جس ہنر اور کمال کا مظاہرہ کیا ہے وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے، یہ مسجد تین چار میروں خلیل اللہ خاں جعفر خاں، سعد اللہ خاں اور روح اللہ خاں کے اہتمام سے چھ سال میں دس لاکھ روپے کے خرچ سے تعمیر ہوئی، اس کی تاریخ ہے "قبلہ حاجات آید مسجد شاہ جہاں"۔ (منتخب اللباب حصہ دوم ص ۳۰۶۔)

سعد اللہ خاں کا اواخر جاری الاخری ۱۰۶۶ھ میں مرض قولنج کے عارضہ میں انتقال ہوا۔ (ایضاً حصہ دوم ص ۲۹۱)

۱۰۶۶ھ روضۃ القیومیہ بلخصار کن دوم ص ۸۱ تا ۸۵۔

اب اس کے پاس کھلم کھلا برہمنوں اور جوگیوں کا مزید جھٹار ہنے لگا جو اس کی خام خیالیوں کی تائید و تعریف کرتے اور ہاں میں ہاں ملا کر اس کو آسمان پر بٹھاتے تھے، اور وہ ان برہمنوں سے سنسکرت کی تعلیم حاصل کر کے ان کی مذہبی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کرنے لگا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے عقائد میں بڑی تبدیلی آگئی حتیٰ کہ وہ ایسی باتوں کا قائل ہو گیا کہ کافروں کے طریق پر چلنے سے بھی انسان حق تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے، اس نے کفر و اسلام کو توام قرار دیدیا

ان وجوہات کی بنا پر مسلمانوں میں کافرانہ رسومات شروع ہو گئیں اور ہر قسم کی بدعات نے نیچے نکلنے شروع کر دیئے۔ شاہجہاں بادشاہ چونکہ ان باتوں کا سخت مخالف تھا اس لئے بادشاہ سے ایسی باتوں کو پوشیدہ رکھنے کی سخت ہدایات تھیں۔ آخر داراشکوہ تمام احکامات بادشاہ کے نام سے اپنی مرضی کے مطابق نافذ کرنے لگا، پھر بادشاہ سے ملاقات پر بھی پابندی لگا دی بلکہ ایک حد تک بادشاہ کو نظر بند کر دیا گیا تھا، بعد ازاں داراشکوہ میں خود مختاری کی نخت زیادہ آگئی تو وہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بھی خلاف ہو گیا اس سلسلہ میں شاہجہاں نے ہر چیز اس کو سمجھایا لیکن اس کی سمجھ میں خاک نہ آیا، حضرت عروۃ الوثقیٰؓ بھی ان حالات کی وجہ سے بہت آزرہ خاطر تھے اور چاہتے تھے کہ ہندوستان سے کافرانہ رسومات ختم ہو کر اسلامی نظام کو عروج حاصل ہو جائے لے

سچا دہ نشینی کا چوتیسواں سال ^{۳۴} (از یکم ربیع الاول ۱۰۶۷ھ ۱۶۵۶ء)

(حضرت عروۃ الوثقیٰؓ کا فریضہ حج اور زیارت حرمین شریفین)
ممکن ہے کہ بعض حضرات کے دل میں اس موقع پر یہ وسوسہ پیدا ہو کہ ہندوستان کی سلطنت کے بگڑے ہوئے حالات سے متاثر ہو کر حضرت عروۃ الوثقیٰؓ نے سفر حج کا ارادہ کیا، یہ بات قطعاً نہیں اور نہ ہی یہ ان کی شایان شان ہے بلکہ حضرات اولیائے کرام کے پیش نظر تو حق سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول ہونا ہے اور اس کی رضا تمام امور میں مقدم ہوتی ہے، ان کا آرام و سکون حق سبحانہ و تعالیٰ کی یاد اور ذکر میں ہونا ہے ان کو نہ کسی کی دشمنی گزند پہنچا سکتی ہے اور نہ کسی کی دوستی فائدہ دے سکتی ہے۔ ان کو تو صرف حق تعالیٰ کی جانب نگاہ رکھنی ہوتی ہے، جو حکم ملتا ہے اس پر لبیک کہتا ان کا کام ہوتا ہے، وہ اولیاء اللہ بنتے ہی اس وقت ہیں جب اپنی خواہشات

لے روضہ رکن دوم ص ۸۵ تا ۸۸ ملخصاً۔

بلکہ خود کو اس کے حکم اور خوشنودی کے تابع اور وقف کر دیں، لہذا حق سبحانہ و تعالیٰ نے جس سال حضرت عروۃ الوثقیٰ کی قسمت میں فریضہ حج ادا کرنا مقدر فرمایا تھا اسی سال آپ کے دل میں وہاں کے شوق نے غلبہ کیا اور اسباب پیدا ہو گئے جیسا کہ یا قوتہ علیہ السلام نے کہا ہے کہ جب حضرت عروۃ الوثقیٰ حج زیارتِ حرمین شریفین کے عشق نے غلبہ کیا.... تو استطاعت اور زاد راہ کی کمی..... اور دوسرے مہلکات کے خوف کے باوجود آپ نے عزم کر لیا کہ شوق کے پاؤں اس رات کی فضا میں رکھیں..... (بعد ازاں ایک مخدوم زادہ سے فرمایا) میں نے اپنے آپ کو اور تم سب بھائیوں کو اس مقام مقدس میں پہنچا ہوا پایا اور طواف کرتے ہوئے دیکھا اور ان تمام دشواریوں کو جو مشکل نظر آ رہی تھیں (حق تعالیٰ کی جانب سے) آسان کر دیا گیا۔ لہذا آپ نے حج مقدس کا ارادہ مصمم کر لیا اور اس کی تیاری شروع کر دی۔

صاحبِ روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت عروۃ الوثقیٰ نے حج کا عزم یا کجزم کر لیا تو پہلے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ہزار مبارک پر حاضر ہوئے پھر اپنے دونوں بھائیوں، مخدوم زادوں اور تقریباً سات ہزار خلق و مریدوں کے ساتھ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہو گئے، شاہجہاں آباد پہنچے تو بادشاہ اور دارا شکوہ حضرت کو رخصت کرنے کے لئے آئے اور بہت بڑی رقم بطور نذرانہ پیش کی، حضرت نے اس میں سے ٹھوڑی رقم قبول کی۔ پھر جس شہر سے آپ کا گذر ہوتا وہاں کے عوام و خواص اور حکمران طبقہ حسبِ حیثیت آپ کا استقبال کرتے اور بڑی تعظیم و تکریم اور ہر طرح کی خاطر و مدارات سے پیش آتے۔ بعض حضرات آپ کی معیت کی سعادت اور حج کے ذوق و شوق میں آپ کے ہمراہ بھی ہو گئے اور نگ زیب بھی زبردہ کے قریب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت عروۃ الوثقیٰ نے ازراہِ لطف و کرم اپنی خاص ٹوپی اور نگ زیب کو عنایت کی، تلج شاہی اپنے دست مبارک سے اس کے سر پر رکھا اور بہت دعائیں دے کر رخصت کیا۔ نیز اورنگ زیب کی درخواست پر حصولِ برکت کیلئے مخدوم زادگان شیخ محمد اشرف و شیخ سعد الدین کو اس کے پاس چھوڑ دیا۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ نے سورت پہنچ کر بحری سفر کے لئے پلنچ جہاز خود کرایہ پر لئے اور دس جہاز اورنگ زیب کی طرف سے آپ کو عنایت ہوئے جن میں غربا اور فقرا کو سوار کیا گیا اور صاحبِ حیثیت حضرات نے اپنے لئے خود انتظام کیا۔ کہتے ہیں کہ تین ہزار علماء اور مشائخ آپ کے ہمراہ تھے اس طرح پندرہ جہازوں میں تقریباً سات ہزار کا قافلہ بندرگاہ سورت سے حج کے لئے روانہ ہوا۔ جب جہاز بندرگاہ مخہ پر پہنچے تو والی مین نے ارکانِ سلطنت کو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے

استقبال کے لئے بھیجا اور شایان شان ہمانداری کے فرائض انجام دیئے۔ اسی طرح ارض مقدس میں امام یمن، شریف مکہ، روم و شام اور عرب کے امارانے ہر جگہ حضرت کا استقبال کیا اور ہر ممکن خدمت بجالائے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ رحمہ کے جس قدر خلفاء، ان علاقوں میں مقیم تھے اپنے مریدوں سمیت حاضر ہوئے خصوصاً شیخ مراد جن کو حضرت نے خلافت عطا فرما کر ملک شام بھیجا تھا شامیوں کی ایک بڑی جماعت کے ہمراہ حاضر خدمت ہوئے اور حضرت کے زیانہ قیام میں تمام انتظامات بحسن و خوبی انجام دیئے سلطان روم بھی مع ارکان سلطنت اور تحالف و ہدایا زیارت سے مشرف ہوا عرفات، مزدلفہ اور منی وغیرہ میں ہر جگہ حضرت ہی امیر حج سمجھے جاتے تھے، غرض کہ حج کی کثرت اور چیل اس سال اس قدر ہوئی کہ اس سے قبل کبھی نہیں دیکھی گئی تھی۔

سفر نامہ حرمین شریفین

یواقیت الحرمین کا ترجمہ پیش کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقدس سفر حج اور زیارات حرمین شریفین کی تاریخوں کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کر دیا جائے تاکہ ناظرین کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

حج کی روانگی کے متعلق خود حضرت عروۃ الوثقیٰ تحریر فرماتے ہیں: "انتشاء اللہ تعالیٰ ماہ ذی الحجہ میں اس جگہ (سرسند شریف) سے حجاز کے سفر پر روانگی ہوگی" (دفتر دوم مکتوب ۳۹)۔ نیز ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: "میرے مخدوم! ہم امید رکھتے ہیں کہ اس چہینے کے آخری دنوں میں جو کہ ماہ ذی الحجہ ہے ۲۲ یا ۲۹ تاریخ تک کسی روز سرسند سے روانگی ہو جائے اور سورت کی بندرگاہ سے کعبہ مقصود تک پہنچنا حاصل ہو جائے" (دفتر دوم مکتوب ۷۲)۔ اور ۱۰۶۷ھ کا تعین یا قوتہ ۲۷ سے ہوتا ہے۔ "جب ۱۰۶۷ھ میں حضرت (عروۃ الوثقیٰ) پر زیارت حرمین شریفین کے عشق نے غلبہ کیا انہی" یعنی ۲۲ تا ۲۹ ماہ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ کی کسی تاریخ میں حضرت عروۃ الوثقیٰ سرسند شریف سے حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوئے۔ سرسند شریف سے سورت کی بندرگاہ تک پہنچنے اور راستے میں مختلف مقامات پر ٹھہرنے میں کتنا عرصہ لگا پھر کس تاریخ کو وہاں سے جہاز پر سوار ہوئے اور کب بندرگاہ محہ (یمن) پہنچے اس کا تعین مشکل ہے البتہ یواقیت الحرمین کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یا قوتہ ۲۷ تا ۲۸ سرسند سے محہ (یمن) کی بندرگاہ تک پہنچنے کے واقعات پر مشتمل ہیں۔ ————— یا قوتہ ۲۷ میں درج ہے کہ

۱۰۶۷ھ روضۃ القیومیہ رکن روم ص ۸۹ تا ۹۳ ملخصاً۔

”حضرت (عروۃ الوثقی) شب جمعہ ۲۳ شعبان ۱۰۶۸ھ کو فزارعہ سے صبحی کی طرف روانہ ہوئے۔“
پھر یاقوتہ ۸ میں مکہ معظمہ میں داخلہ اور طواف کا ذکر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ
کی آخری تاریخوں میں سرحد شریف سے روانہ ہو کر ہند اور یمن کے مختلف شہروں میں قیام فرماتے ہوئے
آٹھ ماہ میں ماہ شعبان ۱۰۶۸ھ کی آخری تاریخوں میں مکہ معظمہ پہنچے۔

مقدمہ یواقیت اکرمین میں درج ہے کہ اُن حضرت (عروۃ الوثقی) کو ۱۰۶۸ھ میں جو کہ کلمہ
”محمد معصوم زار الشفیع“ (کے عدد) سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل و علا کی عنایت سے طواف بیت اللہ
اور روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری اور اصحاب کرامؓ اور تبرک زیارت گاہوں کی زیارت
میسر ہوئی۔ یعنی ۱۰۶۸ھ میں آپ کو فرضیہ حج ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

یاقوتہ ۹ دعا حج سے متعلق ہیں اور یاقوتہ ۱۱ تا ۲۲ حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد مکہ معظمہ کے
قیام میں اور وہاں کے انوار و برکات کے تذکرہ میں ہیں۔ نیز یاقوتہ ۱۲ میں ۳ محرم الحرام (۱۰۶۹ھ) کا ذکر ہے۔
یاقوتہ ۲۷ تا ۲۸ مدینہ منورہ کے فیوض و برکات کے تذکرہ میں ہیں۔ یاقوتہ ۳۲ میں جمادی الاولیٰ کا
اور یاقوتہ ۳۷ میں جمادی الاخریٰ (۱۰۶۹ھ) کا ذکر ہے۔ نیز یاقوتہ ۲۵ میں ہے کہ حضرت (عروۃ الوثقی) قدس سرہ
۱۸ رجب المرجب (۱۰۶۹ھ) کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لائے اور یاقوتہ ۲۹ تا ۵۲ مدینہ منورہ
مکہ معظمہ تک راستہ کے واقعات و برکات درج ہیں۔

پھر یاقوتہ ۳۳ میں نصف ماہ شعبان (۱۰۶۹ھ) کو بیت اللہ شریف میں داخلہ اور حرم محترم کو
الوداع کہنے کا ذکر ہے اور یاقوتہ ۲۶ میں مکہ معظمہ سے واپسی اور جدہ پہنچنے کا تذکرہ ہے یعنی شعبان کے
آخری عشرہ میں مکہ معظمہ سے واپسی ہو گئی جس کا مطلب یہ ہوا کہ پورے ایک سال مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ
میں حضرت کا قیام رہا۔

یواقیت اکرمین کے قائمہ یاقوتہ ۵۳ میں ۲۷ رمضان المبارک (۱۰۶۹ھ) اور محرم (یمن) کی
بندرگاہ کا تذکرہ ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سرحد شریف سے روانہ ہو کر واپس پہنچنے تک کی مدت
تقریباً دو سال ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب یواقیت اکرمین کا اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

❖

حضرت عروة الوثقی

کا

سفرنامہ حرمین شریفین (اردو ترجمہ)

یواقیتِ الحرمین ^{مسمیٰ بہ} و حسناتِ الحرمین

حق سبحانہ و تعالیٰ کی معرفت کی کوئی حد نہیں، نہ ہی اس کے علم کی کوئی انتہا ہے وہ جس کو جس قدر چاہے عطا فرمائے یہ اس کے فضل و کرم پر موقوف ہے، ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم حضرت عروة الوثقی خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کو سفر حج میں جو عجیب و غریب واقعات پیش آئے اور حقائق و معارف کے جوانعات آپ پر وارد ہوئے ان کو محمد خزانہ حضرت خواجہ محمد عبداللہ قدس سرہ نے اہل عرب کے اصرار پر عربی زبان میں یواقیتِ الحرمین کے نام سے مرتب فرمایا تھا پھر شیخ محمد شاگرد فرزند صاحبِ حضرات القدس حضرت مولانا بدر الدین برہنہ نے حسناتِ الحرمین کے نام سے فارسی زبان میں اس کا ترجمہ کیا اور اس کا نام یاقوتِ احمر تجویز کیا جیسا کہ اس کے مقدمہ اور اختتامیہ میں اس کی صراحت ہے۔ کوشش کے باوجود اصل عربی رسالہ تو دستیاب نہ ہو سکا البتہ "حسناتِ الحرمین" کا (فارسی) نسخہ حضرت مولانا پیر محمد ہاشم خان مجددی سے حاصل ہو گیا، جس کا مکمل اردو ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے (مترجم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنے اولیاء کے دلوں کو عجائبِ امور کے نازل ہونے کی جگہ بنایا اور ان کی زبان پر ایسا کلام جاری کیا جو کہ نادر چیزوں پر مشتمل ہے اور ان کے کلام کو مصائب کے لئے شفا بخشنے والی دوا بنایا اور اس کے حبیب پر درود و سلام ہو جن کی نعمت و ثنا و علم احاطہ نہیں کر سکتا، ان کی تعریف میں یہ حدیث (قدسی) "لو لاک لما خلقت الا فلاک" (اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) کافی ہے۔ اور ان کے آل و اصحاب اور ان کی پیروی کرنے والوں اور تمام اولیائے کرام اور ان کے متوسلین و تبعین پر صلوة و سلام ہو۔

اللہ تعالیٰ کے الطاف کی پناہ حاصل کرنے والوں میں سب سے کم درجہ والا محمد شاکر ابن شیخ بدرالدین احمد سرہندی عرض کرتا ہے کہ جب حضرت قطب الاقطاب، غوث شیخ و شاب، خازن گنجائے ہدایت و معرفت، قاسم معادن رحمت و برکت، واصل بلندترین درجات ولایت، معرفت کی انتہائی سیڑھیوں پر چڑھنے والے، کامل وارث، اکمل متبع، محبت ذاتیہ سے مشرف، خلعت قیومیہ کی سعادت والے، کمالاتِ اصلیہ و ظلیہ کے جامع، محبوبیتِ صرف سے پیدا ہونے والے اسرار کے بشارت یافتہ خدائے قیوم کی طرف سے نورِ کامل، ہمارے سید، ہمارے امام، ہمارے قبلہ حضرت خواجہ محمد معصوم اللہ تعالیٰ اُن کو سلامت رکھے اور اُن کی برکات کو دوام عطا فرمائے اور اُن کے ارشاد کو قیامت تک جاری رکھے، کہ اُن کو سنہ ۱۰۶۸ھ میں جو کہ کلمہ "محمد معصوم زار الشفیع" سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل و علا کی عنایت سے طواف بیت اللہ اور روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری اور اصحابِ کرام اور تبرک زیارت گاہوں کی زیارت میسر ہوئی اور اُن با عظمت مقامات میں اعلیٰ درجہ کی بخششوں اور نہایت گہرے اسرار کے ساتھ مشرف کئے گئے اور بلندترین واردات و الہامات اور عمدہ ترین مقامات و کمالات سے نوازے گئے اور مخصوص انوار و اسرار اور اعلیٰ تخلیقیں مرحمت کی گئیں، اُن عالی حضرت (عروۃ الوثقی) نے دلی شادمانی کے وقت میں "و اما بنعمت ربک فحدثت" [اور البتہ اپنے رب کی نعمت کو بیان کرے] کے حکم کے مطابق قابلِ فخر واردات و عنایات اور واضح مکاشفات میں سے کچھ حصہ محترم مخدوم زادوں پر ظاہر فرمایا جو کہ اس سفر فیض اثر میں آپ کے ہمراہ تھے۔ ان مخدوم زادگان میں سے ہر ایک کمال درجہ کے شرع و تقویٰ سے آراستہ اور سنتِ منورہ کی متابعت اور عزیمتِ پسندیدہ پر عملی کے ساتھ فزین اور واردات و مقامات عالیہ و درجات و کمالاتِ متعالیہ تک پہنچے ہوئے تھے، خصوصاً مخدوم زادہ عالی درجات حضرت خواجہ محمد عبید اللہ سلمہ اللہ بجا جو کہ کم عمری ہی میں (حضرت عروۃ الوثقی) کے خفیہ اسرار و پوشیدہ نکات کے خصوصی محرم لائق تھے اور خلوت و جلوت میں ہمیشہ حاضر خدمت رہتے تھے اور اُن حضرت (عروۃ الوثقی) کو بھی آپ سے خاص محبت اور خصوصی نظر عنایت تھی جیسا کہ ہدایت و کرامت کے آثار اور شرافت و ولایت کے اطوار اس عالی خاندان کے چہرہ ہدایت سے نمایاں ہیں۔ اور جب آپ (خواجہ محمد عبید اللہ) نے اُن حضرت (عروۃ الوثقی) کے اسرار مقامات سننے کے لئے اہل عرب کا کامل ذوق و شوق ملاحظہ کیا اور اُن (اہل عرب) کی جانب سے بار بار درخواست کی گئی (تو آپ نے) ان حضرات کی درخواست کو قبول فرما کر اُن معارف میں سے پوشیدہ رکھنے کے قابل معارف کے علاوہ جو قابلِ اظہار تھے ان کو قلمِ عبرتیں رقم سے عربی زبان میں فصیح و بلیغ عجارت کے ساتھ جمع فرمایا۔

جب (پحضرات واپس) وطن مالوف پہنچے تو بعض اجاب و طالبانِ حقایق و معارف نے خواہش کی کہ اگر یہ پوشیدہ اسرارِ فارسی زبان میں بیان ہو جائیں تو اس کا فائدہ کامل اور فیض عام ہو جائے، اس بنا پر مخدوم زادہ عالی مرتبہ نے اس ناچیز خاکسار (محمد شاہ کر) کو ازراہ مہربانی اس کے ترجمہ کرنے کا حکم دیا اس جلیل القدر کام سے مشرف فرمایا تاکہ ان مقاماتِ عالیہ کو فارسی میں منتقل کرے اور ان کے چہرے سے نقاب اٹھا کر عاشقوں کی آنکھوں میں جلوہ افروز کرے۔

آج جبکہ مسئلہ ہے ان شاہدانِ معانی کو جو کہ عرفان کا کتب خانہ ہیں عربی سراپردہ سے نکال کر فارسی کی ایسی فضا میں لاکر جو کہ رسمی تکلفات سے پاک ہے صاحبانِ اسرار کی خدمت میں پیش کیا تاکہ طالبانِ یقین اپنی عقل و فہم کے حوصلے مطابق اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ (امید ہے کہ) اہل تحقیق اس ناکارہ کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔

آپ جان لیں کہ اس رسالہ شریفہ کے تمام معارف مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ سلمہ اللہ سبحانہ سے منقول ہیں البتہ چند معارف دوسرے مخدوم زادوں سے نقل کئے گئے ہیں جن کی وضاحت ان کے اسمائے گرامی کے ساتھ کر دی گئی ہے۔ اور یہ رسالہ شریفہ نغحات و رشحات کے طریق پر "حسات الحرمین" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، اور چونکہ اس رسالہ کے اسرار کو "یا قوتہ" سے معنون کیا گیا ہے لہذا اس "یا قوت احمد" (یا یواقیت الحرمین) کے نام سے موسوم کیا جائے تو بھی زیبا ہے۔ اور اس رسالہ کو اس اسم کے ساتھ مسمی کرنے کی موزوں وجہ اس رسالہ کے آخر میں تحریر کی گئی ہے، اور یہ رسالہ تین فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

فصل اول: حضرت (عروة الوثقی) کے بعض مکاشفات و ملہمات کے بیان میں جو کہ حرمین شریفین سے تعلق رکھتے ہیں اور جو ان حضرت (عروة الوثقی) کے ان متبرک مقامات پر پہنچنے سے پہلے ظاہر ہوئے، وہ ساتھ یواقیت پر مشتمل ہیں۔

(۱) یا قوت اللہ: حضرت (عروة الوثقی) دامت برکاتہ فرماتے تھے کہ میں ایک روز صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب سے قبل (اپنے) اجاب کے ساتھ حلقہ ذکر میں مشغول تھا کیا دیکھتا ہوں کہ مخلوق اور فرشتوں کی بہت سی جماعتیں میرا احاطہ کئے ہوئے نماز پڑھ رہی ہیں اور مجھے سجدہ کرتی ہیں، میں حیران رہ گیا اور اس کشف (راز) کے ظاہر ہونے میں توجہ مبذول کی تو نہایت غور کے بعد معلوم ہوا کہ کعبہ حسنیٰ نے ملاقات کے لئے آکر مجھ کو احاطہ کر لیا ہے (یعنی کعبہ معظمہ کی مثالی صورت نے آپ پر نزول فرمایا) اسی وجہ سے متمثل ہوا کہ جو جماعت کعبہ کی جانب سجدہ کرتی ہے وہ سجدہ میری طرف واقع ہوتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ (یعینہ) ایسا ہی معاملہ امام بہام ہادیٰ امام حضرت قطب الاقطاب مجدد الف ثانی (قدس سرہ) والد ماجد (حضرت عروۃ الوثقی) سلمہ اللہ سبحانہ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا جیسا کہ مقامات حضرت عالی قدس سرہ (یعنی حضرات القدس) میں تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے جو کہ اس مترجم (محمد شاہ) کے والد ماجد شیخ بدر الدین کی تالیفات میں سے ہے کہ وہ حضرت مجدد (قدس سرہ) کے خاص احباب (خلفاء) میں سے تھے۔ بعد ازاں (یہ سعادت) ان خلف الرشید (حضرت عروۃ الوثقی) کو نصیب ہوئی۔
فنعلم السلف ونعم الخلف (پس کیسا اچھا سلف ہے اور کیسا اچھا خلف ہے)۔

(۲) یا قوتیؑ: جب ۱۰۶۰ھ میں حضرت عروۃ الوثقیؑ پر زیارت حرمین شریفین کے عشق نے غلبہ کیا اور رسول اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوة و سلام کے روضہ منورہ کی زیارت کے عشق نے شدت اختیار کی تو استطاعت کی قلت اور زادِ راہ کی کمی اور دور اندیش دوستوں کے اس سفر کے اختیار کرنے سے مشورہ کے طور پر منع کرنے اور سمندر کی سواری اور دوسرے مہلکات کے خوف کے باوجود آپ نے غم کیا کہ شوق کے پاؤں اس راستہ کی فضا میں رکھ دیں، کبھی مقدماتِ عقلی کی راہ سے ایک گونہ تشویش و گرانی خاطر مبارک میں پیدا ہوتی تھی حتیٰ کہ ایک روز چاشت کے وقت نماز کے بعد محذورم زادہ عالی مرتبہ خواجہ عبداللہ سلمہ اللہ سبحانہ خدمتِ گرامی میں حاضر ہوئے اور حضرت (عروۃ الوثقی) کو نہایت خوشی میں پایا حضرت نے زبان گوہر فشان سے فرمایا کہ میں اس مبارک سفر کی کیفیت کی طرف متوجہ تھا کہ میں نے اپنے آپ کو اور تم سب بھائیوں کو اس مقام شریف (حرم شریف) میں پہنچا ہوا پایا اور طواف کرتے ہوئے دیکھا اور ان تمام دشواریوں کو جو کہ شدید نظر آرہی تھیں آسان کر دیا گیا اور ظاہری و باطنی برکات کو اس سفر میں ودیعت کیا گیا ہے پس جیسا کہ حضرت عروۃ الوثقی سلمہ اللہ سبحانہ نے فرمایا تھا ویسا ہی واقع ہوا جیسا کہ اس کو ہر شریف و وضع دار شخص نے مشاہدہ کیا ہے۔

(۳) یا قوتیؑ: ان دنوں کی توجہات میں حضرت عروۃ الوثقی (قدس سرہ) پر ایسا ظاہر کیا گیا تھا کہ آپ کے اس مقام شریف کی طرف تشریف لیجانے کے بعد ہندوستان کی سرزمین میں ظلمت اور بعض مصائب سر اٹھائیں گے، چنانچہ اس طرح واقع ہوا کہ آپ کے تشریف لیجانے اور سمندر سے گزر جانے کے بعد ہندوستان میں وبا کی مصیبت نہایت شدت کے ساتھ پھوٹ پڑی، خصوصاً شہر سرہند میں ہر روز تین چار سو جازے نکلتے تھے اور شہر مذکور کے لوگوں نے عجیب سختیاں اٹھائیں اور سلطنت کے اختلاف اور اہم امور میں تغیر و تبدل کے سبب سے آپس میں قتل عام پیش آیا اور عظیم فحشار و تما ہوا کہ جس سے بہت سی مخلوق ہلاک ہو گئی۔

(۴) یا قوت ۷۷؛ جہاز کی سواری کے دنوں میں حضرت (عزوة الوثقی) کو وجع المفاصل لاحق ہو گیا تھا، ایک دن مرض کی تخفیف کے دوران حسب عادت طویل مراقبہ فرمایا اور آپ کے چہرہ پر فرحت و مسرت کے آثار نمایاں ہو رہے تھے اس کے بعد کچھ رقت و گریہ و شوق ظاہر ہوا، بزرگ مخدوم زادوں خواجہ محمد نقشبند و خواجہ محمد عبید اللہ سلمہا اللہ سبحانہ نے مراقبہ کی مجلس سے فراغت کے بعد حضرت عزوة الوثقی (قدس سرہ) سے (اس کے متعلق) دریافت کیا، آپ نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا کہ اس مرض میں اللہ جل شانہ کی برکات و عنایات اس قدر کثرت سے اس ضعیف پر ظاہر ہوئی ہیں کہ ان کے بارے میں کیا بیان کرے، میں نے اس مراقبہ میں اس بشارت کا مشاہدہ کیا ہے جو کہ حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) نے اپنی آخری عمر میں میرے حق میں فرمائی تھی اور وہ بشارت ذات بحت تک وصول اور صفات ثمانیہ حقیقیہ اور حقیقت کعبہ حسنیٰ سے ترقی سے وابستہ اور ان صفات کے اصول کے مراتب کو قطع کرنے کے ساتھ مشروط تھی جو کہ شیون ذاتیہ اور مجرد اعتبارات ہیں، جب اس معاملہ میں غور کیا گیا تو نسبت عالیہ نے ظہور فرمایا اور وہ اسرار درمیان میں آئے کہ جن کا اظہار نہیں کر سکتا، اس نسبت کی بلندی کی وجہ اس نسبت کے حاصل ہو جانے کے باوجود ایک گونہ تردد واقع ہوا اور میں نے صریح بشارت حاصل ہونے کے بارے میں عاجزی کے ساتھ درخواست کی ندا آئی "تم کسی وقت بھی ہم سے جدا نہیں ہو" - وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ [اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے]۔

(۵) یا قوت ۷۸؛ اور نیز جہاز کی سواری کے زمانہ میں ایک روز فرمایا کہ حضرت قبلہ اولیاء محمد الف ثانی (قدس سرہ) ان دنوں بہت ظاہر ہو رہے ہیں، آج رات میں دیکھا کہ حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) شریف لائے ہیں اور ہمارے بڑے بھائی عارف سبحانی خواجہ محمد صادق؟ ہمراہ ہیں اور فقیر و خواجہ محمد سعید بھی موجود ہیں۔ حضرت عالی (مجدد الف ثانی) (قدس سرہ) نے تین اونٹنی چادریں ہم تینوں کو عنایت فرمائیں، مخدومی خواجہ محمد صادق نے اس چادر کو جیسی کہ وہ نہ کی ہوئی تھی لیکر اپنے پاس محفوظ رکھ لی اور اوڑھی ہیں اور مخدومی خواجہ محمد سعید نے اس کا کچھ حصہ کھول لیا اور کچھ حصہ ویسے ہی نہ کیا ہوا رہنے دیا اور اپنے کندھے پر ڈال لیا، اور فقیر نے پوری چادر کو کھول کر اوڑھ لیا۔

(۶) یا قوت ۷۹؛ حضرت (عزوة الوثقی) جب محہ (بتدرگاہ بین) سے حرم شریف کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا کہ ان متبرک مقامات کے تمام جنگل کے نشیب و فراز کو انوار نبوی علی مصدرہا الصلوات و التسلیمات والبرکات سے معمور پایا ہوں، ان مقامات کی تمام اشیاء کو ان انوار کریمیہ میں گم دیکھتا ہوں اور اپنے آپ کو بھی ان سمندروں کی گہرائیوں میں مستغرق سمجھتا ہوں۔

(۷) یاقوت ۸۸۸: حضرت (عروۃ الوثقی) دامت برکاتہا، شب جمعہ ۲۳ شعبان (۶۸۵ھ) کو مزار سے ضحیٰ کی طرف روانہ ہوئے اور مخدوم زادہ والا گورہ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ سلمہ اللہ سبحانہ، حضرت عروۃ الوثقیٰ کی شغرف کے ایک جائب سوار تھے، حضرت نے فرمایا کہ کعبہ حسنیٰ کے اتوار ان ایام میں بہت ظاہر ہوتے ہیں اور جہاز پر سونے (کے وقت) سے اس وقت تک ظاہر ہوتے رہتے ہیں آج دوسرے دنوں کی نسبت بہت زیادہ ظاہر ہوتے ہیں اور معلوم ہوا ہے کہ کعبہ معظمہ اپنے مکان شریف سے (مثالی طور پر) منتقل ہو گیا، کچھ دیر کے بعد مشاہدہ ہوا کہ وہ نہایت بشاشت کے ساتھ تبسم کرتے ہوئے دراز قد و سفید رنگ کی عورت کی صورت میں منمثل ہو کر میری طرف آیا کہ جس پر بہت سے اتوار چمک رہے ہیں اور وہ سرخ کپڑوں میں بلوٹا ہے اور وہ اتوار مغرب کی نماز میں بھی بلکہ یہ بات کہتے وقت تک ظاہر ہو رہے ہیں — عارف کامل شیخ ابن عربی نے ایک رسالہ میں ان مکالمات کے بارے میں جو کہ شیخ کو کعبہ حسنیٰ کے ساتھ پیش آئے تھے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی اس مکاشفہ کے مطابق ہے وہ لکھتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ کے ایام قیام میں ایک چاندنی رات میں جبکہ تشریح بھی ہو رہا تھا طواف کے لئے نکلا جب حجر اسود کے قریب پہنچا اور (حالانکہ) میں اس سے پہلے اپنے آپ کو کعبہ پر فصیلت دیتا تھا کہ حقیقت انسانی حقیقت حجری سے فاصل تر ہے، اُس رات میں دیکھا کہ کعبہ حسنیٰ نہایت رعنائی میں ایک خوبصورت دوشیزہ کی شکل کے ساتھ منمثل ہوا کہ ہرگز اس کے منثل دیکھنے میں نہیں آیا ہے، اپنے دامن کو خوب اچھی طرح باندھ کر اور اپنے ہاتھ میں ہتھیار لیکر مجھ پر حملہ آور ہوا اور فرمایا تو میری کتنی بے قدری کرتا ہے خدا کی قسم میں تجھ کو اپنا طواف نہیں کرنے دوں گا اگر میں حطیم کے اندر بیاہ نہ لیتا تو اس کا حملہ مجھ تک پہنچ جاتا۔ شیخ قدس سرہ اس حکایت کے بعد لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس کی طرف رجوع کیا (کہ میں غلطی پر تھا) ان کا کلام ختم ہوا۔

فصل دوم: حرم محترم مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا کے مکشوفات کے بیان میں۔

اس فصل میں انیس^{۱۹} یواقیت ہیں۔

(۸) یاقوت ۸۸۸: حضرت عروۃ الوثقیٰ فرماتے تھے کہ جب ہم مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے اور طوافِ قدوم میں مشغول ہوئے، اس وقت ہم نے دیکھا کہ نہایت حسین و جمیل مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت طواف میں ہمارے ساتھ شریک ہے اور اس جماعت کا طواف نہایت اشتیاق و اتصال کے ساتھ ہے (ان کا طواف) اس دنیا کے لوگوں کی مانند نہیں ہے وہ ہر ساعت میں بیتِ عتیق (خانہ کعبہ) کو بوسہ دیتے ہیں اور ہر لحظہ (کعبہ معظمہ سے) معانقہ کرتے ہیں، میں نے دیکھا کہ اس جماعت کے قدم زمین سے اونچے ہیں

(یعنی زمین پر لکے ہوئے نہیں ہیں) اور ان کے سر آسمان تک پہنچے ہوئے ہیں، اور مشاہدہ ہوا کہ کعبہ حسنیٰ بھی اس جماعت کے ساتھ آسمان تک چلا گیا ہے، اس کے بعد ظاہر ہوا کہ مذکورہ مرد فرشتے ہیں اور مذکورہ عورتیں (جنت کی) حوریں ہیں۔

(۹) یاقوت ۱۸۸: حضرت (عروة الوثقی) سلمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہم عرفات کے قصد سے نکلے اور منیٰ میں قیام کیا تو ہم نماز کے لئے مسجد خیف گئے، اس مسجد میں ایک قبۃ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قبۃ کے نزدیک خیمہ لگا کر قیام فرمایا تھا اور یہ پیغمبروں کا مقام بھی ہے منجملہ ان کے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام ہیں اور نیز اس مسجد میں ایک منارہ ہے جس کے نیچے حضرت آدم (علیہ السلام) کی قبر ہے جیسا کہ روایات میں آیا ہے، ہم مسجد مذکورہ میں بیٹھے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جاہ و جلال کے ساتھ ورود ہوا اور اس عنصر لطیف (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے وجود شریف سے زمین و آسمان متور ہو گئے، چنانچہ تمام اشیاء ان انوار میں مستغرق ہو گئیں۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تشریف آوری گویا لشکرِ خدا (حاجیوں) کے دیکھنے اور ان لوگوں کے درجہ و مرتبہ اور ان کے ذوق و شوق کے معائنہ کے لئے تھی۔

(۱۰) یاقوت ۱۸۸: ان حضرت (عروة الوثقی) نے بتایا کہ ارذی الحج ایام تشریق میں جبکہ آپ منیٰ میں قیام پذیر تھے طوافِ زیارت کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ فرماتے تھے کہ جب ہم طواف سے فارغ ہو گئے تو مشاہدہ ہوا کہ حج کے ثواب و قبولیت کا کاغذ (پروانہ) ہر لگا کر ہمیں عنایت کیا گیا، اگرچہ جہرات (شیاطین پر کنکریاں مارنا) باقی تھے لیکن ارکان حج کی ادائیگی کے بعد گویا حج پورا ہو گیا تھا۔

(۱۱) یاقوت ۱۸۸: حضرت (عروة الوثقی) سلمہ اللہ سبحانہ و دامت برکاتہ، مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران اکثر طواف میں مشغول رہتے تھے اور اس عبادت کو ان دنوں میں دوسری عبادتوں سے زیادہ اہم شمار کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ عجیب امور اور نادر چیزیں مشاہدہ میں آتی ہیں، اکثر دیکھتا ہوں کہ کعبہ حسنیٰ ہمارے ساتھ معانفہ کر رہا ہے اور کامل اشتیاق کے ساتھ تعقیل و استلام (بوسہ) واقع ہو رہا ہے۔ اور انہی دنوں میں ایک دن ایسا مشاہدہ ہوا کہ انوار و برکات میرے وجود سے بکثرت نکل رہے ہیں اور اس قدر زیادہ ہوئے کہ تمام اشیاء کا احاطہ کر لیا اور تمام فضا پر چھا گئے ہیں، ان کے مقابل دوسرے انوار معدوم ہو گئے۔ اس کے بعد اس معاملہ میں غور کرنے پر ظاہر ہوا کہ ہم کو اپنے آپ سے ایک گونہ انخلاء (جدائی) ہو کر کعبہ حسنیٰ کے ساتھ تحقق ہو گیا، اسی لئے یہ تمام انوار مجھ سے ظاہر ہوئے ہیں اور میں نے دیکھا کہ بہت سے روحانیات حاضر ہیں اور کعبہ حسنیٰ کا طواف کر رہے ہیں جس طرح بادشاہوں کے خدام ہر وقت ان کی خدمت میں کھڑے رہتے ہیں۔

(۱۲) یاقوت اللہ: حضرت (عروة الوثقی) سلمہ اللہ سبحانہ، ۳۳ محرم الحرام (۱۰۶۹ھ) کو اہل جنت المعلیٰ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، فرماتے تھے کہ یہ قبرستان بلندی درجہ اور یہاں کے اہل قبور کے انوار کی کثرت کے اعتبار سے تمام قبرستانوں سے ممتاز ہے، جب آپ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر پر پہنچے جو کہ وہاں پر (جنت المعلیٰ میں) ہے تو ٹھہرے اور فرمایا کہ انوار کا سمندر موجزن ہے اور خیر البشر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صحبت کے کمالات (اس سے) روشن و متور ہیں اس کے بعد آپ نے ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے روضہ منورہ پر پہنچ کر دوستوں کے ساتھ طویل مراقبہ کیا اور فرمایا کہ اہل جنت المؤمنین میں جو سب سے بڑی ہیں ان کی جانب سے اس قدر الطاف و عنایات اور مواہب و عطیات ظاہر ہوئے کہ اس وقت تک اس قسم کے الطاف کسی سے ظاہر نہیں ہوئے تھے اور محسوس کیا کہ آپ کو میرے ساتھ جو کامل اہتمام اور کثیر توجہ تھی اس کی وجہ سے آپ پردہ کی قناتوں سے نکل کر سامنے کھڑی ہو گئی ہیں اور انعام و بخشش عنایت فرماتا چاہتی ہیں اور فرمایا ہی ہیں کہ فلاں شخص (عروة الوثقی) کو فلاں عطیہ دیدہ و ثم کذا (پھر اسی طرح فرمایا)۔ مختصر یہ ہے کہ عجیب و غریب امور اور نعمتوں سے نوازا اور حضرت (ام المؤمنین رضی اللہ عنہا) کی نسبت تشریف کمال بلندی اور بجد رفعت و اصالت کے ساتھ محسوس ہو رہی تھی گویا کہ کمالات نبوی علی مصدرہا الصلوات والسلام نے ان کو ڈھانپ رکھا ہے۔ حضرت عروة الوثقی فرماتے تھے کہ جب ہم فاتحہ سے فارغ ہو گئے تو ام المؤمنین (رضی اللہ عنہا) پردہ کی قناتوں میں چلی گئیں گویا وہی رخصت کی فاتحہ تھی اس کے بعد ہم نے ان کے ظاہر ہونے کے لئے توجہ کی مگر ظاہر نہیں ہوئیں۔

اس کے بعد (حضرت عروة الوثقی) اس احاطہ میں تشریف لائے جس میں حضرت فضیل ابن عیاض و سفیان بن عیینہ اور بہت سے مشائخ عظام کے مزارات ہیں اور حضرت فضیل کی شان میں بہت سے تعریفی کلمات فرمائے اور فرمایا کہ امت مرحومہ کے جلیل القدر مشائخ میں سے چند مشائخ خاص طور پر ممتاز ہیں اور علیحدہ شان رکھتے ہیں، حضرت فضیل بھی اسی جماعت میں پائے جاتے ہیں۔

اس کے بعد آپ اس شخص کی قبر تشریف لے گئے جس نے ہندوستان میں طریقہ عالیہ حضرت (عروة الوثقی) سے اخذ کرنے کی سعادت حاصل کی تھی لیکن اپنی کوتاہ اندیشی عقل پر اعتبار کر کے کسی دوسری جماعت سے جا ملا تھا، کچھ دیر توقف کر کے فرمایا کہ فلاں شخص رنجیدہ و غمگین اور سر جھکائے ہوئے عجیب حالت میں ظاہر ہوا کہ کیا بیان کیا جائے۔ ہم نے جس قدر اس کے حال پر توجہ کی لیکن نفع حاصل کرنے کا اثر بہت کم محسوس ہوا۔ حضرت (امت برکاتہ) نے فرمایا کہ غیب کا جاننے والا اللہ سبحانہ ہے پس جس نے

اس کی طرف سعی کی وہ سعادت مند ہوا اور جس نے اس کے پاس التجا کی وہ کامیاب ہوا۔
 (۱۳) یاقوتؒ: حضرت (عروۃ الوثقی) دامت برکاتہا، مشائخ ہند میں سے کسی اور بزرگ کی (قبر) کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے جنہوں نے مکہ معظمہ کو وطن بنا لیا تھا اور حضرت (عروۃ الوثقی) و حضرت حیدر الف ثانی قدس سرہ کے ساتھ واقفیت اور خصوصی تعلق رکھتے تھے ان کی قبر پر دوستوں کے ہمراہ کچھ دیر توجہ اور مراقبہ کیا۔ واپسی کے بعد فرمایا کہ فلاں شخص ایک عجیب حالت میں حاضر ہوا کہ خجالت و شرمندگی کے باعث اس بات کی جرأت نہیں رکھتا تھا کہ سر اوپر اٹھائے اور ہماری جانب نظر کرے، اس کا سبب پوچھا گیا، فرمایا کہ ان کی یہ حالت حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کا مطیع و متبع نہ ہونے کی وجہ سے ہے کہ ان کی اس حقیقت پر مطلع ہونے کے باوجود کہ وہ اپنے وقت کے امام ہیں ان کی اطاعت و اتباع (مجھ سے) واقع نہیں ہوا۔

(۱۴) یاقوتؒ: چونکہ حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کے کلام میں حقیقت کعبہ حستی کی تحقیق میں مختلف عباراتیں واقع ہوئی ہیں۔ حضرت ایشاں (عروۃ الوثقی) دامت برکاتہا، ہمیشہ ان کی تطبیق میں کوشش فرماتے تھے اور ان میں مطابقت کرنا چاہتے تھے اور عالم غیب سے اس معنی کی حقیقت کے ظہور کے لئے التجا کرتے رہتے تھے اور طالبان یقین جو کہ ان حضرت (قدس سرہ) کے دامن ہدایت کے گرد پھرتے تھے وہ بھی ان معارف بلند کے سننے کے منتظر رہتے تھے یہاں تک کہ ایک روز مکہ معظمہ کی اقامت کے ایام میں آپ شاداں و مسرور تھے خلوت میں عالی مرتبہ بزرگ مخدوم زادوں کا ارشاد فرمایا کہ جب ہم نے اس بارے میں کچھ غور کیا تو ہم نے اس نہایت عجیب و غریب حقیقت کو اصل الاصل کے ساتھ ملحق پایا اور تمام حقائق پر فائق دیکھا اور محسوس ہوا کہ تمام اشیاء کی حقیقت حقائق اس کو سجدہ کرتی ہے اور مقام عبودیت سے تعلق رکھنے والے تمام مراتب حتیٰ کہ نبوت و رسالت بھی اس بلند بارگاہ سے نیچے ہیں یہاں تک کہ جس جگہ بھی عبودیت کے امکان و آمیزش کا اثر ہے وہ اس حقیقت سے نیچے ہے اور عبودیت کا مقام اسی حقیقت تک نہیں ہوا ہے اور اس حقیقت کے بعد عبودیت صرف ہے پس لازماً بلکی اور بشری حقائق سے فائق ہوگی کیونکہ وہ حقیقت دراصل ذات بحت تعالیٰ و تقدس پر محض ایک اعتبار ہے کہا جاسکتا ہے کہ پہلا نور جو کہ ذات پر اعتبار کیا جاتا ہے یہی حقیقت ہے بلکہ یہ حقیقت عظمت کے سراپدوں سے ہے جو کہ ذات کے لئے حجاب ہو گیا ہے اس معنی میں نہیں کہ یہ حجابات ذات تعالیٰ پر زائد ہیں بلکہ اس معنی میں کہ عظمت ذاتیہ جو کہ اس تعالیٰ و تقدس کی کبریائی کے لئے لازم ہے اس کا حجاب ہو گئی ہے پس اس کی حقیقت معنی اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ ذات مقدس پر صرف اعتبار ہے ہزار یہ بات ختم ہوئی۔

دوبارہ نظر ڈالنے اور خوب غور و فکر کرنے پر ایک دقیق راز ظاہر ہوا اور وہ یہ ہے کہ بتایا گیا کہ کعبہ حسنیٰ کی حقیقت کے لئے اس قرب و منزلت کے باوجود جو کہ بیان کی گئی ہے ان سراپردوں کے ماورائے ہیں کہ جن سے اس حقیقت کو تعبیر کیا جاتا ہے کوئی ترقی و عبور نہیں ہے کیونکہ ترقی و عروج انسان کا خاصہ ہے اس امر میں اور کوئی مخلوق اس کے ساتھ شریک نہیں ہے پس لازماً کعبہ کیلئے اپنی حقیقت کے ماوراء سے کوئی حصہ نہیں ہوگا، اور محسوس ہوا کہ انسان کے اکمل افراد خصوصاً حبیب و خلیل و کلیم علیہم وعلیٰ آہم الصلوات والتسلیمات کا طبعی مقام اگرچہ حقیقت کعبہ حسنیٰ سے نیچے ہے لیکن ترقی و عروج کے طور پر ان کا گذر و حصہ عظمت کے ان سراپردوں سے ماوراء ثابت ہے پس کعبہ مکرم اگرچہ مقام اصلی کے اعتبار سے افرادِ عالم کے تمام حقائق پر فوقیت رکھتا ہے لیکن ترقی و عروج کے واسطے جو کہ انسان کا خاصہ ہے کامل افراد کو اس حقیقت کے اوپر کے مقامات کے ساتھ تحقق میسر ہے اور خانہ کعبہ اسی وجہ سے پوشیدہ انوار کا منتظر ہے۔ اور کعبہ اور انسانوں میں سے بعض کامل افراد کے درمیان مکان و مکانیت کے اعتبار سے ایک اور فرق بھی واضح ہوا اور معلوم ہوا کہ فرشتے وغیرہ بعض روحانین اگرچہ مکان کے اعتبار سے بشر سے فوقیت رکھتے ہیں لیکن منزلت (مرتبہ) و مکانیت (درجہ) جو کہ مدارِ فضل ہے خاص بشر (انسان) کے لئے جیسا کہ عالم مجاز میں جو کہ حقیقت کے لئے پُل ہے مشاہدہ ہوتا ہے کہ اگرچہ بادشاہوں کے غلام و خادم و وزراء سے زیادہ قرب مکان رکھتے ہیں لیکن جو منزلت (مرتبہ و عزت) کہ وزراء کو حاصل ہے وہ غلاموں کو حاصل نہیں ہے۔

(۱۵) یا قوت ۱۱۸: حضرت ایشاں (عروۃ الوثقیٰ) کو بیت اللہ میں داخل ہونا پہلی مرتبہ عاشوراء کے دن میسر ہوا، فرماتے تھے کہ بیت اللہ کے اندر اس قسم کے عجیب و غریب اسرار و مطالب مشاہدہ میں آئے کہ جن کا اثر خارج میں محسوس نہیں ہوتا تھا جیسا کہ عالم مجاز میں بادشاہوں کے مکانات کے اندر اور باہر میں فرق واضح ہے کہ خلوتِ خاص اور مجلسِ مخصوص اندر تعلق رکھتی ہے خارج میں (باہر) نمونہ کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔

(۱۶) یا قوت ۱۱۹: مخدوم زادہ عالی تبار حضرت خواجہ محمد نقشبند سلمہ اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت (عروۃ الوثقیٰ) نے مکہ معظمہ میں اقامت کے ایام میں اپنے بڑے بھائی قدوۃ المحققین و زیدۃ المدرتین حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ کے مرض کے دفعیہ کے لئے جن کو ان دنوں سخت مرض لاحق ہو گیا تھا توجہ فرمائی اور نضرع والتجا کے ساتھ دعا کے لئے دست مبارک اٹھائے، فرماتے تھے کہ سلمہ المجاز قنطرة الحقیقة (مترجم)

اس وقت مشاہدہ ہوا کہ جس قدر احاطہ امکان میں ہے سب نے خشوع و خضوع اور ہاتھ اٹھانے میں ہماری موافقت کی ہے اور ہر قسم کی مخلوق کے ہزار ہا ہاتھوں نے اس سکیں کی متابعت کی ہے بلکہ اللہ جل شانہ کے اسماء و صفات کے تمام حقائق اور ان کے اصول و ظلال ہماری مراد کے حاصل ہونے میں باہم شریک ہیں۔ یہ بات ذاتِ بحت تعالت و تقدست تک منتہی ہوئی تھی کہ قبولیت کا اثر ظاہر ہوا اور انھوں نے صحت پائی۔

حضرت ایٹاں (عروة الوثقی) دامت برکاتہ فرماتے تھے کہ ایک روز ہم طواف کر رہے تھے کہ کعبہ حُسنیٰ نے ہمارے ساتھ معانقہ کیا اور عجیب شوق کے ساتھ شدت سے بغل گیر ہو گیا۔

(۱۶) یا قوت ۱۸: مخدوم زادہ گرامی قدر خواجہ محمد سیف الدین سلمہ سبحانہ نے نقل کیا کہ حضرت (عروة الوثقی) ایک رات طواف سے فارغ ہونے کے بعد رکنِ یمانی کے بالمقابل اس جگہ چہاں پر کہ سرورِ انبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نماز پڑھی ہے نماز وتر میں مشغول تھے فرماتے تھے کہ محسوس ہوا کہ فرشتوں کی ایک کثیر جماعت رکنِ یمانی کے نزدیک حاضر ہے، اس معنی کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے جس میں آیا ہے کہ ستر ہزار فرشتے رکنِ یمانی کے نزدیک حاضر رہتے ہیں، اور مشاہدہ ہوا کہ وہ جماعت اپنی جگہ سے منتقل ہو کر میرے گردا گرد جمع ہو گئی ہے اور وہ ہاتھوں میں دوات و قلم رکھتے ہیں، میرے معاملہ کی حقیقت کے متعلق کچھ لکھ کر چلے گئے۔

(۱۷) یا قوت ۱۸: حضرت عروة الوثقی فرماتے تھے کہ شبِ پنجشنبہ کی صبح کو ہم بعض کمالات کے حصول کے لئے تضرع و التجا کر رہے تھے کچھ دیر کے بعد ہم تضرع سے رک گئے اور کہا کہ بندہ کا اپنا ارادہ ہی کیا ہے، اس خطرہ کے آنے ہی سینہ میں کشادگی (شرح صدر) اور بسطِ عظیم ظاہر ہوا، صبح کی نماز کے بعد ذکر کے حلقہ میں مشغول تھا میں نے دیکھا کہ اعلیٰ درجہ کا خلعت ہم کو عنایت کیا گیا ہے اس وقت ہم متوجہ ہوئے کہ یہ کون سا خلعت ہے، بتایا گیا کہ یہ خلعت عبودیت ہے الحمد للہ علی ذلک [اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے]۔

(۱۹) یا قوت ۱۸: حضرت ایٹاں (عروة الوثقی) دامت برکاتہ، ایک روز مصلائے مالکی میں ذکر کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور استغراق و توجہ و مراقبہ میں مشغول تھے حلقہ سے فراغت کے بعد فرمایا کہ آج مجلس سکوت میں ارشاد کی خلعت نہایت بلندی شان میں اپنے جسم پر دیکھی اور اپنے آپ کے لئے مرتبہ ارشاد کے ساتھ اس قدر متاسبت پائی کہ اس سے زیادہ متصور نہیں ہے لیکن وقت اور قربِ قیامت کا مفقضا اس کے ظہور کی کما حقہ تاب نہیں رکھتا۔ اور نیز اسی مجلس سکوت میں محسوس ہوا کہ ہم کو دوات و قلم عنایت کی گئی ہے جیسا کہ منصب وزارت کے لئے دیتے ہیں پس لازماً عالم ملک و ملکوت کے ظاہری اور

باطنی احکام کے دفاتر حضرت (عروۃ الوثقی) کو تفویض ہوئے اور آپ تمام عالم کے مرجع و جائے پناہ ہو گئے اور امور کی تجویز و تصحیح آپ کے سپرد ہو گئی۔

(۲۱۳) یا قوت ۱۸۸۸ :- حضرت (عروۃ الوثقی) جب دوسری دفعہ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے فرمایا کہ بیت اللہ شریف کے اندر اس قدر پوشیدہ اسرار ظاہر ہوئے کہ خارج (باہر) میں ہرگز ان کے مثل محسوس نہیں ہوئے اور ہم کو اس جگہ سبز رنگ کا خاص خلعت مرحمت فرمایا گیا۔

(۲۱۴) یا قوت ۱۸۸۸ :- (حضرت عروۃ الوثقی) فرماتے تھے کہ میں بیت اللہ شریف کے گرد اگر دروہانیوں کی موجودگی اور طواف دیکھتا ہوں اور اکثر حضرت مجدد الف ثانی اور (اپنے) بڑے بھائی عالم ربانی عارف سبحانی شیخ محمد صادق (قدس سرہ) کو بھی روہانیوں کے ہمراہ طواف کرتے ہوئے پاتا ہوں اور بعض انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی موجودگی اور طواف بھی مشاہدہ ہوتا ہے لیکن یہ طواف مکلف ہونے کی حیثیت کا طواف نہیں ہے بلکہ شوق کے باعث ہے چنانچہ حدیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰت والتسلیمات میں آیا ہے کہ جب آنسرور انبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معراج کی رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قبہ کے پاس سے گزرے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) قبر (مبارک) میں نماز پڑھ رہے ہیں صلی اللہ علی بنینا وعلیٰ جمیع الانبیاء وعلیٰ آلہم و سائر الصالحین۔

(۲۱۵) یا قوت ۱۸۸۸ :- ماہ صفر (۱۲۶۹ھ) کی سات تاریخ کو ارکان حج سے فراغت کے بعد مکہ معظمہ میں قیام کے دوران حضرت (عروۃ الوثقی قدس سرہ) اپنی قیام گاہ میں جو کہ باب ایرامیم اور باب وداع کے درمیان مسجد حرام سے باہر واقع ہے بیٹھے تھے اور بلند درجات والے صاحبزادگان آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر تھے کہ حضرت (عروۃ الوثقی) نے فنائے اتم کی تحقیق اور اس عالم سے الگ ہو جانے اور شرکِ خفی کی نفی ہو جانے کے بارے میں کلمات عالیہ بیان فرمائے، اسی اشارہ میں حضرت امام ہمام قبلہ اولیا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے یہ افادہ نقل کیا کہ حضرت مجدد الف ثانی نے ایک روز کسی سلسلہ میں عارف کامل شیخ محی الدین عربیؒ سے حکایت نقل کی کہ شیخ قدس سرہ آیت کریمہ "وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا بِنَسْتِهِمْ حَمِيدٌ" کی تاویل میں لکھتے ہیں کہ ہو سکتا ہے بحمدہ کی ضمیر شے کی طرف راجع ہو یعنی کوئی چیز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اپنی تعریف کی تیسیح کرتی ہے یعنی چونکہ وہ شرکِ خفی کی باریکیوں سے پوری طرح سے باہر نہیں آئی ہے اور نفس درمیان میں حائل ہے اس لئے اس کی تیسیح اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مقدس بارگاہ کے لائق نہیں ہے اور اس بارگاہ قدس تک نہیں پہنچتی بلکہ اسی (چیز) کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس معرفت کو پسند فرمایا اور فرمایا

کہ میں اس وقت جب کشفی نظر کو دوڑاتا ہوں تو تمام عالم میں کسی شخص کو ایسا نہیں پاتا جس نے نفی و انتفار کے دائرہ کو پورا کیا ہو اور شرکِ خفی کی باریکیوں سے کامل و مکمل طور پر نکل چکا ہو۔ اور محسوس ہوتا ہے کہ اس وقت (زمانہ) میں جو شخص بھی ذکرِ الہی میں مشغول ہے اور کلمہ توحید کہتا ہے چونکہ یہ کہنے والا شرک کے کوچہ سے نہیں نکلا ہے اس لئے اس کا اثبات (اَلَا اللّٰہُ کہنا) معبودِ حقیقی عزّ شانہ تک نہیں پہنچتا بلکہ کہنے والے کی ذات پر لوٹ آتا ہے اور اس کے حق میں کلمہ طیبہ کا حاصل لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا (یعنی نہیں ہے کوئی معبود مگر ہم) ہو جاتا ہے۔ فرمایا لیکن میں اپنے آپ کو اس حکمِ مستثنیٰ پاتا ہوں۔ اللہ جل شانہ کے کرم و عنایت سے میں دیکھتا ہوں کہ جو اثبات مجھ سے واقع ہوتا ہے حضرت وہاب جل شانہ کی بارگاہِ قدس میں پہنچتا ہے اور اس کے مرتبہ عالی کے لائق ہے۔

اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد حضرت ایٹاں (عروة الوثقی) دامت برکاتہ نے فرمایا، اللہ سبحانہ کی حمد اور احسان ہے کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے نہایت لطف و کرم سے وہ مقام ہم کو بھی مرحمت فرمایا اور مجھے بھی (اس میں) حضرت مجددِ قدس سرہ کا شریک بنایا ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ لطائفِ (عالم) خلق و امر کے وجود و مراتب میں سے کسی مرتبہ میں شرک کی کچھ بھی بُو باقی نہیں رہی ہے۔ یذاکر نفسہ بنفسہ (وہ خود اپنا ذکر کرتا ہے) اس مقام میں متحقق ہو گیا ہے۔

اور چونکہ نفی کا مقام کامل و مکمل طور پر انتہا کو پہنچ گیا ہے اس لئے مرتبہ اثبات سے بہت زیادہ حصہ اور کامل نصیب حاصل ہو گیا ہے اس وقت میں عارفِ مخلصان بفتح لام (رہائی یا فنگان) میں سے ہو جاتا ہے چونکہ اس کی ذات و صفات سب اُس سبحانہ و تعالیٰ کے لئے ہو گئی اس لئے وہ کسی عمل میں نیت کے صحیح کونے کا محتاج نہیں ہے اور نہ (آئندہ) ہوگا، کیونکہ نیت محتمل (مشکوک و غیر متعین) میں ہی متعین نیت کا محتاج نہیں ہے اس وقت کوئی آرتو اپنے اندر نہیں پاتا وہ اور اس کے لطائفِ نیت سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد آن عالی حضرتِ متعالی مرتبت (عروة الوثقی) نے فرمایا کہ اس مدعا کی شاہد یہ ہے کہ میں ایک روز مسجدِ حرام میں بابِ وِیَاع کے قریب کلمہ طیبہ کے ذکر میں مشغول تھا اس کے بعد ذکرِ لسانی کو چھوڑ کر میں مراقبہ میں مشغول ہو گیا محسوس ہوا کہ کعبہ حسنیٰ اپنے مقام سے منتقل ہو گیا ہے اور اپنی صورت و حقیقت کے ساتھ میری طرف متوجہ ہو گیا ہے میں اس وقت ایسا پاتا تھا کہ کعبہ کی حتیٰ کہ اس کی دیواروں اور چھت کا بھی کوئی اثر اس مقام میں نہیں رہا، اور اپنی لطافت و محاسن کے اظہار کے ساتھ آ کر مجھ کو اپنی آغوش میں لے لیا اس وقت میں نے مراقبہ کے ساتھ ذکرِ لسانی کو بھی ملا دیا میں نے دیکھا کہ جس وقت میں کلمہ طیبہ کہتا تھا وہ مجھ کو بوسہ دیتا تھا اور چونکہ کعبہ حسنیٰ مقامِ اصل سے پیدا ہوا ہے پس (بندہ)

کلمہ مبارک کے اثبات تک اس مقام کے ساتھ واصل نہیں ہوتا اور اس بارگاہ میں مقبول نہیں ہوتا، اس کے مشاہدہ سے مجھ کو اس عالی شان مقام کے حضور پر کامل امید حاصل ہوگئی۔

(۲۳) یا قوت ۱۱ :- بزرگ مخدوم زادوں نے نقل کیا کہ آن عالی حضرت (عروة الوثقی) کو نصف ماہ شعبان میں بیت اللہ شریف میں داخل ہونا ایسر ہوا اور حرم محرم سے رخصت ہونے کے دن نزدیک آگے تھے آپ نے فرمایا کہ الطاف عظیم و عنایات جلیل مرحمت ہوئیں اور تیر منکشف ہوا کہ سبز رنگ کی جوہر سے مرصع خلعت عنایت فرمائی گئی ہے معلوم ہوا کہ یہ خلعت محبت کی خلعت ہے اس کے بعد اپنے صاحبزادوں کے حق میں جو کہ اس سفر میں ساتھ تھے رخصت و عنایات حاصل ہونے کے لئے متوجہ ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ان سب کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک خلعت عنایت ہوئی، الحمد للہ علی ذلک۔ فرمایا کہ مقام ابراہیم میں اس کے نزدیک حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کا ظہور عجیب و غریب تھا اور اسی لئے وہ مقام اسرار خلعت سے ہمیشہ پر معلوم ہوتا ہے۔

(۲۴) یا قوت ۱۲ :- حضرت ایشاں (عروة الوثقی) دامت برکاتہم بتاریخ ۱۱ ربیع الاول کو جو کہ آنحضرت علیہ وعلی آلہ الف الف صلوة و سلام کی پیدائش کی رات ہے فرماتے تھے کہ آج ہم ملتزم کے نزدیک کارائشاد میں مشغول ہونے اور اس کے ترک کرنے کے بارے میں التجا و تضرع کر رہے تھے کہ ان دونوں میں سے کونسی بات حق جل شانہ کو پسند ہے پس اس جلیل القدر امر میں مشغول ہونے کیلئے حکم کیا گیا اور کامل رضا اور کامل درجہ کا اہتمام اس میں ظاہر ہوا اور اس کے ترک کرنے میں کسی قسم کی رضامندی مفہوم نہیں ہوئی۔

(۲۵) یا قوت ۱۳ :- حضرت ایشاں (عروة الوثقی) سلمہ اللہ سبحانہ و دامت برکاتہم شنبہ کے دن بتاریخ ۱۸ رجب طیبہ مبارک (مدنیہ منورہ) سے واپسی پر مکہ مکرمہ میں مصلائے بالکی میں حلقہ ذکر میں اجاب مجلس کے ساتھ سکوت کا مراقبہ فرما رہے تھے، فرماتے تھے کہ اس مجلس میں ایک گونہ غیبت نے وارفتہ کر دیا گویا کہ کوئی شخص مجھ کو بارگاہ الہی جل شانہ سے عظیم عنایات اور شاندار عطیات کے وارد ہونے کے بارے میں آگاہ کرتا ہے اور اطلاع بخشتا ہے کہ فاخرہ لباس اور جلیل القدر خلعت کہ جس کے انوار کی چمک کی کثرت کے باعث کسی صورت کے ساتھ مثال نہیں دی جاسکتی بلکہ نور صبر نظر آتا ہے مجھ کو پہنایا گیا اس کے بعد اس بقعہ (جگہ) سے اٹھ کر مسجد سے باہر چلا گیا اور خلعت مذکورہ کو اپنے اوپر یا تھا اس کے بعد پھر غیبت حاصل ہوئی، اس اثنا میں آواز آئی کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ یہی

لباس جو کہ اس کے شایانِ شان نہیں ہے پہنتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے الکبریاء ردائی و العظمتہ ازاری (کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا ازار ہے)۔ جاننا چاہئے کہ اس قسم کے معاملات اسرار میں داخل ہیں اور (چونکہ بیان میں نہیں آسکتے) اس لئے ظاہری الفاظ پھرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

(۲۶) یا قوتہ: حضرت (عروة الوثقی) جب مکہ معظمہ سے واپسی پر جدہ پہنچے تو فرماتے تھے کہ جو انوار و اسرار حرم شریف کے اندر ظاہر ہوئے تھے ان سے زیادہ حرم شریف سے باہر نظر آ رہے تھے کیونکہ سامنے موجود انوار کی شعاعوں کے غلبہ کی وجہ سے نظر ان کو دیکھنے کی تاب نہ رکھتی تھی اور نہ ادراک ان کو پاسکتا تھا لیکن اب واپسی پر انوار فہم و ادراک میں آتے ہیں۔

فصل سوم: حضرت عروة الوثقی کے ان مکاشفات اور الہامات کے بیان میں جو مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوة والسلام میں، اور وہاں سے مراجعت کے دوران مکہ معظمہ پہنچنے تک وارد ہوئے، یہ واقعات چھبیس مواعیت پر مشتمل ہیں۔

(۲۷) یا قوتہ: حضرت عروة الوثقی دامت برکاتہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جاتے وقت راستہ میں تہایت تجسس کے ساتھ متبرک مقامات کا موقع و محل دریافت کرتے تھے (یعنی) خواہ وہ (دیگر) آثاروں یا مساجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت والسلام ہوں۔ جہاں تک ہو سکتا اپنے آپ کو اس جگہ پہنچاتے تھے اور اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات پر پہنچنے میں تہایت کوشش کرتے تھے، الا انشاء ربی شیئاً (مگر یہ کہ جو میرا رب چاہے)۔ اور جب وادی بدر سے صفر تک پہنچے راستہ سے ہٹ کر حضرت عبیدہ ابن الحارث کی زیارت کے لئے متوجہ ہوئے جو کہ شہدائے بدر میں سے ہیں اور بدر میں زخمی ہو کر صفر میں آرام فرما ہیں کچھ دیر ان کی قبر پر دوستوں کے ہمراہ مراقبہ میں مشغول ہوئے اس کے بعد قافلہ میں پہنچ کر فرمایا کہ ہم ان رضی اللہ عنہ کی قبر پر متوجہ ہوتے ہم نے (ان کو) نہیں پایا، کچھ دیر کے بعد تہایت عالی شان مرتبہ کے ساتھ ظاہر ہوئے اور ہماری جانب آ کر بڑی کشادہ رُوئی کے ساتھ یلاقات کی اور کچھ دیر بیٹھ کر جلدی سے واپس ہو گئے گویا کسی کام میں مشغول تھے مہمان کے اکرام کے لئے آگے پھرا سی کام میں متوجہ ہو گئے جب مدینہ منورہ کے نزدیک پہنچے تو اس رات میں شوق کی کثرت اور تجلیات کے ظہور کی شدت کے باعث غالباً بیدار رہے صبح کے وقت رسول اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الف صلوات والسلام کے شہر (مدینہ منورہ) میں آ کر روضہ منورہ و مسجد شریف کے آداب بجالائے، روضہ مطہرہ شریفہ سے تہایت الطاف و عنایات اور دریافتِ احوال و عطیات کا انعام ظاہر ہوا اور تین چار روز کے بعد اہل مدینہ منورہ میں سے بعض لوگوں نے چاہا کہ حضرت (عروة الوثقی قدس سرہ) کے طریقہ میں داخل ہو جائیں اس جلیل القدر امر کے بارے میں رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے حضور میں نہایت ادب کے ساتھ اجازت چاہی اور مواجہ شریفہ میں کھڑے ہو کر مراقبہ کیا۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے) اس جلیل القدر کام میں مشغول رہنے کے بارے میں کامل رضامندی اور اس کا نہایت اہتمام ظاہر ہوا جیسا کہ کعبہ حسنیٰ میں ظہور پذیر ہوا تھا اور مقدس و مطہر (رسول اللہ) علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوات و سلام کی بارگاہ سے نہایت بلند درجہ کا خلعتِ ارشادِ عنایت ہوا اور حضراتِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عنایات کے انوار اور سرورِ انبیاء علیہم الصلوٰت والبرکات کے کمالات سے ان کے منور ہونے کا قرب ظاہر ہوا اور اکثر اوقات مشاہد و آثار خصوصاً مسجد نبوی علیٰ صابجہا الصلوٰتُ التَّجْمِیَّةِ خاص کر مواجہ شریفہ میں (اور) اسطوانہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نزدیک کہ ان مقامات میں پوشیدہ اسرارِ کامل ظہور کے ساتھ موجزن رہتے ہیں انوار کے متواتر ظہور کا بیان فرماتے تھے۔

(ان بیانات سے) حضرت امام اجل مجدد الفِ ثانی قدس سرہ کے کمالات اور حضرت خواجہ محمد معصومؒ کا مرتبہ مذکورہ مقامات میں واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد بقیع شریف کے مزارات کی طرف تشریف لے گئے، امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عنایات و الطاف اور اہل بیت و اہل بیت المؤمنین (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی مہربانیاں بھی ظاہر ہوئیں خاص طور پر صدیقہ حبیبہ (عائشہ) رضی اللہ عنہا کے کمالات حد و شمار سے زیادہ ظاہر ہوتے تھے، فرماتے تھے کہ اگرچہ حضرت صدیقہ کا مدفن بقیع میں ہے لیکن اس لحاظ سے کہ حجرہ شریفہ ان کا گھر ہے اکثر اوقات ان ام المؤمنین کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ میں پاتا ہوں اور مسجد شریف کو ان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انوار سے پُر دیکھتا ہوں۔ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے الطاف اپنے بارے میں اس قدر مشاہدہ کئے ہیں اور ان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے اپنے حال کے متعلق اس قدر اہتمام پایا ہے کہ کیا بیان کروں منجملہ امداد و اعانت کے جو کہ حضرت صدیقہ سے حضرت عروۃ الوثقی سلمہ اللہ سبحانہ کی نسبت ظاہر ہوئیں یہ ہے کہ حضرت عروۃ الوثقی قدس سرہ نے ایک چیز کے بارے میں حضرات شیخین کے توسط سے حضرت خیر النخلان علیہ الصلوٰت والسلام والتجیہ کے حضور میں سفارش چاہی، چونکہ سفارش سے فوری طور پر کچھ اثر ظاہر نہ ہوا اور اس میں بھی کوئی راز ہوگا، (لیکن جب) حضرت عروۃ الوثقی نے حضرت صدیقہ حبیبہ (عائشہ رضی اللہ عنہا) کا توسط اختیار کیا تو انھوں نے التماس کے ساتھ ہی اپنے آپ کو آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الف الف

صلوات و سلام کی بارگاہ میں نہایت عجلت کے ساتھ پہنچا کر آپ کے پہلو میں جلوہ افروز ہو گئیں اور آپس میں محبت و انسیت کی باتوں کے بعد حضرت (عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ) کی التماس کی بارگاہ مقدس نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوات و برکات سے فوراً منظور کر لیا اور جو کچھ وہ چاہتے تھے اس بارگاہِ معالیٰ سے حاصل کرادیا، رضی اللہ تعالیٰ عنہما اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا۔

اور نیز حضرت فاطمہ زہرا علیٰ ایہا وعلیہ السلام کے کمالات ان رضی اللہ عنہما کی شبِ ولادت کو ظاہر ہوئے اور اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عظیم اجتماع اور عالی شان مسرت حجہ شریفہ میں مشاہدہ ہوئی۔

(۲۸) یا قوتی اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عنایات میں سے یہ ہے کہ حضرت (عروۃ الوثقیٰ) کو آپ کے اجاب کی کثیر جماعت کے ساتھ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے) حجہ مطہرہ و مقصورہ منورہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی، جب آپ اس عالی مقام میں داخل ہوئے تو حضرت (عروۃ الوثقیٰ) اور آپ کے اجاب کو بہت زیادہ رفت و بخوردی طاری ہوئی، بہت دیر تک مراقبہ میں کھڑے رہے پھر نہایت انکساری کے ساتھ سر اور چہرہ کو پردہ خاص و حجاب مخصوص کے اندر داخل کر کے اس خاکِ پاک سے نکلا اور اس کو اپنے لئے انتہائی درجہ معراج کا شرف جانا۔

اس کے بعد اس مقامِ عالی سے باہر آ کر کچھ دیر حضرت فاطمہ زہرا (رضی اللہ عنہما) کے روضہ میں جو کہ حجہ شریفہ کے متصل ہے کھڑے ہوئے اور فرماتے تھے کہ جب ہم اس مقام میں پہنچے محسوس ہوا کہ سوتے اور چاندی سے تیار کیا ہوا جواہر اور یاقوتوں سے جڑا ہوا نہایت بلند خلعتِ عالیہ آنحضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوات و سلام کی بارگاہ سے اس کمترین کو مرحمت ہوا۔ فرماتے تھے کہ ہم روضہ منورہ سے جس قدر زیادہ دور ہوتے جاتے تھے اس خلعت کی ضیا و انوار اور زیادہ ہوتے تھے، گویا قرب کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بزرگ انوار کے ساتھ نسبت پوشیدہ و مغلوب ہو جاتی ہے (فانہم) پس سمجھ لیجئے (۲۹) یا قوتی اللہ

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران ایک روز حضرت عالی مرتبت (عروۃ الوثقیٰ) کے اجاب میں سے ایک شخص نے آپ کی خدمتِ عالیہ میں اس وقت کے کسی بزرگ کے احوال و مقامات بیان کئے، آپ کے قلبِ مبارک میں غیرت کی وجہ سے وسوسہ گذرا ہوگا (اس لئے) حضرت عروۃ الوثقیٰ نسبتوں کے تقارب کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کی نسبت شریفہ جلوہ گر ہو گئی اور تمام عالم اس کے انوار سے پُر ہو گیا اور خاص قرب و مخصوص مرتبہ جو کہ حضرت (عروۃ الوثقیٰ) کو بارگاہ مقدس و علیٰ عز شانہ میں ہے اور وہ اس کے ساتھ ممتاز ہیں ظاہر ہوا اور افرادِ عالم کی نسبت اور ان کا اس عارف کامل کے ساتھ افتقار و

اختیاج ظاہر ہوا اور محسوس ہوا کہ حضرت (عروۃ الوثقی) عالم (کائنات) کا مرکز اور امام وقت ہیں اور تمام افراد عالم حضرت (عروۃ الوثقی) کے گرد اگر دصفیں باندھے حضرت سے فیوض کے منتظر ہیں، اس اشارے میں القار ہوا کہ ایسی عالی مقام ہستی کو یہ حق حاصل ہے کہ دوسروں پر غیرت کرے۔

ایک روز حضرت (عروۃ الوثقی) نے عشا کی نماز شافعی جماعت کے ساتھ ادا فرمائی۔ بعد ازاں فرمایا امام اجل محی السنۃ محمد بن ادریس شافعی نے تشریف لاکر نہایت خندہ پیشانی اور مسرت سے ہمارے ساتھ ملاقات کی، گویا اس موافقت کی وجہ سے انبساط کا اظہار فرمایا۔

یا قوت ۱۸۸ (۳۱) اور ایک عنایت عالیہ جس سے حضرت (عروۃ الوثقی) ممتاز ہوئے یہ ہے کہ حضرت سلمہ الشرحانہ، کو اپنے اجاب کی ایک جماعت کے ساتھ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں دو روز اور ایک رات کے اعتکاف کی اجازت ہوئی، جب عشا کی نماز سے فارغ ہوئے اور ہر وضع و تشریف کو مسجد سے باہر کر دیا گیا جیسا کہ اس مقام شریفہ میں معمول ہے اور خلوت خاص حاصل ہوئی، تو حضرت عروۃ الوثقی) مواجہ شریفہ میں آکر بہت ریزنگ مراقبہ میں مشغول رہے، اور اسی طرح تہجد کے وقت بھی آکر مراقبہ میں بیٹھ گئے، فرماتے تھے کہ حضرت خاتمت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کمال بندہ نوازی اور نہایت کرم سے حجرہ خاص و حجاب مخصوص سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم کو آنحضرت معلی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ اسقدر شرف حاصل ہوا کہ اس کے مثل کسی کے ساتھ ظاہر نہیں ہوا تھا۔ اسی طرح تہجد کے وقت محسوس ہوا کہ آنحضرت علیہ وعلی آلہ الف الصلوٰۃ والسلام منصورہ منورہ سے باہر تشریف لے آئے اور نہایت عنایت و شفقت سے اس کترین کے ساتھ معانقہ فرمایا اور اس فقیر کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتیمہ کی حقیقت کے ساتھ الحاق میسر ہوا، واللہ اعلم بالصواب۔

یا قوت ۱۸۸ (۳۱) شروع جمادی الاولیٰ میں جب بقیع شریف کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت عالیہ کمال یلندی و نہایت لطافت کے ساتھ جلوہ گر ہوئی، آنجناب کی جانب سے بکثرت عنایت اور بہت زیادہ الطاف اور کمال اہتمام حضرت (عروۃ الوثقی) کے حال پر ظاہر ہوا۔ اور اسی طرح حضرت عباس کے الطاف محسوس ہوئے۔ جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار مبارک پر پہنچے تو ان سیدہ مطہرہ کی نسبت کی موجوں کا جوش و خروش معلوم ہوا اور ان سے پیشمار لطف و کرم ظاہر ہوا اور ایسا محسوس ہوا کہ سیدہ مطہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہیں گویا فرما رہی ہیں کہ تو ہم میں سے ہے اور ہمارا بہمان ہے۔

(حضرت عروۃ الوثقیٰ) فرماتے تھے کہ اس معاملہ سے پہلے اپنے آپ کو صدیقہ حبیبہ (حضرت عائشہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کثرتِ عنایات کے باعث ان کی طرف زیادہ مائل پاتا تھا جب بقیع شریف سے لوٹ کر مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پہنچا اور حضرت فاطمہ زہرا (رضی اللہ عنہا) کی نسبت میں مستغرق تھا حضرت صدیقہ حبیبہ (رضی اللہ عنہا) کی نسبت عالیہ نے شرفِ ظہور بخشا اور رونما ہوئی سابقہ حالت میں تحقق و استہلاک (فحایت) کے باوجود صدیقہ حبیبہ (رضی اللہ عنہا) کی نسبت میں بھی ایک گونہ استغراق پیدا ہو گیا، اس کے بعد اسی مقام میں ان دونوں محتربات میں سے ہر ایک خود بنفسِ نفیس ظاہر ہوئیں اور دونوں مجھ کو اپنی طرف متوجہ کرتی رہیں - حضرت فاطمہ زہرا (رضی اللہ عنہا) دائیں طرف ظاہر ہوئیں اور حضرت صدیقہ زہرا (رضی اللہ عنہا) بائیں طرف اور مغرب کے وقت سے عشا کی نماز تک (اپنی طرف کشش کا) یہی معاملہ ان میں پیش آتا رہا، اس کے بعد مسجد شریف میں ایسا معلوم ہوا کہ حضرت زہرا (رضی اللہ عنہا) کی نسبت غالب آگئی اور ان (دونوں محترم خاتون) کی نسبت شریف حضرت رسالت پناہ خاتم نبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچ گئی یہی معاملہ وہاں بھی ظاہر ہوا کہ ہر ایک (کی نسبت) مجھ کو اپنی طرف متوجہ کر رہی ہیں۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتجۃ کی بارگاہ شریف میں صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی نسبت نے بھی قوت و علیہ پیدا کر لیا گو یادوں نسبتیں برابر ہو گئیں۔ عشا کے بعد جب حضرت عالی (عروۃ الوثقیٰ) قیام گاہ پر آئے تو بزرگ مخدوم زادوں سے بیان کرتے تھے فرمایا کہ ابھی تک وہی معاملہ درپیش ہے اور اس مسکین ناتواں کے حال پر اس قسم کی دو عالی شان ہستیوں کی عنایات کی کثرت سے میں ایک ایسی فرحت و مسرت میں ہوں کہ ہرگز اس سے زیادہ منظور نہیں ہو سکتی۔

یا قوت ^{۱۳} (۳۲) حضرت (عروۃ الوثقیٰ) طالت حیوۃ و دامت برکاتہ بجمادی الاولیٰ کی تیرہ تاریخ کو نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مواجہہ کریم میں کھڑے ہوئے، فرمایا کہ جب میں صلوٰۃ و سلام پیش کرنے سے فارغ ہوا تو ایک خلعت عنایت ہوا وہ ایسا معلوم ہوا کہ یہ خلعت حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی عنایات سے ہے، اس کے بعد میں نے اسی مجلس و مقام میں دوسرا خلعت اپنے اوپر پایا، ہم نے سمجھا کہ حضرت فاروق اعظم کے الطاف سے ہے اور یہ دونوں خلعت الگ الگ رنگ کے ہیں پہلا سرخ رنگ کا ہے اور دوسرا زرد رنگ کا۔ واپسی کے وقت اس مقام عالی سے تیسرا خلعت سبز رنگ کا مجھ پر نازل فرما کر القا کیا گیا کہ یہ حضرت خیر المخلوقین علیہ السلام الف الف سلام و تحیۃ کی طرف سے مرحمت ہوا ہے۔

یا قوت ^{۱۴} (۳۳) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی عظمت سروری و استغنائے

محبوبی و رحمت عامہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ محسوس ہوتا ہے کہ آنحضرت علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود شریف دورہ عرش سے مرکز فرشتہ تک تمام اہل جہان کا مرکز ہے اور تمام مخلوقات یعنی فرشتے، حوریں، انسان، جنات اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کے تمام لشکر آپ کے محتاج ہیں اور آپ سے فیض لیتے ہیں، فیض دینے والی حقیقی ذات اگرچہ وہاب مطلق جل شانہ ہے لیکن تمام قسم کے فیوضات جس کسی کو بھی پہنچے ہیں آپ ہی کے توسل سے پہنچتے ہیں اور ملک و ملکوت کے اہم کام آپ ہی کے انتظام سے انجام پاتے ہیں اور مشاہدہ ہوتا ہے کہ دن رات تمام مخلوقات پر روضہ مطہرہ علی ساکبہا الصلوٰۃ والسلام والنجیۃ سے متواتر انعامات جاری ہیں جیسا کہ مشکیزوں کے منہ کھول دیئے جاتے ہیں، وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ [ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے] فرماتے تھے کہ اس رحمت عامہ و شفقت مشمولہ کے باوجود محبوبیت کا استغناء و عظمت جو کہ آپ کے مقام خاصہ کے لئے لازم ہے تہایت کامل و مکمل طور پر ثابت ہے اسی لئے عرض کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور اس بارگاہ میں وسیلے کے بغیر کسی امر کا اظہار دشوار ہے۔

یاقوت کا (۳۷) شنبہ کی رات اکیس جمادی الاولیٰ کو حضرت (عروۃ الوثقی) سلمہ اللہ سبحانہ نے نماز عشا سے فارغ ہونے کے بعد خلوت میں عالی مراتب مخدوم زادگان طالت جو ہم کو افادہ فرمایا کہ میں گذشتہ رات سے جو کہ شب جمعہ تھی اسرار ظاہر ہونے کے مقدمات اور انوار کی موجوں کا تلاطم (جوش مارا) پایا ہوں آج ہم پر وہ اسرار ظاہر کئے گئے کہ ہم ان کو اشارہ سے بھی بیان نہیں کر سکتے اور اگر ان میں سے کچھ ظاہر ہو جائے تو زرخہ کاٹ دیا جائے اور گلاذخ کر دیا جائے ہاں اگر ہم ان کے بعض مقدمات کی طرف اشارہ کریں تو مناسب ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض مشلح کامل شیخ و سعادتمند مرید کے درمیان کون و پرورد ثابت کرتے ہیں یعنی جب شیخ کامل چاہے کہ اپنے کمالات کو مرید صادق میں الفا کرے تو وہ اپنے آپ سے غائب ہو کر مرید کی ذات میں ظاہر ہو جاتا ہے اور اس وقت میں مرید پوری طرح مرشد کے رنگ میں رنگ جاتا ہے اور اس کے دقائق و لطائف کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے، فرمایا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اس معاملہ کو حضرت خیر البریہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنے متعلق اثبات فرماتے تھے اب یہ فقیر بھی اس قسم کا عظیم معاملہ بارگاہ عالی سے اپنے متعلق پاتا ہے۔ ان دو معاملات سے یہ معلوم ہوا کہ اس کے بارے میں کہہ سکتے ہیں لا عین رأی ولا اذن سمعت [نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا]۔ فرماتے تھے کہ نعتیہ اشعار و مدحیہ قصائد جو کہ اس رات قدیم دستور کے مطابق پڑھتا تھا سب کو اپنے سے پاتا تھا۔ اسی اثنا میں مخدوم زادہ عالی قدر خواجہ محمد نقشبند سلمہ اللہ سبحانہ نے حضرت عالی مرتبت سے

سوال کیا کہ آیا یہ کون و بروز عین فنا و بقا ہے جو کہ قوم (صوفیہ) میں مشہور ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور امر ہے؟ فرمایا کہ یہ معاملہ فنا و بقا کے علاوہ ہے اور ان خصوصیات کے ساتھ جو کہ وہاں نہیں پائی جاتیں اُس (فنا و بقا) سے ممتاز ہے۔

یا قوت ۱۸۴ (۳۵۴) حضرت (عروۃ الوثقی) دامت برکاتہ فرماتے تھے کہ اکثر اوقات روحانیوں اور آسمان والوں اور ان کے علاوہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کے لشکروں کی حاضری روضہ منورہ مقدسہ کی بارگاہ میں مشاہدہ ہوتی ہے خاص طور پر قبہ مبارک کے اوپر جو کہ مسجد شریف سے خارج ہر لشکروں کا اس قدر اجمل عطا ہر ہوتا ہے کہ اندر کی طرف اس کی مانند دیکھنے میں نہیں آتا، اور ہو سکتا ہے کہ اس حقیقت میں یہ راز ہو کہ اندرونی انوار کے تلاطم کی وجہ سے درک و ادراک (محسوس کرنے) کی طاقت نہیں رہتی بخلاف باہر کے کہ (وہاں) اندرونی انوار کمتر ظاہر ہوتے ہیں۔

یا قوت ۱۸۵ (۳۵۵) فرماتے تھے کہ قبلۃ الاولیاء امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے مجھ کو پوشیدہ اسرار کے ساتھ بشارت دی تھی اور میں اگرچہ ان معاملات کو اپنے اندر ملاحظہ کرتا تھا (لیکن) کبھی کبھی ان اسرار و معاملات کی بلندی کی وجہ سے خلجان ہو جاتا تھا اور وہ تردد میں مبتلا کر دیتا تھا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ حجرہ منورہ مطہرہ کی حاضری میں ان اسرار کے چہرے سے پردہ اٹھا دیا گیا، ظاہر کیا گیا کہ میرے لئے مطلوب تک پہنچنے کے لئے دو طریقے ہیں اول وہ جس کا حصول اصالت کے اعتبار کے سوا نہیں ہے اور وہ اجتناب کا طریقہ ہے اور دوسرا طریقہ کہ جس کا سلوک (طے کرنا) توسط و ضمنیت کے ذریعہ ہے وہ ثابت کا طریقہ ہے۔ جانتا چاہئے کہ پہلا طریقہ وصول (الی اللہ) کے زیادہ قریب ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور دوسرے طریقہ میں حضرت خیر المخلوق صلی اللہ علیہ وسلم کے الطاف و عنایات حد سے زیادہ پائے جاتے ہیں۔

یا قوت ۱۸۶ (۳۵۶) دو شنبہ (پیر) کے روز بتاریخ چھ جمادی الاخریٰ حضرت عروۃ الوثقی اہل بیعت کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، واپسی کے بعد فرماتے تھے کہ میں متبرک قبروں میں سے جس قبر پر بیٹھتا تھا تو جس طرح کہ صاحب قبر کی عنایات اپنے حال پر مشاہدہ کرتا تھا اسی طرح دوسرے اہل قبور کا انتظار کہ جن کی زیارت کا ارادہ رکھتا تھا مشاہدہ کرتا تھا اور میں اپنی ملاقات کے لئے ان کا اجتماع اس طرح پاتا تھا جیسا کہ کسی عزیز اور نہایت پسندیدہ مہمان کی غیر متوقع آمد پر اجتماع ہو جب میں امیر المؤمنین حضرت عثمان علیہ الرضوان کی زیارت سے فارغ ہوا تو ایک نازہ خلعت اپنے اوپر پایا معلوم ہوا کہ یہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کا عطیہ ہے۔ جب حضرت ابراہیم (ابن رسول اللہ) علی ابیہ و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ منورہ پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ ہماری جانب بائیں نکل آئے ہیں اور خود کو میرے ساتھ

منصل کر دیا ہے کبھی میری گود میں آتے تھے اور کبھی کبھی وہ ہماری جانب آکر خود مجھ سے لپٹ کر کمال مہربانی سے معانقہ کرتے تھے اور وہ حضرت (ابن رسول اللہ) تو صرف نظر آتے تھے اس میں کوئی حیرت نہیں ہے کیونکہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوات و سلام نے اس جگر گوشہ (صاحبزادہ) کی شان میں اس طرح فرمایا: "بالفرض اگر وہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔" حضرت عروۃ الوثقیٰ فرماتے تھے کہ جو لذت کیفیت کہ ہم نے اُن حضرت علیٰ ابیہ وعلیہ الصلوات والسلام کی نسبت و عنایات کے ظہور سے پائی ہے اور اس عالی نسبت کا اپنے ساتھ اہتمام (انہماک) محسوس کیا ہے وہ لذت و کیفیت مجھ سے جانے والی نہیں ہے اور اسی طرح جو صحابہ کرام کہ اُن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ منورہ میں مدفون ہیں مثلاً عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) وغیرہ وہ سب تشریف لائے (اور) بہت زیادہ عنایتوں اور بیحد شفقتوں کے ساتھ ہمارا احاطہ کر لیا، اُس کے بعد ہم امام اجل انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کی قبر مبارک پر پہنچے ہم نے دیکھا کہ نہایت سرعت کے ساتھ ہماری جانب باہر آکر نہایت خندہ روئی و شادمانی کے ساتھ اور اہل عرب کی سلاقات کے طریقہ پر سلاقات کی کیونکہ ان (اہل عرب) کا ملنا نہایت کشادہ روئی سے ہوتا ہے اور یہ طریقہ ان کے علاوہ دوسروں میں نہیں ہوتا، اُس کے بعد میں نے ازواجِ مطہرات کی عنایات و الطاف حد سے زیادہ پائے جیسا کہ ماں کی شفقت بیٹے کے حق میں ہوتی ہے خاص کر حضرت صدیقہ حبیبیہ کی شفقت جو کہ کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ میں ہمیشہ ہی پاتا ہوں اسی طرح حضرت زہرا بنتول علیٰ ایہا وعلیہا الصلوات والسلام کے الطاف کثیرہ ظاہر ہوئے اور اہل بیت یعنی مقدس صاحبزادیوں، امیر المؤمنین حضرت عباس، حضرت حسن اور اسی طرح ائمہ کرام (اہل بیت) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شفقتیں شمار سے باہر معلوم ہوئیں۔ جب میں عارف ربّانی خواجہ محمد پارہ ساقس سرہ کی قبر مبارک کے پاس پہنچا تو نہایت بشاشت و خصوصیت کے ساتھ باہر آکر عنایات و الطاف فرمائے اس وقت میں نے ان کی نسبت کو نہایت صفائی و لطافت میں ظلال سے اوپر پایا۔ جب (حضرت عروۃ الوثقیٰ) بقیع شریف سے نکل کر قلعہ کے دروازہ پر پہنچے کچھ دیکھ کر رہ کر امام اسمعیل بن امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے جو کہ قلعہ کے اندر مدفون ہیں وہ کمال بلندی شان اور نہایت لطف و احسان سے حضرت (عروۃ الوثقیٰ) پر ظاہر ہوئے۔ محقق نہ رہے کہ مخزن الاسرار حضرت مخدوم زادہ عالی تبار (خواجہ محمد عبید اللہ قدس سرہ) حقائق آگاہ شیخ آدم کے احوال کو رسالہ اصل میں اس عبارت (عنوان) کے ساتھ لائے ہیں کہ فقیر بھی ان کی پیروی کر کے وہی عبارت (عنوان) بعینہا لاتا ہے "احوال شیخ آدم نقیہ کی بعض تفصیل ہم انشاء اللہ تعالیٰ ایک ورق میں ذکر کریں گے" لیکن اس قدر سنا گیا ہے کہ حضرت ایشاں (عروۃ الوثقیٰ) جس وقت بقیع شریف جاتے تھے

شیخ مشار الیہ (آدم) کی قبر پر پہنچ کر مراقب ہو جاتے تھے **إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا** (مگر جبکہ میرا رب کوئی چیز چاہے)
مختصر یہ کہ اس بارے میں بہت غور فرماتے۔

یا قوت ۳۸ (۳۸) یہ کلمات بیان کرنے کے بعد حضرت عروۃ الوثقی دامت برکاتہ نے فرمایا کہ
بقیع شریف کے مبارک مقامات اور تبرک مزارات میں میری نسبت نے ایک عجیب ظہور اور نادر نورانیت
پیدا کر لی میں نے اس تعالیٰ شانگی بارگاہ مقدس میں اپنے قرب منزلت کو مشاہدہ کیا مجھ کو محسوس ہوا کہ تمام
عالم اس نسبت کے نور سے معمور ہو گیا اور تمام موجودات عالم صفت بستہ ہیں، کبھی میرے چاروں طرف ہیں
اور میں مخلوق کے درمیان ہوں اور ظاہر ہوا کہ طرح طرح کے فیوض و برکات جو کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ
سے مخلوق کے کام کی بابت پہنچتے ہیں، جو کچھ بھی پہنچتا ہے وہ اس درویش کے واسطے سے پہنچتا ہے اور تمام
مخلوقات خواہ اولیا ہوں یا ان کے علاوہ کوئی اور ہوں اس صغیف سے برکات و ترقیات حاصل
ہونے کے منتظر ہیں اور اصالت و محبوبیت کے اسرار میں سے ان عجیب و غریب اسرار کے ظہور کے باوجود
جو کہ اس جلیل القدر خدمت کے علاوہ مجھ کو مرحمت فرمائے گئے ہیں اکثر اوقات اہم امور کی درستی کیلئے
دوات و قلم کو بھی اپنے پاس موجود پایا ہوں جس طرح وزیر اعظم بادشاہ ذی شان کے دربار میں نسبت و
قدرت رکھتا ہے وہ حالت میں اپنے اندر محسوس کرتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ جعفریہ نسبت ظہور و غلبہ
کرتی تھی میں متعجب و شرمندہ ہوتا تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حضور میں دوسری
نسبت کے طور پر گنجائش رکھتا ہے لیکن چونکہ یہ حالت بھی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عنایات کا اثر
اور برکات کا جز ہے ان سب کو ان اکابر کے طفیل سے جانتے ہوئے مطمئن اور خوش ہوں۔

یا قوت ۳۹ (۳۹) ایک دفعہ حضرت (عروۃ الوثقی) نے بقیع شریف کی زیارت سے واپس آ کر
فرمایا کہ ان مزارات تبرک سے بکثرت خلعتوں کے حاصل ہونے سے متعجب ہوں جو کہ حقیقت میں ان بزرگوں
کی نسبتوں کے حاصل ہونے سے کنایہ ہے کہ رنگارنگ کی مختلف خلعتوں سے کہ ہر ایک دوسری سے ممتاز ہے
اپنے جسم پر پایا ہوں اور ان کے اتوار کی چمک سے مسرور ہوں۔ اس کے بعد زبان گوہر فشان سے فرمایا کہ
حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما واقض علینا برکاتہما اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کی برکات سے
ہمیں مستفیض فرمائے) سرور کائنات علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰت و التسلیمات کی بارگاہ میں اس قدر کمال درجہ
فنا و الحاق رکھتے ہیں اور آنحضرت علیہ و علیٰ آلہ الف الصلوٰت و سلام کے حضور شریف میں اپنی آپ کو
اس درجہ تک گم کر لیا ہے کہ عام طور پر ان ہر دو حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حضور اور ان کی عنایات
کا ظہور اور ان سے فیوض کا اخذ کرنا اور ان دونوں عالی درجات سے کسی امر کے لئے التماس کرنا بہت

دشوار ہوتا ہے مگر جس شخص پر ان ہر دو حضرات کا الطاف حد سے زیادہ ہو لیکن اس بارے میں بہت غور کیا اور ان (ہر دو حضرات) کی غایات کے حاصل ہونے کا منتظر رہا، چنانچہ انھوں نے نہایت مہربانی سے اپنی خاص خلعتیں اس فقیر کو مرحمت فرمائیں بخلاف حضرت امیر المؤمنین عثمان (رضی اللہ عنہ) کے کہ وہ چونکہ حضرت رسالتِ خاتمیت سے کچھ دور مدفون ہیں علیحدہ ظہور رکھتے ہیں اس لئے جسوقت بھی ان کی زیارت کے لئے جاتے ہیں معاملات و اسرار پیش آتے ہیں۔

یا قوتِ ۱۱۸ (۱۱۸) پنجشنبہ (جمعرات) کے روز تاریخ ۱۶ جمادی الاخریٰ کو وہ عالی حضرت (عروۃ الوثقیٰ) اہل بقیع کی زیارت اور اس مقام کے اکابر سے رخصت حاصل کرنے کیلئے تشریف لے گئے اور امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر انوار کے قریب بیٹھ گئے اور اس معدنِ جا (حضرت عثمان) سے رخصت ہونے کے بعد دوسرے مزارات پر بیٹھ کر فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان نے کمال الطاف و مہربانی کے ساتھ رخصت کے لئے باہر آ کر مجھ کو بوسہ دیا اور قسم قسم کی خلعتیں پہنائیں اور رخصت کیا اور اسی طرح میں نے ہر مزار پر بکثرت غایات اور بے شمار الطاف مشاہدہ کئے، اس کے بعد دو شنبہ (پیر) کے روز دوسری مرتبہ اہل بقیع سے رخصت ہونے کے لئے گئے فرمایا کہ میں حضرت امیر المؤمنین عثمان (رضی اللہ عنہ) سے رخصت ہو جانے کے بعد پھر حاضر ہو جانے کی وجہ سے بہت شرمندہ تھا کیونکہ ہمارا ان کی خدمتِ گرامی میں دوبارہ حاضر ہونا غالب طور پر عطیہ کے لالچ اور بخشش کے حصول کے لئے ہے، جب میں معدنِ حلم (حضرت عثمان) کے مزار پر انوار کے پاس بیٹھا میرے غمگین دل میں یہ خیال آیا کہ اس ودارع سے پہلے خلعت حاصل ہو چکا ہے اور آج ہم کو صحبتِ حضور کے سوا کچھ نصیب نہیں ہے اٹھنے کے بعد دوسری خلعت انتہائی لطافت میں پہلی خلعتوں سے بہتر مرحمت ہوئی۔ آپ (عروۃ الوثقیٰ) نے فرمایا کہ بقیع کے مزارات میں حضرت امیر المؤمنین (عثمان رضی اللہ عنہ) کا معاملہ سب سے الگ ہے اور ان کا مقام و مرتبہ دوسروں سے ممتاز ہے اگرچہ بعض اہبات المؤمنین عظمت و انوار میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہیں لیکن عطیات و غایات کا اس طرح سے تفویض ہوتا جو کہ ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا ثمرہ ہے ایک جدا امر ہے۔

یا قوتِ ۱۱۹ (۱۱۹) حضرت عروۃ الوثقیٰ (ج) دو مرتبہ سید الشہداء امیر المؤمنین حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے جن کا مزار شریف جبلِ احد کے نزدیک مدینہ منورہ سے تین میل کے قریب ہے اور ان حضرت عروۃ الوثقیٰ (ج) پر ان (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ) کی نسبت شریف اور حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰت و التیمات سے قرب و منزلت ظاہر ہوئی اور اپنے بارے میں غایات و الطاف پائے، فرماتے تھے کہ بعض اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اپنے بارے میں اس قدر الطاف و غایات

اور دریافتِ احوال مشاہدہ ہوتی ہے کہ اس کا کیا بیان کرے، بقیغ مبارک میں امیر المؤمنین حضرت عثمان و صدیقہ (عائشہ) و سیدنا ابراہیم و عبدالرحمن بن عوف و عبداللہ بن مسعود اور جو حضرات کہ سیدنا ابراہیم کے روضہ میں مدفون ہیں اور امام اسمعیل بن امام جعفر صادق و محمد زکی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جانب سے اس قدر الطاف اس حقیر کی نسبت فائض ہوئے ہیں جو کہ دوسروں سے زائد ہیں۔

یا قوت ۸۸ (۲۲۴) حضرت (عروۃ الوثقی) سلمہ اللہ سبحانہ و دامت برکاتہ نے ہر دو مخدوم زادگان عالی درجات یعنی خواجہ محمد نقشبند و حضرت خواجہ محمد عبید اللہ سلمہ اللہ سبحانہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم دونوں کے لئے بارگاہِ سرور کائنات علیہ و علیٰ آلہ الف الف صلوات و سلام سے روز ستار چاندی اور سونے کی بنی ہوئی مرحمت ہوئی اور ان دونوں مخدوم زادوں میں سے ہر ایک نے ختم قرآن پڑھ کر اس بارگاہِ معلیٰ میں ہدیہ و تحفہ پیش کیا تھا اس کے صلہ میں اس عنایت سے ممتاز ہوئے۔

یا قوت ۸۹ (۲۲۳) حضرت (عروۃ الوثقی) سلمہ اللہ سبحانہ ہمیشہ نماز فجر کے بعد آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مواجہ تشریف میں حاضر ہو کر حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی محراب میں اپنے اجاب کے ساتھ معروف طریقہ پر حلقہ ڈکے فرمایا کرتے تھے دو شنبہ (پیر) کے روز نماز اشراق سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ آج مشاہدہ ہوا کہ گویا حضرت رسالت خاتمت علیہ الصلوٰۃ والسلام و النجیۃ روضہ منورہ سماہ تشریف لاکر اس حلقہ کی طرف متوجہ ہیں اور غلاموں اور خادموں کی ایک جمعیت روضہ مبارکہ سے باہر آ رہی ہے اس اشارہ میں چند خاص حضرات جو کہ مرتبہ و کمال میں حضور (عروۃ الوثقی) کے درجہ کے قریب ہیں باہر آئے ہیں فرزند ارجمند محمد عبید اللہ بھی اعلیٰ درجہ کے لباس اور زیور سے آراستہ انہی خاص اور بزرگ حضرات میں ہے اور نزدیک آ رہے ہیں، اللہ سبحانہ الحمد [اللہ سبحانہ کے لئے حمد ہے]۔

یا قوت ۹۰ (۲۲۲) فرماتے تھے کہ مستورات اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے درمیان خدیجۃ الکبریٰ، عائشہ صدیقہ اور زہرا بنتول علیحدہ علیحدہ شان رکھتی ہیں اور رسالت خاتمت علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ و التسلیمات کے قریب منزلت کی وجہ سے) یہ تینوں بزرگ (مستورات) بلندی شان میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ لیکن اس قدر مشاہدہ میں آتا ہے کہ حضرت صدیقہ (عائشہ رضی اللہ عنہا) کو (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے) ایک خاص تعلق ہے، معاملات و واردات میں دوسروں سے زیادہ دخل ظاہر ہوتا ہے اور حضرت خدیجہ و حضرت زہرا کمالِ قرب میں وقار و سیکنہ کے ساتھ ظاہر ہوتی ہیں و لکل وجہۃ و العلم عند اللہ سبحانہ [اور ہر ایک کے لئے ایک قبلہ ہے اور صحیح علم اللہ سبحانہ ہی کو ہے]۔

یا قوت ۹۱ (۲۲۱) مدینہ منورہ میں قیام کے ایام میں حضرت (عروۃ الوثقی) ایک روز صلوات میں

مولانا بدرالدین سلطان پوری کو توجہ دے رہے تھے جو کہ آپ کے اجل خلفا اور بہت بڑے علماء میں سے ہیں کہ خلیل الرحمن (حضرت ابراہیم) علی نبینا وعلیہ الصلوٰت والسلام حضرت (عروۃ الوثقی قدس سرہ) پر ظاہر ہوئے اور ان حضرت (خلیل اللہ) علیہ السلام نے نہایت کرم سے کامل کشارہ روئی و بے تکلفی کے ساتھ مولانا موصوف کے پیچھے سے آکر انھیں بغل میں لے لیا اور رعایت قربائی، اور اس معاملہ سے پہلے حضرت (عروۃ الوثقی) نے مولانا موصوف کو دائرہ ولایت ابراہیمی میں داخل ہونے اور اس ولایت کے کمالات حاصل ہونے کی بشارت دی تھی۔ اور نیز مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت والسلام میں اعتکاف کے ایام میں ایک روز حضرت (عروۃ الوثقی قدس سرہ) مواجہہ شریفہ میں مولانا مذکور کے ساتھ سکوت کی مجلس (مراقبہ) میں تھے اٹھنے کے بعد فرمایا کہ ان کو خلعتِ حلتِ مرحمت ہوئی ہے، الحمد للہ علیٰ ذلک۔

یا قونین ۱۸۸۸ (جلد ۲۶) حضرات مخدوم زادگان عالی درجات نے نقل کیا کہ دو شنبہ (پیر) کے روز بیس جمادی الاخریٰ کو حضرت (عروۃ الوثقی قدس سرہ) نے مدینہ سکینہ سے روانہ ہونے وقت مفخر موجودات و سرور کائنات خواجہ دین و دنیا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رخصت (کی اجازت) کے لئے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے، فرماتے تھے کہ میں ظہر کی نماز میں محراب نبوی علیہ الصلوٰت والسلام کے نزدیک تھا کہ فرقت کے غم اور رخصت کے رنج کی وجہ سے مجھ پر گریہ غالب آگیا، میں اسی غم و الم میں تھا کہ مقصودہ شریفہ و روضہ معطرہ کی جانب سے سطوتِ اتوار و حشمتِ سلطنت نے طلوع کیا اور حضرت رسالت خاتمت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات نہایت تورانیت و کمال عظمت کے ساتھ حجرہ شریفہ سے باہر ہمارے سامنے تشریف لائے اور نہایت مہربانی سے کمال بلندی و نہایت رفعت میں بادشاہوں کے تاج کی مانند خلعتِ تاج کہ جس کی مانند ہرگز دیکھا نہیں گیا اس احقر کو پہنایا گیا محسوس ہوا کہ اس تاج پر شہسپ کا طرہ ہے کہ جس کے اوپر اعلیٰ درجہ کے لعل جڑے ہوئے ہیں اور ایسا محسوس ہوا کہ یہ ایک خاص خلعت ہے جو کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن شریف اُتر رہا ہے دوسری خلعتوں کی مانند نہیں ہے اس کے بعد میں نے اپنے بعض فرزندوں کے لئے جو کہ اس سفر میں (میرے) ہمراہ تھے اور اس وقت میرے ساتھ حاضر تھے اس بلندیارگاہ میں خلعت کے حصول کے لئے التجا و تضرع کیا، کمال بتدہ نوازی سے ان میں سے ہر ایک کے لئے منور خلعتیں مرحمت ہوئیں اس کے بعد میں نے مواجہہ شریفہ میں جا کر یہی معاملہ مشاہدہ کیا۔ فرماتے تھے کہ ان دونوں مقام محرابِ خواجہ و مواجہہ شریفہ میں ایک دوست میرے پہلو میں رخصت حاصل کرنے کے لئے کھڑا تھا میں نے اس کے لئے بھی تضرع کیا کہ اس کو خلعت مرحمت ہو جائے لیکن قبول نہیں کیا گیا، اس بات نے مجھ کو کمال التجا پر آمادہ کیا، بہت تضرع کے بعد ایسا محسوس ہوا کہ خلعت کی قسم کی کوئی چیز

اس کو بھی غایت ہوئی، چنانچہ اُس وقت اس کی دستار (بگڑی) ممتاز نظر آرہی تھی۔ یہ حقیر عنین (جامع کتاب) کہتا ہے کہ اس رکاشف میں گویا اس واقعہ کی تعبیر ظاہر ہوئی جو کہ حضرت عروۃ الوثقی سلمہ اللہ سبحانہ نے اس سے پہلے شاہجاں آباد (دہلی) کے راستہ میں دیکھا تھا اور وہ اس طرح ہے کہ انھوں نے فرمایا آج رات میں دیکھتا ہوں کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نماز کی امامت کر رہے ہیں اور بہت سی مخلوق نے حضرت موصوف (قدس سرہ) کے پیچھے صف باندھ کر اقتدا کی ہے فقیر (عروۃ الوثقی) اور ہمارے دونوں بڑے بھائی خواجہ محمد صادق و خواجہ محمد سعید قدس سرہما پہلی صف میں ہیں اور پھر حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) عین نماز میں فرماتے ہیں کہ ”محمد معصوم سے ہم کو یہ پہنچا اور یہ پہنچا“ متعدد امور کا اظہار فرماتے ہیں اور اسی طرح دونوں بڑے بھائی اسی کلمہ کو کہتے ہیں کہ ”محمد معصوم سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو فلاں فلاں چیز پہنچی“ اس اثنا میں گویا حضرت وہاب عز شانہ وعم انعامہ کی جانب سے حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کو خطاب پہنچا ہے کہ اس (محمد معصوم قدس سرہ) کی آرائش کریں گویا حضرت مجدد عرض کرنے ہیں کہ اس کی کس طرح آرائش کروں؟ حکم پہنچا ہے کہ اس کے سر پر تاج رکھیں اور اس میں لعل چڑیئے جائیں تاکہ روشنی سر سے پاؤں تک پہنچے اور تمام نور ہو جائے انتہی۔

یا قوت اللہ! (۲۷۱) حضرت عروۃ الوثقی قدس سرہ فرماتے تھے کہ خلعت عطا کرنے سے مراد نسبت خاصہ و معاملہ مخصوصہ کا تفویض ہوتا ہے جو کہ عطا کرنے والے کی جانب سے عطا کردہ شخص کے حق میں کامل خصوصیت و کمال غایت پر اول درجہ کی دلیل اور تہایت سچا گواہ ہے کہ نظر کشفی میں یہ عطیہ خلعت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے بخلاف دوسری تمام غایات کے جو کہ اس خصوصیت کے ساتھ نہ ہوں کہ وہ متمثل نہیں ہوتیں اور اسی لئے ہم نے ہر چند مواجہہ شریفہ میں بعض مخصوص دوستوں کو خلعت حاصل ہونے کیلئے التجا کی اس کا اثر ظاہر نہ ہوا اگرچہ اس جماعت پر التفات و غایت محسوس ہوتی تھی سوائے بعض فقیر زادوں کے کہ ان کو محض کرم اور صرف فضل سے خلعتیں غایت ہوئیں، پس سمجھ لیجئے۔

یا قوت اللہ! (۲۷۲) حضرت عروۃ الوثقی سلمہ اللہ سبحانہ و دامت برکاتہ جبکہ حرمین شریفین میں تشریف فرما تھے تو ان عالی مقامات متبرکہ کی محبت ہو گئی اور دیار ہند کے بارے میں توقف و تردد ہوا لہذا جب مدینہ منورہ سے قافلہ کے نکلنے کا وقت قریب آیا تو حضرت (عروۃ الوثقی) نے روضہ منورہ کے مواجہہ شریفہ میں التجا و تضرع کی تاکہ سرور کائنات علیہ الصلوٰات والسلام کی مقدس بارگاہ میں مرضی معلوم کریں کہ اس منورہ بارگاہ میں اقامت مقبول ہے یا وطن کو واپس ہونا پسندیدہ ہے (تو) وطن کی واپسی میں کمال رضامندی محسوس ہوئی اور واضح و صاف اشارہ رخصت کیلئے ظاہر ہوا۔ اسی اثنا میں حضرت (عروۃ الوثقی) کے قلب مبارک میں

دیباہتہ کے ایک شخص کا جو کہ شریعت منورہ اور اہل شریعت خصوصاً اس سلسلہ عالیہ کے منتسبین اور خاص طور پر حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کے خاندان کے ساتھ دشمنی رکھتا تھا اور ہمیشہ اس جہت کو ضرر پہنچانے کے درپے رہتا تھا خیال آیا، اس بارے میں بارگاہ عالیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں التجا کی (حضرت عروۃ الوثقیٰ نے) فرمایا کہ محسوس ہوا کہ حضرت رسالت خاتمت علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات ظاہر ہوئے اور آنحضرت علیہ السلام کے دست مبارک میں برستہ تلوار تھی اس کے قتل کا اشارہ فرماتے ہیں پس جیسا کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اشارہ فرمایا تھا ویسا ہی واقع ہوا۔ اس سے چند سال پہلے حضرت (عروۃ الوثقیٰ) سلمہ اللہ تعالیٰ کو حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کے روضہ میں اس شخص کی رسوائی کی بشارت دی گئی تھی پس جیسا کہ دیکھا ویسا ہی ہوا، پس سمجھ لیجئے کہ یہ ان کا اعجازِ کرامت ہے۔

یا قوت اللہ (۴۹) جب مدینہ سکینہ سے نکل کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں حضرت (عروۃ الوثقیٰ) (قدس سرہ) کو وجع المفاصل (جوڑوں کے درد) کا مرض لاحق ہو گیا، ایک روز مرض کی شدت میں فرمایا حضرات عالیات زہرا بتول و صدیقہ حبیبہ و ابراہیم صاحبزادہ نبی کریم علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات تشریف لائے، گویا عیادت کے لئے آئے ہیں حضرت فاطمہؑ دائیں طرف ظاہر ہوئیں اور حضرت صدیقہ (عائشہؑ) بائیں طرف اور حضرت ابراہیمؑ سامنے ظاہر ہوئے اور ان سب بزرگوں نے بہت زیادہ الطاف و عنایات فرمائیں خصوصاً حضرت صدیقہؑ سے انعامات و عطیات بیشمار ظاہر ہوتے ہیں، اکثر اوقات حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لاتی ہیں۔

یا قوت اللہ (۵۰) جب وادی صفا میں پہنچے تو عصر کی نماز کے بعد حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) کے مزار پر جا کر مراقب ہوئے ان کی نسبت شریفہ کمال لطافت کے ساتھ ظاہر ہوئی، فرماتے تھے کہ اس وقت میں نے حضرت (ابوذرؓ) کی جانب سے اپنے لئے کوئی ہدیہ نہیں پایا معلوم ہوا کہ یہی (نسبت شریفہ) آنجناب کا تحفہ ہے۔

یا قوت اللہ (۵۱) حضرت (عروۃ الوثقیٰ) سلمہ اللہ سبحانہ جب تازی خلیص میں پہنچے جو کہ مکہ معظمہ سے تین منزل پر ہے، فرمایا مشاہدہ ہوتا ہے کہ یہ تمام مقامات مبارکہ کعبہ حسنیٰ کے انوارِ سرور میں اور فرشتوں اور روحانیوں کا ہجوم اس صحرا میں محسوس ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ کعبہ مکرمہ کی توجہ و التفات اس ضعیف کی جانب معلوم ہوتا ہے۔

یا قوت اللہ (۵۲) جب حضرت (عروۃ الوثقیٰ) سلمہ اللہ سبحانہ و دامت برکاتہ، حرم شریف کے نزدیک پہنچے معلوم ہوا کہ انوارِ عظیمہ نے مکہ معظمہ کے اطراف و جوانب کو احاطہ کیا ہوا ہے اور طواف میں

حضرت کعبہ سے غایاتِ جلیلہ پائی ہیں۔ فرماتے تھے کہ جب ہم نے مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو گانہ طواف ادا کیا تو حضرت خلیل الرحمن (حضرت ابراہیم) علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہر ہوئے اور اس مقامِ اعلیٰ میں حضرت (ابراہیم علیہ السلام) کے لئے حضورِ خاص و اتفاقِ عجیب معلوم ہوا اور خلت کے اسرار ظاہر ہوئے کہ ہم نے تمام مقام کو ان اسرارِ خلت کے ساتھ معمور پایا۔

جاننا چاہئے کہ جو معاملات حضرت (عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ) پر مکہ مکرمہ میں مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد ظاہر ہوئے تھے تفصیل کے ساتھ پہلی فصل میں بیان ہو چکے ہیں۔

خاتمہ: بطورِ ضمیمہ ان انعامات کا بیان جو حضرت عروۃ الوثقیٰ پر ظاہر ہوئے

وہ چار یواقیت پر مشتمل ہیں۔

(۵۳) یا قوت اللہ: محہ کی بندرگاہ پر باہِ رمضان (۶۹ھ) کی ستائیسویں شب کو مخدوم زادہ عالی مرتبہ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ نماز تراویح میں امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے کہ حضرت (عروۃ الوثقیٰ) پر بکثرت برکات اور بے شمار غایات کا ظہور ہوا۔ آپ نے مخدوم زادہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس وقت میں نے تم سب بھائیوں پر متوجہ ہو کر (حق تعالیٰ کے حضور میں) التجا کی۔ میں نے دیکھا کہ تم پر بھی ان برکات کی بارش کی گئی۔ اس کے بعد میں دوسرے دوستوں پر متوجہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ ساتھیوں پر بھی بوندیں پڑیں جیسا کہ کسی ایک پر بارش کرتے ہیں اور چھینٹے دوسروں پر (بھی) پڑ جاتے ہیں۔ وللارض من کاس الکرام نصیب (اور بزرگوں کے پیالہ سے زمین کے لئے بھی حصہ ہے)۔

(۵۴) یا قوت اللہ: اللہ تعالیٰ جل شانہ کی غایت سے جب سمندر سے گزر کر سورت کی بندرگاہ میں داخل ہوئے اور بکثرت لوگوں اور بے شمار طالبین مردوں اور عورتوں نے طریقہ حاصل کرنے کے لئے اصرار کیا اور حلقہ ذکر میں عجیب اجتماع ہوتا تھا گویا وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا اور تو نے دیکھا کہ لوگ اللہ کے دین میں گروہ درگروہ داخل ہوتے ہیں) کا مصداق ظاہر ہوا۔ ایک روز خلوت میں حضرات مخدوم زادگان سے فرمایا کہ آج رات صبح کے وقت اس حالت میں غور کر رہا تھا اور ارشاد کے کام میں مشغول ہونے کے بارے میں حیران تھا کہ آیا خدا نے تعالیٰ جل شانہ کے بندوں میں اس قدر تصرف کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے یا نہیں، اس کے بعد میں نے اس کام کے ترک کرنے کا عزم کیا، الگ تھلگ رہنے کا طریقہ اختیار کرنا چاہا اور چاہا کہ تم کو بھی ارشاد کے ترک کرنے کی وصیت کروں جب کچھ دیر اسی حالت اور اسی ارادہ پر گزری تو اللہ تعالیٰ عز و جلال نے وعم النعمانہ کی طرف سے طرح طرح کی غایات اور قسم قسم کے الطاف ظاہر ہوئے اور خاص تجلی و مخصوص ظہور واقع ہوا کہ اس قسم کی تجلی بہت کم

ظاہر ہوئی ہوگی۔ الہام کیا گیا کہ ارشاد کا معاملہ جو تجھ سے صادر ہوتا ہے یہ سب ہماری جانب سے ہے اور ہم ہی کرتے ہیں اور تیرا کچھ اثر (نشان) باقی نہیں رہا ہے مگر اتنے تھے کہ اس وقت ایسا مشاہدہ ہوتا تھا کہ جو کچھ مجھ سے ہوتا ہے وہ اسی سبحانہ و تعالیٰ کی طرف منسوب ہے حتیٰ کہ کلاہ و شجرہ دینا جو کہ کبھی کبھی بعض طالبان کے لئے واقع ہوتا ہے اس کو بھی اسی سبحانہ کی طرف منسوب پایا۔ مخروم زاوہ عالی قدر و عالی مرتبہ صاحب اسرار اصل (کتاب) میں اس مکاشفہ کے پورا کرنے کے بعد یہ عبارت لاتے ہیں کہ کاتب عصمہ اللہ من الخطا والزلزل (اللہ تعالیٰ اس کو خطا و لغزش سے محفوظ رکھے) کہتا ہے کہ یہ صحیح و صریح الہام عام لوگوں کے لئے اور ہر اس شخص کے لئے بشارتِ کامل ہے جو گناہوں سے باز رہا اور ان (عروۃ الوثقی) کے ہاتھ پر توبہ کی اور اس سے ان (عروۃ الوثقی) کا اور ان کے طالبین کا مرتبہ اور ان کے مریدین کی منزلت معلوم ہوتی ہے، پس بیشک یہ کسی واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے، الحمد للہ رب العالمین ط

(۳۵) باقونہ ہم حرمین شریفین کے انعامات کو دو عنایتوں کے ذکر کے ساتھ ختم کرتے ہیں جن کو ہمارے امام و قبلہ سید و شیخ (عروۃ الوثقی) سلمہ اللہ سبحانہ و دامت برکاتہ نے آنحضرت اعلیٰ مرتبت نبی کریم علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰت و التسلیمات کی بارگاہ مقدس سے استفادہ کیا ہے، ایک عنایت ان کے حق میں ہے اور دوسری عنایت ان کے شیخ امام العالم مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں ہے: اول یہ کہ حضرت (عروۃ الوثقی) اپنے ان اجاب و غیر اجاب کے درمیان مجلس میں بیٹھے تھے آپ نے دیکھا کہ حضرت سید الاولین و الآخین علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰت و التسلیمات نے ہایت شان و شوکت اور کامل نورانیت میں آسمان سے نزول فرمایا یہاں تک کہ بجلی نور کی فراوانی سے ان کی ہستی (جسم) متشخص نہیں ہوتی بلکہ نور محض (کی شکل میں) متمثل ہیں، رحمت سروری سے حضرت (عروۃ الوثقی) کو پوسہ دیکر پھر آسمان پر عروج فرما گئے۔ دوم یہ کہ ایک روز حضرت موصوف (عروۃ الوثقی) نے سر سہد میں قیام کے دوران واقعہ میں دیکھا کہ حضرت محبوب رب العالمین علیہ و علیٰ آلہ الف صلوٰت و سلام امام ربانی مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کے گھر میں تشریف فرما ہیں اور عظیم انوار آنحضرت علیہ الصلوٰت و التسلیمات پر جلوہ فگن ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) اس گھر کے صحن کے ایک کونے میں کھڑے ہوئے ہیں اور اپنی نسبت میں ایک گونہ مستغرق ہیں، حضرت ختم المرسلین علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰت و التسلیمات کمال بندہ نوازی سے ان کی تعریف میں بہت سے کلمات ارشاد فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں

سبحان اللہ، ان لوگوں میں یا اس ملک میں حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے ایسے بندہ کو پیدا کیا ہے کہ جس کے پاس اس سبحانہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے آتے ہیں اور وہ ان کی طرف التفات نہیں کرتا۔ (۵۶) یا قوت اللہ!۔ اس رسالہ شریفہ کی تکمیل کے بعد جب میں نے اس کو حضرت (عزوة الوثقی) سلمہ اللہ سبحانہ کی خدمت میں پیش کیا اور انھوں نے تمام کو سماعت فرمایا تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے روضہ منورہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے (وہاں سے واپس آکر) محذوم زادہ مخزن الاسرار حضرت محمد عبید اللہ (قدس سرہ) سے فرمایا کہ میں پیر دستگیر کے حضور میں جا کر متوجہ ہوا کہ ان تمام چیزوں کے بارے میں جو کہ لکھی گئی ہیں پسندیدگی کا اظہار ہے یا نہیں۔ حضرت (مجدد الف ثانی) قدس سرہ نے اس قدر زیارہ الطاف و غیاث فرمائیں کہ اب تک اس قسم کی الطاف و غیاث بہت کم ظاہر ہوئی ہوں گی، ہم دیکھتے تھے گویا کہ کمال غیاث کی وجہ سے ہمارے گرد اگر دکھوم رہے ہیں اور مسرت و شادمانی کا اظہار فرما رہے ہیں، اُس روز صبح کی نماز کے بعد جب میں حلقہ ذکر و مراقبہ میں بیٹھا تو دیکھا کہ دو شخص دو جوان (طشت) ہاتھ میں لئے ہوئے مسجد کے دو توں دروازوں سے ہمارے سامنے آئے اُن میں سے ایک کی حقیقت اچھی طرح واضح ہوئی کہ اس نے کیا لا کر ہمارے سامنے رکھا میں نے دیکھا کہ اس میں آبدار جواہر و یاقوت کی مانند چمکدار چیزیں رکھی ہیں اس اثنا میں اس شخص نے جواہرات سے مرصع ایک تاج ہمارے سر پر رکھا انتہی۔

راقم الحروف کہتا ہے اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ اس رسالہ کو یا قوت احمد (کے نام) سے موسوم کرنا اس معرفت کے موافق واقع ہوا، اور اس کا نام رکھنے کے لئے نہایت موزوں وجہ ظاہر ہوئی۔
سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين
تَمَّتْ

حق سبحانہ و تعالیٰ عزوجل کا بے حد و بے انتہا شکر ہے

کہ عاجز کے ہاتھوں اس متبرک رسالہ کا ترجمہ مکمل ہوا

گر قبول افتدز ہے عز و شرف

سجادہ نشینی کا پینتسواں سال ^{۳۵} از یکم ربیع الاول (۱۰۶۸ھ ۱۶۵۷ء)

(حضرت عروۃ الوثقیٰ کی حرمین شریفین کی زیارت اور فرضیہ حج کی سعادت میں مشغولیت)

اور ہندوستان میں اسلامی انقلاب

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ او احرزی الحجہ ۱۰۶۷ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے، ۱۰۶۸ھ میں حج کی سعادت حاصل ہوئی، پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے، وہاں سے مکہ مکرمہ ہوتے ہوئے ۱۰۶۹ھ کے اواخر میں وطن مالوف تشریف لے آئے، یہ مبارک سفر پورے دو سال میں بحسن و خوبی انجام پذیر ہوا۔ حج کے واقعات و کیفیات، واردات و مکشوفات اور انوار و فیوضات آپ یواقیت اکھبرین میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب حضرت عروۃ الوثقیٰ کے حجاز مقدس تشریف لیجا کے بعد واپسی تک ہندوستان میں جو حالات پیدا ہوئے ان کا مختصر تذکرہ صاحب روضۃ القیومیہ کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں :-

جب داراشکوہ کو ہندوستان پر پوری طرح تسلط حاصل ہو گیا تو اس نے شاہجہاں کے پاس امور سلطنت اور رعایا کی خبریں پہنچنی بند کر دیں اور تہ ہی بادشاہ کی خیر و عافیت کی اطلاع رعایا کو دیتا حتی کہ شاہزادوں کے خطوط بھی بادشاہ تک پہنچنے کی ممانعت دی۔ بلکہ بادشاہ کی طرف منسوب کر کے اپنی حسب مشاخطوط کے جوابات دینے اور جملہ حکامات جاری کرنے لگا۔ اور نگ زیب کو جب ان حللات کا علم ہوا تو اس کو بہت غصہ آیا اور اس نے جنگی کارروائی کرنے سے پہلے برہان پور میں کافی وقت گزارا کہ شاید شاہجہاں تندرست ہو کر سلطنت خود سنبھال لے۔ برہان پور کے دوران قیام میں اس نے وہاں کے علماء و مشائخ سے ملاقاتیں کیں اور ان کی ہمدردیاں حاصل کیں۔ نقشبندی صاحبزادگان پیر پور اس کے ساتھ تھے۔ خود حضرت عروۃ الوثقیٰ حرمین شریفین تشریف لیجانے سے قبل اور نگ زیب سے ملاقات کر چکے

عہ صاحب منتخب الباب لکھتے ہیں کہ "۷ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ کو شاہجہاں بیمار ہوا اور مرض بگڑ کر جس بول ہو گیا۔ داراشکوہ مملکت کا ولیعہد بنا بیٹھا تھا۔ اس پر صوفی مشرب بلخروں کی صحبت کا بڑا اثر تھا۔ اس کی مجلس میں برہمن اور گوسائیں بھی رہتے تھے اور اس کی خام خیالیوں کی تائید و موافقت کرتے رہتے تھے۔ جب شاہجہاں کی بیماری شدید ہو گئی تو داراشکوہ نے سلطنت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی اور صوبوں کے جو نامندے دربار میں تھے ان سے اس بات کے چھلکے لے لئے کہ وہ دربار کی کوئی بات لکھ کر نہیں بھیجیں گے، بنگالہ، احمدآباد اور دکن کے راستوں کی تاکہ بندی کرادی، ان پابندیوں کے باوجود تشویش انگیز خبریں پھیلتی رہیں اور شریعت عناصر قانون شکنی پر اتر آئے اور ملک میں فتنہ و فساد پھیل گیا۔ (حصہ سوم ص ۲۳)

عہ حاشیہ آئندہ سفر پر ملاحظہ فرمائیں۔

ان سب باتوں کے علاوہ جب اورنگ زیب کو شاہجہاں بادشاہ کی صحت و عافیت کی کوئی خبر نہ مل سکی اور حالات کو زیادہ بگڑتا ہوا محسوس کیا تو وہ مجبوراً جنگی کارروائی کے لئے تیار ہوا اور اس نے مراد بخش کو اپنے ساتھ ملا کر چالیس ہزار سوار اپنے ہمراہ لیکر ہند کا رخ کیا۔ یہ دونوں دریائے نریدا کے پار آگئے۔ جب ان کی آمد کی خبر داراشکوہ کو ہوئی تو بادشاہ کی طرف سے ان کو حکم امتناعی صادر کر دیا لیکن اورنگ زیب نے کہا ابھی کہ تم اتنی مدت باپ کی خدمت میں رہے ہو اب ہمیں ان کی خدمت میں رہنے دو۔ داراشکوہ نے دوبارہ حکم امتناعی بھیجا لیکن اورنگ زیب نے پروا نہ کی اور اکبر آباد کا رخ کیا۔ جب داراشکوہ نے دیکھا کہ اورنگ زیب سر پر چلا آ رہا ہے تو مجبوراً ہندوستان کے مہاراجہ (جسوت) سے کہا کہ جس طرح بھی ہو سکے اورنگ زیب کو ہندوستان نہ آنے دو۔ مہاراجہ ایک کثیر لشکر لیکر اورنگ زیب کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ نیر داراشکوہ نے قاسم خاں نامی ایک رکن سلطنت کو بھی ایک کثیر فوج دیکر مہاراجہ کے ساتھ کیا۔ ابھی یہ دونوں مالوہ پہنچے تھے کہ اورنگ زیب سر پر آ پہنچا۔ مہاراجہ (جسوت) نے اورنگ زیب کو پیغام بھیجا کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ واپس چلے جاؤ ورنہ میں تمہیں آگے بڑھنے نہیں دوں گا۔ اورنگ زیب نے حضرت عروۃ الوثقیٰ کے فرزند محمد اشرف کی خدمت میں (جس میں حضرت عروۃ الوثقیٰ تسلی کے لئے اُس کے پاس چھوڑ گئے تھے) دعا و توجہ کی درخواست کی آپ نے توجہ باطنی کے بعد فرمایا کہ انشاء اللہ آپ کی فتح ہوگی اور چونکہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کا باطن مبارک (دلی توجہ) آپ کی طرف ہے اس لئے نہ صرف یہ فتح بلکہ اور بہت سی فتوحات کی بھی قوی امید ہے۔ اورنگ زیب یہ خوشخبری سن کر نہایت فرحان و شاداں ہوا اور فاتحہ پڑھ کر جنگ کے لئے روانہ ہو گیا دونوں طرف سے جنگ کا بازار گرم ہوا، آخر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اورنگ زیب کو فتح حاصل ہوئی اور مہاراجہ شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا، اورنگ زیب شکر الہی بجالایا۔

عہ منتخب اللباب میں اسی طرح کا ایک واقعہ درج ہے کہ جب ۲۵ جمادی الاول ۶۸۸ھ کو سواری برہان پور تھی تو اورنگ زیب نے برہان پور کے مشہور بزرگ شیخ برہان سے ملنے کی خواہش کی، بڑے اصرار اور کوشش کے بعد ملاقات کی اجازت ملی، اورنگ زیب شیخ کے ایک مقرب کے ہمراہ ان کی زیارت کے لئے گیا اور ان سے فاتحہ اور دعا کی درخواست کی۔ شیخ نے فرمایا "تم بادشاہ ہو تمہارے لئے ہم فقیروں کی دعا و فاتحہ کی کیا ضرورت، ہاں تم عدل و انصاف اور رعیت پروری کے قصد سے دعا مانگو ہم بھی تمہارے ساتھ دعا کے لئے ہاتھ اٹھالیں گے۔" شیخ کے مقرب نے اس مبارک کلام کو سنتے ہی اورنگ زیب کو سلطنت کی مبارکباد دی۔ دعا اور فاتحہ کے بعد شیخ نے نصیحت کے طور پر چند کلمے کہے اور تبرک وغیرہ دیکر رخصت کیا۔

(منتخب اللباب حصہ سوم ص ۳۰ و ۳۱)

۱۵ روضۃ القیومیہ لمختار کن دوم ص ۱۰۷-۱۰۸

جب اورنگ زیب دکن سے آیا تو شجاع بھی بنگال سے ہندوستان کی طرف روانہ ہو گیا۔ داراشکوہ نے اس کے مقابلے پر اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کو روانہ کیا تھا، اتفاقاً سلیمان شکوہ شجاع پر غالب آ گیا اور شجاع شکست کھا گیا۔ جب اس فتح کی خبر داراشکوہ نے سنی تو باپ (شاہجہاں بادشاہ) سے کہا کہ حکم ہو تو خوشی کا نقارہ بجایا جائے، شاہجہاں نے کہا کہ تمہارے بیٹے کو فتح نصیب ہوئی ہے تم خوشی کے نقارے بجاؤ، میرے بیٹے کو تو شکست ہوئی ہے میں کیوں خوشی کے نقارے کا حکم دوں۔ اتنے میں اورنگ زیب کی فتح اور راجہ جسونت کی شکست کی خبر پہنچ گئی تو داراشکوہ بہت گھبرایا اور چاروں طرف سے لشکر جمع کر کے اکبر آباد کے قریب اس کا مقابلہ کیا۔ شاہجہاں نے داراشکوہ کو بہت سمجھایا کہ تمہارا اورنگ زیب کے مقابلہ پر جانا مناسب نہیں وہ تم سے ضرور لڑے گا کیونکہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی دعائیں اس کے شامل حال ہیں، اغلب ہے کہ وہ تجھ پر فتح پا جائے، لہذا اس کے مقابلے پر مجھے جانے دو، وہ مجھ سے جنگ نہیں کرے گا اور میں اسے دم دلاسا دیکر تیرا مطیع بنا دوں گا۔ داراشکوہ نے کہا کہ آپ اس بات سے نہ ڈریں کہ میں آپ کے بیٹے کو قتل کر دوں گا خاطر جمع رکھیں میں اسی گوشہ کمان سے زندہ پکڑ کر لے آؤں گا۔ آخر داراشکوہ تمام لشکر اور ارکان سلطنت کو سمراہ لیکر اورنگ زیب کے مقابلہ پر آیا اور بڑی ٹھمنان کی جنگ ہوئی، اتفاق سے اورنگ زیب کے لشکر ایک بار ودکا گولہ داراشکوہ کے ہاتھی پر پڑا جس سے فیل بان جل گیا دوسرا گولہ فیلبان کے پیچھے فدائی پر پڑا وہ بھی مر گیا تیسرا گولہ ہاتھی کی عماری پر پڑا۔ داراشکوہ یہ حالت دیکھ کر مجبوراً ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ لشکر نے داراشکوہ کو ہاتھی پر نہ دیکھا تو خیال کیا کہ وہ مر گیا ہے اس لئے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ داراشکوہ لشکر کے بھل گئے کر مجبور ہو کر خود بھی بھاگ گیا۔ اورنگ زیب نے اس کے پیچھے لشکر روانہ کیا لیکن وہ شاہجہاں آباد سے بھی بھاگ گیا۔ اورنگ زیب فتح کی خوشی میں سجدہ شکر بجالایا عہ۔

عہ کہتے ہیں کہ شاہجہاں نے داراشکوہ کو بھائیوں کے مقابلے پر فرج کشی کرنے کی بارہا مخالفت کی اور اس سے یہ بھی کہا کہ تمہارے جانے سے دونوں بھائیوں کی مخالفت اور زیادہ شدید ہو جائے گی بہانہ کہ شاہجہاں نے طے کر لیا کہ دونوں بیٹوں کو سمجھانے اور صلح صفائی کرنے کی خاطر وہ خود جائے گا چنانچہ پیش خانہ شاہی کو شہر سے باہر لگانے کا حکم بھی صادر کر دیا لیکن داراشکوہ کسی طرح اس بات پر راضی نہ ہوا۔ (منتخب اللباب حصہ سوم ص ۳۸)

عہ یہ جنگ ۶ رمضان ۱۰۶۸ھ کو سومو گڑھ کے قریب ہوئی۔ (ایضاً ص ۳۹)

”مجمع البحرین“ یہ کتاب دارا نے اپنی عمر کے پچاس سال میں لکھی، اس میں اسلام اور ہندو مذہب کو ایک ہی سمندر کے دو دھارے بتایا ہے اور ان دونوں کو ملانے کی کوشش کی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اسلامی تصوف اور فلسفہ ویدانت میں لفظی اختلاف کے سوا کوئی اور فرق نہیں۔ توحید کے شیدائی ان دونوں میں سے جس کی بھی تقلید کریں حقانیت کی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت پہ دارا کو مرند اور ملحد قرار دیا گیا اور آگے چل کر اس کے ہی عقائد اس کے زوال اور موت کا سبب بنے (صفحہ ۲۴)۔ دارا کی تصانیف پانچ ہیں اس کے بعد اس نے زیادہ تر ہندو مذہب کی کتابوں کے ترجمے کئے یا کرائے، ان ترجموں کی تمہیدیں دارا نے اپنے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ حنفی المشرب اور سلسلہ قادریہ کا پیرو ہونے کے بجائے رفتہ رفتہ ہندو ہونے کی کوشش کر رہا تھا یا کم از کم وہ اپنے عقائد کو ایسے سانچے میں ڈھال رہا تھا کہ ہندو اس کی طرف مائل ہو کر تخت تاج کے حصول میں اس کے معاون اور مددگار ہوں (صفحہ ۲۵)۔

سراکبرؒ یہ ادیشد کے پچاس ابواب کا فارسی ترجمہ ہے جو دارا شکوہ نے ۱۶۷۰ء میں بنارس کے پنڈتوں کی مدد سے کیا۔ اس کتاب میں بسم اللہ کے بجائے گیش جی کی تصویر دی ہے اور دیاچہ میں لکھا ہے کہ اصل قرآن مجید یہی ہے (نعوذ باللہ) اس کی وجہ تصنیف کے متعلق وہ خود لکھتا ہے: (نعوذ باللہ نقل کفر نباشد) — ”جب یہ فقیر بے اندوہ محمد دارا شکوہ ۱۶۷۰ء میں کشمیر حبت نظر گیا تھا تو . . . حضرت ملا شاہ سلمہ اللہ سے سیادت اور ارادت حاصل کی . . . لیکن طلب توحید میں جو ایک بحر سبکراں ہے اور بھی تشنگی ہر وقت برھتی گئی، دقیق مسائل ذہن میں آتے تھے جن کا حل بحر کلام الہی اور استاذ ذات نامتناہی کے ممکن نہ تھا چونکہ قرآن مجید و عظیم اور فرقان کریم کی اکثر باتیں رمز کی ہیں نہ . . . اس لئے میں نے چاہا کہ تمام آسمانی کتابوں کو پڑھوں . . . میں نے تورتہ انجیل، زبور اور دوسری کتابیں پڑھیں لیکن ان میں بھی توحید کا بیان مجمل اور اشارات میں تھا“

سہ دارا کے عقائد کی تلاش و جستجو میں اتفاقاً اس کترین عابز محمد اعلیٰ عفی عنہ کو ایک متم دوست سے دارا کی تصنیف ”سراکبر“ فارسی ملی۔ یہ کتاب ۱۹۱۰ء میں طبع ہوئی، اس کے دیاچہ کی پیشانی پر لفظ ”بسم اللہ اوم“ درج ہے، یعنی بسم اللہ اور اوم ایک ہی بات ہے نیز اس کے نیچے باریک حروف میں ”رب یسر و تمم بالخیر“ بھی لکھا ہوا ہے۔ انہی محترم دوست سے ”سری بھگوت گیتا فیضی منظوم“ کا نسخہ بھی ملا جو ۱۹۰۸ء کا مطبوعہ ہے۔ اس کی ابتدا میں پیشانی پر باریک حروف میں ”سری کرشن ارجن سبنا“ لکھا ہوا ہے اور اس کے نیچے غالباً انہی دونوں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ یہ دونوں کتابیں ہیرالال پریس جے پور کی مطبوعہ ہیں۔

اس لئے اس بات کی فکر میں ہوا کہ ہندوستان وحدتِ عیان میں توحید کی گفتگو کیوں بہت زیادہ ہے اور قدیم ہند کے ظاہری اور باطنی علماء کو وحدت سے انکار اور موجدوں پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ ان پر اعتبار ہے، بر خلاف اس کے جملائے وقت (دبیدار علماء) خدا شناسوں اور موجدوں کے قتل کفر اور انکار میں مشغول ہیں (ص ۳۰۳ و ۳۰۴)۔ ان باتوں کی تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اس قوم قدیم (یعنی ہندوں) کے درمیان تمام آسمانی کتابوں سے پہلے چار آسمانی کتابیں تھیں: رگ، بید، سام بید، انہرن بید اور محض توحید کے اشغال اس میں درج ہیں جس کلام انپکھت ہے، اس لئے چاہا کہ ان انپکھت کو جو کہ توحید کا خزانہ ہے لفظ بلفظ بالمقابل ترجمہ کر کے سمجھوں ۱۰۶۷ء میں بے غرضی کے ساتھ اس کا ترجمہ کیا اور توحید کے متعلق ہر قسم کی مشکل اور اعلیٰ باتیں جن کا میں طلبگار تھا لیکن حل نہیں پاتا تھا، اس قدیم کتاب کے ذریعہ سے معلوم ہوئیں جو بلا شک و شبہ پہلی آسمانی کتاب ہے اور بحر توحید کا سرچشمہ ہے اور قدیم ہے اور قرآن مجید کی آیت بلکہ تفسیر ہے (ص ۳۰۴) اور صراحتاً ظاہر ہوتا ہے چونکہ انپکھت کہ ایک مخفی راز ہے اصل و ماخذ ہے اور قرآن مجید کی آیتیں بعینہ اس میں پائی جاتی ہیں پس تحقیق کہ چھپی ہوئی کتاب ہی کتاب قدیم ہے (ص ۳۰۵)۔

مولانا شبلی مرحوم نے "سراکبر" کے نسخہ کو ۱۹۰۶ء بمبئی ندوۃ العلماء کے سالانہ اجلاس منعقدہ بتارس کی علمی نمائش گاہ میں دیکھا تھا۔ اس کتاب کے دیباچہ کو پڑھ کر ان پر جو اثرات طاری ہوئے ان کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ "عالمگیر نے داراشکوہ کے مقابلہ کا جب قصد کیا تو اس کا یہ سبب ظاہر کیا کہ داراشکوہ بد عقیدہ اور بد دین ہے اس لئے اگر وہ ہندوستان کا فرمانروا ہوا تو ملک میں بد دینی پھیل جائے گی۔ عام مورخوں کا خیال ہے کہ یہ محض ایک فریب تھا، نہ داراشکوہ بے دین تھا اور نہ عالمگیر کی مخالفت کا یہ سبب تھا، دلوں کا حال خدا کو معلوم، لیکن اس کتاب کے دیباچہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ داراشکوہ بالکل ہندو بن گیا تھا اور کچھ شبہ نہیں کہ اگر وہ تخت شاہی پر متمکن ہو جاتا تو اسلامی شعارا اور خصوصیات بالکل مٹ جاتے۔ (مقالات شبلی ج ۱) (بزم تیموریہ از ۳۹۶ تا ۴۰۵) مزید ملاحظہ ہو داراشکوہ اپنے ایک خط میں شاہ دلربا کو لکھتا ہے "الحمد لله الحمد لله کہ از برکت صحبت این طائفہ شریفہ بکرہ معظمہ از دل این فقیر اسلام حقیقی برخواست و کفر حقیقی رونمود، اکتوں قدر کفر حقیقی دانستم ز نار پوش و بت پرست بلکہ خود پرست و دیر نشین گشتم۔ مسلمان گردانتم کہ بت چیست، بدانتے کہ دین در بت پرستی است" (نجیب اشرف، رفات عالمگیری مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۳۳ء ص ۳۲۲)

۱۰۶۷ء مطبوعہ ہیرالال پریس جیپور میں "چار کتب آسمانی کہ رگ، بید و بچر و بید و سام و بید و انہرن و بیدست" محمد اعلیٰ

اورنگ زیب نے فتح کے بعد باپ سے ملاقات کرنے کے بارے میں ایک عریضہ لکھا اور مرسلت کے بعد ملاقات کے لئے ایک دن مقرر ہوا۔ اسی اثناء میں ایک جاسوس شاہجہاں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک خط اورنگ زیب کے پاس لایا جو اس نے داراشکوہ کی طرف اس مضمون کا لکھا تھا کہ تو شاہجہاں آباد کے گرد و نواح میں رہ فلاں روز اورنگ زیب میری ملاقات کو آئیگا تو میں اُسے پکڑ کر قید کر لوں گا اور تجھے تخت پر بٹھا دوں گا۔ اورنگ زیب کو یہ خط دیکھ کر بہت ملال ہوا اور اس نے باپ کی ملاقات کے لئے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ جب مقررہ دن آیا تو شاہجہاں نے تمام شہر کو سجانے کا حکم دیا اور قلعہ کی آرائش کرائی اور بیٹے (اورنگ زیب) کی آمد کا انتظار کرنے لگا لیکن جب اورنگ زیب آیا تو شاہجہاں کو بڑا تعجب ہوا۔ دوسرے دن اپنی بڑی بیٹی جہاں آرابیگم کو اُس کے پاس بھیج کر آنے کی وجہ پوچھی اورنگ زیب نے جواب میں شاہجہاں کا وہی خط پیش کر دیا۔ خط کو دیکھ کر جہاں آرابیگم اپنا سامنہ لیکر واپس آگئی اور باپ سے سارا حال بیان کر دیا۔ بعد ازاں اورنگ زیب نے اپنے لڑکے محمد سلطان کو شاہجہاں کے پاس بھیجا کہ دادا جان کی خدمت میں حاضر ہو کر آدابِ شاہی بجالائے اور اپنا بندوبست کر کے سائے شہر اور قلعہ میں اپنے آدمی مقرر کر دے چنانچہ وہ شاہجہاں کی خدمت میں حاضر ہو کر آداب بجالایا۔

عہ ان واقعات کو تاریخ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں صاحب منتخب اللباب لکھتے ہیں "شاہجہاں اور اورنگ زیب کے درمیان خط و کتابت کا طویل سلسلہ جاری رہا جس میں گلہ، شکوہ، خفگی، غصہ کا اظہار ہوتا رہا (حصہ سوم ص ۱۰۶)۔ تیر باپ (شاہجہاں) کے پاس سے ایک اور شفقت نامہ پہنچا جس میں ضروری نصیحتیں درج تھیں، خط کے ساتھ ایک بڑی قیمتی تلوار جس کا نام عالمگیر تھا شاہجہاں نے بھیجی تیموری خاندان میں اس سے اچھی تلوار نہیں دیکھی گئی۔ اورنگ زیب کی محفل کے نکتہ سنج لوگوں نے "عالمگیر" نامی تلوار کے آنے کو ایک اچھا شگون قرار دیا اور مزید غیبی کی رعایت سے اورنگ زیب کا لقب "عالمگیر" تجویز کیا (ایضاً ص ۲۸)۔ غرض کہ جب عالمگیر کو یقین ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت کا میلان طبع داراشکوہ کی طرف ہی ہے تو اس نے باپ سے ملاقات کا ارادہ نسخ کر دیا اور اپنی جگہ شہزادہ محمد اعظم کو مامور کیا کہ وہ قلعہ میں دادا کی خدمت میں تقرب خاں اور اسلام خاں کے ہمراہ حاضر ہو کر معذرت آمیز پیغام پہنچائے۔ شہزادے نے دادا کے پاس حاضر ہو کر پانچ سو اشرفی اور چار ہزار روپیہ کا نذرانہ پیش کیا۔ صاحب قرآن ثانی (شاہجہاں) نے بادل خواستہ و ناخواستہ محمد اعظم کو اپنے سینے سے لگا لیا، پھر اُسے آنسو بہاتے ہوئے لطف و عنایت سے رخصت کیا (ایضاً ص ۵)۔ بعد ازاں ۷ رمضان ۱۰۶۸ھ کو عالمگیر نے شہزادہ محمد سلطان کو حکم دیا کہ وہ قلعہ اکبر آباد میں داخل ہو جائے اور قلعہ کے دروازے پر اپنے آدمیوں کو متعین کر دے پھر دادا کی خدمت میں حاضر ہو کر نظر بندی کی اطلاع دیدے (ایضاً ص ۴۹)۔ عالمگیر نامہ کے نیتوں مؤلفین نے اعلیٰ حضرت کی نظر بندی کا مجملاً ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ نظر بندی خود اعلیٰ حضرت کی مرضی سے عمل میں آئی تھی (ایضاً ص ۴۸)۔

بعد ازاں اورنگ نے تختِ شاہی پر بیٹھ کر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اسے
اسی اثنا میں ایک جاسوس نے مراد بخش کی فتنہ انگیزی اورنگ زیب پر ظاہر کر دی اس لئے
اورنگ زیب نے مراد بخش کو گرفتار کر لیا۔

شجاع نے جب سلیمان شکوہ سے شکست کھائی تو دوبارہ لشکر جمع کر کے چڑھ آیا۔ اورنگ زیب کی اس کے
مقابلے کیلئے بھی جا پاڑا۔ یہ جنگ بھی بہت شدید اور گھمسان کی لڑی گئی۔ چونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا فضل و کرم

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف "لائحۃ العبیر فی
لائحۃ عالمگیر" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "اورنگ زیب نے باپ کو ایک عرصہ لکھا کہ بعض باتیں ایسی سنتے ہیں آئی ہیں جن سے
معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت (یعنی شاہجہاں بادشاہ) مجھ کو قید کرنا چاہتے ہیں لہذا میں فی الحال حاضر ہونے سے قاصر ہوں۔"
اس پر شاہجہاں نے ایک اور خط اورنگ زیب کو تحریر کیا جس میں لکھا تھا کہ "ہم تو دنیا کو ترک کر چکے ہیں اور گوشہ عافیت
میں بیٹھ کر خدا کو یاد کر رہے ہیں اب سلطنت جس کا جی چاہے سنبھال لے خواہ تم خواہ کوئی اور۔" اس پر اورنگ زیب
ایک ہفتہ تک برابر سوچتا رہا کہ اب کیا کرنا چاہئے کیونکہ ابھی تک اس کا ارادہ یہ تھا کہ دارا کا فساد رفع کر کے باپ کو
جسے دالانے فی الحقیقت معزول کر دیا ہوا تھا تخت پر بٹھادے اور خود اس کی خدمت کرے۔ مگر اب اس نے یہ سوچا
کہ اگر غنم سلطنت شاہجہاں کے ہاتھ میں دیدی جائے تو دارا ضرور پھر آجائے گا اور خانہ جنگیاں پھر شروع ہو جائیں گی
اور تمام ملک برباد ہو جائے گا پس اس نے بحالات نظر مناسب جانا کہ باپ جیسا کہ وہ خود کہتا ہے گوشہ تنہائی اختیار
کر ہی چکا ہے اور بیماری کے سبب حکومت کے قابل بھی نہیں رہا، بہتر یہی ہے کہ غنم سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لی جائے
اور دارا کی ناہنجاریوں کے سبب جو نقصان اس اسلامی سلطنت کو عنقریب پہنچنے والا تھا اس کا انتظام کیا جائے (ص ۱۰۶)
— شاہجہاں ناکام رہا اور خود قید ہو گیا لیکن عالمگیر اس کے ساتھ ہمیشہ نیک سلوک کرتا رہا اور مہمات سلطنت
میں باپ سے مشورہ لیتا رہا اور اس پر عمل کرتا رہا (ص ۱۰۷)

۱۰۷: لڑائی کھجورہ (انامہ کے قریب) کے مقام پر، اربعہ الثانی سنہ ۱۰۶۹ھ کو ہوئی۔ اس میں بھی اورنگ زیب کی
شجاعت و بہادری کا ایک واقعہ خاص طور قابل ذکر ہے، ملاحظہ ہو۔ "عالمگیر کی اس دلیری اور جرأت کو دیکھ کر
حملہ آور غنیم مرعوب ہو گیا اور شجاع کی فوج میں بڑی افراتفری مچ گئی۔۔۔۔۔ مگر ان کے تین مست جنگی ہاتھی
جو سیاہ پہاڑ کی طرح نظر آتے تھے اپنی سوندوں میں دو دو تین تین من کی لوہے کی زنجیریں ہلاتے جس طرف بھی
نکل جاتے اور حملہ کرتے زمین پر صف کی صف بچھا دیتے تھے یہاں تک کہ ایک ہاتھی شاہی سواری کی طرف بھی
جھپٹ کر آنکلا۔ مست جنگی ہاتھی سر پر چلا آ رہا تھا مگر بادشاہ کی عزیمت و استقلال کا یہ حال تھا کہ وہ ایک اونچ
بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا بلکہ اس نے اپنے ہاتھی کے پاؤں میں زنجیریں ڈلوادیں اور ایک محافظ سپاہی کو جو ماہر
نشانہ باز تھا حکم دیا کہ بندوق کا فائر کر کے فیلبان کو گرا دے، حکم شاہی پر جلال خاں بندوقی نے گولی مار کر فیلبان کو گرا دیا اور
شاہی جہاد نے جلدی سے اس ہاتھی پر سوار ہو کر ہاتھی کو قابو میں کر لیا۔ (منتخب البیاب حصہ سوم ص ۷۱)
۱۰۸ و ۱۰۹ (روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۱۰۸ و ۱۰۹)

اورنگ زیب کے شامل حال تھا اس لئے اس جنگ میں بھی اس کو فتح میں حاصل ہوئی اور شجاع شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اس موقع پر ایک شخص نے شجاع سے کہا کہ تم شاہ نعمت اللہ ولی کے مرید ہو اور اورنگ زیب حضرت عروۃ الوثقیٰ کا مرید ہے، اورنگ زیب کو اپنے پیر کی توجہ سے سلطنت ملی، لیکن تمہارے پیر کی توجہ نے تم کو کچھ فائدہ نہ دیا۔ شجاع نے جواب دیا کہ سلطنت تو مجھ سے چھین گئی اب میرے دین میں کیوں خلل ڈالتے ہو، میں خدا کی خاطر مرید ہوا تھا سلطنت کی خاطر تو نہیں ہوا تھا۔ مشہور ہے کہ شجاع ایسا مفقواً تجربہ ہوا کہ پھر کسی کو پتہ نہ چل سکا کہ وہ کہاں گیا اور اس کا حشر کیا ہوا ۷۷

اسی طرح داراشکوہ بھی شکست کے بعد لشکر جمع کر کے اجمیر پہنچ گیا، اورنگ زیب بھی اس کے مقابلے کے لئے تیار ہوا لیکن حضرت شیخ سعد الدین فرزند حضرت خواجہ محمد سعید نے اورنگ زیب سے فرمایا کہ اس جنگ کا سپہ سالار کسی اور شخص کو مقرر کرو کیونکہ سپہ سالار پر مصیبت معلوم ہوتی ہے چنانچہ اورنگ زیب نے آپ کے حکم کے مطابق ایک رکن سلطنت شیخ میر کو سپہ سالار مقرر کر کے داراشکوہ کے مقابلے کے لئے بھیج دیا اور خود بھی اس کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ طرفین میں سخت جنگ ہوئی، شیخ میر ہاتھی پر سوار تھا جب تیروں کی بوجھاڑ سے سخت زخمی ہو گیا تو وہ تکیہ کا سہارا لیکر اس طرح بیٹھ گیا کہ کوئی اسے مردہ تصور نہ کرے، نیز جو فدائی اس کے پیچھے بیٹھا تھا اس کو تاکید کر دی کہ میرے مرنے کے بعد میرے ہاتھ کو پکڑ کر اشارہ کرتے رہنا تاکہ لوگوں کو معلوم رہے کہ میں زندہ ہوں۔ اتنے میں اورنگ زیب بھی مزید فوج لیکر مدد کو آ پہنچا، داراشکوہ شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا، آخر کار گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا ۷۷

شاہجہاں نے اپنے فرزندوں کے قتل کی خبر سن کر سخت افسوس کیا اور کہا "یہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی بددعا سے شہریار کے بیٹوں کا بدلہ لیا گیا ہے ۷۷

۷۷ روضۃ القیومیہ بلخصاً رکن دوم ص ۱۱۱ و ۱۱۰۔ ۷۷ منتخب اللباب حصہ سوم ص ۱۱۳۔ ۷۷ یہ واقعہ منتخب اللباب حصہ سوم ص ۸۲ پر "مردہ سپہ سالار" کے عنوان سے درج ہے۔ ۷۷ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۱۳۔ ۷۷ داراشکوہ اور اس کا بیٹا سپہر شکوہ اس جنگ میں بھی شکست کھا کر بھاگ گئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد ان کے رفیقوں نے ہی گرفتار کر دیا۔ آخر کار داراشکوہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۶۹ھ کو قتل کر کے ہایوں کے مقبرے میں دفن کر دیا گیا اور اس کے بیٹے سپہر شکوہ کو گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ (منتخب اللباب ص ۹۳ و ۹۲ و ماثر عالمگیری ص ۲۶) عالمگیر کے بلند حوصلہ کو ملاحظہ فرمائیں کہ اس نے داراشکوہ کے اسی لڑکے سپہر شکوہ کو جو باپ کی طرف سے عالمگیر کے ساتھ جنگ کرتا رہا تھا فی الوقت قلعہ گوالیار میں نظر بند کر دیا پھر ۲۱ شوال ۱۰۸۳ھ کو قبلہ عالم (عالمگیر نے اپنی دختر ثریا نقاب زبده النسابیگم کو شہزادہ سپہر شکوہ کے جالہ عقد میں دیا۔ (ماثر عالمگیری ص ۸۵)

سجادہ نشینی کا چھتیسواں سال (ایکم ربیع الاول ۱۰۶۹ھ)

(حضرت عروۃ الوثقیٰ کا فریضہ حج اور زیارتِ حرمین شریف کی سعادت سے مشرف ہو کر واپس ہندوستان پہنچا)
حضرت عروۃ الوثقیٰؒ عرب، یمن، روم اور شام کے جملہ احباب سے رخصت ہو کر اپنے اعزہ و احباب کے ہمراہ بحیرہ عافیت بندرگاہ سورت واپس تشریف لے آئے۔ ہندوستان پہنچے تو یہاں کے حالات بدل چکے تھے، اورنگ زیب عالمگیر تختِ سلطنت پر رونق افروز تھا اور اسلامی سلطنت اپنی عظمت و شوکت کے ساتھ پورے عروج پر تھی۔ چونکہ آپ اور آپ کے بزرگ برادران و جملہ رفقاء اورنگ زیب کی فتح و نصرت کی خوشخبری سننے کے منتظر تھے اس لئے یہ حالات دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اسی طرح جب عالمگیر کو ان حضرات کی تشریف آوری کی اطلاع ملی تو اس نے بھی آپ سے خصوصی تعلق کی بنا پر فتح و کامرانی کی اطلاع دینے کو اپنی سعادت سمجھا اور مندرجہ ذیل عریضہ حضرت خواجہ محمد سعیدؒ اور حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا:-

”فرمان عالی شاہ بادشاہ عالمگیر بعد از منہزم شدن داراشکوہ — کہ شیخ محمد سعید و شیخ محمد معصوم نوشتہ: نحمدہ و نصلی از جانب این نیازمندترین خلایق بدرگاہ حضرت و اہب اعطیات بحقائق و معارف آگاہ فضائل و کمالات دستگاہ شیخ محمد سعید سلام عافیت انجام برسد۔ آنچه از مجد و نصرت یافتن آن لشکر اسلام بر اعدا بدین بظہور آمدہ بہ سمع شریف رسید باشد از دست و زبان کہ برآمد کر عہدہ شکرش بدرآمد

کہ چون ظلمت شب بہ میان جان آں سیہ روئے درآمد نیم جان ہزار نکبت از معرکہ بیروں برد لشکر گرانی بہ تعاقبت آن بے عاقبت تعین گشتہ امید از فضل بخشندہ بے منت آنست کہ بزودی اسیر گردد، توقع کہ اس خیرخواہ عبادت را بدعا سلامت دارین و خیریت نشاتین در مظان اجابت یادمی نمودہ باشند۔ والسلام و بہ غصبت پناہ شیخ محمد معصوم و شیخ محمد یحییٰ سلام عافیت

انجام رسد۔ والسلام والاکرام“ لہ

(ترجمہ: عالمگیر بادشاہ کا خط (فرمان عالی) جو انھوں نے داراشکوہ کی شکست کے بعد شیخ محمد سعید و شیخ محمد معصوم کی خدمت میں ارسال کیا۔ نحمدہ و نصلی۔ اس نیازمندترین خلایق کی جانب سے حضرت عطیات کے بخشنے والے، حقائق و معارف کے جاننے والے، فضائل و کمالات کے جامع شیخ محمد سعید کو سلام عافیت انجام پہنچے۔

لہ بشکر یہ حنات الحرمین از جناب محمد اقبال مجددی۔ ص ۱۳۱، ۱۳۳۔

اس اسلامی لشکر کو دین کے دشمنوں پر جو فتح و نصرت حاصل ہوئی ہر سمع شریف تک پہنچی ہوگی۔
 ”کس شخص کے ہاتھ اور زبان سے یہ ممکن ہوا کہ اس (اللہ کے شکر کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوا ہو۔“
 جب رات کی تاریکی اس روسیاء کی جان کے درمیان آئی تو وہ اپنی نیم جان کو ہزار ذرات کے ساتھ میدانِ جنگ سے بھاگ گیا۔ ایک بھاری لشکر اس بے انجام کے تعاقب میں مقرر کیا گیا۔ اس بے منت بختے والے کے فضل سے امید ہے کہ جلد قید ہو جائے گا۔ امید ہے کہ بندگانِ خدا کے اس خیر خواہ کو دعا کی قبولیت کے مواقع میں دونوں جہان کی سلامتی اور دونوں زندگیوں کی بھلائی کی دعا سے یاد فرمائیں گے۔ والسلام۔ فضیلت پناہ شیخ محمد معصوم و شیخ محمد یحییٰ کی خدمت میں بھی سلام عافیت انجام عرض ہے۔ والسلام والا کرام۔“

بعد ازاں عالمگیر نے راستہ کے تمام شہروں کے حکام کے نام پروانے جاری کئے کہ جب آپ کا وہاں سے گذر ہو تو تمام امرار و علما اور مشائخ ان حضرات کا استقبال کریں۔ چنانچہ ہر جگہ آپ کے شایانِ شان استقبال کیا گیا۔ اسی طرح اکبر آباد پہنچے تو شاہجہاں نے صیافت کے لوازمات کا حلقہ مہیا کئے، خود اورنگ زیب عالمگیر شاہجہاں آباد سے اکبر آباد حضرت کے استقبال کیلئے آیا۔ حضرت نے بھی حد درجہ اس پر مہربانی فرمائی اور اس کے ساتھ شاہجہاں آباد تشریف لائے اور دعائیں دیکر سر ہند تشریف لے گئے، پہلے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے روضہ مبارکہ کی زیارت کی پھر خانقاہ میں تھوڑی دیر ٹھہر کر قصر معصومی میں داخل ہوئے۔

سجادہ نشینی کا سینتواں سال ^{۳۷} (از یکم ربیع الاول ۱۰۷۹ھ)

(حضرت خواجہ محمد سعید کا استقبال پر ملال)

اس سال عالمگیر بادشاہ نے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا اور درخواست کی کہ حصولِ برکت کے لئے اپنے کسی فرزند یا بھائی کو بھیجیں تو بڑا کرم ہو، نیز ایک مکتوب حضرت زین العرمہ کی خدمت میں لکھا کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ محمد سعید خازن العرمہ بادشاہ کی درخواست پر اور حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے مشورہ کے مطابق شاہجہاں آباد (دہلی) تشریف لے گئے، بادشاہ نے اپنے امراء کو آپ کے استقبال کے لئے بھیجا جو آپ کو بڑی عزت و تکریم سے شہر میں لائے اور آپ شاہی مہمان کی حیثیت سے ایک عرصہ وہاں قیام پذیر رہے بعد ازاں آپ بیمار ہو گئے، شاہی اطباء نے ہر چند علاج کیا لیکن ”مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی“ حتیٰ کہ امیدِ زیست باقی نہ رہی تو آپ نے بادشاہ سے

لے روضۃ القیومیہ لمخصار کن دوم ص ۱۱۲ د ۱۱۵۔

اجازت لیکر وطن کی طرف مراجعت فرمائی۔ راستہ میں سنبھالکے کے مقام پر ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۰۷۰ھ کو آپ نے انتقال فرمایا اور آپ کا جنازہ سرسہد شریف لاکر قبہ خواجہ محمد صادق میں دفن کیا گیا۔
حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمہ کے وصال کے بعد آپ کے فرزندوں نے حضرت عروۃ الوثقی سے سلوک کی تکمیل کرنی چاہی اور عرض کیا کہ ہم نے اس قدر تو اپنے والد بزرگوار سے حاصل کر لیا ہے۔ حضرت عروۃ الوثقی نے فرمایا: "میری عادت ہے کہ میں ابتدا سے شروع کرتا ہوں۔" سب نے اس بات کو قبول کیا تو آپ نے ابتدا سے سلوک شروع کر لیا۔

اس سال حضرت عروۃ الوثقی اپنے قدیم محل سے جو آپ کو والد بزرگوار کے ورثہ سے ملا تھا اپنے صاحبزادے حضرت خواجہ سیف الدین کو عنایت فرما کر صندل پورہ کے نئے محل میں جو آپ نے خود بتوایا تھا قیام پذیر ہو گئے لیکن پانچوں نمازیں اسی خانقاہ میں آکر پڑھتے تھے۔

۱۱۷۰ھ روقتہ القیومیہ بلخمار کن دوم ص ۱۱۷ و ۱۱۸ حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۲۱۱ ۲۱۲ روقتہ القیومیہ کن دوم ص ۱۱۸ ۱۱۹ ایضاً ص ۱۱۹
حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے دوسرے فرزند ہیں، آپ کی ولادت باسعادت ماہ شوال ۱۰۷۰ھ میں ہوئی، بچپن ہی سے آثار ہدایت و کرامت آپ کے چہرہ اور سے ظاہر تھے چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی فرماتے تھے کہ چار پانچ سال کی عمر میں ایک مرتبہ محمد سعید سخت بیمار ہو گئے، غلبہ مرض میں جب ان سے دریافت کیا کہ بیٹا کیا چاہتے ہو تو ان کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ "حضرت خواجہ (باقی باللہ) کو چاہتا ہوں"۔ میں نے یہ کلمات حضرت خواجہ کو لکھے تو حضرت خواجہ نے جواب میں لکھا کہ "تمہارے محمد سعید نے ہماری نسبت غایانہ اچک لی"۔

آپ نے اکثر کتابیں شیخ محمد طاہر لاہوری سے پڑھیں اور بعض کتابیں اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادق سے پڑھیں نیز اپنے والد ماجد شیخ عبدالرحمن رحزی سے حدیث کی کتابیں پڑھیں اور سند حاصل کی، بعد ازاں اپنے والد ماجد کی توجہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی نسبت سے مشرف ہوئے اور خازن الرحمہ کا لقب پایا۔ سترہ سال کی عمر سے درس تدریس میں مشغول ہو گئے، بعض کتابوں پر حواشی بھی لکھے، انہی میں سے تعلیق مشکوٰۃ المصابیح بھی ہے، فقہ میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور مشکل سے مشکل مسائل کو معمولی توجہ سے حل فرماتے تھے۔

۱۰۶۷ھ میں آپ اپنے بھائیوں اور اجاب کے ساتھ حج کے لئے حرمین شریفین تشریف لے گئے، وہاں با توابع غایات حق تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ممتاز ہوئے۔ فرماتے تھے کہ میں ان ظاہری آنکھوں سے آٹھ مرتبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ وہاں کے حالات آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالاحد نے ایک رسالہ مفصل تحریر کئے ہیں لیکن وہ رسالہ دستیاب نہ ہو سکا۔ ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۰۷۰ھ کو انتقال فرمایا۔

آپ کے مکتوبات شریف کی جلد ہے جو شائع ہو چکی ہے اس میں سو مکتوبات ہیں۔

آپ کی اولاد امجاد میں آٹھ صاحبزادے: شاہ عبدالشہ، شاہ لطف اللہ، مولوی فرخ شاہ، شیخ سعد الدین، شیخ عبدالاحد وحدت، شیخ خلیل اللہ، شیخ یعقوب، شیخ محمد تقی اور پانچ صاحبزادیاں: بی بی فاطمہ، بی بی صالحہ، بی بی شاہ، شرف النساء مریم، فخر النساء بیگم تھیں۔

(مزید تفصیل کے لئے کتاب مستطاب "حضرت مجدد الف ثانی" ص ۶۹۶ تا ۷۰۲، دوسرا ایڈیشن ملاحظہ ہو)

سجادہ نشینی کا اربیسواں سال ^{۳۸} (سید ۱۰۷۱ھ ۱۶۶۰ء)

(حضرت عروۃ الوثقیٰ کی شہرہ آفاق مقبولیت اور کثرتِ ارشاد و فتوحات)

سفرِ حج سے واپس پہنچنے کے بعد حضرت عروۃ الوثقیٰ کی شہرہ آفاق مقبولیت اور کثرتِ ارشاد و مشیخت کا حال بیان کرنا تحریر سے باہر ہے، چنانچہ دنیا کے اطراف و جواتب، مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک یعنی ہندوستان، توران، ترکستان، بدخشان، کاشغر، خطا، روم، شام اور حجاز مقدس کے بادشاہ و امراء، علماء و مشائخ، وضع و شریف حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مرید تھے، ہزار ہا بندگانِ خدا، خاص و عام، صبح سے شام تک پرواتوں کی طرح جمع رہتے، بکثرت مخلوق روزانہ مرید ہوتے کے لئے حاضر خدمت ہوتی اور فتاویٰ کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہوتی۔ آپ کی مجلس کا رعب اور دبیرہ اس قدر تھا کہ مجلس میں بڑے بڑے بادشاہ آپس میں گفتگو نہ کر سکتے تھے، بغیر اجازت بات کرنے کی مجال نہ تھی، اگر کوئی ضروری بات عرض کرنی ہوتی تو کاغذ پر لکھ کر حضرت کی خدمت میں پیش کرتے۔ عالمگیر بادشاہ پر اگرچہ حضرت بدرجہ غایت مہربان تھے لیکن بسبب ادب اس نے بھی آپ کے حضور میں کسی سے گفتگو نہ کی اور نہ بغیر اذن بیٹھا۔

اسی طرح فتوحات کا بھی عجب عالم تھا کہ چاروں طرف سے ہدیے، تحفے اور نذرانوں کی آمد رہتی تھی، ہزار ہا روپیہ نقد اور مال و اسباب حضرت کی خدمت میں آتا تھا اور مستحق لوگ بیٹھے رہتے تھے، ایک دن ایک بوالہوس ایسا آیا کہ جو رقم بھی تحفے اور ہدیے کی آتی اٹھا لیتا، حتیٰ کہ اس قدر روپیہ اُس کے پاس اکٹھا ہو گیا کہ اس سے اٹھایا نہیں جاسکا، تب کہیں دوسرے لوگوں کو لینے کا موقع ملا۔ صاحبِ روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ "میرے دادا جان کو اکب دربیہ میں لکھتے ہیں "ہم چار آدمیوں نے چاہا کہ آج جس قدر نذرانے آئیں ان کا اندازہ کرنا چاہئے چنانچہ ہم نے صرف نقدی کا اندازہ اس طرح کیا کہ ہر نذرانہ کے بدلے ایک ایک کنکر رکھتے گئے، صبح سے عصر تک اس قدر کنکریوں کا ڈھیر لگ گیا جن کا شمار کرنا مشکل تھا اور یہ معلوم نہ تھا کہ ہر نذرانہ میں سو روپیہ تھا یا ہزار، اکثر نذرانے سینکڑوں روپے کے ہوتے تھے، نیز صبح و شام تقریباً پانچ ہزار آدمی حضرت کی خانقاہ سے کھانا کھایا کرتے تھے اور کھانا بھی اعلیٰ درجہ کا ہوتا تھا یعنی گہیوں کی روٹی بکرے یا مرغ کا گوشت، حلوا اور موسمی پھل وغیرہ بھی ہوتے تھے۔ اسی سال محرم بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے سجادہ نشین شیخ محمد یوسف حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے۔

۱۲۵ھ ایضاً ۱۲۰ھ ایضاً ۱۲۹ھ

سجادہ نشینی کا انتالیسواں سال ^{۳۹} (۱۰۷۲ھ) ^{۱۶۶۱}

بادشاہ کی درخواست پر حافظ صادق بادشاہ کی خدمت میں

اس سال عالمگیر بادشاہ نے حضرت عروۃ الوثقیٰ سے درخواست کی کہ کوئی خلیفہ بھیج دیں تاکہ اس کی صحبت سے مستفیض ہو سکوں۔ حضرت نے اپنے خلائق سے حافظ صادق کو بھیج دیا۔ تھوڑے دنوں بعد شیخ ابوالقاسم (ابن حضرت شیخ صبغۃ اللہ) بھی شاہجہاں آباد تشریف لے گئے۔ ایک روز شیخ صاحب موصوف بادشاہ کے پاس بیٹھے کچھ راز کی باتیں کر رہے تھے کہ حافظ صادق آئے اور شیخ صاحب کے پاس بیٹھ گئے، اس پر شیخ ابوالقاسم سخت ناراض ہوئے اور حافظ صاحب کی شکایت حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں لکھی۔ حضرت نے حافظ صاحب کو تنبیہ کا خط لکھا کہ تم نے ابوالقاسم کا ادب کیوں ملحوظ نہ رکھا۔ وہ میرا فرزند ہے اس کو رنجیدہ کرنا مجھے رنجیدہ کرنا ہے۔ حافظ صاحب نے شیخ صاحب سے معافی مانگی اور بڑی منت سماجت کی، آخر شیخ صاحب حافظ صاحب پر مہربان ہو گئے اور حضرت کی خدمت میں بھی رضامندی کا اظہار کر کے لکھا کہ آپ بھی ان پر مہربانی فرمائیں۔ حضرت نے شیخ ابوالقاسم کو لکھا کہ تم بھی عجیب آدمی ہو کہ پہلے ان کی شکایت لکھی اب ان کی سفارش کرتے ہو، آئندہ ایسا نہ کرنا لے

اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مکتوبات کی دوسری جلد مکمل ہوئی جس کا تاریخی نام "وسیلۃ السعادت" ہے۔

سجادہ نشینی کا چالیسواں سال ^{۴۰} (۱۰۷۳ھ) ^{۱۶۶۲}

(بادشاہ عالمگیر حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں)

بادشاہ عالمگیر سرہند شریف میں آیا ہوا تھا ایک روز جب وہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت مروج الشریعہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات پڑھ رہے تھے، بادشاہ نے حضرت مروج الشریعہ کا رنگ ڈھنگ دیکھا اور ان کے پڑھنے کا طرز ملاحظہ کیا تو ان پر فریفتہ ہو گیا اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری خواہش ہے کہ میں چند روز حضرت مروج الشریعہ کی ہم نشینی سے مشرف ہوں۔ حضرت نے آپ سے پوچھا کہ بادشاہ کی یہ خواہش ہے آپ کا کیا خیال ہے

لے روضۃ القیومیہ ملخصاً کن دوم ص ۱۲۳ و ۱۲۴

عہ اسی سال شہزادہ مراد بخش کو ماہ ربیع الثانی ۱۰۷۳ھ میں قتل کر دیا گیا دشمن اللباب حصہ سوم ص ۱۵۱

آپ نے عرض کیا کہ اگر حضرت کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر ورتہ میری مرضی تو نہیں حضرت اس بات سے بہت خوش ہوئے اور بادشاہ سے فرمایا کہ ان کا دل مجھ سے جدا ہونے کو نہیں چاہتا۔ بعد ازاں بادشاہ حضرت سے رخصت ہو کر کشمیر گیا۔

سجّادہ نشینی کا اکتالیسواں سال (۱۰۷۲ھ)

از یکم ربیع الاول

(مخدوم زادہ شیخ محمد صبغۃ اللہ کے صاحبزادگان کی شادی اور ظہور کرامت)

اس سال شیخ ابوالقاسم کی شادی حضرت حجۃ اللہ کی صاحبزادی سے ہوئی اور شیخ اسمعیل کی شادی حضرت مروج الشرعیۃ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ کہتے ہیں کہ شیخ اسمعیل کی شادی کے دنوں میں ہر روز شام کے وقت بارش ہوتی تھی، جب بارات کا دن آیا تو صبح کے وقت لوگوں نے حضرت عروۃ الوثقیٰ سے عرض کیا کہ آج کل شام کے وقت ہر روز بارش ہوتی ہے اگر آج شام بھی بارش ہوئی تو بارات کا لطف نہیں آئے گا حضرت نے لوگوں کی التماس کے بموجب دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، ابھی دعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ کالی گھٹا اٹھی اور اس قدر بارش ہوئی جتنی کہ ہر روز شام کے وقت ہوا کرتی تھی بعد ازاں مطلع صاف ہو گیا اور شام تک گلی کوچے خشک ہو گئے اور شادی کی جملہ رسومات اطمینان سے ادا ہو گئیں۔

نیز اسی سال شیخ آدم بھکری بکثرت معتقدین کے ہمراہ حاضر خدمت ہو کر خرید ہوئے۔

سجّادہ نشینی کا بیالیسواں سال (۱۰۷۵ھ)

(مخدوم زادہ شیخ محمد صدیق کی شادی اور پوتوں پر خصوصی نسبت القا)

اس سال حضرت عروۃ الوثقیٰ کے چھٹے فرزند شیخ محمد صدیق کی شادی ہانسی ضلع حصار میں حضرت جمال ہانسوی کی اولاد میں ہوئی۔ حضرت نے شیخ محمد صدیق کے ہمراہ خواجہ محمد عبید اللہ کو بھیجا۔ رخصت کرنے وقت حضرت عروۃ الوثقیٰ نے شیخ محمد صدیق سے فرمایا کہ میں حضرت جیو (خواجہ محمد عبید اللہ) کو تمہارے ساتھ بھیجتا ہوں خبردار ان سے بہت ادب سے پیش آتے رہنا جیسا ادب میرا کرتے ہو ویسا ہی ان کا کرنا۔ غرض کہ حضرت مروج الشرعیۃ شیخ محمد صدیق کو ساتھ لیکر ہانسی پہنچے اور بحسن و خوبی شادی منہ انجام پائی۔

عہ منتخباً للباب میں ہے کہ عالمگیر کوچ پر کوچ کرتے ہوئے کشمیر روانہ ہو گئے۔ یکم ذیقعدہ (۱۰۷۳ھ) وسط فرورداد میں

کشمیر کے سبزہ زاروں میں بادشاہ نے قیام کیا اور ڈل کے کنارے چراغاں کا حکم دیا۔ (حصہ سوم ص ۱۶۶)

۱۷ روضۃ القیومیۃ بلخصاً رکن دوم ص ۱۲۱ ۱۷ ایضاً ص ۱۳۱ ۱۷ ایضاً ص ۱۳۲۔

اس سال حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اپنے معزز پوتوں کو جن میں سے ہر ایک اپنے زمانے کا بڑا صالح اور متقی تھا القائے نسبت کے لئے بلایا، سب سے پہلے حضرت حجۃ اللہ کے فرزند ابوالعلیٰ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے بعد ازاں دوسرے پوتے حاضر خدمت ہوئے حضرت نے سب پر مہربانی فرما کر توجہ دی، چنانچہ حضرت مروّج الشریعت کے فرزند خواجہ محمد پارسا فرماتے ہیں کہ ہم تینوں بھائی، شیخ محمد ہادی، شیخ محمد سالم اور میں اور ہمارے چچاؤں کے صاحبزادوں حضرت ابوالعلیٰ، شیخ ابوالقاسم، شیخ محمد اسماعیل، شیخ محمد اعظم، شیخ محمد قطب اور علی رضا وغیرہ سب حاضر تھے حضرت نے ہم سب کو توجہ دی اور ہر ایک کو خاص نسبت القافرائی ملے۔

از یکم ربیع الاول ۱۰۷۳
سجادہ نشینی کا تینتالیسواں سال (۱۰۷۳ھ)
(عالمگیر بادشاہ کی تربیت سلوک کے لئے حضرت خواجہ سیف الدین شاہجہاں آبادیہ اور شاہجہاں بادشاہ کا انتقال)۔

اس سال بھی عالمگیر بادشاہ نے حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کی خدمت میں درخواست کی کہ میں امور سلطنت کی مصروفیات کی بنا پر حاضر خدمت نہیں ہو سکتا لہذا مخدوم زادوں یا خلفا میں سے کسی کو یہاں بھیجیں تاکہ میں اُس سے مستفیض ہو سکوں۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اس اہم کام کے لئے حضرت خواجہ سیف الدین کا انتخاب کیا اور آپ کو شاہجہاں آباد روانہ کر دیا۔ بادشاہ کو جب آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو مع ارکان سلطنت آپ کا استقبال کیا اور بہت عزت و احترام کے ساتھ آپ کو قلعہ معلیٰ میں اپنے قریب ٹھہرایا۔ جب قلعہ میں داخل ہونے لگے تو قلعہ کے دروازے پر پتھر کی تراشی ہوئی ہاتھی کی مورتیاں نصب دیکھیں، آپ نوراً رک گئے اور فرمایا کہ جب تک ان مورتیوں کو نہ ہٹایا جائیگا میں قلعہ میں داخل نہ ہوں گا لہذا بادشاہ نے ان مورتیوں کے فوراً ہٹانے کا حکم دیا تب آپ قلعہ میں تشریف لے گئے اور حلقہ و مراقبہ کی مجالس شروع کر دیں۔ عالمگیر بادشاہ آپ سے اس قدر متاثر ہوا کہ آپ کے دست حق پرست پر حضرت عروۃ الوثقیٰ کی بیعت کر کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہو گیا۔

ابھی حضرت خواجہ سیف الدین کو دہلی تشریف لائے ہوئے چند دن گزرے تھے اور بادشاہ صرف تین مرتبہ آپ کے حلقہ مراقبہ میں شریک ہوتے پایا تھا کہ شبِ دو شنبہ ۲۶ رجب ۱۰۷۳ھ کو شاہجہاں

۱۳۳ ص ۱۳۳ لے ایضاً تصرفاً رکن دوم ص ۱۴۰

بادشاہ کا آگرہ میں انتقال ہو گیا۔ یہ خبر سنتے ہی بادشاہ عالمگیر آگرہ روانہ ہو گیا۔ چنانچہ حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ صوفی سعد اللہ افغانی کو تحریر فرماتے ہیں:-

”پوشیدہ نہ رہے کہ بادشاہ (عالمگیر) طریقہ عالیہ میں داخل ہو کر بہت متاثر ہوئے، ان سے تین مرتبہ

صحبت رہی چونکہ شاہجہاں کی وفات واقع ہو گئی بنا بریں بادشاہ آگرہ تشریف لیگے۔ دیگر یہ

کتابیں جو کہ مور و ملخ کی طرح کثرت رکھتے ہیں ان کے مجوم کے متعلق کیا لکھے کہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔“

کہتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ سیف الدین دہلی تشریف لے گئے اور وہاں بادشاہ (عالمگیر) شہزادگان محمد عظیم و محمد معظم، شہزادی روشن آرا، نواب مکرم خاں، حضرت حافظ محمد محسن (نواسہ شیخ عبدالحق) حاجی عبدالرؤف (امام مسجد فچپوری) اور بکثرت مخلوق آپ سے بیعت ہوئی اس وقت آپ کی عمر ستائیس سال تھی ۵۲۔ (باقی حالات حضرت خواجہ سیف الدین کے تذکرہ میں ۱۳۵ تا ۱۳۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

۵۷ شاہجہاں بن جہانگیر یکم ربیع الاول ۱۰۲۷ مطابق ۱۶۱۹ء کو لاہور میں پیدا ہوا۔ جہانگیر کے انتقال کے بعد ۲ جمادی الاخری ۱۰۳۷ء کو آگرہ میں تخت نشین ہو کر شہاب الدین شاہجہاں لقب اختیار کیا۔ اس کے زمانہ میں سلطنت میں کافی وسعت ہوئی۔ اگرچہ قندھار کا علاقہ مغلیہ سلطنت سے نکل گیا لیکن دکن کا بہت سا علاقہ اس میں شامل ہو گیا۔ ہندوستان کی تاریخ میں شاہجہاں کا دور ملک کی خوشحالی اور ترقی کی وجہ سے سلطنت مغلیہ کا ”عہد زریں“ کہلانا ہے اور ایک ناقابل فراموش یادگار ہے، اس کی یہ لازوال تابانی پارسے عالمگیر تک کے اولوالعزم فرما تراؤں کی مرہون منت ہے، لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ نے شاہجہاں بادشاہ کو جوشان و شوکت اور عظمت و اقتدار عطا کیا تھا وہ سلاطین سلف میں کم ہی کسی کو ملا۔ اگر ہم بابر کی ذہنی نقش آرائیاں اس کی تزک بابر میں، ہمایوں کی تجلیل آرائیاں اس کے شعر و شاعری میں، اکبر کی علمی فیاضیاں اس کے دربار کی ہتر پرور فضا میں اور جہانگیر کی رنگینیاں اس کی تزک جہانگیری میں پاتے ہیں تو شاہجہاں کے ذہن کی پرکاریاں اس کے تخت طاؤس، قلعہ معلیٰ اور تاج محل کے نقش و نگار سے عیاں ہیں اس لئے یہ امر موجب تعجب نہیں کہ اگر اُس نے اپنے باپ یا اپنے لڑکوں دارا اور اورنگ زیب کی طرح کوئی علمی یادگار نہیں چھوڑی لیکن اس کے دماغ کی گل افشانی کاغذ کے صفحات کی بجائے دیوان خاص اور دیوان عام کی دیواروں پر ہوئی اُس کا حسن ذوق علم و ادب کی بجائے جامع مسجد دہلی کی تعمیر و ندرت و نفاست میں ظاہر ہوا، اس نے محبت کا ترانہ شعر و شاعری میں نہیں بلکہ تلج محل میں منظوم کیا جو آج بھی دنیا سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے اور دنیا کے تمام مبصرین کا فیصلہ ہے کہ تلج محل سے زیادہ خوبصورت عمارت روئے زمین پر تعمیر نہیں ہوئی۔ شاہجہاں تہایت دیندار، رعایا پرور اور عادل بادشاہ تھا، اکتیس سال دو ماہ حکمرانی کی، مزید آٹھ سال نظر بندی میں گزرے اور چھتر سال تین ماہ کی عمر میں بروز دو شنبہ ۲۶ رجب ۱۰۷۲ مطابق یکم فروری ۱۶۶۶ء کو وفات پائی اور تاج محل آگرہ میں اپنی بیوی ارجمند بانو عرف ممتاز محل کے برابر دفن کیا گیا۔ رضی اللہ عنہا تاریخ وفات ہے۔

دنیا بھی کیسی عجیب جگہ ہے کہ شاہجہاں کی عمر کا ابتدائی حصہ نورجہاں کی وجہ سے شدید کشمکش میں گزرا اور عمر کا آخری حصہ نظر بندی کی نذر ہوا، فاعتبر وایا اولی الالبصار۔ شاہجہاں کی اولاد میں چار لڑکے: داراشکوہ، محمد شجاع، اورنگ زیب مراد بخش، اور تین لڑکیاں: جہاں آرا بیگم، عرف بادشاہ بیگم، روشن آرا بیگم، گوہر آرا بیگم تھیں۔

۵۳ مکتوبات سیفیہ مکتوب ۸۳ ۵۲ حضرت مجدد اوران کے ناقدین ص ۳۲۰۔

صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ شاہجہاں کے انتقال کے وقت اس کی بڑی لڑکی جہاں آرا بیگم جو شاہجہاں کے ساتھ رہتی تھی اگرچہ وہ عالمگیر کی مخالف تھی لیکن شاہجہاں کے انتقال کے وقت جہاں آرا بیگم نے شاہجہاں سے کہا کہ میری سفارش سے اورنگ زیب کا قصور معاف کر دیں تاکہ میرا احسان اس پر ثابت ہو جائے چنانچہ شاہجہاں نے کاغذ، قلم دوات منگا کر اپنے ہاتھ سے لکھ دیا کہ ”میں نے جہاں آرا بیگم کے کہنے سے اورنگ زیب کی تمام تفصیلات معاف کیں اور اب میں اس سے راضی ہوں“ بعد ازاں اس کا انتقال ہو گیا۔ جب اورنگ زیب کو باپ کے انتقال کی خبر پہنچی اور وہ تعزیت کے لئے شاہجہاں آباد سے اکبر آباد گیا تو جہاں آرا نے وہ دستاویز اورنگ زیب کو پیش کیں جس کی وجہ سے اورنگ زیب اس کا ممنون و احسان مند ہوا اور اسے اپنے ساتھ دہلی لاکر بڑی عزت سے رکھا۔

جب حضرت عروۃ الوثقیٰ کو شاہجہاں کے انتقال کی خبر ہوئی تو اس کی بخشش کے لئے فاتحہ پڑھی اور اپنے خلفاء و مریدوں کو لیکر شاہجہاں آباد روانہ ہوئے، ہر منزل پر امرار اور شاہی فوجوں نے آپ کا استقبال کیا جب موضع سوئی پت (ضلع رتھک) میں پہنچے جہاں سے شہر دہلی بیس کوس کے فاصلہ پر تھا تو بادشاہ عالمگیر خود استقبال کے لئے آیا۔ روایت ہے کہ سوئی پت سے دہلی تک بیس کوس کے اندر آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ شاہجہاں آباد میں خان جہاں بہادر کے محل میں جو ایک نہایت وسیع، عالی شان اور خوبصورت محل ہے حضرت نے قیام فرمایا۔ دہلی کے تمام مدارس اور مساجد حضرت کے مریدوں سے بھر گئے تھے، ان دنوں حضرت کی خدمت میں خلقت کا اس قدر ہجوم تھا کہ شہزادہ اعظم شاہ جو کہ ازراہ ادب بغیر توکر چاکر ساہوکار طریقے پر حاضر خدمت ہوا تھا بڑی مشکل سے شرفِ ملاقات کر سکا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ شاہجہاں آباد میں صرف گیارہ دن مقیم رہے بعد ازاں سرسید شریف تشریف لے آئے، اس مختصر قیام میں حضرت ایک مرتبہ بادشاہ کے ہاں تشریف لے گئے اور خود بادشاہ تین مرتبہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رخصت کے وقت بادشاہ بارہ کوس تک حضرت کے ساتھ گیا۔ حضرت نے کچھ نصیحتیں فرمائیں اور فرمایا کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہے انشاء اللہ پھر آخرت میں ملاقات ہوگی۔ (روضۃ القیومیہ لمختصر کنز الدقائق ص ۱۳۵ تا ۱۳۷)

عہ منتخب للباب میں ہے کہ جب شاہجہاں نزع کی حالت میں تھا تو بیگم صاحبہ نے تین بار بادشاہ کے قصور معاف کر دینے کی التجا کی، دو مرتبہ تو شاہجہاں نے قبول نہیں کیا مگر تیسری بار جبہاں نے بھائی کیلئے بڑی منت و زاری کی تو طوعاً و کرہاً قبول کر لیا (ص ۱۷۶) عالمگیر باپ کے انتقال کی خبر پا کر اکبر آباد روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچنے کے بعد پیر بزرگوار کی قبر پر بیت آسویہ اپنے فاتحہ پڑھی اس کے بعد بیگم صاحبہ (بڑی بہن) کے پاس گیا اور تمام مقرب درباریوں کو حکم دیا کہ وہ حرم سرا کے دروازے پر جا کر حضرت بیگم کی خدمت میں تسلیات بجالائیں اور پڑھیں دیں۔ بادشاہ نے چند دن اکبر آباد میں ٹھہرنے کے بعد داروقہ تخت کو حکم دیا کہ تخت مرصع (تختِ طاہر) کو جشن کیلئے اکبر آباد سے دہلی پہنچایا جائے اس کے بعد محل کی بعض خواتین کو بھی دہلی بھجوا دیا گیا (منتخب للباب حصہ سوم ص ۱۷۶)

سجّادہ نشینی کا چوالیسواں سال (۱۰۷۷ھ) از یکم ربیع الاول

حضرت عروۃ الوثقیٰ کا اپنے صاحبزادوں اور خلفا کو مختلف علاقوں کیلئے مقرر فرمانا

صاحب روضۃ القیومیہ رقمطراز ہیں کہ اس سال حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اپنے چوتھے صاحبزادے خواجہ محمد اشرف کو توجہ قسری دی۔ (توجہ قسری کا مطلب یہ ہے کہ ایک توجہ میں شیخ کامل، سالک کو ابتدا سے لیکر انتہا تک مقامات طے کر دیتا ہے) چنانچہ حضرت خواجہ محمد اشرف اپنی بیاض میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے ایک دن مجھ سے فرمایا کہ اب میری زندگی کا صرف ایک سال باقی ہے، آویں تم پر ایسی توجہ کروں کہ اب تک کسی نے اپنے مرید پر نہ کی ہو، پھر توجہ کامل الفائقے نسبت فرمائی، بعد ازاں فرمایا کہ تم نے تمہیں کمالات الہی کے انتہا تک پہنچا دیا ہے جس کے آگے وہم و خیال ہیج ہے۔ حضرت نے ولایت صغریٰ، کبریٰ، علیا اور کمالات نبوت و رسالت، حقیقت کعبہ، حقیقت قرآن، حقیقت صلوة اور صباحت و مباحث وغیرہ سب کچھ ایک ہی وقت میں مجھے حاصل کر دیئے اور میں ان تمام مقامات کا احساس اپنے اندر پاتا ہوں۔ الحمد للہ علی ذلک۔

اسی طرح حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اپنے مریدوں اور خلفا کو حسب ذیل طور پر اپنے صاحبزادوں کے سپرد کیا۔ حضرت خواجہ محمد صبغۃ اللہ کو کابل اور اس کے گرد و نواح کے تمام پٹھان اور مغل علاقے سپرد کئے۔ حضرت خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ کو بدخشاں، ترکستان، دشت قبیاق، کاشغر، خطا، روم، شام اور یمن کے تمام مرید اور خلفا سپرد کئے، نیز خواجہ محمد حنیف کابلی، خواجہ محمد صدیق پشاوری، خواجہ عبدالصمد، اخون موسیٰ سنگریہاری، شیخ مراد شامی، خواجہ بارغون خطائی وغیرہ آپ کے سپرد ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشرعیہ کو خراسان، ماوراء النہر، توران، دارکنج، غورسہ، اندراب، قہستان، طبرستان، سجستان کے علاقے سپرد کئے اور شیخ ابوالمظفر بیان پوری، شیخ حبیب اللہ بخاری صوفی پائندہ طلا، شیخ ابوالقاسم بلخی وغیرہ اور ہند کے اکثر امرا اور شہزادہ معظم بھی آپ کے سپرد کئے گئے۔ حضرت خواجہ محمد اشرف کو دکن اور پنجاب کے خلفا اور مرید سپرد کئے گئے۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین کو شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر، شہزادہ اعظم شاہ، جعفر خاں وزیر، شائستہ خاں، نواب اکرم خاں، محتشم خاں، سلطان عبدالرحمن سپرد کئے گئے نیز حسب ذیل خلفا بھی حوالے کئے گئے، اخون میر محسن سیالکوٹی، صوفی پائندہ، شیخ آدم بھکری وغیرہ۔ حضرت محمد صدیق کو عرب، بحرین اور مشرقی ہند کے اکثر علاقے سپرد کئے گئے۔

(روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۳۸ و ۱۳۹)

بعد ازاں حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اپنے تمام خلفاء کو دنیا کے مختلف حصوں میں بھیجا، ایک ہزار سات سو خلفاء ترکستان اور دشت قیچاق میں بھیجے جن کا سردار خواجہ محمد امین اور خواجہ عبدالرحمن کو مقرر فرمایا، پانچ سو خلفاء کا شغرا و خطا کی طرف بھیجے جن کا سردار خواجہ ازغون کو بنایا، چار سو خلفاء شام اور روم کی طرف بھیج کر ان کا سردار شیخ مراد کو بنایا، سات سو خلفاء خراسان، بدخشان اور توران میں بھیجے جو شیخ حبیب اللہ کے ماتحت تھے، ایک سو خلفاء کابل میں اور ایک سو خلفاء نواح پشاور میں بھیجے، بیس خلفاء ننگر ہار میں، ان سب کا سردار خواجہ محمد حنیف، خواجہ محمد صدیق اور اخون موسیٰ کو مقرر فرمایا، باقی خلفاء کو ہندوستان کے مختلف شہروں میں بھیجا لے

سجادہ نشینی کا پینتالیسواں سال (۱۰۷۸ھ)

(خواجہ محمد حنیف کی وفات اور حضرت عروۃ الوثقیٰ ر کے

اشارہ پر بادشاہ عالمگیر کا مہتمم کے بت خانہ کو گرانا

اس سال خواجہ محمد حنیف نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی، حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کو ان کی وفات کا بہت صدمہ ہوا اور اپنے بڑے صاحبزادے شیخ محمد صبغۃ اللہ کو تعزیت کے لئے کابل بھیجا وہاں ان کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور وہاں کے بیشتر عوام و خواص آپ کے معتقد و مرید ہو گئے لے

اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ نے عالمگیر بادشاہ سے مہتمم کا بت خانہ منہدم کرنے کیلئے کہا جو ظاہر میں کفار کا سب سے بڑا تیرتہ تھا اور باطن میں ان کی سازشوں اور عیاشیوں کا ڈانٹھا، کہتے ہیں

عہ ماثر عالمگیری میں ہے کہ "رمضان ۱۰۷۸ھ کے مقدس مہینے میں بادشاہ دین پناہ نے حفظ شریعت و پابندی احکام الہی کا لحاظ فرما کر مہتمم کے بت خانہ کو گرانے کا حکم صادر فرمایا۔۔۔۔۔ اور اس کی جگہ رقم کثیر خرچ کر کے ایک مستحکم مسجد کی بنیاد ڈالی گئی۔ بت خانہ مذکورہ سنگم دیوبندلیہ کا تعمیر کیا ہوا تھا جو ابوا فضل کا قاتل ہے" (ماثر عالمگیری ص ۶۷) عالمگیر نے جتنے بت خانے منہدم کرائے وہ سب سازشوں کے مراکز اور عیاشی کے اڈے تھے صرف بت خانہ ہونے کی وجہ سے ان کو منہدم نہیں کرایا گیا۔ اگر یہ وجہ ہوتی تو پورے ملک میں ایک بھی بت خانہ باقی نہ رہتا۔ بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ بعض ان مندروں کو تو خن صرف پوجا پاٹ ہوتی تھی اور عیاشی کے اڈے نہ تھے عالمگیر بادشاہ نے جاگیریں عطا کیں۔ وہ اگرچہ خود مذہب کا پابند تھا اور مسلمانوں میں ترویج احکام شرعیہ کا بھی خواہاں تھا لیکن تمام غیر مذہب والوں کو مذہبی خیالات و افعال کی پوری آزادی حاصل تھی کسی پر سختی کرنا اس کی طبیعت میں ہرگز نہ تھا اگر کبھی کسی پر اس نے سختی کی بھی تو وہ بحالت مجبوری، لیکن تعصب کی بنا پر جو کچھ بھی کہا جائے تو اس کا کیا علاج۔ ۱۷ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۳۹ لے ایضاً ص ۱۴۰۔

اس کے بعد لفظ بت خانہ

اس وقت ایک سادھوتے پانچ سیرا کسیر کا ایک ڈبہ بادشاہ کو پیش کیا کہ یہ لے لو اور بت خانہ کو نہ گراؤ لیکن بادشاہ نے منظور نہیں کیا اور بت خانہ کو گرا کر ایک عالی شان مسجد بنوائی۔ ایک ہندو شاعر نے جس کا تخلص بہمن تھا اس مسجد و بت خانہ سے متعلق یہ شعر کہا ہے

بہ میں کرامت بت خانہ مرا لے شیخ کہ چوں خراب شود خانہ خدا گردد

ایک مسلمان شاعر نے جس کا تخلص روحی تھا اس کے جواب میں مندرجہ ذیل شعر کہا ہے

بہ میں رامت شیخ مرا کہ بت خانہ بہمن پیر منش خانہ خدا گردد

اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اپنے ارتحال کے قریب ہونے کی خبر دی جس کو سن کر جملہ متعلقین واجاب بہت غمگین ہوئے۔

س ۱۰۷۹

(حضرت عروۃ الوثقیٰ کا سانچہ ارتحال)

چونکہ یکم ربیع الاول سے سجادہ نشینی کا سال شروع ہوتا ہے اور ربیع الاول ۱۰۷۹ھ کو حضرت عروۃ الوثقیٰ کا وصال ہو گیا اس لئے ان دنوں کے واقعات کو سجادہ نشینی کے پینتالیسویں سال ہی میں درج کیا جاتا ہے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ کو ایک عرصہ سے وجع المفاصل (جوڑوں کے درد) کی تکلیف تھی اب کچھ دنوں سے اس مرض کا پھر زور ہو گیا، ہر چیز علاج کیا گیا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا، مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی گھٹنوں کے درد میں شدت ہونے کی وجہ سے بخار بھی ہو گیا، یونانی علاج سے فائدہ نہ ہوا تو شاہی ڈاکٹر انگریز علاج کے لئے حاضر ہوا اور اس نے آپریشن کے ذریعہ دوا رکھی لیکن بے سود۔ آخر حضرت علاج معالجہ سے بیزار ہو گئے اور فرمایا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان دواؤں سے اثر اٹھالیا ہے اس لئے اب کوئی دوا فائدہ نہ دے گی، یہ میری آخری بیماری ہے اور میں غمگین اس دار فانی سے رخصت ہونے والا ہوں۔ یہ سن کر حاضرین پریشان ہو کر رونے لگے حضرت نے سب کو تسلی دی۔ بادشاہ عالمگیر بھی آپ کی علالت سے بہت پریشان و بے قرار تھا، روزانہ حضرت کی خیر و عاقبت معلوم کرنے کا انتظام کیا ہوا تھا، کئی مرتبہ مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوتا چاہا لیکن حضرت نے منع فرما دیا کہ بادشاہ کو امیر سلطنت میں مشغول رہنا چاہئے۔

لے زوضنہ القیومیہ بلخصار کن دوم ص ۱۲۲ و ۱۲۳ ۱۲۴ ایضاً ص ۱۶۰ و ۱۶۱۔

وفات حسرت آیات

۱۰۔ محرم الحرام ۱۲۹۹ھ عاشورہ کے دن اشراق کی نماز کے بعد حضرت عروۃ الوثقیٰ نے لوگوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا چنانچہ شہر اور اس کے گرد و نواح کے تمام عوام و خواص حضرت کی خانقاہ میں جمع ہو گئے، اس وقت حضرت نے مجمع عام میں حمد و ثنا کے بعد وعظ و نصح فرمائے اور فرمایا کہ اب میں دنیا سے رخصت ہوتے والا ہوں لہذا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ قرآن، حدیث، اجماع امت اور اقوال مجتہدین پر عمل کرنا، خلاف شرع فقراء سے بچنا کیونکہ وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں وغیرہ۔ لوگ یہ باتیں سن کر زار و قطار رونے لگے اور بہت عملیں ہوئے۔

دوسرے دن حضرت اپنے اجداد کے مقبروں پر تشریف لے گئے اور فاتحہ خوانی کی، اکثر اوقات حضرت مجدد الف ثانی کے مزار پر اتوار پر گزارتے۔ نیران دنوں حضرت نے بعض مشائخ کو تحریر فرمایا کہ ”میرے لئے ایمان پر خاتمہ کی دعا کرو“ اکثر حضرات نے جواب میں عرض کیا کہ حضرت ہمارے خاتمہ یا خیر ہونے کی دعا فرمائیں۔ ایک صاحب نے جواب میں یہ شعر لکھا ہے

یقین می داں کہ شیران شکاری دریں رہ خواستند از مور یاری
 (یقین جانئے کہ شکار کرنے والے شیروں نے اس راستہ میں چوٹیوں سے مرد طلب کی ہے)

بعد ازاں آپ پر مرض کا اس قدر غلبہ ہو گیا کہ ہاتھ پاؤں میں حرکت کی سکت باقی نہ رہی اس شدت مرض میں کبھی اُفت تک نہ کیا اور نہ کبھی بے قراری کا اظہار ہوا، حتیٰ کہ کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہوا تھا کہ آپ بیمار ہیں، ان سب باتوں کے باوجود آپ حسب سابق عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے اور قریبہ نماز یا جماعت ادا کرتے۔

۸ ربیع الاول جمعہ کی نماز یا جماعت ادا کرنے کے بعد حضرت عروۃ الوثقیٰ نے فرمایا ”امید نہیں کہ ہم کل اس وقت تک دنیا میں رہیں“ پھر چید نصیحتیں فرما کر خلوت میں تشریف لے گئے۔ شام کے وقت سخت آندھی آئی اور زلزلہ بھی محسوس ہوا پھر بارش شروع ہو گئی۔ دوسرے دن صبح کی نماز تعدیل ارکان سے ادا کر کے مراقبہ کیا پھر نماز اشراق بڑے خشوع و خضوع سے ادا کی، بعد ازاں سکرانہ موت کی علامات ظاہر ہونے لگیں، تنفس میں تیزی آگئی۔ کواکب دریا میں ہے :-

کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی زبان مبارک آخری وقت میں بڑی تیزی سے حرکت کرتی تھی جب میں نے کان لگا کر سنا تو حضرت سورہ یسین پڑھ رہے تھے۔ مرآت جہاں نمایاں لکھا ہے کہ حضرت نے آخری وقت میں "السلام علیک یا نبی اللہ" فرمایا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ ہفتہ کے دن دوپہر کے وقت ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ مطابق ۱۷ اگست ۱۶۶۵ء کو اس جہاں فانی سے فردوسِ اعلیٰ تشریف فرما ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وصال کے وقت حضرت کے چہرہ مبارک سے مسکراہٹ بہت نمایاں تھی، اس کے بعد لوگوں میں آہ و بکا شور و فغاں ہو گیا اور سخت بیقراری و بے چینی پھیل گئی۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی رحلت کے وقت موسلا دھار بارش ہو رہی تھی، جس محل میں حضرت کا وصال ہوا تھا اسی میں غسل دیا گیا، غسل کے وقت بھی آپ کے لبوں پر تبسم تھا، حاجی عاشور، خواجہ عبدالرحمن، صوفی احمد اور شیخ انور وغیرہ نے حضرت کو غسل دیا اور تین کپڑوں (لغافہ، تہ بتدا اور قمیض) میں کفن دیا۔ جس وقت جنازہ اٹھایا گیا اس وقت بارش بند ہو کر بھوار میں تبدیل ہو گئی تھی۔ جنازہ میں شریک حضرات کا گریہ و زاری اور آہ و فغاں سے برا حال تھا بعض نیم سہل کی طرح تڑپ رہے تھے اور بعض دردِ الم کی وجہ سے حواس باختہ تھے، غرض کہ اس وقت کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ کو اکب دریا میں لکھا ہے کہ حضرت کی نعش مبارک لوگوں کے کندھوں پر خود بخود چلتی تھی۔ قصر معصومی کے شمال میں نماز جنازہ ادا کی گئی، بہت وسیع میدان ہونے کے باوجود لوگوں کی کثرت کی وجہ سے جگہ تنگ ہو گئی اور اکثر حضرات نماز جنازہ میں شرکت سے محروم رہ گئے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ مروج الشریعہ نے نماز جنازہ کی امامت کی، قصر معصومی سے جنوب کی طرف آپ کو دفن کیا گیا ۱۷۔

وقات کے دوسرے دن حضرت مروج الشریعہ کو واقعہ میں آپ کی زیارت ہوئی تو آپ سے کیفیت دریافت کی، حضرت نے فرمایا "ہدایت خوبصورت فرشتے جو اپنی خوبصورتی و رعنائی میں عیدم المثال تھے عمرہ لباس میں میرے پاس آکر نہایت ادب سے کھڑے رہے پھر واپس چلے گئے لیکن مجھ سے کوئی سوال نہ کیا۔" پھر قبر کی تنگی کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا "مجھے تو سوائے راحت اور خوشی کے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔" شیخ محمد تقی سعیدی فرماتے ہیں کہ پس شاہ جہاں آباد میں بادشاہ کے پاس سے اٹھ کر گھر آیا تو ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کا وصال ہو گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خیر دینے والا شخص فرشتہ ہو گا کیونکہ یہ خیر سننے ہی میں گھبرا ہوا بادشاہ کے پاس گیا اور واقعہ بیان کیا۔ بادشاہ نے کہا

۱۷ روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۱۶۳ و ۱۶۴۔ ۱۷ ایضاً ص ۱۶۵ تا ۱۶۷۔ ۱۷ ایضاً ص ۱۶۸

۱۷ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی ولادت و وفات کی تاریخوں میں اختلاف ہے

کہ میرے آدمی کو سب کو سب بیٹھے ہیں اگر ایسا ہوتا تو پہلے مجھے اطلاع ہوتی۔ پھر رات کے وقت بادشاہ کو حضرت کے وصال کی خبر اپنے ہر کاروں کے ذریعہ پہنچی تو بادشاہ کی زبان سے بے اختیار نکلا "تو عالم برقت" و "عالم تاریک شد" [یعنی جہان کا نور جاتا رہا اور عالم تاریک ہو گیا] بادشاہ حضرت کی تعزیت کے لئے سر ہنڈ آیا، پہلے حضرت کی قبر پر فاتحہ پڑھی بعد ازاں حضرت کے ہر فرزند کے پاس حاضر ہو کر تعزیت کی۔ اسی طرح حضرت کے جملہ مرید و خلفا اور امراء و رؤسا تعزیت کے لئے آتے رہے اور یہ سلسلہ عرصہ تک جاری رہا۔ اکثر حضرت نے تاریخ وفات لکھی ہیں مثلاً حضرت مروج الشریعہ نے "هو عند ملیک مقتدا" اور حضرت شیخ عبدالاحد نے "رفتنہ ز جہاں امام معصوم" کہی ہیں۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ کو جس جگہ دفن کیا گیا وہ حضرت مروج الشریعہ کی ملکیت تھی جب حضرت مروج الشریعہ نے اس جگہ کو تعمیر کرنا چاہا تو شاہجہاں کی لڑکی روشن آرا بیگم نے یہ سعادت حاصل کرنے کی درخواست کی۔ حضرت مروج الشریعہ نے منظور فرما کر تعمیر کی اجازت دیدی۔ چنانچہ روشن آرا بیگم نے نہایت اعلیٰ درجہ کے معمار اور کاریگر مہیا کئے اور جس قسم کا محل بیگم نے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ اس میں تشریف فرما ہیں اسی کا نقشہ بنا کر معماروں کو دیا کہ اس قسم کا محل تعمیر کیا جائے چنانچہ آپ کی قبر پر ایک نہایت عالی شان عمارت تعمیر کی گئی جو طرح طرح کے نقش و نگار سے منقش تھی، درمیان میں سنگ رخام کا عالی شان گنبد اور چاروں کونوں میں برج بنوائے گئے، غرض کہ روضہ مبارکہ کی تعمیر عالی شان عمارت کی شکل میں ہوئی اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا سامان وہاں رکھا گیا اور یہ تاریخ بنا روضہ پر کندہ ہوئی "مرقد محبوب حق قطب زباں"۔

حضرت کے روضہ شریفہ کے اندر آٹھ قبریں ہیں :- (۱) حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم (۲) مروج الشریعہ خواجہ عبید اللہ قرزند سوم حضرت عروۃ الوثقیٰ (۳) شیخ ابوالعلیٰ قرزند اکبر حضرت خواجہ محمد نقشبند (۴) حضرت شیخ محمد اشرف قرزند چہارم حضرت عروۃ الوثقیٰ (۵) حضرت شیخ محمد صبغہ قرزند اکبر حضرت عروۃ الوثقیٰ (۶) شیخ محمد ہادی قرزند اکبر مروج الشریعہ (۷) شیخ الاسلام قرزند محمد پارسا (۸) نور معصوم نبیرہ محمد پارسا۔ آخر الذکر تین قبریں پائنتی کی جانب ہیں۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ نے آخر وقت تک جو مکاتیب تحریر فرمائے اس کا تیسرا دفتر سنہ ۸۰۰ھ میں "مکاتبات زقطب زباں" کے تاریخی نام سے مرتب ہوا۔ الحمد للہ کہ آپ کے مکاتیب کے تینوں دفتر فارسی زبان میں بھی دستیاب ہیں اور اردو ترجمہ بھی شائع ہو گیا ہے۔

۱۔ روضۃ القیومیہ بلخصاً کن دوم ص ۴۰ و ۴۱۔ ۲۔ ایضاً ص ۴۲ و ۴۳۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ کے شمائل اور اخلاق و آداب

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کا قد خاصہ تھا، بدن مبارک پر گوشت، رنگ گندمی، ابرو کشادہ، ناک اونچی، آنکھیں بڑی بڑی، ڈاڑھی سفید اور تمام اعضا نہایت متناسب اور خوش وضع تھے۔ حضرت کا لباس نہایت لطیف بلکہ الطف ہوتا، سر پر عمامہ یا ندرتھے اور کبھی ہندی لباس زیب تن فرماتے تھے۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کی آواز مبارک میں یہ کمال تھا کہ نماز میں قرأت پڑھتے وقت جس قدر بلند آواز پہلی صف والوں کو معلوم ہوتی تھی اسی قدر آخری صف والوں کو سنائی دیتی تھی اگرچہ بعض اوقات حضرت کے پیچھے سو سو صفیں بھی ہوتیں لیکن آواز سب کو یکساں سنائی دیتی تھی۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ کا اس درجہ ادب و احترام کرتے تھے کہ جب حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ حسب معمول شام کے وقت پالکی میں بیٹھ کر تفریح کے لئے تشریف لے جاتے اور پالکی دولت سرانے معصومی کے سامنے سے گذرتی تو حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ پالکی دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے اور جب تک پالکی نظر کے سامنے رہتی کھڑے رہتے۔ بارہا عرض کیا گیا کہ تہ آپ حضرت کو نظر آتے ہیں اور تہ حضرت آپ کو دیکھتے ہیں پھر کھڑے ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ فرماتے دکھانا مقصود نہیں ہے ادب مقصود ہے۔ اسی طرح آپ کے مکان میں بیری کا درخت تھا اس کے بیر پہلے حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ کو بھیجتے پھر خود کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے تھے۔

۱۔ روضۃ البیومیہ رکن دوم ص ۱۵۶ ۲۔ ایضاً ص ۱۴۶ ۳۔ ویکہ علماء ہند کا شاندار ماضی ص ۳۳۱۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ

کی

تصنیفات

مکتوبات معصومیہ

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ السامی کے صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ بھی بزبان فارسی و عربی اپنے والد بزرگوار کے مکتوبات شریفہ کی طرح بہت بلند درجہ رکھتے ہیں اور شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت کے جامع اور ادب و انشا کا اعلیٰ شاہکار ہیں، ان میں سالکان طریقت کو پیش آنے والے سوالات کے جوابات، خواہوں کی تعبیرات اور بہت سے فقہی مسائل کا حل ہے نیز مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بہت سے ادق مقامات کی تشریحات پر مشتمل ہیں جو سالکان طریقت کے لئے ایک بے بہا ذخیرہ اور انمول خزانہ ہیں۔

مکتوبات معصومیہ و قراول: اس دفتر کی ترتیب و تدوین کی سعادت حضرت عروۃ الوثقیٰ کے صاحبزادہ سوم حضرت خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشریعہ کو حاصل ہوئی۔ انھوں نے ۱۰۳۹ھ میں جس کا مادہ تاریخ "درۃ التاج" ہے اس مبارک کام کا آغاز کیا اور ۱۰۶۳ھ میں جس کا مادہ تاریخ "جمع کمالات نبوت" ہے اختتام کیا۔ اس دفتر میں ۲۳۹ مکتوبات ہیں۔ اس کے بعد نقل در نقل قلمی نسخوں کا سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ غالباً پہلی مرتبہ ۱۳۰۲ھ میں اصل فارسی نسخہ مطبع نظامی کانپور نے شائع کیا۔

مکتوبات معصومیہ دفتر دوم: اس دفتر کو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے صاحبزادہ پنجم حضرت خواجہ سیف الدین کے حکم سے حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلیفہ حضرت مولانا شرف الدین حسین بن میر عماد الدین محمد بن الحسینی الہروی نے جمع و تدوین کا کام انجام دیا اور اس کا تاریخی نام "وسیلۃ السعادت" (۱۰۷۲ھ) رکھا۔ جس میں ۱۵۸ مکتوبات ہیں اور قلمی نسخوں کے سلسلہ کے بعد غالباً پہلی مرتبہ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۰۶ء کو ظہور پریس لدھیانہ سے شائع ہوا۔

مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم: اس دفتر کو حضرت خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ صاحبزادہ دوم کے حکم سے حضرت حاجی محمد عاشور بن حاجی محمد البخاری خلیفہ مجاز حضرت عروۃ الوثقیٰ نے سنہ ۱۳۷۵ھ میں جمع کرنا شروع کیا۔ مکتوباتِ قطبِ زباں سے آغاز تاریخ اور "مکتوباتِ قطبِ زباں" (سنہ ۱۳۸۵ھ) تک کی تاریخ نکلتی ہے۔ دفتر سوم بھی غالباً پہلی مرتبہ حضرت مولانا نور احمد امرتسری کی محنت و کاوش سے سنہ ۱۳۸۵ھ میں شائع ہوا جس میں ۲۵۵ مکتوبات ہیں۔

بعد ازاں حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب مدظلہ العالی نے محنت و کوشش سے یہ ہر سہ دفتر اصل فارسی ۱۳۹۵ھ میں شائع کئے۔ پھر ارقم الحروف نے ان ہر سہ دفاتر کا پہلی مرتبہ اردو ترجمہ کیا جو سنہ ۱۳۹۹/۹۸، ۱۳۹۹/۹۸، ۱۳۹۹/۹۸ میں ادارہ مجددیہ، ناظم آباد کراچی سے شائع ہوا۔ اور اب یہ اصل فارسی نسخہ اور اردو ترجمہ دونوں دستیاب ہیں۔

مکاشفاتِ عینیہ: یہ رسالہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکاشفات پر مشتمل ہے جن کو حضرت عروۃ الوثقیٰ نے سنہ ۱۵۱۵ھ میں مرتب فرمایا تھا۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب مدظلہ العالی نے اردو ترجمہ کیا تھا سنہ ۱۳۸۳ھ میں ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی سے شائع کیا۔

یواقیتِ اکرمین: یہ رسالہ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کے فریضہ حج اور زیاراتِ حرمین شریفین کے سفر مقدس کے حالات و فیوضات اور توار و برکات پر مشتمل ہے۔ اصل رسالہ عربی میں ہے جو گوشہ گما می ہے البتہ اس کا فارسی ترجمہ "حسانتِ اکرمین" نامی بھی نایاب اور غیر مطبوعہ تھا جو مخدومی حضرت حافظ محمد ہاشم جان مجددی حاصل کر کے فاکسار مولف نے پہلی بار ترجمہ کیا اور اب پیش نظر کتاب مستطاب انوار معصومیہ میں شائع کیا جا رہا ہے۔

اذکارِ معصومیہ: یہ رسالہ عربی و فارسی زبان میں ہے، یعنی عربی میں اذکار و ادعیہ اور فارسی میں اس کے فوائد ہیں۔ غالباً یہ رسالہ پہلی مرتبہ کتبہ سیفی لاہور سے یکم ذی الحجہ سنہ ۱۳۸۲ھ کو شائع ہوا تھا۔ فاکسار مولف نے عربی دعاؤں کا ترجمہ آئندہ اشاعت موقوف رکھ کر فارسی فوائد کا اردو ترجمہ کر دیا جو پیش نظر کتاب کی زینت ہے۔

حضرت عروۃ الوثقی

کی

اولاد امجاد

حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے چھ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

- | | | |
|-------------------------------------|----------------------------|--------------------------|
| (۱) حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ | ولادت ۱۱ ربيع الثانی ۱۰۳۲ھ | وفات ۹ ربيع الثانی ۱۱۲۱ھ |
| (۲) خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ | ۷ رمضان ۱۰۳۲ھ | ۲۹ محرم ۱۱۱۲ھ |
| (۳) شیخ محمد عبید اللہ مروج الشریعہ | ۲۱ شعبان ۱۰۳۴ھ | ۱۹ ربيع الاول ۱۰۸۳ھ |
| (۴) شیخ محمد اشرف محبوب اللہ | ۱۰۳۳ھ | ۲۷ صفر ۱۱۱۸ھ |
| (۵) خواجہ سیف الدین محی السنہ | ۱۰۲۹ھ | ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۰۹۶ھ |
| (۶) شیخ محمد صدیق محبوب الہی | ۱۰۵۷ھ | ۵ جمادی الاولیٰ ۱۱۳۰ھ |

صاحبزادیاں

- (۱) امۃ اللہ بیگم، نسوب بہ شاہ عبداللہ بن خازن الرحمہ
 - (۲) عائشہ بیگم، نسوب بہ شاہ لطف اللہ بن خازن الرحمہ
 - (۳) عارفہ بیگم، غیر قوم کے مرزا آقندی کے ساتھ نسوب تھیں۔
 - (۴) عاقلہ بیگم، نسوب بہ حضرت سعد الدین بن خازن الرحمہ
 - (۵) صفیہ بیگم، نسوب بہ حاجی فضل اللہ بن شیخ عبدالقادر محرمی
- حضرت کی پانچوں صاحبزادیاں صاحب کمالات طاہرہ و خوارق باہرہ تھیں، اپنے والد ماجد سے کمالات تبوت کی خوشخبری پائی تھی ہر ایک عورتوں نے ان سے استفادہ کیا۔
- اب ہم مخدوم زادگان عالی شان قدس اللہ سرار ہم کے تفصیلی حالات پیش کرتے ہیں :-

۱، حضرت شیخ محمد صبغتہ اللہ قدس سرہ

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے فرزندِ اکبر ہیں، آپ کی ولادت ۱۱ ربیع الثانی ۱۰۳۲ھ کو بمقام سرہند ہوئی۔ ان دنوں حضرت مجدد الف ثانیؒ اجمیر میں قیام پذیر تھے جب حضرت مجدد الف ثانیؒ سرہند شریف تشریف لائے تو حضرت نے ان کو مولود کو دیکھ کر فرمایا "السلام علیکم یا صبغتہ اللہ" اور فرمایا کہ اس لڑکے سے بوئے اصالت آتی ہے اس لئے اس کا نام صبغتہ اللہ رکھنا چاہئے۔ ابھی شیر خوار ہی تھے کہ سخت بیمار ہو گئے مرض کا اس قدر غلبہ ہوا کہ امیرِ ریسیت باقی نہ رہی۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ سے اس فرزند کی صحت کیلئے دعا کی درخواست کی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا "اس فرزند کے بارے میں کچھ فکر نہ کرو، اس کی عمر بہت ہوگی اور بڑا صاحبِ کمال ہوگا، میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک بوڑھا ہاتھ میں عصا لئے ہوئے ہے اور بکثرت مخلوق اس کے گرد حلقہ باندھے استفادہ کیلئے کھڑی ہے" چنانچہ واقعی حضرت مجدد الف ثانیؒ کا یہ ارشاد پورا ہوا اور آپ کمالاتِ باطنی کو پہنچ کر مرجعِ خلائق ہوئے اور تقریباً توڑے سال کی عمر میں وفات پائی۔

نقل ہے کہ چالیس روز میں آپ نے قرآن کریم حفظ کر لیا تھا بعد ازاں علوم معقول و منقول اور فروع و اصول میں کامل درجہ حاصل کر کے والدینِ گوارا کی خدمت میں باطنی سلوک کی تکمیل کی، ہر مقام میں قدمِ راسخ اور عبادت و ورع اور تقویٰ میں استقامت کامل رکھتے تھے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ آپ پر نہایت درجہ شفیق و مہربان تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر باپ کو بیٹے کی تعظیم کرنی روا ہوتی تو میں اپنے بیٹے صبغتہ اللہ کی تعظیم کیا کرتا۔ تکمیلِ سلوک کے بعد حضرت عروۃ الوثقیٰ نے آپ کو اجازت و خلافت سے مشرف فرما کر کابل روانہ فرمایا اور وہاں کی قطبیت بھی آپ کے سپرد کی، وہاں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، بکثرت طالبانِ خدا کو مقاماتِ عالیہ پر پہنچایا۔

نیز نقل ہے کہ ایک روز سلطان وقت اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کو بلایا تاکہ آپ کی زیارت سے مستفیض ہوں حالانکہ سلطان آپ کے والد ماجد کا مرید و خلیفہ تھا، سلطان کے خدام کے پیچھے سے پہلے ہی آپ مطلع ہو گئے، حکم دیا کہ پالکی حاضر کرو، پھر اس پر سوار ہو کر باغ کی سیر کو تشریف لے گئے، اور متعلقین سے فرمایا کہ جو وقت بادشاہ کے آدمی مجھے بلانے کے لئے آئیں تو ان سے کہہ دیں کہ آپ لوگوں کے پیچھے سے پہلے وہ کسی طرف چلے گئے۔ مختصر یہ کہ اس واقعہ کے بعد ایک تیار مند نے

۱۔ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۷۵ ۲۔ حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۳۳۷ -

عرضِ خدمت کیا کہ بادشاہ کی اس قدر خواہش کے باوجود اس کی مجلس سے اس درجہ بیزاری کا کیا سبب ہے حالانکہ آپ کے بھائی بادشاہ کی صحبت رکھتے تھے اور اس ذریعہ سے مخلوق کے کام انجام دیتے تھے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہمارے بھائی نیک نیت تھے، فقیر ایک دل رکھتا ہے جو کہ میں ایک بادشاہ کو دے چکا ہوں، دوسرا دل نہیں رکھتا جو دوسرے بادشاہ کو دوں، بعد ازاں عارف جام کی رباعی کمال شوق کے ساتھ زبان مبارک پر لائے۔ رباعی

لے آنکہ بقبلہ بتاں دوست ترا بر مغز چرا حجاب شد پوست ترا
دل در طلب این آن نہ کوست ترا یک دل داری بس آست یک دوست ترا لے
[لے وہ شخص کہ تیرا رخ بتوں کے قبلہ کی طرف ہے، تیرا پوست (چھلکا) مغز پر حجاب کیوں ہو گیا، تیرے دل کا اس اور اس کی طلب میں ہونا اچھا نہیں ہے، تو ایک دل رکھتا ہے تجھ کو ایک دوست کافی ہے۔] لے
آپ کی وفات تو ۷۷ سال کی عمر میں جمعہ کے روز بوقت عصر ۹ ربیع الثانی ۱۲۱۱ھ کو ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ سرسند شریف پر سکھوں کا غلبہ تھا، اس کے باوجود ہزاروں مسلمان جنازہ میں شریک تھے اور بہت احترام و اہتمام کے ساتھ آپ کے جنازہ کو لیجا کر حضرت عروۃ الوثقیٰ کے گنبد میں مغربی دروازے کے قریب خواجہ محمد اشرف کے پہلو میں دفن کیا گیا لے

آپ کی اولاد میں چار لڑکے اور سات لڑکیاں تھیں :- شیخ ابوالقاسم، شیخ محمد اسمعیل، شیخ اہل اللہ، شیخ میر - صائمہ، راضیہ، عالیہ، ماریہ، رافعہ، باقیہ، روشن آرا۔
شیخ ابوالقاسم، آپ تے تکمیل سلوک حضرت عروۃ الوثقیٰ سے کیا اور ظاہری علوم اپنے والد بزرگوار اور چچاؤں سے حاصل کئے، حضرت حجۃ اللہ کے داماد اور حضرت مروج الشریعہ کے منبئی تھے حضرت خواجہ سیف الدین کی خانقاہ کے میر سامان بھی رہے۔ آپ لا ولد تھے۔ ۱۲۸۱ھ میں وفات پائی۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے گنبد میں سب سے پہلی قبر آپ ہی کی بنی۔ لے

شیخ محمد اسمعیل - آپ حضرت مروج الشریعہ کے داماد تھے ۱۳۶۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کی اولاد میں چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں لے
شیخ اہل اللہ، آپ کی اولاد میں صرف ایک لڑکی تھی جو شیخ محمد بن شافی الحال سے منسوب تھی۔
شیخ میر - آپ نے اپنے والد ماجد کی خدمت میں باطنی سلوک طے کر کے خلافت پائی لے

(۲) حضرت خواجہ محمد نقشبند حجتہ اللہ قدس سرہ

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے فرزندِ دروم ہیں، آپ کی ولادت باسعادت بروز جمعہ، رمضان ۱۰۳۲ھ (مطابق ۱۳ جون ۱۶۲۵ء) کو سرمن میں ہوئی۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے نومولود فرزند کا اسم محمد نقشبند اور لقب شرف الدین مقرر فرمایا اور بطور شکرانہ بہت سا کھانا پکا کر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کے نام پر تقسیم کیا۔ حضرت حجتہ اللہ تھوڑی مدت میں قرآن شریف حفظ کر کے علوم ظاہری حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے اکثر کتابیں اپنے عم محترم حضرت خواجہ محمد سعید سے پڑھیں، ایسی تحقیق و تدقیق سے پڑھا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ محمد سعید فرمایا کرتے تھے "یہ مجھ سے پڑھتے نہیں آتے بلکہ پڑھانے آتے ہیں"۔ غرض کہ آپ نے فقہ و حدیث اور جمیع علوم متداولہ نہایت کوشش سے پڑھے، علمِ قال کے ساتھ علمِ حال بھی آپ نے اپنے والد بزرگوار سے حاصل کرنا شروع کر دیا۔ اور بوجہ علو استعداد تھوڑی مدت میں ایسے حالات و واقعات پر پہنچے کہ عقل و فکر سے باہر ہیں۔

حضرت حجتہ اللہ کا پہلا نکاح حضرت عروۃ الوثقیٰ کی بھانجی سے ہوا تھا، آپ کی اکثر اولاد اسی بیوی سے ہوئی، دوسرے نکاح کا واقعہ اس طرح ہے کہ خراسان کے مشہور سید میر عبد اللہ نے حضرت حجتہ اللہ کو خواب میں دیکھا تو زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا، ان دنوں آپ پشاور میں تشریف فرما تھے۔ میر صاحب یہاں حاضر ہو کر مرید ہو گئے پھر محبتِ شیخ کا غلبہ ہوا تو اپنی لڑکی عائشہ کیم کا نکاح آپ سے کر دیا، یہ نکاح ۲۷ ربیع الاول ۱۰۶۹ھ کو ہوا۔

اسی سال عرب کے بہت سے علماء و مشائخ مثلاً شیخ عبد الوہاب رئیس المشائخ، شیخ فخر الدین خطیب اور مولانا شمس الدین ملک لعلماء عرب وغیرہ حاضر ہو کر مرید ہوئے۔

۱۰۸۱ھ میں اہل کابل نے حضرت حجتہ اللہ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا جس میں آپ کے دیدار فائض الانوار کے اشتیاق اور کابل میں آپ کی تشریف آوری کی خواہش کا اظہار درج تھا۔ حضرت بھی اہل کابل پر بہت مہربان تھے اس لئے کابل روانہ ہو گئے، جب اہل کابل کو حضرت کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی تو کئی منزل آگے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا۔ کہتے ہیں کہ بدخشاں خراساں، توران اور ترکستان کے لوگ اس کثرتِ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے جیسے ٹڈی دل ہو اور اس شوق سے جیسے پروانے شمع پر کرتے ہیں ہر روز ہزاروں آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر

لے روضۃ القیومیہ بلخصار کن دوم ص ۱۳ - ۱۴ ایضاً کن سوم ص ۹

مرید ہوتے، بہت سے ترک، متعل اور ٹچھان شرفِ ارادت سے مشرف ہوئے، غرض کہ ہر صبح و شام حضرت کے حلقہ میں ہزار ہا آدمی شریک ہوتے۔ کابل کے دورانِ قیام رمضان المبارک کا مہینہ آگیا، تراویح میں لوگوں کی اس قدر کثرت ہوئی کہ کابل کی جامع مسجد وسیع و عریض ہونے کے باوجود سب نمازیوں کے لئے کافی نہ ہوتی اس لئے حضرت شہر کے باہر باغ میں نماز تراویح ادا فرماتے تھے۔ حضرت حجۃ اللہ کچھ عرصہ کابل میں تبلیغ دین فرما کر سرسند واپس تشریف لے آئے۔

۱۰۸۲ء میں بروز جمعرات ۷ ارجھادی الاولیٰ کو روشن آرا بیگم بنت شاہجہاں کا انتقال ہوا۔
۱۰۸۳ء میں حضرت خواجہ محمد نقشبند کے بڑے صاحبزادے حضرت ابوالعلیٰ نے اپنے چہرہ پر نقا ڈال لیا اور لوگوں کی ہمنشینی کو ترک کر دیا۔

۱۰۸۴ء میں حضرت خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ اپنے بعض اعزہ و احباب کے ساتھ دامنِ کوہ کی سیر کے لئے تشریف لے گئے وہاں صبح کی نماز کے بعد دیر تک مراقبہ کیا پھر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفرِ حجاز کی تاکید فرما رہے ہیں، اس واقعہ کے بعد آپ سرسند تشریف لے آئے اور حریم شریفین کی تیاری شروع کر دی۔ ۱۰۸۸ء میں آپ حج و زیارتِ حریم شریفین کے ارادہ سے روانہ ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ تقریباً سات ہزار آدمی آپ کے ہمراہ تھے۔ جب آپ کا گذر شاہجہاں آباد سے ہوا تو عالمگیر بادشاہ نے آپ کا استقبال کیا اور قلعہ معلیٰ میں آپ کے قیام کا انتظام ہوا۔ تقریباً ایک سال بادشاہ نے آپ کو مہمان رکھا اور آپ سے تجدید بیعت کر کے فیوض حاصل کئے، بعد ازاں آپ حج کے لئے روانہ ہوئے، اتفاقاً راستہ میں بہت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور وقت بھی بہت زیادہ لگ گیا۔

جب اہل عرب کو حضرت حجۃ اللہ کی تشریف آوری کی خبر ہوئی تو بکثرت عوام و خواص خصوصاً شیخ المشائخ عبدالوہاب، شیخ فخر الدین خطیب اور ملک العلماء مولانا شمس الدین وغیرہ نے آپ کا استقبال کیا۔ شیخ مراد شامی مع دیگر خلفاء کے حاضر خدمت ہوئے، مکہ معظمہ کے دورانِ قیام میں لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوتے تھے، مسجد الحرام میں لوگ پانچوں وقت حضرت کے انتظار میں رہتے جب حضرت تشریف لاتے تو آپ کی امامت میں نمازِ جماعت ادا کرتے، جب حج کے لئے عرفات تشریف لے گئے تو آپ ہی تمام حجاج کے سالارِ قافلہ تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ عرفات میں مجھ پر اس قدر غایاتِ الہی ہوئی ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ خیال ہے کہ ۱۰۸۹ء میں آپ حج کی سعادت سے مشرف ہوئے بعد ازاں مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ حضرت ابوالعلیٰ مناقب نقشبندیہ میں لکھتے ہیں کہ میں اس وقت حضرت کے

۱۰ روزہ القیومیہ بلخسارکن سوم ص ۱۱ ۱۰ روزہ عالمگیری ص ۱۰ ۱۱ روزہ القیومیہ بلخسارکن سوم ص ۱۰ ۱۱ ۱۰ روزہ القیومیہ بلخسارکن سوم ص ۱۰ ۱۱ ۱۰

ساتھ تھا، آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے سامنے کھڑے ہوئے دیر تک روتے رہے، پھر حجرہ مبارکہ کے قریب بیٹھ کر مراقبہ کیا اور دیر تک رسالت کے بحر احسان و انعام میں مستغرق رہے اور یہ کلمات ادا فرماتے رہے اذیت نفسی و روحی و اولادی علیک یا رسول اللہ یا رسول اللہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خجہ بھی کمال لطف و کرم سے حضرت حجۃ اللہ کو غایاتِ خاصہ اور تشریفاتِ مخصوصہ سے ممتاز فرمایا اور اس قسم کی مہربانی فرمائی جس کا پوشیدہ رکھنا ہی بہتر ہے۔ ۲۵۔ پچیس یوم مدینہ منورہ میں قیام کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کر کے مکہ معظمہ حاضر ہوئے پھر چند روز وہاں قیام کر کے ہندوستان تشریف لے آئے ۲۔

۱۶۸۔ ۹۱۔ جب حضرت حجۃ اللہ بندرگاہ سورت پر پہنچے تو آپ کے صاحبزادے حضرت ابوالعلیٰ نے جو نقاب اپنے چہرہ پر ڈالا ہوا تھا اتار دیا۔ حضرت حجۃ اللہ بندرگاہ سے وطن کی جانب روانہ ہوئے تو جس گاؤں یا شہر سے آپ کا گذر ہوتا وہاں کے لوگ آپ کا استقبال کرتے، بادشاہ ان دنوں حسن ابدال میں تھا حضرت کی تشریف آوری کی خبر سن کر استقبال کے لئے شاہجہاں آباد کی جانب روانہ ہو گیا ۳۔

انہی دنوں حضرت حجۃ اللہ کی والدہ ماجدہ (یعنی حضرت عروۃ الوثقیٰ) کی زوجہ محترمہ اس سرے فانی سے عالم جاودانی کو کوچ کر گئیں اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے گنبد کے مشرقی محراب میں دفن کی گئیں۔ جب بادشاہ عالمگیر سرسند پہنچا تو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے جو فرزند اس وقت سرسند میں موجود تھے ان کی والدہ کی تعزیت کی اور فاتحہ پڑھی پھر شاہجہاں آباد روانہ ہو گیا۔ حضرت حجۃ اللہ والدہ ماجدہ کے انتقال کی خبر سن کر غمزدہ سرسند آ رہے تھے کہ تھا نیسر میں بادشاہ سے ملاقات ہو گئی۔ بادشاہ نے پہلے حضرت کی والدہ ماجدہ کی تعزیت کی پھر اپنے ہمراہ شاہجہاں آباد چلنے پر اصرار کیا حضرت بھی کمال لطف و کرم سے اس کی التماس کو منظور فرما کر شاہجہاں آباد تشریف لے گئے۔ بادشاہ نے قلعہ معلیٰ میں آپ کے قیام کا انتظام کیا اور صبح و شام حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفیض ہوا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت نے بادشاہ سے رخصت چاہی اور سرسند تشریف لے آئے۔ اسی سال بعض مخالفین نے حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات پر نکتہ چینی کی اور مناظرہ کے لئے تیار ہو گئے آخر مناظرہ ہوا اور بری طرح شکست کھائی پھر ان مخالفین نے عرب کے ایک عالم برزنجی کو بڑی رقم اور طرح طرح کے لالچ دیکر مناظرہ کے لئے بلایا لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ نے ایسی مدد فرمائی کہ برزنجی مع اہل و عیال جہاز کے ساتھ سمندر میں غرق ہو گیا اور اس طرح مخالفین کی کمرہمت ٹوٹ گئی ۴۔

۱۔ روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن سوم ص ۵۹۔ ۲۔ ایضاً ۶۶۔ ۳۔ ایضاً ص ۶۸۔ ۴۔ ایضاً ص ۶۹۔ ۵۔ ایضاً ص ۷۷۔

اسی سال یعنی ۱۰۹۱ھ میں حضرت حجۃ اللہ کے صاحبزادے حضرت ابوالاعلیٰ کی شادی حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمہ کی پوتی شیخ سعد الدین کی صاحبزادی سے ہوئی۔

۱۰۹۱ھ میں دکن میں مرہٹہ گردی کا آغاز ہوا اور ۲۲ جمادی الاخر ۱۰۹۱ھ کو مرہٹوں کے سردار سیواجی پرگرمی کا غلبہ ہوا اور گھوڑے سے اترتے ہی اس نے دو مرتبہ خون کی قے کی اور مر گیا۔

جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں نے ۳ رمضان ۱۰۹۲ھ (مطابق ۱۶ ستمبر ۱۶۸۱ء یوم سہ شنبہ) کو وفات پائی اور حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے صحن میں اسی جگہ دفن ہوئی جو مرحومہ نے اپنی حیات میں تعمیر کرائی تھی۔

۱۰۹۲ھ میں بعض فتنہ پردازوں کے اشارہ پر شہزادہ محمد اکبر اپنے والد بزرگوار (عالمگیر) سے باغی ہو گیا اور کثیر لشکر جمع کر کے جنگ کے لئے تیار ہو گیا، بادشاہ حضرت حجۃ اللہ کی خدمت میں فتح و نصرت کی دعا کے لئے درخواست کی حضرت نے جواب میں لکھا کہ ”ہم دعا اور توجہ میں مشغول ہیں خاطر جمع رکھو اللہ تعالیٰ تم کو دشمنوں پر فتح عنایت فرمائے گا جہاں جاؤ گے فتح پاؤ گے کشفی نظر میں تمہاری فتح روز روشن کی طرح دکھائی دیتی ہے۔“ بادشاہ اس بشارت سے بہت خوش ہوا اور تیاری کر کے میدان جنگ میں پہنچ گیا جب دونوں لشکروں کا سامنا ہوا تو حق سبحانہ و تعالیٰ شہزادہ محمد اکبر کے دل میں بادشاہ کا ایسا رعب ڈالا کہ بغیر جنگ کے بھاگ گیا۔ شاہی فوج نے اس کا تعاقب کیا لیکن شہزادے نے ایران پہنچ کر دم لیا اور وہیں ۱۱۵ھ میں وفات پائی۔ بادشاہ عالمگیر نے شہزادہ محمد اکبر کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد دکنی دشمنوں کی طرف متوجہ ہوا اور فتنہ و فساد مٹانے کے لئے دکن میں سکونت اختیار کی پھر شاہجہاں آباد نہ آسکا۔

۹۵ مرہٹوں سے متعلق منتخب الباب حصہ سوم میں ہے کہ ”دکن کے معتبر اشخاص مرہٹہ قوم کے بیانات کے مطابق سیواجی کا اصل نسب چتوڑ کے رانا سے ملتا ہے۔ راجپوتوں اور تمام ہندوؤں میں غیر ذات کی عورتوں سے تو والد و تناسل کو مذموم سمجھا جاتا ہے (۱۱۲) کہتے ہیں کہ سیوا کے باپ دادا میں سے ایک شخص بھوسلہ رانا کے علاقہ میں رہتا تھا۔ غیر قوم کی ایک بدھل عورت سے اس کے تعلقات تھے۔۔۔۔۔ اس سے ایک لڑکا تولد ہوا۔ بھوسلہ نے رسوائی سے بچنے کے لئے اس بچہ کو اس کی انا کے ساتھ پہاڑ کے دامن میں بھجویا۔۔۔۔۔ بھوسلہ نے اپنی محبوبہ کی محبت کی وجہ سے اپنی قوم میں شادی نہیں کی۔۔۔۔۔ آخر ان تعلقات کا بھانڈا پھوٹا تو بھوسلہ اپنی محبوبہ اور بچے کو لیکر دکن چلا گیا۔ بچے کے جوان ہونے پر وہاں کے صحیح النسب راجپوت احتیاط و شبہ کی وجہ سے اس لڑکے کو اپنی لڑکی دینے پر تیار نہیں ہوئے۔ مجبوراً اس نے مرہٹہ قوم میں جو خود کو غیر معروف راجپوت سمجھتے تھے اپنے لڑکے کی نسبت کر دی، اسی سل سے ساتویں اٹھویں پشت میں ساہو بھوسلہ پیدا ہوا (۱۱۵) سیوا کا یہ طریقہ تھا کہ وہ آباد میر حائل قبضوں پر جہاں کی رعیت مالدار اور خوشحال ہوتی اچانک چاڑتا اور لوٹ مار کر کے ان کو اپنے قبضہ میں لے آتا (۱۱۶)۔ جب اس نے کافی دولت جمع کر لی اور ایک اچھی خاصی فوج فراہم کر لی تو اس نے ہندوستان اور بجا پور کے سلاطین کے خلاف کارروایاں شروع کر دیں۔۔۔۔۔ اور دکن کا سب سے بڑا اور طاقتور باغی بن گیا (۱۱۷)۔

۹۶ روضۃ القیومیہ کن سوم ص ۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸

بروز سپرہ ۵ ذیقعدہ ۱۰۹۳ھ کو حضرت حجۃ اللہ کے صاحبزادے حضرت ابوالعلیٰ کے گھر میں
حضرت خواجہ محمد زبیر کی ولادت ہوئی۔

۱۰۹۵ھ میں چونکہ حضرت حجۃ اللہ کو حق تعالیٰ کی جانب سے بڑی بڑی نعمتیں حاصل ہوئیں
اس لئے آپ نے ان نعمتوں کے شکر یہ میں حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ کیا اور چاہا کہ اس نومو
نور العین (خواجہ محمد زبیر) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے مشرف کراؤں حضرت مروج الشریعہ
کے فرزند خواجہ محمد پارسا اور علماء دمشق کی بڑی جماعت بھی حج کے ارادے سے آپ کے ہمراہ روانہ ہوئی
آپ نے دکن کی راہ سمندر کے کنارے پہنچنا چاہا۔ ان دنوں بادشاہ عالمگیر بھی دکن میں تھا۔ آپ کی
تشریف آوری کی خبر سن کر شایان شان آپ کا استقبال کیا اور اپنے ہمراہ شاہی لشکر میں ٹھہرایا، صبح
و شام حلقہ و مراقبہ کی مجلسیں گرم ہونے لگیں۔ چند روز قیام کے بعد آپ نے حجاز مقدس روانہ ہونا چاہا
تو معلوم ہوا کہ فرنگیوں سے جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے راستہ بند ہے۔ اس لئے آپ نے راستہ
کھل جانے کے انتظار میں کافی عرصہ وہاں قیام کیا۔ اس دوران میں عالمگیر کو آپ کی دعا کی برکت سے
دکن میں بڑی فتوحات حاصل ہوئیں۔

۱۰۹۶ھ میں حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ نے وفات پائی۔

عہ صاحب منتخب اللباب لکھتے ہیں :- شاہجاں بادشاہ کے زمانہ میں ہندوستان کے ساحلوں پر پرتگالی عیسائیوں نے
بندرگاہوں، ساحلی شہروں، پہاڑوں اور دشوار گزار مقامات پر قلعے بنا لئے تھے اور دیہات آباد کر لئے تھے (ص ۳۵۷)
عیسائیوں کو کسی طرح تکلیف نہیں دیتے تھے مگر انھوں نے اپنے علاقے میں اذان اور نماز کو قطعاً راجح ہونے نہیں دیا۔
ان کے تعلق کی رعیت میں سے جب کوئی مر جاتا تھا اور اس کا کوئی بڑا بیٹا نہ ہوتا اور نابالغ اولاد رہ جاتی تو وہ اس کو برکاری
مملوک بنا لیتے تھے اور ان کو اپنے گرجاؤں میں جو انھوں نے جگہ جگہ بنائے ہوئے تھے پہنچا دیتے تھے۔ گرجا میں پادری ان بچوں
کو نصرانیوں کے مذہب کی تعلیم دیتے تھے اور ان کو خواہ وہ کسی سید مسلمان کی اولاد ہوں یا ہندو برہمن کی
عیسائی بنا لیتے تھے اور ان سے غلاموں کی طرح خدمت لیتے تھے۔ (رگوا) شہر اور قلعہ ان کا حاکم نشین مرکزی
مقام تھا۔ (ص ۳۵۷)۔ جب بادشاہ (عالمگیر) کو اس قوم کی بد اعمالیوں کی خبر ملی تو گلشن آباد کے فوجدار معتبر خاں
کے نام حکم صادر ہوا کہ فوجداروں اور حبشیوں کی کمک لیکر اس ضلع کے پہاڑوں سے اس گروہ کا اخراج عمل میں لائے۔
معتبر خاں نے دو چھوٹے قلعوں پر یہ آسانی قبضہ کر لیا (ص ۳۵۸)۔ جب یہ خبر گوا میں وہاں
کے کپتان کو ملی تو وہ سخت پریشان ہوا۔ اور اس نے بڑی عاجزی اور انتہائی تضرع کے ساتھ بارگاہ شاہی میں عرضداشت
بھیجی۔ کہ ہم تو آپ کے بے سخاوت کے توکر ہیں۔ ان عرضیوں اور درخواستوں کے ساتھ دربار عالمگیر کے حاشیہ نشینوں اور
امیروں کے پاس بہت سے مخالف اور بدیہے بھی روانہ کئے۔ غرض بادشاہ نے معتبر خاں کے نام ان کے قصوروں کو
معاف کر دینے اور اسیران فرنگ کو رہا کر دینے کے احکام صادر فرمائے۔ (منتخب اللباب حصہ سوم ص ۳۵۹)
لے روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۵۷۵ ایضاً رکن سوم ص ۸۲ و ۸۳ - ۳۵ ص ۹۷ -

ابھی دنوں کے حالات سے متعلق حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ کے ایک مکتوب کا اقتباس ملاحظہ ہو:

”دیگر یہ کہ فقیر حرمین شریفین کی زیارت کے ارادہ سے وطن سے روانہ ہوا تھا، دوران سفر بادشاہ دین پناہ کا فرمان بہ دستخط خاص جو کمال اشتیاق و اختصاص پر مشتمل تھا موصول ہوا، بادشاہ سلامت کی مہربانیوں کے باعث فقیر ان کی خدمت میں پہنچا، بادشاہ نے بے انتہا عنایات فرمائیں اور اس موسم میں رخصت نہ ہونے دیا اور شاہزادہ کام بخش کو اپنے حضور میں بلا کر اس فقیر کے سپرد کر دیا اور (شاہزادہ سے کہا) کہ میں نے بھی اس طریقہ عالیہ کے بزرگوں کی صحبت سے فیض حاصل کیا ہے تم بھی حضرت سے فیض حاصل کرو اور ان کی خدمت میں مشغول رہو۔ حسب حکم فقیر نے شاہزادہ کو (ذکر وغیرہ میں) مشغول کیا، (دوہ) بہت خوش ہوئے، دوسرے روز بادشاہ دین پناہ کے حکم سے غریب خانہ پر بھی پہنچے، چند بار خود بھی آمد و رفت کی، جس حال میں بہتری ہو حق تعالیٰ نصیب فرمائے اور میں اور ہمارے دوستوں کو کامل طور پر اپنی طرف لگائے، انہ اس مکتوب کے متعلق شیخ اکرام فرماتے ہیں کہ ”یہ مکتوب اس زمانہ کا ہے جب عالمگیر نے گولکنڈہ کا محاصرہ کر رکھا تھا یا اسے ابھی فتح کیا تھا۔ اس اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ محاصرہ کے وقت عالمگیر نے سرسند کے اہم ترین شیخ کے ساتھ خاص ارتباط کا اظہار کیا اور اپنے چہیتے بیٹے کام بخش کو اسی طرح توجہ دلائی جس طرح اس نے خود خواجہ محمد معصومؒ کی زندگی میں حاصل کی تھی ۲۔“

۱۰۹۷ھ میں سلطان عالمگیر نے حضرت حجۃ اللہ کے اشارہ سے دکن کے علاقہ پر فوج کشی کی ۳۔ چنانچہ آثار عالمگیری میں ہے کہ ”ایک روز حضرت شیخ محمد نقشبند سرسندی رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ دین پناہ کی ملاقات کے لئے آئے۔ حضرت شیخ نے دوران گفتگو قبلہ عالم سے عرض کیا کہ فقیر نے سنا ہے حضرت بیجا پور تشریف لے جا رہے ہیں“ مختصر یہ کہ جہاں پناہ ۲ شعبان ۱۰۹۷ھ کو ثرلاپور سے بیجا پور روانہ ہوئے۔ ۴۔ ذیقعدہ ۱۰۹۷ھ کو حصار نذکور (بیجا پور) فتح ہوا۔ . . . والی بیجا پور (سکندر عادل) بارگاہ شاہی میں حاضر ہوا، قبلہ دین و دولت نے والی نذکور کو حجر مرصع باعلاقہ مروارید و آویزہ زمرہ قیمتی تیرہ ہزار و کلغی مرصع و عصائے مرصع مرحمت فرمائے ۴۔“

۱۰۹۸ھ میں بادشاہ عالمگیر نے حضرت حجۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ابوالحسن تانا شاہ پر چڑھائی کرنے کے سلسلہ میں عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ آج رات ہم اس بارے میں استخارہ کرتے ہیں جو کچھ حق تعالیٰ کی جانب سے ظاہر ہوگا بتا دیا جائیگا۔ دوسرے دن بادشاہ حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تم کو فتح حاصل ہوگی اور مخالفین رسوا و ذلیل ہوں گے ۵۔“

۱۔ وسیلۃ القبول مکتوب ۵۶، ۶۸۔ ۲۔ رود کوثر ص ۲۸۶، ۳۔ روضۃ القیومیہ کن سوم ص ۸۳۔ ۴۔ آثار عالمگیری ص ۱۸۸ و ۱۹۰۔

آخر قلعہ گو لکنڈہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۰۹۸ھ کو نصف شب کے وقت فتح ہوا، بخشی الملک، ابوالحسن کی خواجگاہ میں پہنچا ابوالحسن تانا شاہ اور اس کے ہمراہی نقش بدیوار کھڑے رہے اور روح اللہ خاں ان سب کو گرفتار کر کے باہر لایا اور شاہ والا جاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ عالمگیر نے اس (ابوالحسن تانا شاہ) کے ساتھ شایان شان سلوک کیا اور بڑے اعزاز و اکرام سے اسے ٹھہرایا چند دن بعد دوبارہ ملاقات کی رحمت دیئے بغیر اسے دولت آباد کے قلعہ میں بھجوا دیا اور اس کے لئے احکام دیدیئے کہ تمام آسائش کا سامان مہیا کر دیا جائے۔

ابوالحسن تانا شاہ کی تین لڑکیاں تھیں ایک کانکھ حضرت حجۃ اللہ کے فرزند دروم شیخ محمد عمر سے ہوا (جن کی پہلی بیوی فوت ہو چکی تھی) دوسری کاسکندر سے جس کی وہ نسو بہ تھی اور تیسری کابا شاہ عالمگیر کے خالہ زاد بھائی سے ہوا جو ایک رکن سلطنت تھا۔ یہ واقعہ مآثر عالمگیری میں اس طرح درج ہے:

ابوالحسن تانا شاہ کی تین بیٹیاں تھیں پہلی لڑکی سکندر عادل دنیا دار بیجا پور کے عقد میں دی گئی، دوسری دروم کا محمد عمر سپر قدوۃ المشائخ شیخ محمد نقشبند کے ساتھ نکاح کیا گیا اور عنایت خاں سپر عمدۃ الملک اسد خاں نے تیسری بیٹی کے ساتھ نکاح کیا۔ ان واقعات سے اندازہ فرمائیے کہ شہنشاہ عالمگیر کی نظروں میں حضرت خواجہ محمد نقشبند اور ان کے اجداد اکرام کاسقندر اہرام تھا۔ بعد ازاں حضرت سرمد شریف لائے۔

۱۱۰۶ھ میں حضرت حجۃ اللہ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے گنبد میں سفر حج کے لئے استخارہ کیا کہ کئی سال سے حج کا ارادہ کر رہا ہوں لیکن کامیابی نہیں ہوتی۔ الہام ہوا کہ یہ سفر اس فرزند عزیز کے لئے ہے جس کے بارے میں بشارات وقوع میں آئی ہیں یعنی حضرت خواجہ محمد زبیرؒ ابھی سن بلوغ کو نہ پہنچے تھے اس لئے اس سفر میں توقف ہو رہا تھا اب اطمینان سے سفر اختیار کرو۔ حضرت حجۃ اللہ یہ خوشخبری سن کر بے حد مسرور و شاداں ہوئے اور سفر حج کے لئے اکثر مشائخ مثلاً شیخ عبدالاصد، شیخ خلیل اللہ، خواجہ محمد پارسا، شیخ میر (مؤلف روضۃ القیومیہ کے چچا) اور بہت سے علما کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ ابھی وہی پہنچے تھے کہ آپ کے فرزند کلال شیخ ابوالعلی بیمار ہوئے اور تین ماہ کی علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ حضرت حجۃ اللہ کو سخت رنج و غم کا سامنا کرنا پڑا لیکن صبر و شکر کے ساتھ شیخ ابوالعلی کی نعش کو سرمد بھیجا اور (صاحب روضۃ القیومیہ کے دادا شیخ محمد ہادی کو لکھا کہ شیخ کی نعش کو حضرت عروۃ الوثقی کے گنبد میں جو میری قبر کے لئے جگہ مقرر ہے دفن کر دو۔ حضرت حجۃ اللہ نے اپنے فرزند کی وفات کے بعد اپنی ساری توجہ اپنے پوتے کی تربیت پر صرف کرنی شروع کر دی اور تھوڑی ہی مدت میں وہ پوتا بفضل الہی اپنے والد بزرگوار سے بڑھ گیا۔ حضرت حجۃ اللہ

عہ منتخب الباب حصہ سوم ص ۶۲ پر بھی یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ درج ہے۔

۱۰۸۵ھ مآثر عالمگیری ص ۲۸۰۔ ۱۰۸۵ھ روضۃ القیومیہ کن سوم ص ۸۸۔ ۱۰۸۵ھ مآثر عالمگیری ص ۲۰۸۔

قرینہ کی تعزیت کے دن گزار کر شاہجہاں آباد سے دکن کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حضرت کی تشریف آوری کی اطلاع عالمگیر کو ہوئی تو اس نے شہزادہ معظم کو حضرت کے استقبال کے لئے بھیجا۔ حضرت بھی اس پر بدرجہ غایت مہربان تھے اس کے ہمراہ لشکرِ شاہی میں تشریف لے گئے۔

۱۱۰۷ھ کے واقعات میں صاحبِ روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ "حضرت حجۃ اللہ کے ایک خاص مرید صوفی عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ حضرت حجۃ اللہ صبح کی نماز کے بعد اپنے احباب کے ساتھ حلقہ مراقبہ میں بیٹھے تھے کہ عالمگیر بادشاہ حاضر خدمت ہوا اور ایک گوشہ میں مراقبہ ہو کر بیٹھ گیا، اس وقت کسی نے بھی نہ جانا کہ کون آیا ہے۔ جب حضرت مراقبہ سے فارغ ہوئے تو بادشاہ حاضر خدمت ہو کر آداب بجالایا۔ حضرت نے بھی اس پر بہت شفقت فرمائی، بادشاہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس زمانہ میں بھی اُس کا ایسا بندہ موجود ہے کہ مجھ جیسا بادشاہ جس کے در سے ایران، توران اور روم وغیرہ کے بادشاہ بھی حواس باختہ ہو جاتے ہیں جب اس کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے تو میرے نوکر چاکر تک بھی اس شیخ کی تعظیم کو مدنظر رکھتے ہوئے میری تواضع نہیں کرتے بلکہ یہ بھی نہیں جانتے کہ کون شخص آیا ہے۔ بعد ازاں حضرت سوار ہوئے اور بادشاہ احتراماً پایا پیادہ حضرت کے ساتھ چلنے لگا، اس وقت صرف حضرت ہی سوار تھے اور سب پیدل چل رہے تھے۔ صوفی عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ عالمگیر جیسا بادشاہ جس کا نظیر و ثانی دنیا بھر میں موجود نہیں اس وقت حضرت کی سواری کے ساتھ پیدل چل رہا ہے حضرت کے دل میں بھی یہ خیال ضرور آیا ہوگا، یہ خیال آتے ہی حضرت نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ عبدالوہاب! اگر عالمگیر جیسے لاکھوں بادشاہ میرے ساتھ پیدل چلیں تو بھی میرے دل میں کوئی خیال نہیں آئے گا میں نے عرض کیا کہ واقعی آنجناب کی ذات شریف ایسی ہی ہے۔ اسی اثنا میں بادشاہ نے عرض کیا کہ کیا آنجناب کو معلوم ہے کہ میں آداب سلوک اور تواضع کس لئے کرتا ہوں؟ حضرت نے پوچھا کیوں کرتے ہو؟ عرض کیا میں بادشاہ ہوں اور آنجناب درویش، قیامت کے دن معاملہ بالعکس ہوگا آپ بادشاہ ہوں کے ساتھ ہوں گے اور میں گنہگاروں کے گروہ میں کھڑا ہوں گا اس وقت میرا بھی خیال رکھے۔ حضرت نے فرمایا خاطر جمع رکھو اللہ تعالیٰ تمہیں گنہگاروں میں نہیں رہنے دے گا اور تم کو ضرور بخشدے گا۔

۱۱۰۸ھ اس سال خبر آئی کہ امیر خاں والی کابل فوت ہو گیا۔ بادشاہ نے حضرت سے مشورہ کے بعد شہزادہ معظم کو بہادر شاہ کا خطاب دیکر کابل بھیجا اور ہندوستان کا سارا علاقہ اُسے دیدیا اور خطوط میں اسے والی ہند لکھا جانے لگا۔ دکن کا علاقہ اعظم شاہ کے سپرد کیا۔ شہزادہ معظم حضرت سے

رخصت ہونے لگا تو حضرت نے تمام ہندوستان اور دکن کی سلطنت کی خوشخبری عنایت فرمائی۔ کہتے ہیں کہ رخصت ہوتے وقت معظم بہادر شاہ نے اپنی تمام اولاد کو حضرت کی خدمت میں مرید کر لیا۔ بعد ازاں حضرت حجۃ اللہ کچھ عرصہ شاہی لشکر میں قیام فرما کر بروز منہنہ ۵ شوال ۱۱۰۸ھ کو حجاز مقدس کے لئے روانہ ہو گئے۔ ہوا موافق نہ ہونے کی وجہ سے بحری جہاز دو ماہ میں بندرگاہ محمّہ (یمن کی بندرگاہ) پہنچا۔ کہتے ہیں کہ ڈیڑھ ہزار مشائخ مع اپنے مریدوں کے حضرت کے ہمراہ تھے نیز بہت بڑی تعداد میں شاہی لشکر کے لوگ بھی حضرت کے ساتھ حج کی نیت سے روانہ ہوئے۔ عالمگیر نے حضرت سے درخواست کی کہ مقدس مقامات پر اور خصوصاً روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوة و سلام کے بعد میرے لئے بھی دعا فرمائیں۔

چونکہ بحری جہاز بہت دیر میں پہنچا اور حج کا وقت گزر چکا تھا، نیز امام یمن نے آپ کا شایان شان استقبال کیا اور بہت اصرار کے ساتھ کچھ عرصہ قیام کرنے کی درخواست کی اس لئے تقریباً تین ماہ حضرت نے یمن میں قیام فرمایا۔ بعد ازاں مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہو گئے، وہاں پہنچ کر عمرہ ادا کیا اور وہاں کی برکات سے مستفید ہوئے پھر کچھ عرصہ قیام فرما کر مدینہ منورہ حاضر ہو گئے وہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی شفقتیں اور عنایات حاصل ہوئیں۔ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ فرماتے ہیں کہ جو کیفیات حضرت پر وارد ہوئیں میں بھی ان کا شاہدہ کرتا تھا۔ حضرت حجۃ اللہ نے حسب وعدہ بادشاہ عالمگیر کی جانب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں صلوة و سلام پیش کیا اور بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔

بعد ازاں ۷ شعبان ۱۱۰۸ھ کو مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت کے دوران قیام نماز تراویح میں مسجد الحرام کے اندر اس قدر ہجوم ہوا کہ لوگ ایک دوسرے کی پشت پر سجدہ کرتے تھے غرض اس ماہ مبارک میں عجیب برکات و انوار، ظہور و تجلیات وارد ہوتی تھیں کہ قلم ان کی تحریر سے عاجز ہے۔ اپنی دونوں ایک روز حضرت حجۃ اللہ نے حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کو ذاتِ مہبوبہ کی خوشخبری دی۔ پھر زمانہ حج آگیا تو آپ نے حج ادا فرمایا۔ حج سے فارغ ہو کر بھی کچھ عرصہ مکہ معظمہ میں قیام فرمایا پھر ہندوستان واپس تشریف لے آئے۔

۱۱۰۹ھ میں جب حضرت بندرگاہ سورت پر پہنچے تو عوام و خواص نے آپ کے شایان شان استقبال کیا۔ بادشاہ عالمگیر نے بھی آگے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا حضرت بھی اس کے ساتھ تہایت ہرمانی

۱۔ روضۃ القیومیہ لمختار کن سوم ص ۱۱۲ تا ۱۱۵۔ ۲۔ ایضاً ص ۱۱۶ تا ۱۱۹۔ ۳۔ ایضاً ص ۱۲۰ و ۱۲۱۔

پیش آئے اور اس کو بہت دعائیں دیں۔

صاحبِ روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار فرماتے تھے کہ جس وقت حضرت حجۃ اللہ کے بندرگاہ سورت پہنچنے کی اطلاع ملی اس وقت میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ شہزادہ معظم کی خدمت میں تھا، شہزادہ نے ہمارے سامنے ایک عریضہ مبارکبادی اور ایک لاکھ روپیہ مع تحف و ہدایا اپنے اہلیچی کے ہاتھ حضرت کی خدمت میں روانہ کیا۔

حضرت نے ہندوستان پہنچ کر کچھ عرصہ شاہی لشکر میں قیام فرمایا پھر سرہند شریف جانے کا ارادہ کیا تو بادشاہ نے مزید قیام کے لئے اصرار کیا اور کہا کہ اب میری عمر نوے سال ہو چکی ہے معلوم نہیں کہ پھر قدمبوسی نصیب ہو یا نہ ہو ابھی اور قیام فرمائیں آپ نے اس کو قبول فرمایا، اس زمانے میں بادشاہ اکثر شب کو حضرت کی خدمت میں تنہا حاضر ہو کر فیض حاصل کرتا۔ چنانچہ صوفی عبداللہ فرماتے تھے کہ ایک شب خانقاہ کے اندر چند جوان جن میں ناصر علی شاعر بھی تھا شعر خوانی اور سنسی مذاق میں مشغول تھے اور بارش خوب ہو رہی تھی کہ نصف شب کے بعد کسی نے خانقاہ کا دروازہ کھٹکھٹایا لیکن شعر خوانی میں کسی نے پروا نہ کی، کئی مرتبہ کھٹکا ہونے پر دروازہ کھولا تو دیکھا کہ بادشاہ عالمگیر مع خواجہ سرا موجود بادشاہ نے کہا کہ میرے آنے سے آپ کی مجلس میں خلل پڑ گیا وغیرہ۔ پھر حضرت کے متعلق دریافت کیا تو بتایا گیا کہ ابھی آرام فرما رہے ہیں لیکن بیدار ہونے کا وقت قریب ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے انتظار کیا اور جب حضرت بیدار ہوئے تو بادشاہ نے دعائے خیر کی درخواست کی حضرت نے نماز تہجد کے بعد بادشاہ کو باطنی توجہ دی اور اس کو ولایت کبریٰ کی خوشخبری عنایت فرما کر اور بہت دعائیں دیکر رخصت کیا۔ اسی سال شاہی لشکر کے دوران قیام ہی میں حضرت حجۃ اللہ نے اپنے پوتے شیخ ابوالعلیٰ کے فرزند خواجہ محمد زبیر کو اپنا قائم مقام اور جانشین بنایا۔ اور صوفی عبداللہ شاہ کو بادشاہ کی خدمت میں چھوڑ کر سرہند شریف کے لئے روانہ ہو گئے ۳

۱۱۱۱ھ میں حضرت حجۃ اللہ شاہی لشکر سے روانہ ہو کر برہاتپور، اکبر آباد ہوتے ہوئے شاہجہاں آباد پہنچے وہاں شاہجہاں کی بیٹی گوہر آرا نے حضرت کے قیام کا انتظام کیا اور سلوک کی تکمیل کی ۱۱۱۳ھ میں حضرت حجۃ اللہ نے سرہند شریف پہنچ کر حضرت عروۃ الوثقیٰ کے گنبد سے شمال کی جانب ایک عالی شان خوبصورت مسجد بنوائی۔ کہتے ہیں کہ حضرت حجۃ اللہ نے چار جمعہ اس مسجد میں نماز ادا کی بعد ازاں بیماری کے غلبہ کی وجہ سے نہ جاسکے ۵

۱۔ روضۃ القیومیہ ملخصار کن سوم ص ۱۲۲ ۲۔ ایضاً ص ۱۲۳ ۳۔ ص ۱۲۵ ۴۔ ص ۱۲۷ ۵۔ ص ۱۲۹ -

۱۱۱۴ھ کے حالات میں ہے کہ حضرت حجۃ اللہ کو مدت سے پاؤں کے درد اور خفقان کی شکایت تھی اسی لئے آپ کے قدمیں قدرے خم بھی آگیا تھا اب کچھ دنوں سے مرض کا بہت زور ہو گیا آخر کیا سی سال کی عمر میں شب جمعہ ۲۹ محرم ۱۱۱۴ھ کو عشا کی نماز سے فارغ ہو کر حصن حصین سے بعض دعائیں پڑھیں پھر چند مرتبہ سورہ یسین پڑھی جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ گیا تو تہجد کی نماز ادا کر کے ریڑنگ فاختہ پڑھتے رہے بعد ازاں لیٹ گئے اور تین مرتبہ کلمہ شہادت پڑھ کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت کے انتقال کا علم ہوتے ہی تمام متعلقین نے گریہ و بکا شروع کر دیا اور تمام اہل شہر حضرت کی خانقاہ میں جمع ہو کر اپنے اپنے تعلق کی بنا پر کوئی غم کے مارے حواس باختہ ہو گیا اور کوئی نیم سہل کی طرح تڑپنے لگا۔ بعد ازاں غسل و کفن دیکر نماز جنازہ پڑھا کر حضرت عروۃ الوثقی کے گنبد سے شمال کی جانب تین پرتاب کے فاصلہ پر فتح باغ کے قریب آپ کو دفن کیا گیا۔ بعد میں ایک عالی شان خوبصورت گنبد بنوایا گیا جس میں چار قبریں ہیں ایک خود حضرت حجۃ اللہ کی، دوسری آپ کی زوجہ کی، تیسری آپ کے فرزند محمد عمر کی، چوتھی آپ کی صاحبزادی کی لے

آپ کی اولاد میں چھ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں میں شیخ ابوالعلیٰ شیخ محمد عمر شیخ محمد کاظم شیخ عبدالرحیم شیخ عبدالرحمن میر عبداللہ نمبر ۱۵۱۴۲ بچوں نے بچپن ہی میں وفات پائی۔ صاحبزادیوں میں امۃ الکریم، امۃ الیقوم مشہور بچیوں میں بیگم تھیں۔

شیخ ابوالعلیٰ کا تذکرہ آپ کے صاحبزادے "حضرت خواجہ محمد زبیر" کے عنوان کے تحت حضرت عروۃ الوثقی کے صاحبزادوں کے تذکروں کے بعد درج ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ محمد عمر ۱۰ سنہ میں پیدا ہوئے، آپ ہی کی شادی ابوالحسن تانا شاہ کی لڑکی سے ہوئی تھی جس کا تذکرہ حضرت حجۃ اللہ کے حالات میں آچکا ہے آپ کے ایک لڑکی تھی ۱۸ سالہ میں وفات پائی لے
شیخ محمد کاظم، آپ کا خلق سے تعلق برائے نام تھا غربت اور بے نفسی آپ کا پسندیدہ طریقہ تھا ۱۱۲۵ھ میں اورنگ آباد میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے آپ کی اولاد ہوئی لیکن زندہ نہیں رہی لے
حضرت حجۃ اللہ کے مکاتیب کا ایک مجموعہ دو حصوں میں "وسیلۃ القبول" کے نام سے محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے شائع کیا ہے جس میں دوسرے حضرات کے علاوہ بادشاہ عالمگیر کے نام بارہ مکتوب ہیں۔

(۳) حضرت شیخ محمد عبید اللہ مروج الشریعہ قدس سرہ

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے تیسرے فرزند ہیں، آپ کی ولادت باسعادت ۲۱ شعبان ۱۰۳۷ھ کو ہوئی۔ آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے مولود مسعود کی ولادت کی خوشخبری سن کر حق سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور آپ کا اسم گرامی محمد عبید اللہ، لقب بہاؤ الدین اور کنیت ابوالعباس مقرر فرمائی، آپ اپنے والدین کے لئے اولاد میں سب سے زیادہ لاڈلے اور پیارے تھے، حضرت کو آپ سے اس درجہ محبت تھی کہ ایک سات کے لئے بھی اپنے سے جدا نہ کرتے حتیٰ کہ شب کو اپنے پلنگ کے قریب آپ کی چارپائی بچھانے اور فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا جب تک میں تمہیں دیکھ نہیں لیتا مجھے چین نہیں آتا، اور غایت محبت کی وجہ سے آپ کو حضرت جیو صاحب یا میاں صاحب کہہ کر پکارا کرتے تھے ۱۷

ایام طفولیت ہی سے آثار ولایت و ہدایت ناصیہ مبارک سے ظاہر تھے۔ مقامات معصومیہ میں لکھا ہے کہ آپ سات سال کے تھے کہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کا سرسند شریف گزر ہوا۔ انھوں نے آپ سے سوال کیا کہ دل ایک پارچہ گوشت ہے وہ کس طرح ذکر کرتا ہے گویائی کی صفت تو زبان کی ہے؟ آپ نے فی الفور جواب دیا کہ زبان بھی ایک پارچہ گوشت ہے جس قدر مطلق نے اس کو صفت گویائی عطا کی ہے کیا وہ دل کو یہ صفت نہیں دیکھتا۔ مولانا یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے ۱۸

نقل ہے کہ آپ نے ایک مہینہ میں قرآن شریف حفظ کیا تھا یعنی رمضان شریف میں دن کو ایک پارہ یاد کر لیا کرتے تھے اور رات کو سنا دیا کرتے تھے، دینی تعلیم کے بعد سلوک کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی، علم و عمل اور تقویٰ میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور جمیع خصائص مجددیہ سے مستوف تھے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ فرمایا کرتے تھے کہ عروج و نزول میرا اور تمہارا برابر ہے، انگشت سب سے بڑی کی طرف اشارہ کر کے فرماتے تھے کہ تم میرے ساتھ اس طرح جاتے ہو، آپ کی صحبت نہایت کمزیر البرکت تھی اور آپ کے حلقہ میں خلقت کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ بیٹھنے کی جگہ منگول سے ملتی تھی ۱۹

نقل ہے کہ ایک روز آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا لیکن آداب مجلس کی وجہ سے کسی نے آپ سے اس کی وجہ نہ پوچھی۔ جب کئی مرتبہ ایسا ہوا تو حضرت عروۃ الوثقیٰ نے دریافت کیا کہ بار بار تمہارا رنگ کیوں بدلتا ہے؟ آپ نے عرض کیا کہ شاید میری پیٹھ میں کوئی جاتور کاٹ رہا ہے، جب کرتے ہٹا کر دیکھا تو بچھونے کاٹ کاٹ کر ساری پیٹھ چھلنی کر دی تھی ۲۰

۱۷ ہدیہ احمدیہ ص ۵۷ ۱۸ حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۳۲۲ ۱۹ روضہ رکن دوم ص ۱۹۷
۲۰ روضۃ القومیہ رکن دوم ص ۱۸۱

صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ میرے قبلہ گاہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کو اس قدر رُبر بھلا کہا کہ غصہ سے اس کا منہ جھاگ سے بھر گیا لیکن آپ خاموش سنتے رہے اور جو لوگ اُس کو جواب دینا چاہتے تھے آپ نے اُن کو بھی روک دیا جب وہ تھک گیا تو آپ نے ایک شخص سے پچاس روپے قرض لیکر اس کو دینا چاہے، اُس نے آپ سے منہ موڑ کر نفل نماز کی نیت بانڈھ لی، آپ نے انتظار کیا، اُس نے سلام پھیر کر آپ کو کھڑا دیکھا تو پھر نیت بانڈھ لی۔ آخر جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت نے بڑی عاجزی سے فرمایا کہ اب تو غصہ کو تھوک دو، چونکہ غصہ سے تمہارا دل غ خالی ہو گیا ہے یہ روپیہ لے اور بادام کھاؤ تاکہ تمہارے دماغ کی کمزوری دور ہو سکے

۱۸۰۸ء میں آپ نے حج کا ارادہ کیا تو ہر ایک مرید و مخلص نے حسب استطاعت سفر کے لئے روپیہ بطور ہدیہ پیش کیا، اتفاقاً بعض وجوہات کی بنا پر سفر کا ارادہ ملتوی کرنا پڑا تو آپ نے فرمایا کہ یہ روپیہ سفر حج کے لئے جمع ہوا تھا لہذا اپنے مصرف میں نہیں لانا چاہئے بہتر ہے کہ اس روپیہ سے ایک مسجد بنوائی جائے چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں تہایت خوبصورت اور عالی شان مسجد تیار ہو گئی ۱۸

حضرت عروۃ الوثقی کے بعض خلفائے بھی آپ سے بیعت کی جن میں شیخ ابوالمظفر بہا پوری ۱۸ اور شیخ عبدالرحمن خوارزمی مکہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں شیخ شاہ محمد بھی آپ سے مرید ہوئے اور خلافت پائی۔ نیر خراسان اور باورار التہر کے بہت لوگ آپ سے مرید ہوئے خصوصاً بخارا کے جید عالم خواجہ ابراہیم خراسانی بھی حاضر خدمت ہو کر مرید ہوئے اور خلافت پائی ۱۹

نقل ہے کہ جس زمانہ میں حضرت مروج الشریعہ کا شاہجہاں آباد میں قیام تھا بادشاہ عالمگیر نے ایک نہایت نفیس شال بطور تحفہ آپ کی خدمت میں بھیجی۔ آپ اس شال کو کندھے پر ڈال کر مسجد کے ایک کونے میں نماز ادا کر رہے تھے اتنے میں کسی شخص نے پیچھے سے آکر وہ دو شالہ کھینچا اور لپٹا چاہا، اس دو شالہ کا ایک کونہ آپ کے بائیں ہاتھ کے نیچے تھا، آپ نے بھی اُسے زور سے دبا لیا اور دل میں کہا کہ دیدہ و دانستہ اپنا مال کسی کو کیوں دوں؟ اس نے بہتیرا زور لگایا لیکن دو شالہ کونہ کھینچ سکا، غرض دونوں طرف سے زور آزمائی ہوتی رہی جب سلام پھرنے کا وقت قریب آیا تو آپ نے محسوس کیا کہ اب اس کا زور ختم ہو چکا اور بھاگنے کو ہے تو آپ کے دل میں خیال آیا کہ اس نے اتنی محنت کی ہے وہ ضائع جاتی ہے اور یہ خالی ہاتھ جائیگا چلو چھوڑ دو۔ لہذا آپ نے دو شالہ چھوڑ دیا اور وہ اس کو لیکر چلتا بنا۔ اس واقعہ کو بیان کر کے آپ نے فرمایا کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں وہ صبح و شام میرے پاس آتا ہے ۱۹

۱۸ روضۃ القیومیہ بلخصار کن دوم ص ۱۹۷ ۱۹۸ ایضاً ص ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰

آخر عمر میں آپ کو تپ دق ہو گئی تو بادشاہ عالمگیر نے آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ اگر بغرض تبدیل آب و ہوا یہاں تشریف لائیں تو امید ہے کہ صحت پر اچھا اثر ہوگا نیز یہاں چونکہ قابل اطبا موجود ہیں اس لئے علاج بھی اچھی طرح ہو سکے گا۔ آخر آپ شاہجہاں آباد تشریف لیگے تو بادشاہ نے بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ قلعہ معلیٰ میں قیام کا انتظام کیا اور بہترین اطبا کا علاج شروع کر دیا۔ نیز بادشاہ نے آپ سے اخذ فیض کیا اور آپ کی الفائے نسبت اور توجہ باطنی سے مشرف ہو کر بہت خوش ہوا، شاہی خاندان ارکان سلطنت اور شہر کے اکثر عوام و خواص آپ سے مرید ہوئے اور ہزاروں آدمی آپ کے حلقہ میں شریک ہونے لگے۔ معقول علاج کے باوجود آپ کے مرض میں کوئی آفاقہ نہ ہوا جب مرض کا زیادہ غلبہ ہو گیا تو آپ نے بادشاہ سے سرسند جانے کی اجازت چاہی اور بادشاہ کو بعض نصیحتیں اور دعائیں دیکر وطن روانہ ہو گئے۔ جب سنبھالکے کے مقام پر پہنچے تو صبح کی نماز کے بعد اشراق کے وقت بروز جمعہ ۱۹ ربیع الاول ۱۰۸۳ھ کو دریافت کیا کہ کیا اشراق کا وقت ہو گیا ہے؟ اخوند سجاد نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے سیم کیا اور پشیمانی پر ہاتھ رکھ کر کہا السلام علیکم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر نیت باندھی اور سجدے میں جان بحق تسلیم کی پھر آپ کا جنازہ سرسند تشریف لیجا کر حضرت عروۃ الوثقیٰ کے گنبد میں دفن کیا گیا لے آپ کے مکتوبات یہ شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہے کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مکتوبات مسمیٰ بہ مکتوبات معصومیہ دفرول اور سفر نامہ حرین مسمیٰ بہ یواقیت الحرمین کے جامع ہیں، نیز آپ کی ایک تصنیف امام رازی کے رد میں ہے لے

آپ کی اولاد میں پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں، عبدالرحمن، عبدالرحیم بچپن میں فوت ہو گئے، شیخ محمد ہادی، خواجہ محمد پارسا، شیخ محمد سالم، فضل النساء، شایستہ بیگم اور حسن النساء لے

شیخ محمد ہادی، آپ حضرت مروج الشریعہ کے بڑے صاحبزادے ہیں ۱۰۶۲ھ میں پیدا ہوئے، حضرت عروۃ الوثقیٰ سے حدیث و تفسیر پڑھی اور سلوک کی تکمیل بھی کی، صاحب تصانیف بھی ہیں، کواکب دربیہ آپ کی مشہور تصنیف ہے معقول و منقول کی اکثر کتابوں پر حواشی اور شروح بھی ہیں، ۱۲ ربیع الاول ۱۱۲۱ھ کو وفات پائی۔ آپ کی اولاد میں چھ لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ صاحب روضۃ القیومیہ آپ ہی کے پوتے ہیں لے

شیخ محمد پارسا، ۱۰۶۲ھ میں ولادت ہوئی، حضرت حجۃ اللہ سے سلوک کی تکمیل کی، آپ ہر دلعزیز تھے جو شخص آپ کو دیکھ لیتا مفتوں ہو جاتا۔ ۹ ربیع الاول شب دو شنبہ ۱۱۲۲ھ کو وفات پائی، آپ کی اولاد میں چار لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں، آپ کی تصنیف میں ایک رسالہ "فکر رسا" ہے لے

شیخ محمد سالم، آپ نے سلوک کی تعلیم حضرت حجۃ اللہ سے حاصل کی اور ۱۱۱۴ھ میں وفات پائی۔ آپ کی اولاد میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی لے

۱۔ روضۃ القیومیہ ملخصاً کن دوم ص ۱۹۸ تا ۲۰۱ و حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۳۴۵ تا ۳۴۷ روضۃ کن دوم ص ۲۳ تا ۲۰۲
۲۔ روضۃ کن دوم ص ۲۰۲ و ہدیہ احمدیہ ص ۵۵ روضۃ کن دوم ص ۲۱۲ و ہدیہ ص ۶۲ تا ۶۱ روضۃ کن دوم ص ۲۲ و ہدیہ ص ۶۵

(۴) حضرت شیخ محمد اشرف محبوب اللہ قدس سرہ

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے چوتھے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۳۳ھ بمسند میں ہوئی۔ آپ نے علوم معقول و منقول، فروع و اصول، فقہ، کلام، تفسیر اور حدیث بکمال کوشش حاصل کئے اور ان علوم کی اکثر کتب مشہورہ پر شرح و حواشی لکھے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے وصال سے دو سال قبل آپ سے فرمایا اگرچہ مدت عمر تھوڑی باقی رہ گئی ہے لیکن بعنایت الہی تمہارا کام ایک توجہ میں کر دو گا چنانچہ ایک ہی توجہ میں تمام نسبتِ مجددیہ، ولایتِ صغریٰ و کبریٰ و علیا اور کمالاتِ نبوت وغیرہ القا فرمائے۔ آپ باسقامت طریقت و شریعت و ورع و تقویٰ موصوف اور طالبانِ خدا کی ہدایت میں مشغول رہتے تھے۔ پچھتر سال کی عمر میں ۲۷ صفر ۱۳۳۸ھ کو بوقتِ سحر وفات پائی، اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مرقد کی مغربی جانب مدفون ہوئے۔ روضۃ القیومیہ میں آپ کی ولادت ۱۳۳۸ھ میں اور وفات ۱۳۳۸ھ میں ہو تاراج ہے لہ

آپ کی اولاد میں چار لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ شیخ محمد جعفر، شیخ محمد روح اللہ، شیخ محمد حیات، شیخ محمد شافی الحال، پرنسپل باجوہ شیخ محمد ہادی سے منسوب تھیں، منیرہ بیگم جو خواجہ محمد پارا سے منسوب تھیں۔ نجابت با تو۔

شیخ محمد جعفر، نہایت متقی پرنسپل اور اپنے والد کے مرید تھے، سکھوں کے حملہ میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آپ کی اولاد میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی۔
شیخ محمد روح اللہ، آپ نے سلوک کی تعلیم حضرت حجۃ اللہ سے حاصل کی، آپ کی اولاد میں بھی ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی۔

شیخ محمد حیات، آپ نے بھی حضرت حجۃ اللہ سے تکمیل سلوک کیا۔
شیخ محمد شافی الحال، آپ نے بھی حضرت حجۃ اللہ سے تعلیم سلوک کی تکمیل کی، آپ کا شمار مشائخ کبار میں سے ہے ۱۳۵۵ھ میں وفات پائی لہ

لہ روضۃ القیومیہ بلخضار کن دوم ص ۲۲۱ و حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۳۲۵ و ہدیہ احمدیہ ص ۶۸ لہ روضہ ص ۳۳۲

(۵) حضرت خواجہ سیف الدین محی السنہ قدس سرہ

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کے پانچویں فرزند ہیں، آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۲۹ھ/۱۶۳۹ء میں بمقام سرسید شریف ہوئی۔ جب آپ سن شعور کو پہنچے تو تھوڑی مدت میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا، بعد ازاں قلیل عرصہ میں کتب متداولہ پڑھیں، گیارہ سال کی عمر میں آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو فنائے قلب کی بشارت دی اور آپ کی علو استعداد ملاحظہ فرما کر آپ کی ترقی کا بہت خیال رکھا، آپ عنفوان شباب ہی میں جملہ کمالات حاصل کر کے مقبول بارگاہ ذوالجلال ہو گئے۔ آپ کے مزاج میں امر معروف و نہی منکر بدرجہ غایت تھا اجرائے احکام شریعت اور رفع بدعت کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ سلطان وقت اورنگ زیب عالمگیر نے حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں درخواست کی کہ میں امور سلطنت میں مصروف ہوں اس لئے حاضر نہیں ہو سکتا لہذا اپنے مخدوم زادوں یا خلفائے سے کسی کو بھیجیں تاکہ میں اس سے مستفیض ہو سکوں۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی نگاہ انتخاب نے آپ ہی کو منتخب فرمایا اور بادشاہ کی تربیت کے لئے آپ کو شاہجہاں آباد بھیج دیا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت خواجہ سیف الدین شاہجہاں آباد پہنچے تو اس وقت اتفاقاً بادشاہ عالمگیر دہلی میں نہیں تھا کیونکہ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں "بادشاہ و اہل عسکر دریں شہر نیستند" [بادشاہ اور لشکری اس شہر میں نہیں ہیں] لیکن اہل شہر نے آپ کا پُر جوش استقبال کیا، نہایت عزت و احترام سے رکھا اور بڑی تعداد میں آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ اسی بکتوب اپنے والد ماجد کی خدمت میں عرض کرتے ہیں "صوفی عبد الغفور جو کہ حق خدمت بجالاتا ہے ایک خاص محبت رکھتا ہے، اس کے باعث اکثر مقامات میں امیدوار ہے کہ وہ معیت رکھتا ہوگا و جو د موموں کے آثار اس میں خیال کئے جاتے ہیں (چند سطور کے بعد) اور نئے دوستوں میں سے حاجی عبدالرؤف امام جامع مسجد فتحپوری نے دوسروں سے زیادہ بلند ترقیات کی ہیں وہ صفات کے اصل کے ساتھ مل جانے کو بے تکلف بیان کرتے ہیں اور اپنے آپ کو تمام عالم کو گم کر کے شہود خاص کے ساتھ لذت اندوز ہیں بقا کی حقیقت بھی معلوم کرتے ہیں (فقہ مذکورہ الصد کے بعد) بعض گوشہ نشین اور شکستہ دل طالب علموں نے جو کہ لشکریوں سے کئی درجہ بہتر ہیں اخلاص حاصل کر لیا ہے خاص کر حافظ عبد البجیل لنگ جو کہ اس نواح کے مشائخ میں سے ہیں اور اہل ثروت کی ایک جماعت ان کے ساتھ سرتیاز رکھتی ہے اور ملتفت خاں وغیرہ ارادت کا خیال اور کامل تیار مندی

لہ حالات حضرات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۳۶۸ تا ۳۷۰ ایضاً ص ۳۵۰۔

رکھتے ہیں اور فقیر کے ساتھ عجب حُسنِ ظن پیدا کیا ہے، چند بار صحبتِ سکوت رکھ کر مسافتِ بعیدہ سے کامل اخلاص و طلب کے ساتھ آتے ہیں۔ ۱۷

بادشاہ عالمگیر جب سفر سے واپس دہلی پہنچا اور آپ کی تشریف آوری کی اطلاع ملی تو مع ارکانِ سلطنت آپ کا استقبال کیا اور نہایت عزت و احترام سے قلعہ معلیٰ میں اپنے قریب ٹھہرایا۔ داراشکوہ نے اپنے دور میں قلعہ کے اندر طلائی و نقرئی اور رنگ رنگ کی تصویریں بتوائی تھیں اور دروازے پر بھی ہاتھیوں کی سنگی مورتیاں نصب کرائی ہوئی تھیں، جب آپ قلعہ میں داخل ہونے لگے اور آپ کی نظر ان ہاتھی کی سنگی مورتیوں پر پڑی تو آپ نے فرمایا کہ ہم اس بت خانہ میں اس وقت تک داخل نہیں ہونگے جب تک کہ ان کو ہٹانے دیا جائے، کیونکہ جس گھر میں تصویر ہوتی ہے وہاں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ چنانچہ بادشاہ نے فوراً ان مورتیوں کو توڑ دینے کا حکم دیا تب آپ قلعہ میں داخل ہوئے۔ ۱۸

نیز حضرت خواجہ سیف الدینؒ بادشاہ کی درخواست پر شاہجہاں آباد تشریف لیجانے کے متعلق اور اپنے حصولِ درجات کے شکر یہ میں شیخ محمد باقر لاہوری کو تحریر فرماتے ہیں: پہلے سفر میں جبکہ فقیر، سلطانِ وقت (اورنگ زیب عالمگیرؒ) کی طلب کے بموجب شاہجہاں آباد گیا تھا بعض دوستوں کے معاملہ کو اپنے اندازے اور گمان کے مطابق تعینِ حسی کے اوپر پایا، جب (حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں) حاضری کا شرف پایا تو پہلی صحبت میں انھوں نے تصدیق کی اور ذاتِ محبوب سے ان کی ترقی کے معاملہ اور اس سے حصہ پانے کو جو کہ کئی سال سے سر بستہ تھا اول اس فقیر کے ساتھ درمیان میں آیا اور اس گنہگاری گزشتہ یوں کے باوجود ارشاد کا معاملہ روزانہ ترقی پر ہے اور حضرت موصوف کے رحلت کر جانے کے بعد وہ اجتماع باقی رہی (یہ سب) حضرت موصوف کے فرمان کا اثر ہے جو کہ فقیر سے فرمایا تھا کہ تو ارشاد کے ساتھ مناسبت رکھتا رہو بارہا فقیر سے فرماتے تھے کہ جامعیت کی شان تجھ میں معلوم ہوتی ہے، پس جیسا کہ حضرت موصوف قدسنا اللہ سرہ الاقدس نے خبر دی تھی بحدیث سبحانہ و سیاسی واقع ہوا اور کبھی فرماتے تھے کہ جو جماعت تجھ سے توجہ لیتی ہے وہ ہماری محتاج نہیں ہے اور مختصر یہ کہ جن غایات و لطائف کا اس گنہگار رو سیام نے ان حضرت موصوف سے اپنے اور اپنے دوستوں کے بارے میں مشاہدہ کیا ہے اس سبحانہ و تعالیٰ کے عظیم احسانات کا اثر ہے اسلئے ان میں سے تھوڑا سا بیان کیا گیا ہے اس سے مقصود احساناتِ الہی عز و شانہ کا شمار کرنا ہے نہ کہ دوسروں پر اپنی فضیلت بیان کرنا۔ ۱۹

۱۷ چنانچہ آثار عالمگیری میں ہے کہ "بادشاہ دین پناہ نے شریعتِ حقہ کا لحاظ فرما کر حکم دیا کہ سنگی ہاتھیوں کی دونوں مورتیوں کو جو کہ قلعہ کے دروازہ کے ہر دو بازو پر نصب ہیں اور جن کی وجہ سے اس دروازہ کو ہینیا پول کہتے ہیں اتار دی جائیں۔ (آثار عالمگیری ص ۵۷) ۱۸ مکتوبات سیفیہ مکتوب ۱۷
۱۹ حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۵۰-۵۳ مکتوبات سیفیہ مکتوب ۲۵
۲۰ دروضۃ البیومیہ لمختارکن دوم ص ۱۲۰ تا ۱۲۲۔

ابھی شاہجہاں آباد میں حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ کے قیام کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ شبِ دو شنبہ ۲۶ رجب ۱۰۷۶ھ کو شاہجہاں بادشاہ کا آگرہ میں انتقال ہو گیا۔ اس حادثہ کی اطلاع موصول ہوتے ہی بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر آگرہ روانہ ہو گیا چنانچہ حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ صوفی سعد اللہ افغانی کو تحریر فرماتے ہیں: "مخفی نماند کہ بادشاہ بہ دخول طریقہ عالیہ مشرف گشتہ بسیار متاثر گشت سے صحبت با حضرت ایشان داشت، چوں شاہجہاں وفات یافت بہ جہت ضرورت توجہ اکبر آباد گشت۔ دیگر از ہجوم اہل طلب کہ مانند مور و بلخ غلو دارند چہ نوسید کہ از حیطہ نوشتن خارج است" یعنی پوشیدہ نہ ہے کہ بادشاہ طریقہ عالیہ میں داخل ہو کر بہت متاثر ہوئے ہیں ان سے تین مرتبہ صحبت رہی چونکہ شاہجہاں کی وفات واقع ہو گئی اس لئے بوجہ ضرورت بادشاہ اکبر آباد (آگرہ) تشریف لے گئے دوسرے یہ کہ طالبین جو کہ مور و بلخ کی طرح کثرت رکھتے ہیں ان کے ہجوم کے متعلق کیلئے لکھے کہ یہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔

بادشاہ کا سلسلہ عالیہ میں بیعت ہونا

مذکورہ بالا اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اوائل ۱۰۷۶ھ میں دہلی تشریف لے گئے ہونگے۔

نقل ہے کہ شاہجہاں آباد کے دوران قیام میں بادشاہ، شہزادہ محمد اعظم و محمد معظم، شہزادی روشن آرا نواب مکرم خاں، حضرت حافظ محمد محسن (نواسہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی) حاجی عبدالرؤف (امام مسجد فتحپوری) اور بکثرت مخلوق آپ سے بیعت ہوئی، اس وقت آپ کی عمر ستائیس سال تھی۔ ۱۰۷۶ھ

نیز حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں بھی بادشاہ کے مدارج سلوک کا حال اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

"اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ بادشاہ دین پتہ (عالمگیر) کو حضرت (آنجناب) کی خدمت میں ایک دوسری قسم کا اخلاص ہے لطائف کے ذکر اور ذکر سلطانی (سلطان الذکر) سے گذر کر نفی و اثبات کے ذکر کے ساتھ پابند ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ بعض اوقات خطرہ مطلقاً نہیں آنا اور کبھی آنا بھی ہے تو قرار نہیں پانا، اس وجہ سے بہت خوش ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس سے پہلے وساوس کے ہجوم سے دل تنگ تھا، اور اس نعمت کا شکر بجالاتے ہیں اور اس طریقہ عالیہ کی دوسرے طریقوں پر فضیلت بیان کرتے ہیں اور فقیر کو رخصت کرتے پر راضی نہیں ہوتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت کی غائبانہ توجہ کے امیدوار ہیں، امید ہے کہ مہربانی فرما کر کوئی نگاہ ان کی جانب فرمائیں گے اور کوئی امر معلوم ہو تو فقیر کے عنایت نامہ میں تحریر فرمائیں گے۔" ۱۰۷۶ھ

۱۰۷۶ھ مکتوبات سیفیہ مکتوبہ ۵۳۔ ۱۰۷۶ھ حضرت مجدد اوران کے ناقدین ص ۳۴۰ ۱۰۷۶ھ مکتوبات سیفیہ مکتوبہ ۲

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کا جواب میں تحریر فرماتے ہیں:-

”آپ نے بادشاہ دین پناہ سلمہ ربیعہ کے احوال کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا تھا یعنی لطائف میں ذکر کا سرایت کرنا، سلطان الاذکار اور رابطہ کا حاصل ہونا، وساوس کا کم ہونا، حق بات کو قبول کرنا، بعض خلاف شرع امور کا رد ہونا اور طلب کے لوازم کا ظاہر ہونا سب واضح ہوا، اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر بجالایا، بادشاہوں کے طبقہ میں اس قسم کے امور نادر عقلاً کا حکم رکھتے ہیں، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے میری کسی سنت کو جو مردہ ہو چکی ہو زندہ کیا تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے، اے اللہ! ان کے لئے توفیق و طلب، شوق اور ترقی کے اعتبار سے اپنے قرب کے مراتب میں اصناف فرما۔ دعا و توجہ سے جو کچھ کہ فقیر کا معمول ہے یہ فقیر اس سے فارغ نہیں ہے اور ان (بادشاہ عالمگیر) کی ظاہری دیباطنی بہتری کا طالب ہے، ان کے باطن کو اکابر کی نسبت کے ساتھ معمور پانا ہے امید رکھتا ہے کہ عنقریب فنائے قلب سے مشرف ہو جائیں گے جو کہ ولایت کے درجات میں سے پہلا درجہ ہے اور اس معنی کو ان کے حق میں قریب الحصول پانا ہے“

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کا یہ مکتوب گرامی جب حضرت خواجہ سیف الدین نے بادشاہ عالمگیر کو دکھایا تو وہ خوشی سے پھولانہ سما یا اور حق تعالیٰ کے حضور میں سجدہ شکر بجالایا پھر ایک عریضہ خود بادشاہ عالمگیر نے اپنے باطنی احوال سے متعلق حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں ارسال کیا جو کوشش کے باوجود ہمیں نہ مل سکا البتہ اس کا جواب مکتوبات معصومیہ میں موجود ہے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ بادشاہ عالمگیر کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:-

”آپ کا مکتوب عالی شان جو کمال عنایت و مہربانی کے ساتھ قلم عنبریں رقم سے لکھا گیا تھا خواجہ محمد شریف بخاری نے عزیز ترین زبانہ میں پہنچایا۔ (کئی سطور بعد فرماتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی حمد و احسان ہے کہ فقیر زادہ خواجہ سیف الدینؒ آپ کی نظر قبولیت میں منظور ہو گیا اور اس کی صحبت کا اثر حاصل ہو گیا ہے، نیکی کا امر کرنا اور بُرائی سے روکنا جو کہ فقیر زادہ کی عادت ہے اس پر آپ نے شکر و رضامندی کا اظہار کیا ہے، اس العام (اظہار شکر) پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا اور یہ امر دعا گوئی میں اصناف کا باعث ہوا کیسی عجیب نعمت ہے کہ بادشاہت کی اس شان و شوکت

۱۴ مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۲۲۰۔

اور سلطنت کے اس رعب کے باوجود حق بات قبولیت کے کان میں پڑے اور ایک نامراد کا قول مؤثر ثابت ہو (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) پس میرے ان بندوں کو بشارت دیدو جو بات کو سنتے ہیں پھر احسن بات کی پیروی کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور یہی لوگ عقل والے ہیں لہ

ابھی دنوں شہزادہ محمد اعظم کی شادی داراشکوہ کی لڑکی سے ہوئی حضرت شیخ سیف الدین نے فرمایا کہ اس مجلس میں خلاف شرع کوئی کام نہیں ہونا چاہئے چنانچہ شہزادے نے آپ کے ارشاد کا بہت خیال رکھا حتیٰ کہ آتشبازی وغیرہ جو اس قسم کی چیزیں تیار کرائی تھیں ان کی بھی نمائش نہیں کی گئی اور شادی بحسن و خوبی انجام پائی۔

شادی سے متعلق "مآثر عالمگیری" میں ہے کہ "۲۰ رجب (۸۷۸ھ) کو شاہزادہ محمد اعظم کی جشن کدخدائی کا آغاز ہوا، ۱۰ شعبان کو قبلہ عالم (شہنشاہ عالمگیری) نے بعد نماز ظہر دیوان خاص میں اجلاس فرمایا۔ شاہزادہ محمد اعظم پانچ گھڑی دن گزرنے کے بعد بے حد شان و شوکت کے ساتھ اپنی حویلی سے قبلہ عالم کے حضور میں حاضر ہوا، جہاں پناہ مسجد میں تشریف لائے اور قاضی عبد الوہاب نے میر سید محمد قنوجی کی وکالت اور بلا عوض وجیہ و شیخ سیف الدین سہندی (یعنی حضرت شیخ سیف الدین) کی شہادت میں خطبہ نکاح پڑھا اور چھ لاکھ روپیہ دین مہر قرار پایا۔"

عالمگیر بادشاہ کے دل میں حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ کی عزت و احترام کا اس بات سے بھی اندازہ کیجئے کہ آپ کو شہزادہ محمد اعظم کی شادی میں نکاح کا گواہ مقرر کیا۔ بعد ازاں بادشاہ عالمگیر نے حضرت عروۃ الوثقی کی خدمت میں ایک اور عرصہ لکھا وہ بھی ہمیں دستیاب نہ ہو سکا لیکن اس کا جواب بھی حضرت عروۃ الوثقی قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ میں موجود ہے و ہو ہذا:-

» اس کے بعد عرض ہے کہ آپ کے مکتوب عالی شان نے سعید ترین زمانہ میں پرتو تیز دل ڈال کر

(م) بے سرو سامان فقرار کو قسم قسم کی مسرت و شرف سے نوازا (چند سطور کے بعد) فقیر زادہ

(خواجہ سیف الدین) کی ادائیگی خدمات اور لوازم خیر خواہی چونکہ آپ کی نظر عالی میں

منظور ہو گئی ہیں (اس لئے یہ بات) اُس کے لئے سعادت کا موجب اور امتیاز کا باعث

ہوتی ہے، اور حق بات یہ ہے کہ فقیر زادہ جو کہ ظاہری و باطنی کمالات کا حامل ہے اور

لہ مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۲۳۱ ۲۲۱ ۲۲۰ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۴۰ ۱۳۹ مآثر عالمگیری ص ۵۷

گوشہ نشینی کا اور میل جول نہ رکھنے کا عادی ہے چند آدمیوں سے بھی میل جول کا شوق نہیں رکھتا لیکن محض خیر خواہی نے اس کو اس بات پر (یعنی آپ کے پاس آنے پر) آمادہ کیا ہے۔ اس خط و کتابت سے صاف طور پر واضح ہے کہ عالمگیر بادشاہ نے حضرت خواجہ سیف الدین کے دستِ حق پرست پر حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کی بیعت کی اور سلسلہ عالیہ کے اسباق طے کئے۔

ہم نے اس جگہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے ہر دو جوابی مکتوبات کی عبارت کا صرف وہ حصہ نقل کیا ہے جو حضرت خواجہ سیف الدین سے متعلق تھا۔ علاوہ ازیں حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ نے عالمگیر بادشاہ کو چار مکتوب اور بھی تحریر فرمائے ہیں یعنی چھ مکاتیب مکتوبات معصومیہ میں زینت افروز ہیں۔ اور حضرت خواجہ سیف الدین نے عالمگیر بادشاہ کو تقریباً بیس مکاتیب لکھے جو مکتوبات سیفیہ میں موجود ہیں۔ نیز بادشاہ کے حالات سے متعلق دیگر مکاتیب میں بھی تذکرہ کیا ہے مثلاً مولانا محمد باقر لاہوری کو تحریر فرماتے ہیں:-

”برادر عزیز ارشاد پناہی میاں محمد باقر سلام عافیت انجام قبول فرمائیں، اس جگہ کے حالات بالمشافہ بیان کرنے سے تعلق رکھتے ہیں مختصر یہ کہ بادشاہ دین پناہ نے شنبہ (ہفتہ) کی شب کو جو کہ اس مہینہ کی تیسری شب ہوگی فقرا کی منزل میں آکر کھانوں کی قسم سے جو کچھ حاضر تھا بے تکلف تناول فرمایا اور صحبت (مجلس) طویل رہی اور مجلس سکوت (مراقبہ) بھی واقع ہوئی بقا کے معاملہ کو جو کہ ادراک میں آتا ہے کامل وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں اور انھوں نے اپنے مبدأتین کو صفتِ علم پایا، لطیفہ اخفی میں ایک وسعت اور اس کے ساتھ مناسبت اور صفات کے اصل کے ساتھ ملحق ہونے کے بارے میں ایک مدت سے اظہار کرتے ہیں، شہزادہ سلطان محمد اعظم نے بادشاہ (عالمگیر) کی ترغیبِ رہنمائی سے طریقہ عالیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کر لی ہے اور لطائف کے ذکر اور ذکرِ سلطانی (سلطان الذکر) کے متعلق ان کے احوال بہت بلند ہیں اور قلب میں ایک وسعت کا پتہ دیتے ہیں، بادشاہ سلامت اس معنی کے شکر کا اظہار کرتے ہیں اور شہزادہ کے احوال کی خبر گیری کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ امید ہے طریقہ عالیہ کی ترویج مخلصین کی خواہش کے موافق ظاہر ہوگی“۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ ایک مکتوبِ گرامی میں حضرت خواجہ سیف الدین کو تحریر فرماتے ہیں:-

”آپ نے لکھا تھا کہ ”مجالیس سلطانی میں ایسے عجیب و غریب اسرارِ جلوہ گر ہوتے ہیں جن کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے، ان محفلوں میں داخل ہوتے ہی خاص عروج و نزول کے ساتھ ممتاز کر دیا جاتا ہے۔“

۱۲۲ - ۲۲۷ - ۵۲ مکتوبات سیفیہ مکتوب ۱۲۲

بیشک اہل کمال ہر بقعہ سے اس بقعہ کے مناسب فیوض و اسرار اخذ کرتے ہیں اور ہر زمین سے اُس زمین کے مناسب کمال حاصل کرتے ہیں، کسی زمین کو معاملات فنا کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے اور کسی زمین کو کمالات بقا کے ساتھ موافقت ہوتی ہے کوئی قطعہ ایسا ہے جو عروج سے مناسبت رکھتا ہے اور کوئی قطعہ نزول سے، حرم مکہ کے کمالات جدا ہیں اور حرم مدینہ کے فیوض و کمالات جدا۔

ہر خوش پسرے را حرکات دگرست [ہر اچھے پیٹے کی حرکتیں دوسری ہیں]

آپ نے بندگانِ حضرت (بادشاہ عالمگیر) کے احوال کے بارے میں لکھا تھا کہ (وہ احوال ان کے) لطیفہ اخفی کی وسعت اور اس کے ساتھ ان کی مناسبتِ کاملہ کی خبر دیتے ہیں، اس کے مطالعہ سے بہت خوشی ہوتی، لطیفہ اخفی سب سے اعلیٰ لطیفہ ہے اور اس کی ولایت سب لائیتوں کے اوپر ہے، اس لطیفہ کو سرورِ کمالات و خیر موجودات علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰت و التسلیمات البرکات کے ساتھ ایک خاص خصوصیت ہے فقیر بھی ان کی قدرے مناسبتِ لطیفہ اخفی کے ساتھ پاتا ہے اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔“ لہ

حضرت عروۃ الوثقیٰ ۱۰۱ ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

”آپ نے بادشاہ دین پناہ (عالمگیر) کے احوال کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، طبقہ سلاطین میں اس قسم کے امور کا ظاہر ہونا عجیب زمانہ میں سے ہے اللہم زدک لے اللہ اور زیادہ فرما..... آپ نے لکھا تھا کہ ”انھوں (بادشاہ) نے اپنے مبداءِ تعین کو صفتِ علم پایا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس صفتِ مبارکہ کے ساتھ بہت زیادہ مناسبت پائی ہے“ (یہ فقیر) اس کے مطالعہ سے بہت محظوظ ہوا قریب تھا کہ قص کرنے لگے، حق سبحانہ اس صفتِ عالیہ کی برکات کا مل حصہ عطا فرمائے، لہ دین پناہ بادشاہ عالمگیر کے حضرت خواجہ سیف الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا حال ”مآثر عالمگیری میں بھی اس طرح درج ہے:-

”قبلہ عالم (شہنشاہ عالمگیر) ۱۳ محرم ۱۰۹۹ھ کو ایک گھڑی رات گزرنے کے بعد باغ حیات بخش کے راستہ سے شیخ سیف الدین سرسہدی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر تشریف لے گئے اور اور دیر تک حقائق و معارف کی گفتگو فرما کر دولت خانہ واپس آگئے۔“

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ سیف الدینؒ ۱۳ محرم ۱۰۹۹ھ کو شاہجہاں آباد میں قیام پذیر تھے یعنی تقریباً تین سال دارالخلافہ شاہجہاں آباد میں آپ کا قیام رہا۔

لہ مکتوبات معصومیہ قسوم مکتوب ۲۳۲ لہ ایضاً مکتوب ۲۳۲ لہ مآثر عالمگیری ص ۶۱

اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کا ایک مکتوب جس کا عکسی توڑو جواب محمد اقبال صاحب مجددی نے اپنی تالیف "حنات الحرمین" میں صفحہ ۱۲۹ پر شائع کیا ہے اور لکھا ہے "اورنگ زیب کا ایک غیر مطبوعہ خط حضرت خواجہ سیف الدین سرہندی کے نام؟"۔

«بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حادثاً ومصلياً و مسلماً۔ ابا بعد ازین اسیر نفس امارہ سلام برسد مکتوب مرغوب رسید۔ چه نویسد از غفلت نفس خود کہ بہ بیچ تنبیہ متنبہ نمی شود در ماتم دائمی باید نشست و بر حال و مال خود باید گرسیت۔ ارادہ عزیمت این سمت سبب خوش دلی ست۔ لعل اللہ پچھت بعد ذلک امرأ۔ والسلام
..... الملك والمحکمہ اللہ»

(ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم، حمد و صلوة و سلام کے بعد اس نفس امارہ کے قیدی کی جانب سے سلام پہنچے۔ آپ کا مرغوب مکتوب پہنچا۔ اپنے نفس کی غفلت کے بارے میں کیا لکھے جو کسی تنبیہ سے متنبہ نہیں ہوتا۔ دائمی ماتم میں بیٹھنا چاہئے اور اپنے حال اور انجام پر رونا چاہئے۔ اس جانب آپ کی عزیمت کا ارادہ خوشدلی کا باعث ہے، ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی بات ظاہر فرمائے۔ والسلام..... ملک اور حکم اللہ ہی کے لئے ہے۔) شاہجہاں آباد کے دوران قیام میں ایک مرتبہ بادشاہ عالمگیر نے حضرت خواجہ سیف الدین کو باغ جیات بخش کی سیر کی تکلیف دی وہاں آپ نے حوض میں سونے کی مچھلیاں دیکھیں جن کی آنکھوں میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ جب تک یہ مچھلیاں نہ توڑ دی جائیں گی میں اس جگہ نہ بیٹھوں گا۔ باغ کے محافظوں نے نائل کیا لیکن بادشاہ نے کہا کہ "خاطر داری شیخ میں بہت نفع ہے" اور اسی وقت تڑوا دیں۔ ۱۷

اسی زمانہ میں حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ کو معلوم ہوا کہ بادشاہ کے استاد سید محمد قنوجی نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مجلس سماع قائم کی ہوئی ہے اور اس مجلس میں گویے گارہے ہیں اور چنگ و رباب وغیرہ بجا رہے اور رقص و سماع کر رہے ہیں۔ حضرت خواجہ سیف الدین نے امر معروف و نہی عن المنکر کی بنا پر مع اپنے مریدوں کے وہاں تشریف لے گئے۔ جب سید محمد قنوجی کو معلوم ہوا کہ آپ تشریف لارہے ہیں تو وہ خود اور باقی اہل مجلس بھی گانے بجانے کا سامان چھوڑ چھاڑ چلے گئے، بعد ازاں جب تک حضرت کا وہاں قیام رہا کسی کو ایسی مجلس منعقد کرنے کی جرأت نہ ہوئی ۱۸

۱۷ حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۳۵۰ - ۱۸ روضۃ الیقومیہ رکن دوم ص ۱۲۰ -

برکات معصومی میں ہے کہ ایک دن شاہزادہ محمد اعظم حضرت خواجہ سیف الدین کی خدمت میں حاضر ہوا، دروازہ پر مخلصین کی بھڑکتی جھنڈی کی وجہ سے شاہزادہ کی دستا گر گئی، یہ خبر بادشاہ تک پہنچی، بادشاہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس کے در میں ایسا باکمال شخص بھی موجود ہے کہ مخلوق اس پر پروانہ وار گر رہی ہے۔ نیز لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شاہزادہ محمد اعظم نے حضرت خواجہ سیف الدین کی دعوت کی، اس دعوت میں آپ کے برادر کلاں شیخ محمد اشرف بھی مدعو تھے، بوقت طعام شاہزادہ آفتابہ لایا تاکہ آپ کے ہاتھ دھلوائے آپ نے شاہزادے سے آفتابہ لیا اور اپنے بھائی شیخ محمد اشرف کے ہاتھ دھلوائے پھر آفتابہ شاہزادے کے حوالہ کیا اور اس نے آپ کے ہاتھ دھلوائے گئے۔

عس نیز لکھا ہے کہ آپ کا قیام دہلی ہی میں تھا کہ آپ کے عم محترم حضرت خواجہ محمد سعید کے فرزند شیخ عبدالاحد وحدت بھی دہلی تشریف لائے جو کہ صاحب فضل و کمال اور شاعر شعلہ بیان تھے لیکن مرجع خلائق آپ ہی کی مبارک ذات رہی۔ آپ کے والد ماجد کو جب ان حالات کا علم ہوا تو فرمایا ”سبحان اللہ

لہ د ۱۰۰ برکات معصومی ص ۳۱۲ و ۳۱۸ بحوالہ حضرت مجدد اور ان کے ناقدین ص ۲۳۶۔

عس مقامات معصومی معروف بہ برکات معصومی تالیف صفرا احمد بن فضل اللہ بن عبدالقادر بن حضرت مجدد الف ثانی؟ شیخ صفرا احمد حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے نواسے تھے۔ ۱۳۲ھ آغاز تالیف ہے اور اس کتاب کے ۲۹۲ صفحات ہیں (از مقامات خیر ص ۲۳)

عس اس موقع پر یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی حیثیت برصغیر کی تاریخ میں ایک ”بشارت نورانی“ سی ہے آپ نے اور آپ کی اولاد امجاد اور آپ کے سلسلہ کے بزرگوں نے شریعت و طریقت کی ترویج و اشاعت کے علاوہ بھی ہر شعبہ زندگی میں گہرے اثرات ڈالے ہیں اور ان میں آپ کے فیوض کا سلسلہ جاری ہے لہذا اگر اردو زبان و ادب اور شاعری کو دیکھا جائے تو اس کو بھی بام عروج تک پہنچانے میں مجددی حضرات پیش پیش نظر آتے ہیں چنانچہ یہی حضرت خواجہ عبدالاحد وحدت المعروف ”شاہ گل“ حضرت مجدد الف ثانی کے پوتے ہیں جو اپنے زمانے کے بہت بڑے شاعر شیریں کلام، ادیب فاضل اور صاحب کمال تھے اور ان ہی کے خلیفہ شاہ سعد اللہ گلشن تھے جن کے اہما سے ولی دکنی نے اردو کے معنی میں اشعار کہے اور پھر ان کی تقلید میں دہلی اور شمالی ہندوستان میں باقاعدہ اردو شاعری کا آغاز ہوا۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہمیت حضرت مرزا منظر جان جاناں قدس سرہ کو حاصل ہوئی، مرزا صاحب موصوف کے بارے میں تمام تذکرہ نگار متفق ہیں کہ انھوں نے اردو شعرا کو سیدھے راستے پر ڈالا اور وہ اہام کے چکر میں پھنسے ہوئے تھے۔ حضرت مرزا صاحب کے مریدین و معتقدین اور شاگردوں کا ایک بڑا سلسلہ ہے جنھوں نے تصوف کے ساتھ ساتھ اردو ادب کو ترقی دینے کا کام جاری رکھا ان میں انعام اللہ خاں یقین بھی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ ہی کی اولاد میں سے ہیں جن کا دیوان آج بھی خراج تحسین حاصل کر رہا ہے، نیز احسن اللہ بیان اور فقیہ دردمند نے بھی اردو شاعری کے گلدستہ کو بنا سنوار کر پیش کیا، اور

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

عبدالاحد بایں شیریں کلام موصوف است و سیف الدین بایں تمکین و وقار معروف، و قبولیت بایں نصیب گشتہ [یعنی عبدالاحد اس شیریں کلامی کے ساتھ موصوف ہے اور سیف الدین اپنی تمکنت اور وقار میں معروف اور قبولیت اس (سیف الدین) کے نصیب میں آئی ہے] و حضرت مجدد اوران کے ناقدین ص ۲۳۶

نیز برکات معصومی میں درج ہے کہ آپ کو اپنے والد ماجد سے عشق تھا اور ان کو بھی آپ سے بے پناہ محبت تھی، جن دنوں آپ نے دہلی سے سرسند شریف مراجعت فرمائی آپ کے والد بزرگوار پاؤں کے درد کی وجہ سے چل پھر نہیں سکتے تھے اگر مسجد میں نماز کے واسطے جاتے تو ڈولی میں جلتے تھے۔ جب سرسند میں حضرت خواجہ سیف الدین کی تشریف آوری کا غلغلہ ہوا تو بکثرت مخلوق آپ کے استقبال کیلئے شہر سے باہر پہنچی لیکن آپ کے بڑے بھائی ازراہ بزرگی نہ گئے۔ آپ کے والد ماجد نے مخدوم زادوں کو کچھ نہ کہا البتہ اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ اگر میرے پاؤں میں تکلیف نہ ہوتی تو میں ضرور استقبال کے لئے جاتا۔ جب مخدوم زادوں نے والد ماجد کی یہ بات سنی تو وہ بھی آپ کے استقبال کے لئے گئے ۲

آپ کا طریقہ شاہانہ تھا، عمدہ لباس پہنتے تھے، دسترخوان بھی بہت وسیع تھا۔ آپ کی تمکنت اور وقار کو دیکھ کر کسی نے کہا کہ شیخ صاحب میں تکبر ہے، جب آپ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا "تکبر باطل کبر بانی اوست جل جلالہ" (میں کیا شے ہوں) یہ سارا کرو فر پروردگار جل جلالہ کی کبر بانی کا پر تو ہے۔ خلق خدا کی مشکلات رفع کرنے اور ان کو فائدہ پہنچانے میں آپ مشہور تھے، اقربا اور عزیزوں کے ساتھ صلہ رحمی میں بے مثل تھے، بڑوں کا بہت ادب کرتے اور چھوٹوں پر حد درجہ مہربان تھے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ)

خواجہ میر درد جتنے سب سے پہلے نہایت اہتمام سے تصوف کو اردو شاعری کا جامہ پہنایا اور ان کے برادر خورد میر محمد آثر نے ان کے بعد نہ صرف ان کے سجادہ کوزینت دی بلکہ اردو شاعری میں بھی ان کے صحیح جانشین بنے۔ غزل میں ایک دلکش طرز قائم کیا علاوہ ازیں سنوئی خواب و خیال ایسی لکھی کہ زبان و بیان کے اعتبار سے نہ صرف ٹکسالی چیز ہے بلکہ دوسروں کے لئے بھی ایک قابل تقلید نمونہ بنی۔ اگر ان دونوں بھائیوں کے ساتھ ان کے والد بزرگوار خواجہ ناصر عندلیب کو بھی شامل کر لیا جائے تو ایک ہی خاندان سے ایک اچھی مثلت تیار ہو جاتی ہے اور یہ سب نقشبندی مجددی سلسلہ کے بزرگ ہیں۔ ان حالات میں ہمارا یہ دعویٰ کرنا غلط نہ ہوگا کہ اردو زبان و ادب اور شاعری کا شمالی ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ پورے برصغیر میں اجباراً اسی خاندان کی بدولت ہوا اور نہ بقول قائم چاند پوری اس سے پہلے اردو کیا تھی؟

"اک بات پچھری بہ زبانِ دکنی تھی"

۲۔ حضرت مجدد اوران کے ناقدین، ص ۲۳۶۔ ۳۔ ایضاً ص ۲۳۸

حضرت حجۃ اللہ حج کے لئے روانہ ہوئے وہ آپ سے پندرہ سال بڑے تھے اُن کی ولادت ذیقعدہ ۳۳۷ھ میں ہوئی تھی، آپ ایک منزل تک اُن کی مشایعت میں گئے جب جدائی کا وقت آیا تو حضرت حجۃ اللہ نے آپ سے کہا کہ بھائی! اب میری ضعیفی ہے اور حیاتِ مستعار پر کچھ بھروسہ نہیں تم میرے بچوں کا خیال رکھنا۔ آپ نے اُن سے کہا بھائی صاحبِ مجھ کو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ کی عمر دراز ہوگی اور آپ کافی عرصہ بقیدِ حیات رہیں گے، البتہ مجھ کو اپنی حیات کی امید نہیں ہے لہذا آپ سے گزارش ہے کہ میرے بچوں کا خیال رکھیں۔ برکاتِ معصومی کے مؤلف لکھتے ہیں کہ ان دونوں بھائیوں کی پھر ملاقات نہیں ہوئی، حضرت سیف الدین دنیا سے رحلت کر گئے اور حضرت حجۃ اللہ ان کے بعد انیس سال حیات رکھے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مدت سے آپ کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ نصف شب کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی کے مزار پر انوار پر حاضر ہوتے اور جذبہ و شوق کی حالت میں مرقدِ مطہر کے گرد گھومتے اور فرماتے ”سگِ درگاہِ مجدد الفِ ثانی ام“ اور کبھی یہ الفاظ و رد زبان ہوتے تھے ”سگِ درگاہِ بندگی شیخ احمد کابلی سرسندی ام“ اور کبھی اپنے والد ماجد کے روضہ مبارک پر حاضر ہوتے اور یہ شعر پڑھتے

من کیستم کہ با تو دم بندگی زخم چندی سگانِ کوئے تو یک کمترین منم لہ

[میں کون ہوں جو تیری غلامی کا دم بھروں، تیرے کوچے کے بہت سے کتوں میں سے ایک کمترین کتا میں ہوں]

خواجہ محمد زبیر ایامِ طفلی میں ایک مرتبہ سخت بیمار ہو گئے، آپ اُن کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، اُن کی خالہ نے آپ سے دعا پر صحت کے لئے عرض کیا آپ متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اس لڑکے کا اللہ تعالیٰ حافظ و معین ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا شیخِ عظیم ہوگا اور ہزاروں آدمی اس کے حلقہ میں حاضر ہوں گے۔ ۲۷

نقل ہے کہ ایک شخص نے تقلیلِ غذا کرنا چاہا، آپ نے فرمایا کہ تقلیلِ غذا کی ضرورت نہیں ہمارے بزرگوں نے کام کی بنیاد دوام و قوفِ قلبی و صحبتِ شیخ پر رکھی ہے، زہد و مجاہدہ شاقہ کا ثمرہ خرقِ عادات و تصرفات ہے، ہمارے یہاں اس کی ضرورت نہیں، یہاں دوامِ ذکر و توجہ الی اللہ اور اتباعِ سنت ہے ۲۸

آپ کا معمول تھا کہ ظہر و عصر کے درمیان مستورات کو احادیثِ شریفہ سنایا کرتے تھے ایک روز خلافِ معمول و عطا و نصائح کو جلد ختم کر دیا۔ مستورات نے عرض کیا کہ ابھی بہت وقت ہے کچھ اور پڑھئے

لہ مقاماتِ خیر ص ۶۵ و ۶۶ ۲۷ روضہ رکنِ دوم ص ۲۲۶ - ۲۷ حالاتِ مشائخِ نقشبندیہ ص ۳۵۴ -

آپ نے فرمایا اور محمد اعظم (آپ کے بڑے صاحبزادے) سے پڑھوانا۔ اس کے بعد آپ بیمار ہو گئے اور حدیث شریف سنانے کا اتفاق نہ ہوا۔ ۱۷

کہتے ہیں کہ آخری وقت میں حضرت شیخ کی خدمت میں ایک کو لایا گیا جو اہل سنت و جماعت کے عقائد کا مخالف تھا، آپ نے فرمایا کہ یہ کونسا وقت ہے کہ تم مخالف مشرب کو میرے پاس لائے ہو، اسے یہاں سے لیجاؤ۔ ۱۸

حضرت خواجہ سیف الدین کا سینتالیس سال کی عمر میں ۲۶ جمادی الاولیٰ ۹۶ھ کو انتقال ہوا۔ ۱۹
آپ کی ولادت اور وفات کی تاریخوں میں اختلاف ہے نے سال ولادت ۵۵ھ لکھا ہے اور سال وفات ۹۵ھ اور ۹۸ھ لکھا ہے۔

برکات معصومی صفحہ ۳۲۲ میں لکھا ہے کہ جب آپ کے جنازے کو برائے تدفین لے چلے تو جنازہ لوگوں کے ہاتھوں سے نکل کر ہوا پر چلنے لگا ہر چہ مردم بہ قصدی جستند دست کم کسے بہ آں می رسید۔ جتنا بھی لوگ اچھلتے کم ہی کسی کا ہاتھ اس تک پہنچا۔ اس کیفیت کو دیکھ کر کافی غیر مسلموں نے کلمہ پڑھا۔ اور جب تدفین کی جگہ جنازہ پہنچا تو خود بخود نیچے اتر آیا۔ ۲۰

آپ کا مزار حضرت مجدد الف ثانی کے روضہ مبارک سے جنوب کی جانب تھوڑے فاصلہ پر ہے مزار پر نہایت عالی شان گنبد ہے جس کے گرد باغ لگایا ہوا ہے ۲۱

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے صاحبزادوں میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کو اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے صاحبزادوں میں حضرت خواجہ سیف الدین کو جو مقبولیت حاصل ہوئی ہے وہ محتاج تعارف نہیں حضرت خواجہ سیف الدین کی اولاد و سلسلہ کے بزرگوں کے ذریعہ ہندوستان میں شریعت و طریقت کو بڑا عروج حاصل ہوا اور تعلیمات اسلامیہ کے رائج کرنے میں جس قدر ان بزرگوں نے جدوجہد کی اس کی مثال ملنا مشکل ہے چنانچہ آپ کی اولاد در اولاد میں حضرت شاہ عبد الغنی مجددی بھی ہیں جو بانیان دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہما جیسی عظیم شخصیتوں کے استاد حدیث ہیں۔ اور حضرت مولانا شاہ محمد رفیع الدین دیوبندی ثم المدنی ہتمم دارالعلوم دیوبند بھی حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہ قدس سرہ کے خلیفہ کبار میں سے تھے جن کے خلیفہ حضرت مفتی عزیز الرحمن عثمانی

۱۷ حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۳۵۶۔ ۱۸ روضہ رکن دوم ص ۲۲۶۔ ۱۹ مشائخ نقشبندیہ ص ۳۵۶۔

۲۰ حضرت مجدد اور ان کے ناقدین ص ۲۲۰۔ ۲۱ روضہ رکن دوم ص ۲۲۶۔

۲۲ یعنی شاہ عبد الغنی بن شاہ ابوسعید بن صفی القدر بن عزیز القدر بن شاہ محمد عیسیٰ بن حضرت سیف الدین رحمہم اللہ علیہم اجمعین

دیوبندی ہوئے جو دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی قدس سرہ
تذکرۃ الرشید میں تحریر فرماتے ہیں: یہ بات مشہور ہے کہ شاہ (عبد الغنی) صاحب کو اپنے شاگردوں میں سب سے
زیادہ محبت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا (محمد قاسم) نانوتوی کے ساتھ تھی اور مریدوں میں مورد
عنایت خاصہ حضرت مولانا مولوی شاہ رفیع الدین صاحب مدرس مدرسہ عالیہ اسلامیہ (دیوبند) تھے۔

نیز فرماتے ہیں "حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کو حضرت شاہ احمد سعید صاحب (حضرت شاہ
عبد الغنی) کے بڑے بھائی) سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا۔ (ط ۳)

اسی طرح حضرت مولانا خلیل احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (جن کے خلیفہ شیخ الحدیث
حضرت مولانا ذکریا صاحب مدظلہ العالی ہیں) کو بھی حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہ سے سندِ حدیث حاصل کرنے کا شرف
حاصل ہوا، چنانچہ حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی تذکرۃ التحلیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ (حضرت مولانا خلیل احمد)
مدنیۃ الرسول میں محدث دارالہجرت استاذ الكل حضرت مولانا الشاہ عبد الغنی المہاجر المجددی النقشبندی کو حیلہ کتب
حدیث کے اوائل سا کر بالاجمال اور قبولیت دعا عند الملتزم کی بالتفصیل اجازت حاصل کی۔ نیز حضرت مولانا
عاشق الہی علیہ الرحمہ نے تذکرۃ التحلیل میں حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہ کا حضرت مولانا خلیل احمد قدس سرہ کو
عطا کردہ اجازت نامہ اور دعا عند الملتزم کی سند کی نقل بھی درج فرمائی ہے۔

اور حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ کی اولاد در اولاد میں حضرت خواجہ محمد آفاق بھی تھے جن کے
خلیفہ مجاز حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی قدس سرہ تھے اور ان کے خلفاء میں حضرت مولانا محمد علی مونگیری
بانی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور حضرت مولانا سید عبدالحی قدس سرہما ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی تھے جن کے
چشم و چراغ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی ہیں۔ غرض کہ ہندوستان کے یہ بڑے بڑے دارالعلوم
علمی اور روحانی طور پر امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے بالواسطہ فیضیاب ہیں اور ان ہی بزرگوں کے
نخلستان کے خوشہ چین و ریہین منت ہیں۔

نیز سلسلہ طریقت کی بھی بیشمار شاخیں ہیں جو حضرت خواجہ سیف الدین کے واسطہ سے سلسلہ عالیہ
نقشبندیہ مجددیہ سے نسبت رکھتی ہیں خود حضرت خواجہ سیف الدین کے خلیفہ مخدوم ابوالقاسم تنوی نے سندھ میں
سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی بہت تبلیغ و اشاعت کی اگرچہ اس سے قبل مخدوم آدم تنوی بھی جو حضرت عروۃ الوثقی
کے خلفاء میں سے تھے جنہوں نے سندھ میں اس سلسلہ کی بنیاد رکھی تھی۔ اور آپ ہی کے سلسلہ عالیہ میں حضرت
مرزا مظہر جان جاناں اور حضرت شاہ غلام علی قدس سرہما بھی تھے جن کے ایک خلیفہ مولانا خالد رومی قدس سرہ کے
ذریعہ بلاد عرب، روم اور شام وغیرہ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی حتیٰ کہ

صاحبِ درالمختار شرح درالمختار علامہ شامی جیسی عظیم شخصیت بھی حضرت مولانا خالد رومیؒ کے مرید ہیں۔ نیز حال کے بزرگوں میں حضرت مولانا عبد الغفور عباسی مدنی قدس سرہ کی وجہ سے عرب و عجم میں اس سلسلہ عالیہ کو فرید عروج حاصل ہوا جو مدرسہ امینیہ دہلی کے فارغ التحصیل جید عالم و استاد اور حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشی نقشبندی مجددی سراجی مسکین پوری قدس سرہ کے اجل خلفا میں سے تھے۔

حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ کے ایک سونے مکاتیب شریفہ کو آپ کے فرزند اکبر اور جانشین شیخ محمد اعظم نے جمع کیا تھا جن کو محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر علامہ مصطفیٰ خاں صاحب مدظلہ نے "کتوبات سیفیہ" کے نام سے شائع کیا ہے۔

آپ کی اولاد میں آٹھ لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں: شیخ محمد اعظم، شیخ محمد شعیب، شیخ محمد حسین، شیخ محمد عیسیٰ، شیخ محمد موسیٰ، شیخ کلمۃ اللہ، محمد عثمان و عبد الرحمن (یہ دونوں لاولد قوت ہوئے)۔ جنت بانو، جیبہ، سائرہ، شہری، رفیع النساء، چھٹی کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

شیخ محمد اعظم، آپ حضرت خواجہ سیف الدین کے بڑے صاحبزادے ہیں سلوک کی تکمیل اپنے والد بزرگوار سے حاصل کر کے علوم ظاہری میں بھی کمال حاصل کیا، صاحب تصانیف تھے، اکثر لوگوں نے آپ سے سلوک کی تکمیل کر کے خلافت پائی، آپ کی اولاد میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔

شیخ محمد شعیب، آپ نے بھی اپنے والد بزرگوار سے تکمیل سلوک کی آپ کے ایک لڑکا اور تین لڑکیاں تھیں۔

شیخ محمد حسین، آپ بھی اپنے والد بزرگوار کے مرید تھے، آپ کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔

شیخ محمد عیسیٰ، آپ نے اپنے بھائی شیخ محمد اعظم سے سلوک کی تکمیل کی، آپ کے تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔

شیخ محمد موسیٰ، آپ اپنے چچا کے مرید تھے، آپ کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔

شیخ کلمۃ اللہ۔ آپ اپنے چچا محمد صدیق کے مرید تھے، آپ کے صرف ایک لڑکا تھا لہ

حضرت ابوالعلیٰ قدس سرہ

اس مجموعہ کے ساتھ حضرت خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ قدس سرہ کے پوتے خواجہ محمد زبیر بن حضرت ابوالعلیٰ رحمہما اللہ کے تفصیلی حالات پیش کرنے کی سعادت اس لئے حاصل کی جا رہی ہے کہ صاحبِ روضۃ القیومیہ نے حضرت خواجہ محمد نقشبند کو قیوم ثالث اور حضرت خواجہ محمد زبیر کو قیوم رابع لکھا ہے اسی وجہ سے روضۃ القیومیہ کے ضخیم دفتر میں علیحدہ علیحدہ ان حضرات کے تفصیلی حالات درج ہیں۔ چونکہ روضۃ القیومیہ ہی ہماری تالیف کی اصل بنیاد ہے اس لئے ہم نے اس باب کو بھی شامل کر لیا ہے۔ ان بزرگوں کے حالات سنجوخی واضح ہو جاتا ہے کہ اگرچہ بظاہر خاندانِ مغلیہ کی ہندوستان پر حکومت تھی لیکن بیاطن عوام و خواص کے ساتھ ساتھ ان بادشاہوں کے دل و دماغ پر بھی خاندانِ مجددیہ کی حکومت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ اب ہم حضرت ابوالعلیٰ کا مختصر تذکرہ کرنے کے بعد حضرت خواجہ محمد زبیر کے تفصیلی حالات پیش کرتے ہیں۔ (مؤلف)

حضرت خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ قدس سرہ کے صاحبزادے حضرت ابوالعلیٰ کی ولادت ۱۰۶۳ھ / ۱۶۵۲ء میں شریفیہ میں ہوئی تھی۔ ظاہری تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے مجاہدہ شروع کیا، ۱۰۸۳ھ / ۱۶۷۲ء میں حضرت ابوالعلیٰ نے اپنے چہرہ پر نقاب ڈال لیا اور لوگوں کی ہمنشینی کو ترک کر دیا۔ جب حضرت حجۃ اللہ نے حضرت ابوالعلیٰ سے چہرہ پر نقاب ڈالنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے عرض کیا کہ حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰت و التسلیمات میرے سامنے شریف فرما ہیں اس لئے اب میں نہ کسی کی طرف دیکھ سکتا ہوں اور نہ کسی سے بات کر سکتا ہوں۔ حضرت نے مزید دریافت کیا کہ کیا اس وقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سامنے شریف فرما ہیں؟ عرض کیا جی ہاں تھے۔ حضرت ابوالعلیٰ آٹھ سال تک نقاب پوش رہے، اس عرصہ میں آپ نے کبھی آرام کیا اور نہ نکیہ لگا کر بیٹھے، ہر وقت قبلہ رو بیٹھے رہتے، صرف نماز کے لئے اٹھتے۔ عالمگیر بادشاہ نے ہر چند آپ سے ہمکلام ہونا چاہا لیکن ممکن نہ ہوا، صرف اپنی والدہ ماجدہ یا والد بزرگوار سے بعض ضروری امور کیلئے

۱۔ وسیلۃ القبول (مکتوبات حضرت خواجہ نقشبند) میں آپ کا اسم گرامی "ابوالاعلیٰ" درج ہے
 ۲۔ واضح رہے کہ صاحبِ روضۃ القیومیہ حضرت خواجہ محمد زبیر کے مرید و خلیفہ ہیں اور مجددی خاندان اور قزلباشی رشتہ ہونے کی وجہ سے بھی ان کو حق ہے کہ اپنے شیخ کی سوانح تفصیل سے لکھیں، نیز روضۃ القیومیہ کن چہارم ۱۹ پر لکھتے ہیں کہ کشف الخفاقی قیومیت میں اس بات کی مفصل وجہ درج ہے کہ اس قلیل عرصہ میں اتنے قیوم کیوں ہوئے؟ لیکن یہ کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری تھی ہدیہ مجددیہ ص ۵۵۔
 ۳۔ مکہ روضۃ رکن سوم ص ۱۷۔

کلام کرتے۔ کہتے ہیں کہ آپ ظاہری آنکھوں سے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر رہتے تھے۔ لے

حضرت ابو العلیؒ اسی نقاب پوشی کی حالت میں اپنے والد ماجد حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ کے ہمراہ حج مقدس کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر جب سورت کی بندرگاہ پر پہنچے تو نقاب اتار دیا۔ پھر سرسند شریف پہنچ کر ۱۰۹۱ھ میں حضرت ابو العلیؒ کی شادی خانہ آبادی حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمۃ قدس سرہ کے صاحبزادے حضرت شیخ سعد الدینؒ کی دختر نیک اختر سے ہوئی لے بعد ازاں حضرت خواجہ محمد زبیرؒ عالم وجود میں آئے۔

معلوم ہوا کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابو العلیؒ کی تربیت فرمائی تھی وہ اسی لئے تھی کہ ان سے حضرت خواجہ محمد زبیرؒ جیسا موتی پیدا ہو جو حقیقت محمدی کا مظہر اتم اور کمالات احمدی کا متمم ہو۔ لے

روضۃ القیومیہ میں کسی جگہ لکھا ہوا ہے کہ "حضرت ابو العلیؒ مناقب نقشبندی میں لکھتے ہیں: یعنی "مناقب نقشبندی" حضرت ابو العلیؒ کی تصنیف ہے۔

حضرت ابو العلیؒ نے ۱۳ شعبان ۶۰۶ھ کو تینتالیس سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کی جیات میں وفات پائی۔ اولاد میں ایک صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ اور دو صاحبزادیاں تاج النساء و فقیرہ خانم چھوڑیں لے۔ حضرت ابو العلیؒ کے انتقال کے بعد حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ قدس سرہ نے اپنی پوری توجہ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی تربیت پر مرکوز کر دی۔ اب ہم حضرت خواجہ محمد زبیرؒ قدس سرہ کے حالات تفصیل سے پیش کرتے ہیں :-

لے روضۃ القیومیہ رکن سوم ص ۱۸ لے ایضاً ص ۶۷ لے ایضاً ص ۱۸۔ لے ہدیہ احمدیہ ص ۵۵ لیکن وسیلۃ القبول (مکتوبات حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ) ص ۴ کے حاشیہ پر آپ کے انتقال کا سن ۶۰۸ھ درج ہے۔

حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہ

حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہ کی ولادت باسعادت بروز دوشنبہ (پیر) ذیقعدہ ۹۳۰ھ کو ہوئی ہے یعنی آپ کی ولادت باسعادت نے صیام و حج (یعنی دو عیدوں اور دو بڑی عبادتوں والے مہینوں) کے درمیان واقع ہو کر اس خاکدانِ نمکدہ کو نشاط و مسرت سے آباد کیا ہے

آپ کا اسم گرامی محمد زبیر، کنیت ابوالبرکات اور لقب شمس الدین قرار پایا ہے جب آپ کی عمر مبارک چار سال چار ماہ ہوئی تو آپ کو سعادت مند ادیب اور شہرہ آفاق علماء و فضلا کے سپرد کیا گیا تاکہ اپنا وقت تکمیلِ علوم اور تحصیلِ فضائل میں مشغول رکھیں گے تیرہ سال کی عمر میں آپ اپنے دادا حضرت خواجہ محمد نقشبند حجتہ اللہ قدس سرہ کے ہمراہ فریضہ حج ادا کرنے اور زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت حاصل کرنے کے لئے حجاز مقدس شریف لے گئے۔ ۵

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو جس سال "تجدید الف ثانی" کا منصب عطا ہوا تھا اس کے پورے سو سال بعد ۱۶۹۹ھ میں حضرت خواجہ محمد نقشبند قدس سرہ نے حضرت خواجہ محمد زبیر کو اپنا قائم مقام بنا کر قطب الاقطاب اور قیومیت کی خلعت پہنا کر اپنا ولیعهد و جانشین بنایا اور اپنے تمام مریدوں اور خلفاء کی تربیت آپ کے سپرد فرمادی ہے بعد ازاں ۲۹ محرم ۱۱۱۲ھ کو حضرت خواجہ محمد نقشبند کا وصال ہو گیا، اور بروز ہفتہ

۱۔ روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۵ - ۲۔ ایضاً ص ۷ - ۳۔ ایضاً ص ۸ -
۴۔ ایضاً ص ۱۳ - ۵۔ ایضاً ص ۱۷ - ۶۔ ایضاً ص ۲۲ -

۷۔ اسی سال یعنی ۱۱ رمضان المبارک ۱۱۱۲ھ بروز جمعہ بوقت فجر حضرت میرزا منظر جان جاناں قدس سرہ کی ولادت ہوئی اور بروز جمعہ بعد نماز جمعہ ۹ محرم ۱۱۹۵ھ کو شہادت پائی اور اپنی خانقاہ منظریہ میں دفن کئے گئے۔

یکم ماہ صفر ۱۱۱۲ھ کو آپ ارشادِ قومیت کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے ۱۵۔ دوسرے سال ۱۱۱۵ھ
حضرت خواجہ محمد زبیر کے ہاں پہلا فرزند محمد عزیز نامی کی ولادت ہوئی ۱۲۔ پھر ۲۷ صفر ۱۱۱۸ھ کو
بروز بدھ بوقتِ مغرب حضرت عروۃ الوثقیٰ کے چوتھے صاحبزادے حضرت شیخ محمد اشرف کا انتقال ہو گیا۔
۱۱۱۸ھ میں کابل کے باشندوں نے حضرت خواجہ محمد زبیر کی خدمت میں کابل تشریف آوری
کے لئے بکثرت عرض لکھے، حضرت ان کی درخواست کو قبول فرما کر کابل تشریف لے گئے، ان دنوں شاہزادہ محمد معظم
بہادر شاہ کابل کا حاکم تھا وہ بھی حضرت کے استقبال کے لئے پشاور تک آیا۔ اسی اثنائیں جمعہ ۲۸ ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ
کو بادشاہ عالمگیر کا انتقال ہو گیا لیکن تقریباً ایک ماہ بعد شاہزادہ معظم کو بادشاہ کے انتقال کی خبر ملی، شاہزادہ نے
اسی وقت حضرت خواجہ محمد زبیر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے حق میں دعا، وتوجہ فرمائیں کہ
حق سبحانہ و تعالیٰ میری عزت و آبرو سلامت رکھے اور دشمن پر فتحیاب ہو کر ہندوستان کی سلطنت میرے
ہاتھ آئے، حضرت نے دیر تک دعائے خیر کی اور شاہزادہ کو سلطنت ہند کی خوشخبری دی۔ شاہزادہ اس
خوشخبری سے بہت خوش ہوا اور اپنے ہمراہ ہندوستان چلنے پر اصرار کیا۔ شاہزادہ کی منت و سماجت
اور رنجوشی کی وجہ سے حضرت بھی اس کے ہمراہ سر ہند تشریف لے آئے ۱۷۔ شہنشاہ ہند (عالمگیر)
کی وفات کے بعد اس کا دوسرا فرزند محمد اعظم باپ کی جگہ تخت سلطنت پر بیٹھا، تمام اراکین سلطنت و
امرا نے اس کی اطاعت قبول کی ۱۵۔ غرض کہ محمد اعظم تمام اراکین و اقواج سلطانی سمیت محمد معظم
کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے دکن سے روانہ ہوا۔ محمد معظم کے پاس فوج بہت کم تھی، حتیٰ کہ اس کے آدمی

۱۵ روضۃ القیومیہ رکن چارم ص ۲۶ ۱۵ ایضاً ص ۲۹ ۱۵ ایضاً ص ۳۱ ۱۵ ایضاً ص ۳۲ ۱۵ ایضاً ص ۳۲ بلخصاً
۱۵ اسی سال ۲ شوال ۱۱۱۲ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۷۰۰ء کو بروز بدھ بوقت طلوع آفتاب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
کی قبضہ پھیلت ضلع مظفر نگر یوپی میں ولادت ہوئی اور اکتھ سال کی عمر میں ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ بوقت ظہر دہلی میں انتقال ہوا۔
۱۵ ان واقعات کو تاریخ کی روشنی میں منتخب الباب حصہ چہارم سے ملاحظہ فرمائیں:۔ محمد اعظم (شاہزادہ دوم) مالوہ کی صوبیداری
سے رخصت حاصل کر کے بادشاہی لشکر سے بیس کوس کے فاصلہ پر پہنچ چکا تھا کہ شام کے وقت اسے عالمگیر کے انتقال کی
خبر ملی، وہ جلد از جلد حاضر ہو کر باپ کے کفن دفن میں شریک ہو گیا اور ۱۰ ذی الحجہ کو تخت نشین ہوا۔ تقریباً دو ماہ
گذرنے کے بعد شہر بیجا پور میں کام بخش (شاہزادہ سوم) بھی تخت نشین ہو گیا (ص ۱۹)

۱۵ محمد معظم بہادر شاہ عالم (شاہزادہ کلاں) کابل میں متعین تھا، اس کو پشاور میں ۲۷ ذی الحجہ ۱۱۱۸ھ کو بادشاہ
کے انتقال کی خبر ملی، دوسرے ہی دن وہ دہلی سے روانہ ہو گیا اور اس نے محرم کی آخری تاریخ یا صفر ۱۱۱۹ھ کو لاہور کے
نواح میں قیام کر کے تخت نشین ہو کر اپنے نام کا خطبہ پڑھنے اور سکہ جاری کرنے کا حکم دیدیا (ص ۲۳) پھر سر ہند ہوتا ہوا
دہلی پہنچ گیا (ص ۲۴) پھر ربیع الاول کے اوائل میں اکبر آباد وارد ہوا (ص ۲۵)۔ محمد اعظم شاہ نرید کو عبور کر کے
گوالیار پہنچا تو اسے اطلاع ملی کہ محمد معظم ایک بڑا لشکر لیکر اکبر آباد پہنچ گیا ہے اور اس نے فوج کی تنظیم کر لی ہے (ص ۲۹)
جب محمد اعظم کے گوالیار پہنچنے کی خبر محمد معظم کو ملی تو اس نے بھائی (محمد اعظم) کے نام خط لکھا۔ (باقی حاشیہ پر صفحہ آئندہ)

کہتے تھے کہ ہم معظم کو زندہ پکڑ کر لے آئیں گے، محمد معظم ایسی افواہیں سن کر بہت گھبرایا ہوا تھا اور اکثر اوقات حضرت خواجہ محمد زبیر کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوتا رہتا تھا، حضرت برابر تسلی دیتے اور فرماتے کہ خاطر جمع رکھو اللہ تعالیٰ تم ہی کو فتح عنایت فرمائے گا اور تم ہی ہندوستان کے بادشاہ ہو گے۔ جب شہزادہ لاہور پہنچ کر تخت شاہی پر بیٹھا تو حضرت خواجہ محمد زبیر ہی نے اپنے دست مبارک سے شہزادہ کے سر پر تاج شاہی رکھا، اتنے میں محمد معظم کا بڑا بڑا کامغز الدین حاکم ملتان بھی ایک جرار لشکر لیکر پاپ سے آ ملا، حضرت خود لاہور ٹھہر گئے اور شہزادہ کو فتح نصرت کی خوشخبری عطا فرما کر رخصت کیا۔

محمد معظم لاہور سے سر ہند آیا تو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بڑے صاحبزادے حضرت محمد صبغۃ اللہ نے حضرت عروۃ الوثقیٰ کی دستا مبارک شہزادہ کے سر پر باندھی، شہزادہ اسے نعمت عظمیٰ خیال کر کے پھولانہ سما یا بعد ازاں شاہجہاں آباد کا رخ کیا پھر اکبر آباد پہنچ گیا۔ اسی اثنا میں محمد معظم بھی اکبر آباد کے قریب پہنچ گیا۔ محمد معظم نے اس کو پیغام بھیجا کہ والد ماجد نے مجھے والی ہند مقرر کیا ہے، اسلئے میں ہند لیتا ہوں دن پر تم قانع رہو۔ محمد معظم نے اس بات کے ملنے سے انکار کر دیا۔ محمد معظم نے پھر کہا کہ بھیجی کہ تزارع تو ہم بھائیوں میں ہے کیوں ناحق خلیق خدا کی تو تیری کرتے ہو، میں تم سے شاہانہ طور پر لڑتا چاہتا ہوں، محمد معظم اپنی بہادری اور کثرت افواج پر مغرور تھا۔ آخر بڑے گھمسان کی جنگ ہوئی ۱۱۰۵ھ۔ اور محمد معظم بہادر شاہ فتحیاب ہوا، محمد معظم اور اس کا لڑکا بیدار بخت مارا گیا۔ بہادر شاہ کو بھائی بھتیجے کے مارے جانے کا بہت رنج ہوا حتیٰ کہ اس صدمہ سے بیہوش ہو گیا۔ بعد ازاں بہادر شاہ نے اس فتح کے شکرانہ میں تحف و ہدایا

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) تم کو چاہئے کہ والد بزرگوار کی وصیت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے جو کچھ عطا کر دیا اس پر راضی ہو جاؤ اور فتنہ و فساد کے دفع کرنے کی کوشش کرو۔ اور اگر والد مرحوم کی وصیت پر جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وہ کر گئے ہیں راضی نہیں ہو اور اپنی بہادری کا مظاہرہ کرنے پر تل گئے ہو تو پھر یہ کیا ضروری ہے کہ اس فانی سلطنت پر ہمارے باہمی تنازعہ میں ایک مخلوق ماری جائے، بہتر یہ ہے کہ تنہا ہم اور تم مقررہ مقام پر ایک دوسرے سے مقابلہ کر لیں۔ یہ بیہوشی کراستہ [دیکھیں کہ ہم میں سے کس کو برتری حاصل ہے] خود ہی فیصلہ ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی اعانت کس کے ساتھ ہے (ص ۳) جب بڑے بھائی کا خط اور پیغام عظیم شاہ کو ملا تو اس نے بگڑ کر کہا کہ "اُس کی عقل ٹھکانے نہیں رہی ہے، کیا اُس نے گلستاں نہیں پڑھی کہ شیخ سودا نے فرمایا ہے "دوباد شاہ در اقلیمہ نہ گنجد و در ویش در کلیمہ خچمند" (ص ۳) ۱۸ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو اکبر آباد سے سات آٹھ کوس پر جا جو کے میدان میں مقابلہ ہوا اور عظیم شاہ کو شکست ہو گئی۔ فتح کے بعد محمد معظم شاہ عالم نے شکرانہ کی نماز پڑھی اور محمد معظم کے بیٹے عالی تبار اور بیدار بخت کے بیٹوں وغیرہ کو حاضر کرنے کا حکم دیا جب وہ آئے تو ان کو گلے سے لگا کر دیرانہ شفقت سے ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور جان کی امان دی اور فرزندوں کی طرح ان کی تربیت و پرورش کے احکام دیے اور ان پر بے حد عنایات کیں، عظیم شاہ کی عورتوں کو بھی تسلی دلاسا اور پرستہ کے پیغام بھجوائے۔ . . . نیز حکم صادر کیا کہ محمد معظم شاہ، بیدار بخت، اور والا جاہ کی لاشوں کو غسل و کفن دیکر ہمایوں بادشاہ کے مقبرہ کے قریب دفن کر دیں (منتخب اللباب جلد چہارم ص ۴۱) (صفحہ ہذا کا حاشیہ) روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۳۲ ۳۵ ایضاً ص ۳۵ ایضاً ص ۳۶ - ۳۷ ایضاً ص ۳۵

حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں ارسال کئے اور سرمد کے تمام حضرات کی خدمت کیلئے زبیرؒ کو بھیجا لے۔ اس فتح کے بعد بہادر شاہ (محمد معظم) نے دکن کا رخ کیا۔ سلطان عالمگیر نے اپنے چھوٹے بیٹے کام بخش کو حیدرآباد کا علاقہ دے رکھا تھا، باپ کی وفات کے بعد اس نے بھی تخت پر بیٹھ کر اپنے نام کا سکہ جاری کر دیا تھا، یہ بات محمد معظم بہادر شاہ کو ناگوار گزری، چنانچہ وہ مترسین طے کرتا ہوا حیدرآباد پہنچ گیا اور جنگ کی نوبت آگئی۔ یہاں بھی بہادر شاہ کو فتح ہوئی اور کام بخش شدید زخموں کی وجہ سے بیہوش ہو گیا۔ جب بہادر شاہ کے سامنے اس کو پیش کیا گیا تو اس نے کام بخش کی تیمارداری میں بہت توجہ کی، زخموں کو ٹانگے لگوائے اور علاج میں پوری توجہ کی تا کہ اس کی جان بچ جائے، لیکن جونہی کام بخش کو قدرے ہوش آیا اس نے بہادر شاہ سے کہا کہ میں تیرا منہ دیکھنا نہیں چاہتا، غصہ میں آ کر اپنے ہاتھوں سے زخموں کے ٹانگے کھول دیئے اور علاج نہ کرنے دیا آخر دو تین گھڑی بعد مر گیا، بہادر شاہ کو اس کے مرنے کا بھی بہت صدمہ ہوا اور اس کی اولاد کی بھی بہت عزت کی ہے۔

حضرت خواجہ محمد زبیرؒ قدس سرہ کا فی عرصہ لاہور میں قیام پذیر رہے اور حضرت کے حلقہ میں مجمع عظیم ہونے لگا ہزاروں آدمی آپ کے مرید ہوئے اور کثیر جماعت نے خلافت پائی۔ ۱۷۰۰ء بعد ازاں آپ اپنے خلیفہ شیخ عبدالرحیم کو خلافت عنایت فرما کر اور لاہور کے تمام مریدین و خلفاء ان کے سپرد کر کے

۱۷۰۰ء روضۃ القیومیہ کن چہارم ص ۲۰۰ سے ایضاً ص ۲۱۱ سے ایضاً ص ۲۱۲

۱۷۰۰ء ان واقعات کو بھی تاریخ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں :- ۱۷۰۰ء کے اوائل میں شاہ عالم (محمد معظم) نے اپنے چھوٹے بھائی کام بخش کے نام حسب ذیل مضمون کا ایک خط لکھا کہ والد بزرگوار نے صوبہ بیجاپور کی حکومت تم کو عطا کر دی تھی ہم بیجاپور اور حیدرآباد دونوں صوبوں کی حکمرانی بشمول توابعات و لواحقات اس عالی قدر بھائی کو تفویض کرتے ہیں بشرطیکہ وہ دکن کے سابق فرمانرواؤں کے طریقہ پر ہمارے نام کا سکہ و خطبہ جاری کرے، جو پیشکش زمانہ قدیم سے ان دونوں صوبوں کے حکام بادشاہی سرکار میں جمع کراتے رہے ہم اس کی معافی کرتے ہیں اس عنایت و مرحمت پر حسب آیت لائن شکر تم لازید نکم (اگر تم شکر بجا لاؤ تو میں ضرور تم کو اور زیادہ دوں گا) تم دل و جان سے شکر بجا لاؤ اور اپنے بزرگوں کی طرح عدل پروری، داد گستری اور رعایا کے ساتھ حسن سلوک اختیار کرو اور اس علاقہ کے سرکشوں، ظالموں اور ہنزوں کی سرکوبی سے غفلت نہ برتو (۱۷۰۰ء) لیکن کام بخش نے بہادر شاہ کے ایلچی کو بھی بڑی ذلت کے ساتھ قید کر دیا اور بادشاہ کے لطف آمیز خط کے جواب میں محاصمانہ باتیں لکھ کر یہ آیت نقل کر دی کہ من فتنۃ قلیلۃ غلبت فتنۃ کثیرۃ [کتنی ہی قلیل جماعتیں کثیر جماعتوں پر غالب آگئی ہیں (۱۷۰۰ء) حیدرآباد سے دو تین کوس کے فاصلہ پر جب مقابلہ ہوا تو کام بخش کے پاس برائے نام فوج تھی، اس کے باوجود بہت بہادری سے لڑا آخر بڑی طرح زخمی ہونے کے بعد گرفتار کر لیا گیا، شاہ عالم بادشاہ نے ہر چند خود علاج کرانے پر اصرار کیا اور بڑی منت سماجت کر کے بھائی کو شوربے کے دو تین چمچے پلائے لیکن کام بخش نے منظور نہیں کیا، آخر تین چار گھڑی بعد کام بخش اور اس کا بیٹا فیروز مندا شد تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ بہادر شاہ نے دونوں کی لاشوں کو ہماہوں بادشاہ کے مقبرہ میں دفن کرانے کے لئے شاہجہاں آباد روانہ کر دیا اور تین دن تک تعزیت کے مراسم ادا کئے اور نوبت نہیں بچائی گئی (۱۷۰۰ء) (از منتخب اللباب حصہ چہارم)

سرہند تشریف لے آئے، یہاں پہنچ کر حضرت خلوت نشین ہو گئے صرف نمازوں کے لئے مسجد تشریف لیجاتے یا کبھی بلوغ کی سیر کو جاتے ۱۵۔ اس کے باوجود کافی لوگ حضرت سے مرید ہوئے جن میں قابل ذکر اعز خاں اور عادل خاں وغیرہ ہیں ۱۶۔ لیکن سرہند کے بعض جاہل صوفیہ نے وہاں ایسے ناہموار حالات پیدا کر دیئے کہ شہر کے اکثر باشندے اپنی بد سختی اور کم نصیبی کی وجہ سے حضرت کے معتقد نہ ہو سکے بلکہ آپ کی اہانت و ذلت کے درپے ہو گئے ۱۷۔ بعد ازاں آپ نے آفتِ ناگہانی و مہرِ رحمتِ آسمانی سے وہاں کے لوگوں کو پورے طور پر آگاہ کیا لیکن لوگوں نے اپنی جہالت و خود پرستی کی وجہ سے کوئی اثر نہ لیا۔ آخر جب اس بلا نے ناگہانی کا مقررہ وقت آپہنچا تو حضرت خواجہ محمد زبیر مع متعلقین شاہجہاں آباد کی طرف روانہ ہو گئے ۱۸۔ نیر شیعہ عبدالاحد نے مصیبت پر غربت کو تزیینِ حدی اور وطن مالوف کو ترک کر دیا ۱۹۔ حضرت خواجہ محمد زبیر بروزِ دو شنبہ ۱۵ رجب ۱۰۲۸ھ شاہجہاں آباد میں داخل ہوئے اور

۱۵ روضۃ القیومیہ کن چہارم ص ۲۳ ۱۶ ایضاً ص ۲۴ ۱۷ ایضاً ص ۵۰ ۱۸ ایضاً ص ۵۳ ۱۹ ایضاً ص ۵۵ ملخصاً
 ۱۵ وہ ناگہانی آفت روضۃ القیومیہ کے اردو ترجمہ میں درج نہیں البتہ منتخب اللباب میں اس طرح ہے کہ "۱۰۲۸ھ جمادی الآخر
 کی آخری تاریخوں میں بادشاہ نے اورنگ آباد سے کوچ کیا (۱۷۹۰) اور اوائل شعبان ۱۰۲۸ھ کو برہان پور سے کوچ کر دیا (۱۷۹۰)
 جب شاہی لشکر اجین کی سرحد پر پہنچا تو دارالخلافہ کے نواح اور پنجاب کے علاقہ میں گرو فرقہ کے فتنہ و فساد کی خبریں ملیں (۱۷۹۰)
 (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "سکھ تحریک شمال مغرب سے اٹھی، ابتداً یہ ایک مذہبی فرقہ تھا جس کا بانی اول بابا نانک نویں صدی
 کے آخر اور دسویں صدی ہجری کے اوائل میں گذرا ہے۔ شہزادہ خسرو کی امداد کی وجہ سے جہانگیر بادشاہ نے اس گروہ کے پانچویں
 گرو "ارجن" کے ساتھ سختی کی، اس وقت سے یہ فرقہ درویشی چھوڑ کر سیاست کے میدان میں نکل آیا، عالمگیر کے زمانے میں گرو
 تیغ بہادر اٹھا اور مارا گیا۔ از اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ جس زمانہ میں بہادر شاہ بادشاہ نے حیدرآباد کی طرف توجہ کی تھی تو سکھوں کا
 پیشوا گرو گوہر نامی حضور میں پہنچا تھا اور دو تین سو تیرہ داروں اور پیادوں کے ساتھ اس سفر میں ساتھ رہا تھا مگر دو تین ماہ
 بعد ہی جہدھر کے زخم سے وہ مر گیا اور اس کے قاتل کا پتہ نہ چل سکا کہ کون تھا (۱۷۹۰) جب اس کے قتل کی خبر پنجاب میں پہنچی تو
 وہاں ایک غیر معروف شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ از روئے تئسار گوبند مقتول کا اوتار بن کر آیا ہے اور اس نئی زندگی میں گوبند نے
 اپنی شکل بدل دی ہے اور ڈاٹھی والی شکل میں مذکورہ شخص کے روپ میں ظاہر ہوا ہے اور وہ گوبند مقتول کا انتقام لے گا۔ چنانچہ
 اس نے خروج و بغاوت کے لئے لوگوں کو جمع کرنا شروع کر دیا اور لوٹ مار سے کافی مال ان لوگوں نے جمع کر لیا یہاں تک کہ
 تیس چالیس ہزار مسلح سوار اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے (۱۷۹۰)۔ سرہند کا فوجدار وزیر خاں تھا، جب اس کو معلوم ہوا کہ
 سکھوں نے اس کے علاقہ پر بھی دست درازی شروع کر دی ہے تو اس نے فوج فراہم کرنے اور جنگی سامان ہتھیار کرنے کا انتظام
 کیا۔ سکھوں کو معلوم ہوا تو وہ وزیر خاں کے مقابلے پر آگئے اور جنگ شروع کر دی (۱۷۹۰) قریب تھا کہ سکھوں کے قدم اکھر جاتے
 اچانک بندوق کی گولی وزیر خاں کے لگی اور وہ شہید ہو گیا (۱۷۹۰)۔ شہر سرہند مال و اسباب سے پُر پُر آباد شہر تھا، یہاں
 مالدار تاجر، صرف اور ہنرمند رہتے تھے، ہر قوم کے شرفاء، خاص طور سے صلحا و فضلا کا یہ مرکز تھا، سرہند والوں کو جان مال اہل عیال
 کو نکال لے جانے کی ہمت ہی نہ ملی، وزیر خاں کی شہادت اور سلطانی لشکر کے تباہ ہوجانے کی خبروں سے سب کے حوصلے پست ہو گئے
 تھے ناچار محصور ہو گئے اور ایک دو دن لاحقہ مدافعت لڑائی لڑتے رہے آخر تقدیر پریشاکر ہو کر مقابلہ ترک کر دیا، وحشی سکھوں نے
 جی بھر کر لوٹ مار کی، لوگوں کو قتل کیا، ان کے اہل و عیال کو اسیر بنالیا۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

۱۵ لیکن فارسی میں ضرور ہوں گے۔ بلکہ اندازہ ہوتا ہے کہ ایدو ترجمہ میں بھی موجود تھے جو کتابت ہونے کے بعد مصحفہ نکال دیئے گئے ہیں۔

شہر کے باہر ایک ویران مسجد کے قریب آپ نے اقامت فرمائی۔ پھر حضرت کے قیام کی برکت سے کئی ہزار مغل خاندان کے لوگ وہاں آباد ہو گئے۔ (غالباً اسی جگہ کا نام مغل پورہ ہے)۔

اسی سال یعنی ۱۲۱۱ھ میں حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کے ہاں عبدالقادر نامی دوسرے صاحبزادہ کی ولادت ہوئی۔ اور اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بڑے صاحبزادے شیخ محمد صبغۃ اللہؒ اور شیخ محمد عبید اللہ مریح الشریعہؒ کے بڑے صاحبزادے شیخ محمد ہادی کا انتقال ہوا اور دونوں کو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے گنبد میں دفن کیا گیا۔

جب محمد معظم بہادر شاہ کو فتح عظیم حاصل ہو گئی اور پورے ہندوستان کا بادشاہ بن گیا تو غرور تکبر سے اترانے لگا۔ حالانکہ بادشاہ خود بھی بڑا جید عالم تھا، تقریباً بارہ ہزار احادیث مع شان نزول اس کو حفظ تھیں، چاہتا تھا کہ شریعت میں کوئی ایسی اختراع کرے جو قیامت تک اس کی یادگار رہے چنانچہ اس نے علماء کو بلا کر کہا کہ حدیث تبوی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصی کہا گیا ہے اس لئے خطبہ میں بھی علی الوصی کہنا چاہئے اور قرآن مجید کو تہ ترتیب نزول مرتب کیا جائے وغیرہ۔ علماء نے کہا کہ اس سے پیشتر تم سے بہتر علمائے مجتہدین گزرے ہیں اور جو علم و تقویٰ ان کو حاصل تھا وہ تم کو نہیں اور قرب عہد کے باعث اخبارات نبوت کی تصحیح جو انھیں حاصل تھی وہ تمہیں حاصل نہیں، پس جو کچھ حق اور صدق

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) تین چار دن تک وہ مظالم توڑے کہ پناہ بخدا۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے بچوں کو کھینچ لیا اور زمین پر شک دیا۔ عمارتوں کو آگ لگا دی، امیر فقیر سب کو خاک پر بٹھار یا جہاں بھی مسجد، مقبرہ اور بزرگوں کے مزار نظر آئے سب کو گرا دیا، بلکہ مردوں کی ہڈیاں تک نکال کر پھینک دیں، سرسند کی لوٹ مار کے بعد تمام پرگنتوں میں انھوں نے باج وصول کرنے کے لئے اپنے عمال کو مقرر کر دیا (ص ۹۳) اس کے بعد سہارنپور میں بھی جنگ و جدال کے بعد لوٹ مار کی پھر جلال آباد سلطان پور، جالندھر اور لاہور میں خوب لوٹ مار مچائی۔ مختصر یہ کہ آٹھ تو ماہ کے عرصہ میں دارالخلافہ شاہجہاں آباد کی دو تین منزلوں سے دارالسلطنت لاہور کے اطراف تک تمام مشہور قبضے اور بستیاں ان وحشیوں کی تاخت و تاراج سے ویران اور بے چراغ ہو گئی تھیں، بکثرت آدمی مارے گئے انھوں نے بے شمار مسجدوں اور خزاروں کو اکھاڑ کر پھینک دیا اور سمار کر دیا (ص ۹۸) بہادر شاہ بادشاہ دکن سے واپس آیا اور اس نے سکھوں کی سرکوبی کی بہت کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی بلکہ اس کے وزیر خان خانان کو اس سلسلہ میں استفدلال اور شرمندگی ہوئی کہ اسی صدی اس کا انتقال ہو گیا (ص ۹۹) (حاشیہ صفحہ ۹۷) اسی زمانہ میں بہادر شاہ نے حکم دیا کہ خطبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ "وصی" کا لفظ بھی پڑھا جائے (ص ۹۹) لاہور سے اطلاع ملی کہ جب خطبہ میں حضرت علی کے نام کے ساتھ لفظ "وصی" پڑھانے کا حکم پہنچا تو جان محمد اور حاجی یار محمد جو لاہور کے افضل العلماء تھے علماء و فضلاء کی جماعت لیکر قاضی اور صدر کے گھر آئے اور لفظ "وصی" کی پابندی کے ساتھ خطبہ پڑھنے سے انکار کر دیا اسی طرح دارالخلافہ دہلی اور آگرہ میں بھی اس حکم کی شدید مخالفت ہوئی اور مسلمانوں نے خطبہ میں اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا حتیٰ کہ احمد آباد کی جامع مسجد کے خطیب نے لفظ "وصی" پڑھا تو اہل سنت و جماعت نے اسے قتل کر دیا (ص ۱۰۰) آخر بادشاہ اور علماء کے درمیان زور دار مباحثہ ہوا (ص ۱۰۵) غرض کہ علماء کو کامیابی ہوئی اور بادشاہ نے اس فرمان پر دستخط کر دیئے کہ "حضرت خلد مکان کے عہد کے مطابق خطبہ پڑھا جائے" اور یہ قضیہ ختم ہوا۔ (منتخب البای حصہ چہام) ص ۱۰۶

۱۔ روضۃ القیومیہ رکن چہام ص ۵۶۔ ۲۔ ایضاً ص ۵۸۔ ۳۔ ایضاً ص ۵۸۔ ۴۔ ایضاً ص ۵۹۔ ۵۔ روضہ رکن دوم

تھا انھوں نے مقرر کر دیا ہے اب تم کیوں اُن کی مخالفت کرتے ہو۔ بادشاہ نے اپنے مدعا کے ثبوت میں دلائل و براہین پیش کیں، علما نے مذاکرہ علمی سے اُنھیں دفع کیا اور سخت غضبناک ہو کر بادشاہ کے پاس سے اٹھ آئے۔ تمام اہل اسلام نے علماء کی رفاقت اختیار کی اور مذہبِ حق پر کمر بستہ ہو گئے حتیٰ کہ بادشاہ کے بیٹوں نے بھی علماء کو کہلا بھیجا کہ ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں ۱۷ جب لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں ہلاکتِ سلطان کیلئے دعا کرانے حاضر ہو گئے حضرت نے بھی حجتِ دینی کے جوش میں آ کر دعا فرمائی، واقعی زیادہ مدت گزرنے نہ پائی تھی کہ بہادر شاہ مر گیا ۱۸

۱۹ میں جب بہادر شاہ مر گیا تو اس کے بیٹوں نے اپنی اپنی بادشاہت کا اعلان کیا۔ آخر جنگ و جدال کا ہنگامہ گرم ہوا ۲۰۔ سخت لڑائی کے بعد معز الدین جہاندار شاہ (محمد معظم بہادر شاہ کا بڑا لڑکا) فتح حاصل کر کے تمام سلطنت ہندو دکن کا بادشاہ ہو گیا۔ بعد ازاں سرسبز شریف میں حاضر ہو کر مزارات کی زیارت کی ۲۱۔ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد کے ہر فرد و بشر کو حد سے زیادہ دلاسا دیا، ہر ایک کو حسبِ حیثیت تحفے اور ہدیے پیش کئے اور اپنے حق میں دعا و توجہ کر کر شاہجہاں آباد چلا گیا لیکن حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہونا بے سرتہ ہوا، اس کے بعد معز الدین ایک طوائف لعل کنور پر فریقہ ہو گیا اور اس سے نکاح کر لینے کے نتیجے میں اس کے خویش و اقربا سلطنت کے اراکین بن گئے، اسی طرح کی اُس سے کسی ناشایستہ حرکات ظہور میں آئیں ۲۲۔ آخر اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے گیارہ ماہ بعد سلطنت سے ہاتھ دھوئے پڑے۔

اسی دوران میں نظام الملک اور محمد امین خاں نے مخفی طور پر فرخ سیرین عظیم الشان سے خط و کتابت کی کہ جہاں تک ہو سکے جلد ایک جرار لشکر لیکر پہنچ جاؤ ہم تمہارے رفیق ہیں، الہ آباد اور

۲۳ کہتے ہیں کہ خانوادہ تیموریہ میں محمد معظم بہادر شاہ شاہ عالم جیسا سخی، باہمت، خلیق، عیب پوش اور خطا بخش بادشاہ نظر نہیں آتا مگر بے عیب تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، امور سلطنت میں ملک کی خبر گیری اور بندوبست سے وہ اس قدر لاپرواہ اور بے خبر رہتا تھا کہ شوخ طبع اشخاص نے اس کے جلوس کی تاریخ ہی ”شہ بے خبر“ سے نکالی تھی (۲۴) بہادر شاہ ستر سال سے زائد عمر میں ۲۵ محرم ۱۱۳۳ھ کی شب کو معمولی علالت کے بعد فوت ہو گیا، چار سال دو ماہ حکومت کی اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار کے قریب دفن کیا گیا۔ اُس کے لڑکوں کے نام یہ ہیں: جہاندار شاہ، عظیم الشان، جہاں شاہ، رفیع الشان۔

۲۶ معز الدین جہاندار شاہ بن محمد معظم بہادر شاہ امیر تیمور کا تیسرا جانشین صرف گیارہ مہینے حکمراں رہا مگر اس نے سلطنت مغلیہ کی تین سو سالہ عزت و آبرو ایک طوائف لعل کنور کے قدموں پر نچھاور کر دی اور میدان جنگ سے بھاگ گیا۔

(منتخب اللباب حصہ چہارم ص ۱۱۹)

۱۷ روضۃ القیومیہ کن چہارم ص ۶۰۔ ۱۸ ایضاً ص ۶۱۔ ۱۹ ایضاً ص ۶۲۔ ۲۰ ایضاً ص ۶۳۔ ۲۱ ایضاً ص ۶۴۔ ۲۲ ایضاً ص ۶۵۔ ۲۳

بہار کا حاکم حسن علی خاں بارہہ بھی بہت سی جمعیت لیکر فرخ سیر سے جا ملا۔ بعض مغلوں نے فرخ سیر سے کہا کہ اگر تم سلطنت ہند لینا اور دشمن پر فتح حاصل کرنا چاہتے ہو تو قیوم زباں حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا و توجہ کی درخواست کرو۔ چنانچہ فرخ سیر نے مغلوں کی وساطت سے حضرت کی خدمت میں عرض مدعا کیا۔

۱۱۲۳ھ کے اواخر میں فرخ سیر سلطنت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور تخت شاہی پر جلوس فرما کر تحائف و ہدایا حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں ارسال کئے گئے۔

۱۱۲۶ھ کو حضرت شیخ عبدالاحد المعروف "شاد گل" نے جو حضرت خازن الرحمہ (خواجہ محمد سعیدؒ) کے فرزندوں کے سردار تھے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کو آپ کی وفات کا بہت صدمہ ہوا اور حضرت کی زبان سے بیساختہ کلام "گل بخت رسید" پھر حضرت نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کی نعش کو دہلی سے سرہند بھیجا۔

۱۱۲۷ھ کے واقعات میں حافظ نور محمد سیالکوٹی کا حضرت خواجہ محمد زبیرؒ سے مرید ہونا ہے۔ آپ پہلے حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلیفہ میر محسن کے مرید اور اپنے وقت کے بڑے شیخ اور صاحبِ حال بزرگ تھے۔ ۷۷ سال شاہ گلشن جو اپنے وقت کے بڑے شیخ خیال کئے جاتے تھے حضرت سے مرید ہوئے۔ ۷۵ سال سلطان محمود قندھاری نے اپنی فتح و نصرت کے لئے حضرت کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا۔ صاحبِ روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ شیخ مراد شامی کے دولہ کے تھے ایک شیخ محمد جو باپ کے انتقال کے بعد مستدار شاد پر بیٹھا شام و روم تمام لوگ اسی کے مرید تھے، دوسرا لڑکا شیخ مصطفیٰ تھا جو بادشاہِ روم کا وزیر تھا اور سلطنت کے تمام امور اسی کے اختیار میں تھے۔ یہ دونوں بھائی حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کے مرید تھے، جب صاحبِ روضۃ القیومیہ کے چچا شیخ محمد ریکت اللہ ملک شام تشریف لے گئے تو شیخ محمد اور والی شام نے حد سے زیادہ آپ کی خاطر تواضع کی اور آپ وہیں فوت ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ سرہند چونکہ اپنے وقت کے قطب الاقطاب اور قیوم زباں تھے اس لئے عوام و خواص کے علاوہ بڑے بڑے بزرگوں اور امرا و بادشاہوں نے حضرت سے بیعت کی، اسی طرح

۷۵ آپ کا مفصل تذکرہ "مکتوب الیم" کے باب میں صفحہ ۶۶ پر ملاحظہ ہو۔

۷۶ روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۷۱ ۷۲ ایضاً ص ۷۳ ۷۴ ایضاً ص ۷۸ ۷۹ ایضاً ص ۸۰ ۸۱ ایضاً ص ۸۶

حضرت کا جاہ و جلال اس درجہ تھا کہ آپ کی مجلس میں بڑے بڑے امراء اور بادشاہوں کو دم مارتے کی جرأت نہ ہوتی تھی اور نہ ایک دوسرے سے کلام کر سکتے تھے، چنانچہ صاحبِ روضۃ القیومیہ رقمطراز ہیں کہ ایک روز میں حضرت کی خدمت میں حاضر تھا خادم نے آکر عرض کیا کہ سلطان ہند کا وزیر اعظم زیارت کے لئے حاضر ہوا ہے، حضرت نے تامل کے بعد فرمایا آنے دو جب وزیر حاضر ہوا تو اس کے وہ ملازم جو حضرت کی خدمت میں پہلے سے موجود تھے اس کی تعظیم کو نہ اٹھے، کچھ دیر بعد حضرت اس کی طرف متوجہ ہوئے آخر چند نصیحتیں کر کے اُسے رخصت کر دیا۔

۱۲۸ھ میں جلوس کے چوتھے سال فرخ سیر نے ارکانِ سلطنت سے کفار کی بیخ کنی کے لئے مشورہ کیا، نیز قاضی شہر کو حضرت خواجہ محمد زبیر کی خدمت میں بھیجا کہ کفار میں فتح و نصرت کیلئے دعا و توجہ کی درخواست کی، حضرت نے دیر تک دعا و توجہ باطنی کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسلام کو فتح نصیب ہوگی اور گرو گرفتار ہو جائے گا۔ بادشاہ اس خوشخبری سے بہت خوش ہوا اور عبدالصمد خاں کو لاہور کا حاکم مقرر کر کے تاکید کی کہ گرو سے برسرِ پیکار ہو، اور محمد امین خاں کے بیٹے قمر الدین خاں کو بھی ایک جہاز لشکر دیکر اس کے ساتھ روانہ کیا جنھوں نے قلعہ گورداسپور کا محاصرہ کر لیا، محاصرہ سے تنگ آکر گرو نے صلح کی درخواست کی آخر عبدالصمد خاں نے ایک چال سے گرو کو مع اس کے چیلوں کے گرفتار کر لیا اور دارالخلافہ کی راہ لی، راستہ میں جب سرہند پہنچا تو وہاں خاص طور پر نہایت بے عزتی اور رسوائی کے ساتھ اسکو شہر کے بازاروں میں پھرا یا گیا، شہر سرہند کے باشندوں نے گرو کو اس ذلت کی حالت میں دیکھا تو بہت خوش ہوئے کیونکہ اسی کے ہاتھوں انھوں نے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانی تھیں، پھر دارالخلافہ شاہجہاں آباد پہنچ کر شاہی حکم کے مطابق گرو کو مع اس کے چیلوں کے قتل کر دیا گیا۔

۱۷ روضۃ القیومیہ کن چہارم ص ۸۲ و ۸۳ ۱۷ ایضاً ص ۷۴ ۱۷ ایضاً ص ۷۵ ۱۷ ایضاً ص ۷۷ -
 ۱۷ ان واقعات کو تاریخی حیثیت سے بھی ملاحظہ فرمائیں: - ۱۲۸ھ کا اہم ترین واقعہ سکھوں کے گرو (گوبند) کی گرفتاری اور قتل کا واقعہ ہے (ص ۲۰۳) ان دنوں سکھوں نے صوبہ پنجاب میں . . . گورداسپور کے نام سے ایک قلعہ بنا لیا تھا، یہ ان کے سابقہ گرو کا عبادت خانہ تھا، اس کے اطراف میں بڑا احاطہ بنا کر یہ قلعہ بنا لیا تھا جس میں پچاس ساٹھ ہزار سوار اور پیادہ جمع ہو سکتے تھے . . . عبدالصمد خاں دلیہر جنگ توران کے نامی گرامی خاندان کا بہادر اور کارگذار امیر تھا (ص ۲۰۴) (جس کو فرخ سیر نے) سکھوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا، اس نے سخت جنگ کے بعد قلعہ کا محاصرہ کر لیا (ص ۲۰۵) تقریباً سات آٹھ ہزار (محصور) آدمی بھوک اور فاقہ سے جہنم رسید ہو گئے اور ایک بڑی تعداد قرار ہوتے ہوئے مغلوں کی تلوار کا لقمہ بن گئی (ص ۲۰۶) آخر ان کا سر غنہ گرو اپنے سات آٹھ سالہ بیٹے اور اپنے دیوان اور تین چار ہزار نیم جان سپاہیوں کے ساتھ باہر نکل آیا عبدالصمد خاں کے حکم سے دو تین ہزار آدمیوں کو اسی وقت تیرتیر کر دیا گیا۔ (ص ۲۰۷) منتخب اللباب جلد ۱ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

۱۳۰ھ میں حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کے ہاں محدث زادہ محمد احرار کی ولادت ہوئی، نیز خواجہ صیبار اللہ کشمیری حضرت سے بیعت کی، اسی سال صاحب روضۃ القیومیہ محمد احسانؒ سرہند سے دہلی حاضر ہو کر حضرت سے بیعت کی۔

۱۳۱ھ میں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے چوتھے فرزند حضرت محمد صدیقؒ کا دہلی میں انتقال ہوا، حضرت نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی اور نعش کو سرہند بھیج دیا۔ نیز آپ کی زوجہ محترمہ نے بھی اسی سال بعارضۃ تپرق و فاق پائی، حضرت کو ان کی وفات کا بہت صدمہ ہوا اور ان کی نعش کو بھی سرہند شریف بھیج دیا۔

(اسی سال کے واقعات میں ہے کہ آخر ایک عرصہ کے بعد بادشاہ ہند (فرخ سیر بھی) اپنے آبائی طریقہ کے خلاف سلطنت کی سیاست کو ترک کر کے غفلت کے بھنور میں پھنس گیا اور ساداتِ یارہہ کے طفیل جزیہ لینا بھی موقوف کر دیا۔ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کو بھی بادشاہ کے غلط رویہ پر بہت افسوس ہوا، بعد ازاں امر اور بادشاہ کے درمیان رنجش بڑھ گئی اور ایک دوسرے کو ختم کر دینے کے درپے ہو گئے۔ آخر کار ساداتِ یارہہ نے موقع پا کر بادشاہ کو قتل کر دیا۔ (جب حضرت کو بادشاہ کے قتل کی اطلاع ہوئی تو بادشاہ کی بخشش کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ وہ ہمارے طریقے کا مرید تھا امید ہے کہ بخشا جائے گا۔ بعد ازاں ساداتِ یارہہ پر سخت ناراض ہوئے کیونکہ انھوں نے جزیہ معاف کرایا اور اپنے

(بقیہ صفحہ ۱۲۹ گزشتہ) ۱۱۲۹ھ ماہ محرم کے وسط میں یہ اسیر اور مفقوتوں کے سردار دارالخلافہ دہلی کے قریب پہنچے تو بادشاہ نے اعتماد الدولہ محمد امین خاں بخشی کو حکم دیا کہ وہ شہر سے باہر جا کر بدبخت گرو اور اس کے ہمراہیوں کو تختہ کلاہ اور رو سیاہ کر کے گرو کو ہاتھی پر اور دوسروں کو اونٹوں پر سوار کرے۔ تاکہ مردم آزار آدمیوں کو دکھیلے۔ اور روزانہ دوستوں کو کوٹوالی کے سامنے اور یازار کے راستے میں قتل کر دیں۔ جب سب کو قتل کر دیا گیا تو بادشاہ (فرخ سیر) نے حکم دیا کہ پہلے تو اس کے بیٹے کو اس کے سامنے بلکہ خود اس کے ہاتھوں سے اس طرح قتل کرادو جس طرح بے رحمی سے اس نے دوسروں کے بیٹوں کو قتل اور ذبح کیا ہے قتل کے بعد اس کے عضو عضو کو حیدر کر دیں اور اسی طرح اس کے رفیقوں کو بھی قتل کر دیا جائے۔ (شخب اللباب حصہ چارم ص ۲۰۶ و ۲۰۷)

(حاشیہ صفحہ ۱۲۹) ۱۱۲۹ھ محرم فرخ سیر بادشاہ کی سلطنت کا پیرا شوب زمانہ کم و بیش آٹھ سال چار ماہ ہوتا ہے، اس کا انجام جہاندار شاہ سے بھی زیادہ عبرتناک ہوا، ساداتِ یارہہ نے بڑی بے رحمی کے ساتھ اس کو ننگے پاؤں ننگے سر گھسیٹ کر تخت سے اتارا اور لاتوں، گھونسوں اور گالیوں کی بوچھاڑ کرتے ہوئے اس کو گرفتار کیا، اس قدر زد و کوب کے بعد اس کو قید کر دیا پھر اندھا کیا گیا، آخر دو ماہ بعد ۱۱۳۱ھ میں اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا اور اس کی نعش کو ہمایوں کے مقبرے میں دفن کیا گیا۔ مرزا عبدالقادر بدیل نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر یہ قطعہ کہا۔

دیدنی کہ چہ بادشاہ گرامی کردند صد جور و جفا ز راہِ حامی کردند
شہود و بے شرم چہ دید آخر کار ساداتِ بے دے نمک حرامی کردند
۱۰۶ھ ایضاً ۹۶ھ ایضاً ۹۷ھ ایضاً ۹۸ھ ایضاً ۹۸ھ ایضاً ۹۸ھ

ولی نعمت سے نمک حرامی کی لہ

محمد شاہ روشن اختر کی والدہ بیگم قدسیہ کو حضرت خواجہ محمد زبیر سے بڑی عقیدت تھی وہ حضرت سے اپنے فرزند (جو فرخ سیر کا قیدی تھا) کے لئے التجا کرتی تھی کہ قید سے رہائی پا کر تخت و تاج کی زینت دینے والا بن جائے۔ ایک دن حضرت نے اسے خوشخبری دی کہ محمد شاہ روشن اختر سداور دکن کا بادشاہ ہوگا۔ بیگم قدسیہ یہ خوشخبری سُن کر پھولی نہ سمائی اور دوگانہ شکر بجالائی لہ فرخ سیر کے قتل کے بعد امراء و ارکان سلطنت وراثت کے طور پر رفیع الدرجات کو جو بہادر شاہ کے اہل خانہ کے بارہوں سے قابل سلطنت تھا تخت پر بٹھایا۔ بیگم قدسیہ خلاف توقع واقعہ دیکھ کر مغموم ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ یہ کیسا معاملہ ظہور میں آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کی سلطنت صرف دو تین مہینے نظر آتی ہے آخر کار صاحب تخت و تاج روشن اختر ہی ہوگا۔ حضرت کا ارشاد سُن کر وہ مطمئن ہو کر چلی گئی۔ دو تین ماہ بعد حضرت کے ارشاد کے موافق جب رفیع الدرجات مر گیا تو بطور وراثت اعیان و ارکان سلطنت نے رفیع الدولہ کو تخت شاہی پر بٹھا دیا، وہ بیگم پھر غم و اندوہ سے بھری ہوئی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی، حضرت نے پھر تسلی و تشفی دیکر فرمایا کہ یہ بھی نقش بر آب و مثل جناب نظر آتا ہے خاطر جمع رکھو

۱۷۰ - ۱۷۱ - ۱۷۲ - ۱۷۳ - ۱۷۴ - ۱۷۵ - ۱۷۶ - ۱۷۷ - ۱۷۸ - ۱۷۹ - ۱۸۰ - ۱۸۱ - ۱۸۲ - ۱۸۳ - ۱۸۴ - ۱۸۵ - ۱۸۶ - ۱۸۷ - ۱۸۸ - ۱۸۹ - ۱۹۰ - ۱۹۱ - ۱۹۲ - ۱۹۳ - ۱۹۴ - ۱۹۵ - ۱۹۶ - ۱۹۷ - ۱۹۸ - ۱۹۹ - ۲۰۰ - ۲۰۱ - ۲۰۲ - ۲۰۳ - ۲۰۴ - ۲۰۵ - ۲۰۶ - ۲۰۷ - ۲۰۸ - ۲۰۹ - ۲۱۰ - ۲۱۱ - ۲۱۲ - ۲۱۳ - ۲۱۴ - ۲۱۵ - ۲۱۶ - ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۱۹ - ۲۲۰ - ۲۲۱ - ۲۲۲ - ۲۲۳ - ۲۲۴ - ۲۲۵ - ۲۲۶ - ۲۲۷ - ۲۲۸ - ۲۲۹ - ۲۳۰ - ۲۳۱ - ۲۳۲ - ۲۳۳ - ۲۳۴ - ۲۳۵ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۰ - ۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳ - ۲۴۴ - ۲۴۵ - ۲۴۶ - ۲۴۷ - ۲۴۸ - ۲۴۹ - ۲۵۰ - ۲۵۱ - ۲۵۲ - ۲۵۳ - ۲۵۴ - ۲۵۵ - ۲۵۶ - ۲۵۷ - ۲۵۸ - ۲۵۹ - ۲۶۰ - ۲۶۱ - ۲۶۲ - ۲۶۳ - ۲۶۴ - ۲۶۵ - ۲۶۶ - ۲۶۷ - ۲۶۸ - ۲۶۹ - ۲۷۰ - ۲۷۱ - ۲۷۲ - ۲۷۳ - ۲۷۴ - ۲۷۵ - ۲۷۶ - ۲۷۷ - ۲۷۸ - ۲۷۹ - ۲۸۰ - ۲۸۱ - ۲۸۲ - ۲۸۳ - ۲۸۴ - ۲۸۵ - ۲۸۶ - ۲۸۷ - ۲۸۸ - ۲۸۹ - ۲۹۰ - ۲۹۱ - ۲۹۲ - ۲۹۳ - ۲۹۴ - ۲۹۵ - ۲۹۶ - ۲۹۷ - ۲۹۸ - ۲۹۹ - ۳۰۰ - ۳۰۱ - ۳۰۲ - ۳۰۳ - ۳۰۴ - ۳۰۵ - ۳۰۶ - ۳۰۷ - ۳۰۸ - ۳۰۹ - ۳۱۰ - ۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۳ - ۳۱۴ - ۳۱۵ - ۳۱۶ - ۳۱۷ - ۳۱۸ - ۳۱۹ - ۳۲۰ - ۳۲۱ - ۳۲۲ - ۳۲۳ - ۳۲۴ - ۳۲۵ - ۳۲۶ - ۳۲۷ - ۳۲۸ - ۳۲۹ - ۳۳۰ - ۳۳۱ - ۳۳۲ - ۳۳۳ - ۳۳۴ - ۳۳۵ - ۳۳۶ - ۳۳۷ - ۳۳۸ - ۳۳۹ - ۳۴۰ - ۳۴۱ - ۳۴۲ - ۳۴۳ - ۳۴۴ - ۳۴۵ - ۳۴۶ - ۳۴۷ - ۳۴۸ - ۳۴۹ - ۳۵۰ - ۳۵۱ - ۳۵۲ - ۳۵۳ - ۳۵۴ - ۳۵۵ - ۳۵۶ - ۳۵۷ - ۳۵۸ - ۳۵۹ - ۳۶۰ - ۳۶۱ - ۳۶۲ - ۳۶۳ - ۳۶۴ - ۳۶۵ - ۳۶۶ - ۳۶۷ - ۳۶۸ - ۳۶۹ - ۳۷۰ - ۳۷۱ - ۳۷۲ - ۳۷۳ - ۳۷۴ - ۳۷۵ - ۳۷۶ - ۳۷۷ - ۳۷۸ - ۳۷۹ - ۳۸۰ - ۳۸۱ - ۳۸۲ - ۳۸۳ - ۳۸۴ - ۳۸۵ - ۳۸۶ - ۳۸۷ - ۳۸۸ - ۳۸۹ - ۳۹۰ - ۳۹۱ - ۳۹۲ - ۳۹۳ - ۳۹۴ - ۳۹۵ - ۳۹۶ - ۳۹۷ - ۳۹۸ - ۳۹۹ - ۴۰۰ - ۴۰۱ - ۴۰۲ - ۴۰۳ - ۴۰۴ - ۴۰۵ - ۴۰۶ - ۴۰۷ - ۴۰۸ - ۴۰۹ - ۴۱۰ - ۴۱۱ - ۴۱۲ - ۴۱۳ - ۴۱۴ - ۴۱۵ - ۴۱۶ - ۴۱۷ - ۴۱۸ - ۴۱۹ - ۴۲۰ - ۴۲۱ - ۴۲۲ - ۴۲۳ - ۴۲۴ - ۴۲۵ - ۴۲۶ - ۴۲۷ - ۴۲۸ - ۴۲۹ - ۴۳۰ - ۴۳۱ - ۴۳۲ - ۴۳۳ - ۴۳۴ - ۴۳۵ - ۴۳۶ - ۴۳۷ - ۴۳۸ - ۴۳۹ - ۴۴۰ - ۴۴۱ - ۴۴۲ - ۴۴۳ - ۴۴۴ - ۴۴۵ - ۴۴۶ - ۴۴۷ - ۴۴۸ - ۴۴۹ - ۴۵۰ - ۴۵۱ - ۴۵۲ - ۴۵۳ - ۴۵۴ - ۴۵۵ - ۴۵۶ - ۴۵۷ - ۴۵۸ - ۴۵۹ - ۴۶۰ - ۴۶۱ - ۴۶۲ - ۴۶۳ - ۴۶۴ - ۴۶۵ - ۴۶۶ - ۴۶۷ - ۴۶۸ - ۴۶۹ - ۴۷۰ - ۴۷۱ - ۴۷۲ - ۴۷۳ - ۴۷۴ - ۴۷۵ - ۴۷۶ - ۴۷۷ - ۴۷۸ - ۴۷۹ - ۴۸۰ - ۴۸۱ - ۴۸۲ - ۴۸۳ - ۴۸۴ - ۴۸۵ - ۴۸۶ - ۴۸۷ - ۴۸۸ - ۴۸۹ - ۴۹۰ - ۴۹۱ - ۴۹۲ - ۴۹۳ - ۴۹۴ - ۴۹۵ - ۴۹۶ - ۴۹۷ - ۴۹۸ - ۴۹۹ - ۵۰۰ - ۵۰۱ - ۵۰۲ - ۵۰۳ - ۵۰۴ - ۵۰۵ - ۵۰۶ - ۵۰۷ - ۵۰۸ - ۵۰۹ - ۵۱۰ - ۵۱۱ - ۵۱۲ - ۵۱۳ - ۵۱۴ - ۵۱۵ - ۵۱۶ - ۵۱۷ - ۵۱۸ - ۵۱۹ - ۵۲۰ - ۵۲۱ - ۵۲۲ - ۵۲۳ - ۵۲۴ - ۵۲۵ - ۵۲۶ - ۵۲۷ - ۵۲۸ - ۵۲۹ - ۵۳۰ - ۵۳۱ - ۵۳۲ - ۵۳۳ - ۵۳۴ - ۵۳۵ - ۵۳۶ - ۵۳۷ - ۵۳۸ - ۵۳۹ - ۵۴۰ - ۵۴۱ - ۵۴۲ - ۵۴۳ - ۵۴۴ - ۵۴۵ - ۵۴۶ - ۵۴۷ - ۵۴۸ - ۵۴۹ - ۵۵۰ - ۵۵۱ - ۵۵۲ - ۵۵۳ - ۵۵۴ - ۵۵۵ - ۵۵۶ - ۵۵۷ - ۵۵۸ - ۵۵۹ - ۵۶۰ - ۵۶۱ - ۵۶۲ - ۵۶۳ - ۵۶۴ - ۵۶۵ - ۵۶۶ - ۵۶۷ - ۵۶۸ - ۵۶۹ - ۵۷۰ - ۵۷۱ - ۵۷۲ - ۵۷۳ - ۵۷۴ - ۵۷۵ - ۵۷۶ - ۵۷۷ - ۵۷۸ - ۵۷۹ - ۵۸۰ - ۵۸۱ - ۵۸۲ - ۵۸۳ - ۵۸۴ - ۵۸۵ - ۵۸۶ - ۵۸۷ - ۵۸۸ - ۵۸۹ - ۵۹۰ - ۵۹۱ - ۵۹۲ - ۵۹۳ - ۵۹۴ - ۵۹۵ - ۵۹۶ - ۵۹۷ - ۵۹۸ - ۵۹۹ - ۶۰۰ - ۶۰۱ - ۶۰۲ - ۶۰۳ - ۶۰۴ - ۶۰۵ - ۶۰۶ - ۶۰۷ - ۶۰۸ - ۶۰۹ - ۶۱۰ - ۶۱۱ - ۶۱۲ - ۶۱۳ - ۶۱۴ - ۶۱۵ - ۶۱۶ - ۶۱۷ - ۶۱۸ - ۶۱۹ - ۶۲۰ - ۶۲۱ - ۶۲۲ - ۶۲۳ - ۶۲۴ - ۶۲۵ - ۶۲۶ - ۶۲۷ - ۶۲۸ - ۶۲۹ - ۶۳۰ - ۶۳۱ - ۶۳۲ - ۶۳۳ - ۶۳۴ - ۶۳۵ - ۶۳۶ - ۶۳۷ - ۶۳۸ - ۶۳۹ - ۶۴۰ - ۶۴۱ - ۶۴۲ - ۶۴۳ - ۶۴۴ - ۶۴۵ - ۶۴۶ - ۶۴۷ - ۶۴۸ - ۶۴۹ - ۶۵۰ - ۶۵۱ - ۶۵۲ - ۶۵۳ - ۶۵۴ - ۶۵۵ - ۶۵۶ - ۶۵۷ - ۶۵۸ - ۶۵۹ - ۶۶۰ - ۶۶۱ - ۶۶۲ - ۶۶۳ - ۶۶۴ - ۶۶۵ - ۶۶۶ - ۶۶۷ - ۶۶۸ - ۶۶۹ - ۶۷۰ - ۶۷۱ - ۶۷۲ - ۶۷۳ - ۶۷۴ - ۶۷۵ - ۶۷۶ - ۶۷۷ - ۶۷۸ - ۶۷۹ - ۶۸۰ - ۶۸۱ - ۶۸۲ - ۶۸۳ - ۶۸۴ - ۶۸۵ - ۶۸۶ - ۶۸۷ - ۶۸۸ - ۶۸۹ - ۶۹۰ - ۶۹۱ - ۶۹۲ - ۶۹۳ - ۶۹۴ - ۶۹۵ - ۶۹۶ - ۶۹۷ - ۶۹۸ - ۶۹۹ - ۷۰۰ - ۷۰۱ - ۷۰۲ - ۷۰۳ - ۷۰۴ - ۷۰۵ - ۷۰۶ - ۷۰۷ - ۷۰۸ - ۷۰۹ - ۷۱۰ - ۷۱۱ - ۷۱۲ - ۷۱۳ - ۷۱۴ - ۷۱۵ - ۷۱۶ - ۷۱۷ - ۷۱۸ - ۷۱۹ - ۷۲۰ - ۷۲۱ - ۷۲۲ - ۷۲۳ - ۷۲۴ - ۷۲۵ - ۷۲۶ - ۷۲۷ - ۷۲۸ - ۷۲۹ - ۷۳۰ - ۷۳۱ - ۷۳۲ - ۷۳۳ - ۷۳۴ - ۷۳۵ - ۷۳۶ - ۷۳۷ - ۷۳۸ - ۷۳۹ - ۷۴۰ - ۷۴۱ - ۷۴۲ - ۷۴۳ - ۷۴۴ - ۷۴۵ - ۷۴۶ - ۷۴۷ - ۷۴۸ - ۷۴۹ - ۷۵۰ - ۷۵۱ - ۷۵۲ - ۷۵۳ - ۷۵۴ - ۷۵۵ - ۷۵۶ - ۷۵۷ - ۷۵۸ - ۷۵۹ - ۷۶۰ - ۷۶۱ - ۷۶۲ - ۷۶۳ - ۷۶۴ - ۷۶۵ - ۷۶۶ - ۷۶۷ - ۷۶۸ - ۷۶۹ - ۷۷۰ - ۷۷۱ - ۷۷۲ - ۷۷۳ - ۷۷۴ - ۷۷۵ - ۷۷۶ - ۷۷۷ - ۷۷۸ - ۷۷۹ - ۷۸۰ - ۷۸۱ - ۷۸۲ - ۷۸۳ - ۷۸۴ - ۷۸۵ - ۷۸۶ - ۷۸۷ - ۷۸۸ - ۷۸۹ - ۷۹۰ - ۷۹۱ - ۷۹۲ - ۷۹۳ - ۷۹۴ - ۷۹۵ - ۷۹۶ - ۷۹۷ - ۷۹۸ - ۷۹۹ - ۸۰۰ - ۸۰۱ - ۸۰۲ - ۸۰۳ - ۸۰۴ - ۸۰۵ - ۸۰۶ - ۸۰۷ - ۸۰۸ - ۸۰۹ - ۸۱۰ - ۸۱۱ - ۸۱۲ - ۸۱۳ - ۸۱۴ - ۸۱۵ - ۸۱۶ - ۸۱۷ - ۸۱۸ - ۸۱۹ - ۸۲۰ - ۸۲۱ - ۸۲۲ - ۸۲۳ - ۸۲۴ - ۸۲۵ - ۸۲۶ - ۸۲۷ - ۸۲۸ - ۸۲۹ - ۸۳۰ - ۸۳۱ - ۸۳۲ - ۸۳۳ - ۸۳۴ - ۸۳۵ - ۸۳۶ - ۸۳۷ - ۸۳۸ - ۸۳۹ - ۸۴۰ - ۸۴۱ - ۸۴۲ - ۸۴۳ - ۸۴۴ - ۸۴۵ - ۸۴۶ - ۸۴۷ - ۸۴۸ - ۸۴۹ - ۸۵۰ - ۸۵۱ - ۸۵۲ - ۸۵۳ - ۸۵۴ - ۸۵۵ - ۸۵۶ - ۸۵۷ - ۸۵۸ - ۸۵۹ - ۸۶۰ - ۸۶۱ - ۸۶۲ - ۸۶۳ - ۸۶۴ - ۸۶۵ - ۸۶۶ - ۸۶۷ - ۸۶۸ - ۸۶۹ - ۸۷۰ - ۸۷۱ - ۸۷۲ - ۸۷۳ - ۸۷۴ - ۸۷۵ - ۸۷۶ - ۸۷۷ - ۸۷۸ - ۸۷۹ - ۸۸۰ - ۸۸۱ - ۸۸۲ - ۸۸۳ - ۸۸۴ - ۸۸۵ - ۸۸۶ - ۸۸۷ - ۸۸۸ - ۸۸۹ - ۸۹۰ - ۸۹۱ - ۸۹۲ - ۸۹۳ - ۸۹۴ - ۸۹۵ - ۸۹۶ - ۸۹۷ - ۸۹۸ - ۸۹۹ - ۹۰۰ - ۹۰۱ - ۹۰۲ - ۹۰۳ - ۹۰۴ - ۹۰۵ - ۹۰۶ - ۹۰۷ - ۹۰۸ - ۹۰۹ - ۹۱۰ - ۹۱۱ - ۹۱۲ - ۹۱۳ - ۹۱۴ - ۹۱۵ - ۹۱۶ - ۹۱۷ - ۹۱۸ - ۹۱۹ - ۹۲۰ - ۹۲۱ - ۹۲۲ - ۹۲۳ - ۹۲۴ - ۹۲۵ - ۹۲۶ - ۹۲۷ - ۹۲۸ - ۹۲۹ - ۹۳۰ - ۹۳۱ - ۹۳۲ - ۹۳۳ - ۹۳۴ - ۹۳۵ - ۹۳۶ - ۹۳۷ - ۹۳۸ - ۹۳۹ - ۹۴۰ - ۹۴۱ - ۹۴۲ - ۹۴۳ - ۹۴۴ - ۹۴۵ - ۹۴۶ - ۹۴۷ - ۹۴۸ - ۹۴۹ - ۹۵۰ - ۹۵۱ - ۹۵۲ - ۹۵۳ - ۹۵۴ - ۹۵۵ - ۹۵۶ - ۹۵۷ - ۹۵۸ - ۹۵۹ - ۹۶۰ - ۹۶۱ - ۹۶۲ - ۹۶۳ - ۹۶۴ - ۹۶۵ - ۹۶۶ - ۹۶۷ - ۹۶۸ - ۹۶۹ - ۹۷۰ - ۹۷۱ - ۹۷۲ - ۹۷۳ - ۹۷۴ - ۹۷۵ - ۹۷۶ - ۹۷۷ - ۹۷۸ - ۹۷۹ - ۹۸۰ - ۹۸۱ - ۹۸۲ - ۹۸۳ - ۹۸۴ - ۹۸۵ - ۹۸۶ - ۹۸۷ - ۹۸۸ - ۹۸۹ - ۹۹۰ - ۹۹۱ - ۹۹۲ - ۹۹۳ - ۹۹۴ - ۹۹۵ - ۹۹۶ - ۹۹۷ - ۹۹۸ - ۹۹۹ - ۱۰۰۰

صاحبِ چتر روشن اختر ہی ہے۔ وہ سیکم چونکہ غایت درجہ مخلصہ و معتقدہ تھی مطمئن ہو کر چلی گئی، چنانچہ رفیع الدولہ کی سلطنت بھی دو تین ماہ سے زیادہ نہ رہی، عین جوانی میں جبکہ امام الملک اُسے لئے ہوئے دکن جا رہا تھا اکبر آباد میں مر گیا۔ بعد ازاں امرار و وزیر نے اتفاق رائے سے روشن اختر کو دار الحکومت دہلی سے بلا کر اکبر آباد میں تخت شاہی پر بٹھا دیا۔ سیکم قدسیہ عمدہ قسم کے تحف و ہدیہ لیکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور شکر یہ ادا کیا۔

۱۱۳۱ھ شاہانِ مغلیہ کا عبرت انگیز سال ہے اس سال کئی بادشاہ تخت سلطنت پر آئے اور چلے گئے، ان حالات کی وجہ سے حضرت خواجہ محمد زبیرؒ ساداتِ بارہہ سے سخت ناراض ہو گئے، اسی رنج و ملال میں آپ کی زبان معجز بیان سے بے اختیار نکل گیا کہ ”اب سادات کے عروج کو زوال آنے والا ہے“ نیز نظام الملک بھی یہاں کے حالات سے بد دل ہو گیا اور ناراض ہو کر دکن کا رخ کیا، جاتے وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعائیں حاصل کر کے چلا گیا۔ دکن پہنچ کر جہاں جہاں سادات کے آدمی لگے ہوئے تھے انھیں نکال دیا اور ان کی جگہ اپنے آدمی بھرتی کئے۔ پھر سادات کا بھانجہ دلاوری ظاہر حاکم دکن نظام الملک سے برسرِ پیکار ہو گیا آخر حضرت کی دعا کی برکت سے نظام الملک کو فتح حاصل ہوئی۔

۱۱۳۲ھ - مغل اپنے ولی نعمت (فرخ سیر) کے قتل کی وجہ سے قطب الملک اور امام الملک کے سخت دشمن ہو گئے تھے انھوں نے موقع پا کر امام الملک جو امیر الامراء تھا قتل کر دیا۔ قطب الملک نے یہ وختناک خبر سنا کر براہِ سیم کو تخت شاہی پر بٹھا کر روشن اختر پر حملہ کر دیا۔ چونکہ قطب الملک بہادری اور دلیری میں شہرہ آفاق تھا اس لئے سیکم قدسیہ معمولاً نہ حالت میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ روشن اختر صاحبِ تخت و تاج اور ہماری دعا کے زیر سایہ ہے اللہ تعالیٰ اس کا حامی و مددگار ہے اگر لاکھ قطب الملک بھی ہوں تو بھی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ آخر حضرت کی دعا کی برکت سے محمد شاہ روشن اختر کو فتح و نصرت حاصل ہوئی۔ قطب الملک گرفتار کر لیا گیا اور اس کو بہت سختی اور بے رحمی سے قتل کر دیا گیا اور براہِ سیم کو قید میں ڈال دیا گیا۔

۱۵۵۱ھ روقتہ البیومیہ رکن چہارم ص ۱۰۳ ۱۰۴ ایضاً ص ۱۰۳ ۱۰۴ ایضاً ص ۱۰۴ -
۱۵۵۱ھ روقتہ البیومیہ کو روشن اختر کی تخت نشینی ہوئی، تیا سک اور خطبہ ابوالمظفر ناصر الدین محمد شاہ بادشاہ غازی کے نام سے جاری ہوا (۱۵۵۱ھ) روشن اختر بہادر شاہ کا پوتا جہاندار شاہ کا فرزند تھا، اس وقت اس کی عمر اٹھارہ سال تھی، جہاندار شاہ کے عہد سے وہ اپنی والدہ کے ساتھ دہلی کے قلعہ میں رہتا تھا وہاں سے بلا کر آگرہ کے قریب فتحپور میں تخت نشین کیا گیا۔ روشن اختر، خوبصورت، توخیر جوان تھا، ذکاوتِ طبع دلیری و بہادری کے اوصاف اس میں موجود تھے۔
روشن اختر کی والدہ صاحب زباں ملکہ دورانی ایک مدبر موقع شناس اور عقلمند خاتون تھی۔ (۱۵۵۱ھ منتخب اللباب حصہ چہارم)

(یا قلمیہ برصغیر آئندہ)

جب روشن اختر بادشاہ اکبر آباد سے شاہجہاں آباد آیا تو اس نے ہر چند حضرت خواجہ محمد زبیر کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا لیکن حضرت نے اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ اس کے آنے کی ضرورت نہیں اصل غرض فقیروں سے دعا لینا ہے سو ہم غائبانہ دعا گو ہیں، اور اپنی دستار مبارک بطور تبرک بھیجی کہ یہ روشن اختر کے سر پر باندھ دو، اور حضرت نے اس کا لقب محمد شاہ مقرر فرمایا۔ بعد ازاں بھی حصول زیارت کی اجازت کے لئے بارہا عریضے ارسالِ خدمت کے سختی کہ حضرت کی والدہ ماجدہ مریم مکانی کے ذریعہ بھی درخواست کی لیکن حضرت نے کسی طرح بھی زیارت کی اجازت نہ دی۔

اسی سال خواجہ عبدالرحمن مراد آبادی حاضر خدمت ہو کر مرید ہوئے، نیز صوفی فرمان کو جو شیخ محمد عابد کے بعد حضرت کے تمام خلفا سے افضل تھے خلافت دیکر کابل بھیجا۔ اور خواجہ محمد امین کو خلافت عطا فرما کر کابل کے گرد و نواح میں بھیجا وہاں ان کو بڑی مقبولیت ہوئی، نیز بدخشاں کے رئیس خواجہ خلیل اللہ بدخشی کے فرزند خواجہ عزیز اللہ بدخشی حضرت کے مرید ہوئے۔

۱۳۵ھ میں ایک روز نظام الملک نے مبارز خاں پر فتح حاصل کرنے کے لئے حضرت خواجہ محمد زبیر کی خدمت میں درخواست کی، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب بادشاہ عیش و عشرت میں مبتلا ہو گیا اور امور سلطنت کی طرف سے توجہ ہٹالی تو تمام ممالک محروسہ میں کھلبلی سی مچ گئی، بادشاہی نظم و ضبط جاتا رہا اور سلطنت کا رعب و دبدبہ رعایا کے دل سے اٹھ گیا۔ نظام الملک جو عالمگیر بادشاہ کا تربیت یافتہ، تہایت عقلمند اور دانائی میں بے نظیر تھا اس نے بادشاہ کو بہت سمجھایا اور

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ)

۱۳۲ھ میں نظام الملک کو دکن میں بڑی کامیابیاں حاصل ہوئیں جس کے نتیجے میں سادات بارہہ کے دونوں بھائی سخت پریشانی میں مبتلا ہو گئے بالآخر دکن پر چڑھائی کرنے کے ارادہ سے روانہ ہونے والے تھے کہ چھوٹے بھائی حسین علی خان کو ۶ ذی الحجہ ۱۳۲ھ میں دھوکہ سے مار دیا گیا جس سے سادات بارہہ کی کمر ٹوٹ گئی۔ (ص ۳۳۳)

۱۱۵۵ھ ذی الحجہ ۱۳۲ھ کو سادات بارہہ جہاندار شاہ کے بیٹوں مرتضیٰ خاں اور شجاعت کے گھر پہنچے کہ ہندوستان کی بادشاہت قبول کر لیں لیکن انھوں نے سختی سے جواب دیدیا اور اس پیشکش کو قبول نہیں کیا، پھر وہ نیکوسیر کے پاس گئے اس نے بھی منظور نہیں کیا۔ آخر رفیع الشان کے بیٹے ابراہیم نے ان کی بات مان لی (ص ۳۲۰ و ۳۲۱) اور اس کو تخت سلطنت پر بٹھار دیا اور اس کا لقب ابو الفتح ظہیر الدین محمد ابراہیم شاہ رکھا۔ پھر محرم ۱۳۳ھ کو بادشاہ روشن اختر سے موضع شاہ پور ضلع آگرہ کے قریب زبردست جنگ ہوئی اور سادات بارہہ کا خاتمہ ہوا، عبداللہ خاں گرفتار ہوا (ص ۳۵۲)

دستار بیع الاول ۱۳۳ھ میں روشن اختر کی شادی مرحوم بادشاہ فرخ سیر کی لڑکی سے ہوئی (ص ۳۵۶)۔ پھر نظام الملک کو دکن سے طلب کیا گیا وہ حاضر ہوا تو ۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۴ھ کو فلعت وزارت مرصع قلمدان، خیر اور قیمتی الماس کی انگشتری پیش کی گئی۔ منصب وزارت پر فائز ہونے کے بعد نظام الملک بہادر نے بڑی کوشش اور محنت سے کام کیا (ص ۳۵۵) اکبر آباد کے قریب جاؤں نے بغاوت کر دی تھی آخر شکست کھا کر فرار ہو گئے (ص ۳۶۱)۔

۱۱۷۲ھ روضۃ القیومیہ کن چہارم ص ۱۰۵۔ ۱۱۷۳ھ ص ۱۱۲۔ ۱۱۷۴ھ ص ۱۱۷۔

اس کی غلط روش سے آگاہ کیا لیکن بادشاہ کے کان پر چوں تک نہ رہی بلکہ اس کی نصیحتوں کو سنسی میں اڑا دیا۔ نظام الملک نے بادشاہ کی عیش پرستی سے بد دل ہو کر دکن کی راہ لی۔ بادشاہ نے اُس کے بلا اجازت چلے جانے پر اصرار سے مشورہ کیا کہ اُس کی بیخ کنی کرنی چاہئے لیکن نظام الملک کا استفادہ رعب تھا کہ کسی امیر کا حوصلہ نہیں تھا کہ اس جہم کا بیڑا اٹھائے۔ اس موقع پر مبارز خاں کے بیٹے عبدالمعبدو خاں نے جس کا باپ حیدر آباد کا حاکم اور بہاری و دلیری میں شہرہ آفاق تھا کہا کہ میرا باپ نظام الملک کا مقابلہ کرے گا اور اس کا قلع قمع کر دیگا۔ بادشاہ نے تمام دکن کی حکمرانی اس کے نام لکھ کر قطعی حکم دیا کہ نظام الملک کو دریائے زبردہ سے پار نہ ہونے دیا جائے اور نہ وہ دکن کی سرحد میں داخل ہونے پائے۔ نظام الملک نے صلح کی درخواست بھی کی لیکن مبارز خاں نے منظور نہ کی اور کہا کہ کیا کروں اولوالامر کی مخالفت نہیں کر سکتا اور نہ اپنے ولی نعمت کی نافرمانی کر سکتا ہوں مناسب یہی ہے کہ واپس چلے جاؤ یا آمادہ جنگ ہو جاؤ۔ نظام الملک نے حضرت خواجہ محمد زبیر کی خدمت میں حضرت کے ایک خلیفہ صوفی ابوالحسن کی وساطت سے فتح و نصرت اور یاطتی توجہ کے لئے ایک درخواست بھیجی حضرت نے توجہ کرنے کے بعد فرمایا کہ انجام کار نظام الملک فتح پائے گا اور مبارز خاں شہید ہوگا لیکن اس کی شہادت سے ملول ہو کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۱۳۷۰ھ میں حضرت کا ایک عقیدتمند عثمان یار خاں حضرت کی دعا کی برکت سے سرسید کا حاکم بنا پایا۔ اور لاہور کے حاکم زکریا خاں نے قلعہ جموں کو فتح کرنے کے لئے حضرت کی خدمت میں درخواست کی اور فتح کی بشارت حاصل کر کے حملہ کر دیا آخر جنگ و جدال کے بعد فتح حاصل ہو گئی ۱۳۷۰ھ اسی دوران میں شاہ چترال نے بذریعہ عریضہ مرید ہونے کی درخواست کی نیز یہ بھی عرض کیا کہ اپنے کسی خلیفہ کو ہمارے ہاں بھیجیں تاکہ ہم اس سے فیض حاصل کریں حضرت نے اس کی درخواست قبول فرما کر خلیفہ لعل شاہ کو

لے روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۱۱۲ ۱۱۵ ایضاً ۱۱۵۔ ۱۱۹ ایضاً ص ۱۲۰۔
 عہ ان واقعات کو صاحب متنوب اللباب کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں: ۲۳ محرم ۱۳۵۰ھ کو قصبہ کھیرہ جو صوبہ ہزار کے مضافات میں اورنگ آباد سے چالیس کوس پر واقع ہے یہ جنگ ہوئی (جلد ۲ ص ۳۶۸) نظام الملک مسلمانوں کی خونریزی میں پہل نہیں کرنا چاہتا تھا، مبارز خاں بہادر کی لشکر گاہ دو تین کوس پر تھی آخر وہ وہاں سے سوار ہو کر دشوار گزار نالوں کو عبور کر کے نظام الملک کے مقابل آگیا اور دوپہر سے قبل معرکہ قتال گرم ہو گیا (ص ۳۷۰) لڑائی کا پانسہ جو پٹا تو عماد الدولہ کی فوج میں کشتوں کے پتے لگ گئے۔ مبارز خاں، عماد الملک کے دو بیٹے اسعد خاں اور مسعود خاں قیل سوار سرداروں کی بڑی تعداد کے ساتھ مارے گئے۔ . . . اور نظام الملک فتح جنگ کی فوج میں فتح کا شادمانہ بجنے لگا۔ (منتخب اللباب حصہ چہارم ص ۳۷۱)

چترال بھیج دیا لے — حاجی امان اللہ بدخشی جو عزیز زمانہ تھے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے، — نیز وزیر ہند کی بیوی ولایتی بیگم نے بھی آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی تھی صوفی نور محمد سفید پوش اور حاجی سعادت اللہ بھی حضرت سے مرید ہوئے تھے

۱۲۱ھ میں پھر محمد شاہ بادشاہ نے ہر چند کوشش کی کہ حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہ اپنی ملاقات کی اجازت دیدیں تو میں حاضر خدمت ہو جاؤں، یا مسجد میں یا نماز جمعہ میں حاضر ہو کر دیدار فائض الانوار سے مشرف ہو جاؤں لیکن حضرت نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ سے امید ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں تمہارے ملک ہند پر کسی کی حکومت نہ ہوگی تھی — اسی سال محرم زادہ شیخ محمد کی والدہ نے اس جہان سے انتقال فرمایا حضرت خواجہ محمد زبیر نے غمزدہ ہو کر ان کی نعش سر ہند بھیج دی جو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے گنبد میں دفن کی گئی — شیخ عادل اور حاجی سعادت اللہ جو قدیم الایام سے حضرت کی خانقاہ میں مقیم تھے اور حضرت کے مقرب خاص بھی تھے انتقال کر گئے — اس سال پھر طاعون کا زور ہوا روزانہ ہزار ہا لوگ مرنے لگے حضرت خواجہ محمد زبیر، حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہ کا اسم مبارک لکھ کر دیتے جس کے گلے میں وہ تعویذ پڑ جانا شفا ہو جاتی، ایک پیسہ اس کی نیاز دی جاتی تھی۔ ۱۲۵ھ نیز حضرت مروج الشریعہ کے فرزند شیخ محمد پارسا کا دہلی میں وصال ہوا اور سر ہند شریف میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کے گنبد میں دفن کئے گئے تھے

۱۲۵ھ میں حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہ کے منجھلے صاحبزادے شیخ عبدالقادر ثانی کی شادی حضرت مروج الشریعہ کے پوتے شاہ محمد پارسا کی لڑکی سے سر ہند میں بڑی دھوم سے ہوئی بعد ازاں دو لہا دلہن شاہجہاں آباد حضرت کی خدمت میں قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے تھے اسی سال صاحبِ روضۃ القیومیہ خواجہ محمد احسان کو حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہ نے بروز پیر بعد نماز اشراق ۱۱ ماہ جمادی الثانی ۱۲۵ھ اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور اپنے سر مبارک سے عمامہ اتار کر ان کے سر پر رکھا اور اپنا طیلسان (رومال) جو بہت عرصہ سے مراقبہ کے وقت اپنے چہرہ مبارک پر ڈالا کرتے تھے عنایت فرمایا اور مندرجہ ذیل خلافت نامہ اپنے دست مبارک سے رقم فرما کر عنایت فرمایا۔

۱۲۵ھ روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۱۲۵ - ۱۲۳ھ ایضاً ص ۱۲۳ - ۱۲۲ھ ایضاً ص ۱۲۲ - ۱۲۱ھ ص ۱۲۱
۱۲۴ھ ایضاً ص ۱۲۴ - ۱۲۳ھ ایضاً ص ۱۲۳ - ۱۲۲ھ ایضاً ص ۱۲۲ - ۱۲۱ھ

”الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ“ خصوصاً علی سید الوری صاحب قباب قوسین اودانی وعلی آلہ واصحابہ نجوم الہدیٰ اما بعد تحفی نہ رہے کہ چونکہ برادر عزیز محمد احسان مدت تک خدا طلبی کے لئے اس فقیر کے ہمراہ رہا اور اس راہ کی ضروریات حاصل کیں بلکہ اپنے بزرگوں کی نسبت بطور وثہ تلبیس، اس لئے اس فقیر نے برادر مذکور کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ اور قادریہ کی تعلیم طریقہ کی اجازت دی، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ جو کوئی برادر مذکور کا ہم نشین ہوگا دونوں طریقوں کی برکات سے بہرہ مند ہوگا۔ اجازت اس شرط پر مشروط ہے کہ شریعت اور طریقت پر ثبات قدم رہے، والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ کتبہ فقیر محمد زبیر“

بعد ازاں حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہ نے ایک روز خواجہ محمد احسان سے فرمایا کہ تمہیں لوگوں کی ہدایت کے لئے پورب بھیجا جاتا ہے ۱۲ چنانچہ خواجہ محمد احسان حسب الامر حضرت سے رخصت ہو کر دریائے گنگا پار کر کے علی محمد خاں کے علاقے (روسیا کھنڈ) میں قیام پذیر ہو گئے۔ ۱۳

ساداتِ بارہہ برائے نام مسلمان تھے، شراب نوشی، قمار بازی ان کا شیوہ تھا، نماز روزہ سے ان کو دور کا بھی واسطہ نہ تھا، مساجد بہت کم اور جو تھیں وہ بھی خراب و خستہ حالت میں، بادشاہ کے وزیر نے اپنے ایک سردار کو اس علاقے کا حاکم مقرر کیا انھوں نے موقع پا کر اسے قتل کر دیا۔ وزیر یہ سن کر سخت ناراض ہوا اور حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ اگر اجازت ہو تو میں خود جا کر ان کا قلع قمع کروں۔ حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے بھائی کو بھیجو وانشاء اللہ فتح ہوگی چنانچہ وزیر نے اپنے چچا زاد بھائی کو جو اس کا بہنوئی بھی تھا ایک جہاز لشکر لیکر اس مہم کے لئے روانہ کیا، ادھر سے مشرقی علاقے کا حاکم علی محمد خاں بھی اس سے آلا، زبردست جنگ کے بعد ساداتِ بارہہ کا سردار قطب الملک کا بھائی سیف الدین راگیا اور شاہی لشکر کو فتح کامل نصیب ہوئی۔ صاحبِ روضۃ القیومیہ بھی اس جنگ میں لشکر کے ہمراہ تھے ۱۴

۱۵ روضۃ القیومیہ کن چارم ص ۱۲۶۔ ۱۶ ایضاً ص ۱۲۸۔ ۱۷ ایضاً ص ۱۷۵ و ۱۷۶۔

۱۸ ان واقعات کو منتخب التواریخ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں: برہان پور کی فتح سے دو تین دن قبل حسین علی خاں کے بھائی سیف الدین علی خاں کے بیوی بچے اور متعلقین دار الخلافہ پہلی جاتے ہوئے برہان پور آئے تھے، جب نظام الملک نے برہان پور قبضہ کر لیا تو وہ سخت حیران و پریشان ہو گئے۔ بعض کوتاہ اندیشوں نے نظام الملک سے کہا بھی کہ دشمنوں کے بیوی بچوں اور محمد انور خاں کے مال و اسباب سے فوج کے اخراجات کی تکمیل ہو جائے گی، مگر نظام الملک نے جواب دیا: ”ہم نے عسرت وہی دستی کے باوجود محض فضل الہی پر توکل کر کے اور بادشاہی اقبال کے وسیلے سے اس مہم کا بیڑہ اٹھایا ہے اگر ہم کامیاب ہو گئے تو یہ سارا ملک و مال ہمارا ہی ہے اور اگر خدا نخواستہ معاملہ برعکس ہوا تو پھر ہم کیوں آخرت کا وبال اپنی گردن پر لیں ان بوڑھوں بچوں اور محمد انور خاں کے مال و اسباب کی لوٹ ہمارے ہمت و حوصلے کی توہین ہے۔“

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

۱۲۶ھ میں شیخ ضیاء الدین جو حضرت شیخ محمد کبیری المعروف بہ شاہ جیو کے فرزند اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہم کے پوتے ہیں حضرت خواجہ محمد زبیرؒ سے ملاقات کے لئے سرسند شریف سے شاہجہاں آباد تشریف لائے۔ حضرت شیخ ضیاء الدین نے باطنی تعلیم کے لئے حضرت عروۃ الوثقیٰ سے بیعت کی اور حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی حجتہ اللہ سے تکمیل سلوک کر کے خلافت پائی، ان دنوں آپ خلق اللہ کے مرجع و آب تھے کیونکہ آپ حضرت مجدد الف ثانی کے پوتے تھے، اس وقت حضرت مجدد کا اور کوئی پوتا زندہ نہ تھا نیز عمر کے اعتبار سے بھی آپ تمام مشائخ سے زیادہ بڑے تھے اس لئے سب آپ کی بہت عزت کرتے تھے، جمعہ کے دن خاص طور پر آپ کی زیارت کے لئے لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ بیان سے باہر ہے لیکن ضعف و پیری کے باوجود حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی قیومیت کی فضیلت کی بنا پر زیارت کے لئے آپ سرسند سے شاہجہاں آباد تشریف لائے اور حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مریدانہ سلوک تو اضع او ادب کیا، حضرت نے حضرت مجدد الف ثانی کے پوتہ ہونے کی وجہ سے آپ سے بھی زیادہ آپ کا ادب کیا اور آپ کی درخواست پر حضرت نے آپ کے حق میں توجہ باطنی اور القائے نسبت کیا۔ بعد ازاں چند روز حضرت کی خدمت میں قیام کر کے سرسند تشریف لے گئے اور تھوڑے دنوں کے بعد وصال فرمایا۔ حضرت مجدد کے محاذ میں مدفون ہوئے۔

اسی سال حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کے تیسرے فرزند خواجہ محمد احرار کا انتقال ہوا، یہ فرزند بہت لائق و فائق اور صاحب کمال تھے، حضرت نے مخدوم زادہ کو غسل و کفن دیکر نماز جنازہ پڑھ کر نعش سرسند بھیج دی حضرت عروۃ الوثقیٰ کے گنبد میں پائنتی کی طرف دفن کیا گیا۔

حضرت خواجہ محمد زبیرؒ نے شیخ خلیل بدخشی کے پوتے خواجہ عزیز اللہ بدخشی کو خلافت دیکر بدخشاں روانہ کیا جہاں ان کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ نیز شیخ محمد نعمان حق رسا جو شیخ محمد پارسا کے فرزند

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) سادات بارہہ کے ان میں سردار بھائیوں کے علاوہ ایک اور بھائی کا بھی تذکرہ ملتا ہے، جب (حسین علی خاں اور عبداللہ خاں) کے مارے جانے کی خبر پیرے بھائی رستم علی خاں کو ملی جو بندر گاہ سوٹ کا نائب تھا تو اس نے بھائیوں کے خون کا انتقام لینے کی قسم کھائی (۳۷۹) دونوں (رستم علی خاں اور صاحب خاں کی فوجوں) کا مقابلہ دریائے ہی کے کنارے ہوا اور دونوں طرف سے کافی آدمی مارے گئے۔ رستم علی خاں کی فوج گھر گئی اور اسے شکست فاش ہوئی، رستم علی خاں بھی لڑتے ہوئے مارا گیا۔ جب محمد شاہ بادشاہ کو خبر ملی تو اس نے سر بلند خاں کو احمد آباد کی صوبہ داری پر مقرر کر دیا اور ہند خاں بہادر کو آصف جاہ نے اپنے پاس بلا لیا۔ (صفحہ منتخب الباب حصہ چہارم اردو ترجمہ)

۱۵۵۲ھ ۱۵۵۱ھ ۱۵۵۰ھ ایضاً ۱۵۵۰ھ ایضاً ۱۵۸۰ھ۔

حضرت مروج الشریعہ کے پوتے اور حضرات سرسند کے سردار تھے حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ شیخ نعمان نے اپنے والد ماجد کی خدمت میں کمال حاصل کیا تھا ان کے وصال کے بعد حرمین شریفین گئے وہاں آپ کو بے انتہا ترقیات نصیب ہوئیں حضرت خواجہ محمد زبیرؒ نے بہت غورو تامل کے بعد آپ کو بیعت کر کے توجہ باطنی اور اپنی خاص نسبت کا لقا کیا۔

۱۱۴۹ھ میں حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی ہمیشہ جو حضرت محمد صبغۃ اللہؐ کے پوتے غلام معصوم کی منکوہ تھیں رحلت فرما گئیں حضرت نے نماز جنازہ پڑھ کر سرسند بھیج دیا وہاں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے گنبد میں دفن کی گئیں ۲۵۔ تیر صاحب روضۃ القیومیہ کے والد ماجد شیخ حسن احمد کاشب دوشنبہ ۲۹ رجب ۱۱۴۹ھ کو انتقال ہوا، حضرت نے نماز جنازہ پڑھی اور نعش کو سرسند بھیج دیا جہاں ان کو حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے گنبد میں دفن کیا گیا، اس حادثہ کے تین سال تین ماہ تین دن بعد حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کا وصال ہوا ۳۵۔ ۱۱۴۹ھ میں مرہٹوں نے شاہجہاں آباد پر حملہ کر دیا، پرانے بازار کا اکثر حصہ اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے گرد کی آبادی تاخت و تاراج کر دی جب بادشاہ کو

۱۷ روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۱۶۰ ۱۷۰ ایضاً ص ۱۷۰۔ ۱۷۱ ایضاً ص ۱۷۱۔

۱۷۱ مرہٹوں کا یہ حملہ باجی راؤ اور ہولکر اور سندھیہ کی سرکردگی میں ہوا تھا چنانچہ منتخب الیاب میں درج ہے کہ "باجی راؤ خود ایک مرد شاطر تھا اس کو دو بڑے لڑاکا سپہ سالار ہولکر اور سندھیہ لگے تھے، ان کی سرکردگی میں مرہٹے منہ زور گھوڑوں کی طرح جدھر منہ اٹھتا چلے آتے تھے مرہٹوں کی آندھی کو روکنے کیلئے محمد شاہ بادشاہ نے، ذیقعدہ ۱۱۴۹ھ کو امیر الامرا مصمم الدولہ کو تیس چالیس ہزار سوار اور بھاری توپ خانہ دیکر بھیجا مگر آپس کی نا اتفاقی کی وجہ سے وہ کچھ نہ کر سکا اور یہ لشکر شاہجہاں آباد واپس آ گیا۔ مگر اس سال برہان الملک سعادت خاں بہار جنگ نے جو ادھ کا صوبہ دار تھا، اجمیر پور کے قریب مرہٹوں کے سردار بھار اور بھار کو بری طرح شکست دیکر بھاگا دیا۔ امیر الامرا مصمم الدولہ کو برہان الملک کی اس فتح سے بڑی غیرت آئی اور بادشاہ سے اجازت لیکر دوبارہ دہلی سے نکلا اور دریائے چنبیل کے قریب برہان الملک سے جا ملا۔ برہان الملک امیر الامرا کے انتظار میں مرہٹوں کے تعاقب سے رک گیا۔ مرہٹوں کو چھ سات دن کی مہلت مل گئی اور باجی راؤ ایک جوار لشکر لیکر دھاوے مارتا ہوا سیدھا شاہجہاں آباد پہنچ گیا اس وقت دارالسلطنت فوجوں سے خالی پڑا تھا۔ جس دن مرہٹے دہلی کے قریب پہنچے وہاں کالکا کا میلہ لگا ہوا تھا جسے انھوں نے جی بھر کر لوٹا، بہت سے ہندو مسلمان مارے گئے، میلے سے زخمیوں کی ٹولیاں فریاد کرتی ہوئی شہر پہنچیں تو بے خبر بادشاہ کو پتہ چلا کہ غنیم سر پر آ پہنچا ہے۔ بادشاہ کے حکم سے دس پانچ امیر معمولی فوج لیکر نکلے، تال کٹورہ پر لڑائی ہوئی اور بادشاہی فوج شکست کھا کر فرار ہو گئی۔ اس اثنا میں مرہٹوں کی یلغار کی خبر سن کر برہان الملک اور دوسرے امیر دہلی کی طرف دوڑے۔ باجی راؤ برہان الملک کی آمد سے ایسا خوف زدہ ہوا کہ ریواڑی کی راہ بھرات اور مالوہ کی طرف بھاگ گیا۔"

(اردو ترجمہ منتخب الیاب حصہ چہارم ص ۳۸۹)

اطلاع ہوئی تو اس نے قلعہ کے دروازوں کو مضبوطی سے بند کر لیا اور اپنے آدمی حضرت کی خدمت میں بھیجے کہ حضرت اس بلا کے دفعیہ کے لئے توجہ فرمائیں چنانچہ حضرت کی دعا کی برکت سے وہ بلا جلد دور ہو گئی اور دشمن بھاگ نکلا۔

۱۱۵۱ھ ۱۷۳۸ء شاہجہاں آباد کے باشندے بہت زیادہ فسق و فجور میں مبتلا ہو چکے تھے، غریبوں پر اس قدر ظلم و تعدی تھا کہ زیر دست زیر دستوں پر حد درجہ ظلم کرتے تھے لیکن ان کی کوئی نہ سنتا تھا بادشاہ نے شراب نوشی اور فاحشہ عورتوں میں اس قدر مشغول رہتا تھا کہ اسے قلعہ کی بھی خبر نہ تھی، ایسی صورت میں رعایا کی کون خبر لیتا۔ بادشاہ اور ارکان سلطنت کی آپس میں چلتی رہتی تھی، حضرت خواجہ محمد زبیرؒ ان کو نصیحت کرتے تو یہ تائب ہو جاتے تھے مگر اس سال معاملہ کچھ زیادہ بگڑ گیا حتیٰ کہ حضرت نے غضبناک ہو کر بادشاہ و امراء سے فرمایا کہ برے کاموں سے باز آ جاؤ تو بہتر ہے ورنہ تم پر اس شہر میں ایسی بلا نازل ہوگی کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔

صاحبِ روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ نادر شاہ اصل میں علاقہ خراسان کے قبیلہ افشار سے تھا اس کا باپ شتر بان تھا۔ نادر شاہ پیدا ہوا، جوان ہو کر ڈاکہ زنی میں شہرت حاصل کی، ایرانی فوج سے کئی مرتبہ جھڑپیں ہوئیں۔ ایک مرتبہ شاہی فوج نے اسے اطمینان دلا کر بادشاہ ایران کے روبرو پیش کیا۔ بادشاہ نے بلند حوصلہ دیکھ کر اس کو ارکان سلطنت میں داخل کر لیا، نادر نے موقع پا کر بادشاہ کو قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ پھر روم کا رخ کیا وہاں بھی بہت قتل و غارت گری کرتا رہا، بعد ازاں قندھار فتح کیا۔ اہل کابل نے مقابلہ کیا لیکن تنگ آ کر ہتھیار ڈال دیے، پشاور میں پٹھانوں نے مزاحمت کی لیکن بادشاہ کے کانوں پر جوں تک نہ رہی۔ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ نے بادشاہ اور ارکان سلطنت کو کہلا بھیجا کہ نظر کشفی میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر تم دشمن کے مقابلے پر جلدی چلے جاؤ تو حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمہیں فتح عطا فرمائے گا۔ بادشاہ اس حکم کی بجا آوری کے لئے آمادہ ہوا لیکن ارکان سلطنت تیار نہ ہوئے، آخر نادر شاہ نے پشاور میں قتل عام کیا، پھر لاہور میں شاہی فوج نے مزاحمت کی لیکن پسپا ہوئی۔ نادر شاہ کا حکم تھا کہ راستے میں جو فرد بشر ملے بھڑھایا ہو یا جوان مرد ہو یا عورت سب کو قتل کر دو اور ان کے گھر جلا دو۔

جب سرسند شریف کے قریب پہنچا اور ات کو سونا ہی چاہتا تھا تو اس نے دیکھا کہ ایک سفیر شہر نوری شکل بزرگ نمودار ہوئے اور انھوں نے نادر شاہ سے فرمایا کہ اگر خیریت چاہتا ہے تو اس شہر والوں کو

۱۷۳۸ء روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۱۷۱ ۱۷۲ ایضاً ص ۱۸۰ ۱۸۱ ایضاً لمخصاص ۱۸۰ تا ۱۸۹

(غالباً ۱۵ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ کو) قیلولہ کے وقت صاحبِ روضۃ القیومیہ کے بھائی شیخ محمد محسن نے حضرت خواجہ محمد زبیر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ سارا شہر قتل ہو گیا ہے اب اس محلہ کا رخ ہے، چونکہ حضرت کو الہام کے ذریعہ اس محلہ کی حفاظت کا اطمینان تھا اس لئے کسی قسم کا اضطراب نہ ہوا اور فرمایا کہ یہ محلہ بلا سے محفوظ ہے۔ حضرت بلا کے دفعیہ کے لئے دیر تک دعا کی بعد ازاں لوگوں کو تسلی و اطمینان دلایا۔ آخر نظام الملک اور اعتمار الدولہ وزیر نے نادر شاہ سے معافی مانگی اور عذر کئے تب اس نے قتل عام کو روکا۔

ایک دن نادر شاہ نے شہر کے معزز لوگوں کے حالات دریافت کئے، اسی سلسلہ میں حضرت خواجہ محمد زبیر کا ذکر خیر بھی ہوا، نادر شاہ نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی لیکن جب اسے بتایا گیا کہ محمد شاہ بادشاہ کو بھی آج تک زیارت کا موقع نہیں دیا گیا تو نادر شاہ نے سردار خاں کو جو حضرت کا مرید تھا اپنے امراء کے ہمراہ تحف و تحائف کے ساتھ حضرت کی خدمت میں بھیجا اور دعا کا طالب ہوا۔ جب شاہجہاں آباد کے لوگوں کی عاجزی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا اور حضرت کی خدمت میں عجز و نیاز بدرجہ غایت ہوئی، لوگوں کے ہجوم اور شور و شعوب سے حضرت کے اذکار و اشغال میں فرق آ گیا تو حضرت نے فرمایا کہ اس بلا کو ہم اپنی جان پر لیتے ہیں، دو تین دن میں یہ آفت حق تعالیٰ تم پر سے ٹال دے گا۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) (برہان الملک کی ان باتوں کی وجہ سے نادر شاہ لالچ میں آ گیا اور اس نے نظام الملک اور بادشاہ کو بہانے سے بلا کر دہلی کی طرف کوچ کر دیا اور اہل ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ کو دہلی میں داخل ہو گیا۔ عید کے دن جامع مسجد دہلی میں نادر شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ چوتھے دن عصر کے وقت کسی لنگے نے نادر شاہ کے قتل کی افواہ اڑادی، اس پر ہنگامے شروع ہو گئے، نادر شاہ شورش دبانے کے لئے سوار ہو کر نکلا تو لوگوں نے اس پر پتھر اور شروع کر دیا، نادر شاہ نے طیش میں آ کر قتل عام کا حکم دے دیا پھر نوکشتوں کے پستے لگ گئے اور خون کی ندیاں جاری ہو گئیں، کسی کی ہمت نہیں تھی کہ نادر شاہ کے سامنے جاسکے، آخر وہی بڑھا آصف الدولہ نظام الملک اپنا سر سنبھلی پر سر رکھ کر گپڑی گلے میں ڈالے نادر شاہ کے سامنے پہنچا اور یہ شعر پڑھا۔

کسے نہ اند کہ اورا بہ تیغ ناز کشی مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

نادر شاہ نے نظام الملک کی سفارش قبول کر لی اور نلوار نیام میں ڈال کر شہر میں امان کا اعلان کر دیا۔ نادر شاہ نے واپس جانے سے پہلے اپنے بیٹے نصر اللہ مرزا کا محمد شاہ کی بیٹی سے عقد کیا اور دہلی کی ساری دولت منتر کر ڈیا۔ اختلاف روایت پندرہ کروڑ سمیٹ کر جس میں تخت طاؤس بھی شامل تھا ہندوستان سے لے گیا۔ برہان الملک، نادر شاہ کی موجودگی ہی میں سرطان کے مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ (منتخب الباب لمختص حصہ چہارم ص ۳۹۱ تا ۳۹۳)

۱۵ روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۲۰۸-۲۰۹ ایضاً ص ۲۱۵ و ۲۱۶-۲۱۷ ص ۲۱۸ و ۲۲۰-

۱۵۲ء غرض کہ جس روز حضرت خواجہ محمد زبیر نے لوگوں کو خوشخبری سنانی تھی اس کے دوسرے روز نادر شاہ نے تمام احرار و وزراء کو جمع کر کے محمد شاہ کو تخت پر بٹھایا بعد ازاں اپنے وطن کو روانہ ہو گیا تخت طاؤس اور کوہ نور وغیرہ اپنے ساتھ لے گیا، نیز ستر لاکھ روپیہ دہلی کے باشندوں سے اور تین کروڑ بادشاہ سے وصول کیا، نادر شاہ تین ماہ سلطنت ہند پر قابض رہا ۳۰ جب نادر شاہ شاہجہاں آباد سے نکل گیا تو تمام اہل شہر نے دو گانہ شکر ادا کیا اور شہر کے تمام چھوٹے بڑے ارکان سلطنت مثلاً آصف جاہ نظام الملک، اعتماد الدولہ وزیر اور بادشاہ نے حضرت کا شکر یہ ادا کیا کہ

لے روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۲۲۰ - ۲۲۱ ایضاً ص ۲۱۲ ص ۲۲۰ ص ۲۲۰ ایضاً ص ۲۲۰ و ۲۲۱ -
 تخت طاؤس اب کہاں ہے؟ اس کے متعلق مختلف روایتیں ہیں: (۱) کہا جاتا ہے کہ تخت طاؤس پچھلی صدی میں انگریزوں کے ہاتھ لگ گیا تھا وہ اُسے پانی کے جہاز سے انگلستان لیجا رہے تھے جب جہاز افریقہ کے مغرب سے گزر رہا تھا تو سمندر میں زبردست طوفان آیا اور جہاز مع تخت طاؤس بحر اوقیانوس (بحرِ ظلمات) میں غرق ہو گیا۔ (۲) لارڈ کرزن نے اپنی کتاب "پرنسپل اینڈ ری پرنسپل کو سینچن" میں "خراسان" نامی کتاب سے اس کے مصنف مسٹر فریزر کا قول نقل کیا ہے "۸۲۲ء میں مجھ سے ایک معمر سن رسیدہ گرد نے بیان کیا تھا کہ جب نادر شاہ کا قتل ہوا اور اس کا کیمپ ٹوٹا گیا تو تخت طاؤس اور اس کا مورامیری چھتر ہمارے ہاتھ آیا تھا جس کو فوراً ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم نے آپس میں بانٹ لیا یہی واقعہ ہے جس کو ولیم اردن نے "شورش دہلی بزبان نادر" کے ضمن میں لکھا ہے (ص ۱۵۶) ۱۲۱۳ء میں اقا محمد خاں قاچار (بانی دولت قاچار) نے لطف علی خاں، زند کو جو نادر کا ایرانی جانشین تھا شکست دیکر اس تخت کے ٹوٹے پھوٹے ٹکڑے اس سے چھین لئے اور بقبول بعض اُن ٹکڑوں کو مورونیت کے ساتھ باہم وصل کر کے ایک نئے طرز کا تخت بنوایا تھا لیکن شاہ موصوف کا ترتیب دینا محقق نہیں البتہ مرزا نصر اللہ خاں قدائی 'دولت باہر جہاں' کے مندرجہ ذیل بیان سے یہ امر اخذ کیا جاسکتا ہے کہ دولت قاچار یہ کہ چوتھے تاجدار ناصر الدین شاہ قاچار نے ضروران کو باہم دیکر پیوست کر کے ایک نئی شکل میں شکل کیا ہے (ص ۱۵۸ - تخت طاؤس، بحوالہ داستان نرگیزان ہند حصہ دوم ص ۵۸۶)
 لارڈ کرزن کے مطابق یہ تو مرتب تخت ایرانی شاہی خاندان کے محلات کے نئے عجائب خانہ واقع طہران میں رکھا ہوا ہے (تخت طاؤس ص ۱۵۹) عہد کوہ نور دنیا کا سب سے قیمتی ہیرا سمجھا جاتا رہا ہے، اس کی صحیح تاریخ ماضی کے دھند لکوں میں پوشیدہ ہے محققین نے جو حالات معلوم کئے ہیں ان میں بہت اختلاف ہے نام مختلف گڑیوں کو جوڑنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ہیرا گو لکندہ کی کانوں سے تقریباً پانچ ہزار سال قبل نکلا تھا، شروع میں ہا بھارت کے زمانہ کے ایک مشہور راجہ کرن کے قبضہ میں رہا پھر پانڈوں کے پاس آیا۔ بعد ازاں مختلف ہاتھوں سے گزرتا ہوا چین کے فرمانروا راجہ چندر گپت و کرم مادتیہ کے پاس پہنچا پھر راجہ بھوج کو ملا اور وہاں رہی آیا اور پھر تھوری راج کے قبضہ میں پہنچ گیا، پھر تھوری راج کی شکست کے بعد مسلمان فرمانرواؤں کے پاس رہا اور خاندان غلامان خلجی تغلق اور سید سے ہوتا ہوا ودھی فرمانرواؤں کو ملا ۱۲۹۳ء میں بابر نے ابراہیم لودھی کو شکست دیکر دہلی پر قبضہ کیا، ہمایوں نے اگرہ کو فتح کیا تو ابراہیم لودھی کی ماں نے یہ ہیرا ہمایوں کو پیش کیا پھر یہ ہیرا ہمایوں کی اولاد میں رہا۔ شاہجہاں نے اسے اپنے تلج کی زینت بنایا، نادر شاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا تو اور بہت سی قیمتی اشیاء کی طرح یہ ہیرا بھی اس کے قبضہ میں گیا، نادر شاہ کے قتل کے بعد احمد شاہ ابدالی کے ہاتھ آیا پھر اس کے بیٹے تیمور شاہ اور پوتے شاہ زیاں کے پاس سے ہوتا ہوا شاہ شجاع کے قبضہ میں آیا، جب شاہ شجاع کو دوست محمد خاں نے کابل سے نکال دیا تو وہ رنجیت سنگھ سے مدد کا طالب ہوا اور کوہ نور رنجیت سنگھ کو دیدیا۔ پھر شیر سنگھ کو، اس کے بیٹے دلپ سنگھ کو ملا ۱۲۶۵ء میں پنجاب حکومت برطانیہ میں شامل ہو گیا تو کوہ نور بطور تحفہ ملکہ وکٹوریہ کی خدمت میں انگلستان پہنچا دیا گیا اس وقت سے اب تک یہ وہیں موجود ہے۔

۱۱۵۲ھ میں مشرقی ممالک میں سخت بارش ہوئی گویا طوفانِ نوح کا نمونہ تھا۔ کہتے ہیں کہ چھ سو گاؤں بہہ گئے اور ہزاروں آدمی اس طوفان میں ہلاک ہو گئے۔ قصبہ سہسوان (ضلع بدایوں) کے گرد نواح میں ایک پچاس من وزنی آہستی قسم کا ایک گولہ آسمان سے گر کر زمین میں دھنس گیا اور اس سے آگ کے شعلے نکلنے رہے کرتے وقت کڑک جیسی مہیب آواز پیدا ہوئی جو بارہ بارہ میل تک لوگوں نے سنی جب اس کا شعلہ بتد ہو گیا تو ٹھنڈا ہونے پر آلاتِ جبرئیل کی مدد سے اُسے نکالا گیا اس وقت وہاں کا حاکم علی محمد خاں تھا۔ صاحبِ روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ میں نے بھی اُسے دیکھا کہ وہ توڑنے سے چینی کی طرح بکھر جاتا تھا اسے واضح رہے کہ یہ تینوں آفتیں جو اس سال پیش آئیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جو نعمتِ عظمیٰ (یعنی خواجہ محمد زبیر قدس سرہ) مخلوق کو حاصل تھی وہ واپس لے لی گئی ہے۔

نادر شاہ کے ہندوستان سے واپس جانے کے بعد حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہ کی صحت میں فرق آ گیا اور آٹے دن طبیعت خراب رہنے لگی پھر بخار شروع ہو گیا جس کی وجہ سے ضعف بڑھنا گیا، محمد شاہ بادشاہ کو آپ کی علالت کا علم ہوا تو اس نے مزاجِ پرسی کے لئے حاضر ہونے کی اجازت چاہی لیکن حضرت نے اب بھی اس کی درخواست کو قبول نہ فرمایا، آخر بادشاہ نے مزاجِ پرسی کے لئے آدمی مقرر کر دیا جو روزانہ حضرت کی خیر و عافیت معلوم کر کے بادشاہ کو اطلاع دیتا اسے علاجِ معالجہ میں حد درجہ کوشش کی گئی لیکن مرض بڑھنا گیا جوں جوں دوا کی۔ مرض کی شدت اور ضعف کے غلبہ کے باوجود حضرت کے عبادات و وظائف اور اوراد و اشغال میں سہمہ فرق نہ آیا آخر ۲ ذیقعدہ ۱۱۵۲ھ کو بوقت اشراق انسٹھ سال کی عمر میں اس عالم فانی سے رحلت فرمائی، حضرت کے وصال و ولادت دونوں بدھ کے دن ہوئے ۵۵ انتقال کی خبر سن کر تمام شہر میں ایک کہرام مچ گیا اور جملہ متعلقین، امیر و غریب، بادشاہ و وزیر سب رنج و غم آہ و بکا کرنے لگے۔ پھر حضرت کو غسل و کفن دیکر سرسند لے گئے اور ۱۲ ذیقعدہ بروز جمعرات شیخ سعدیٰ کی چوٹی سرسند میں دفن کیا گیا ہے۔ بعد ازاں ۱۱۵۳ھ میں حضرت کی قبر پر ایک عالی شان گنبد بنایا گیا جو رنگارنگ کے نقش و نگار سے آراستہ تھا۔

آپ کی اولاد میں چار لڑکے: شیخ محمد عزیز اللہ، شیخ عبدالقادر، شیخ محمد احرار ثانی، شیخ محمد معصوم مغفور اور دو لڑکیاں فاطمہ زبانی، بدر النساء ہیں۔

شاہانِ مغلیہ ایک نظر میں

حق سبحانہ و تعالیٰ نے خانوادہ تیموریہ کو جس قدر نوازا تھا اس کی مثال پوری تاریخ میں مشکل ہی ملے گی، ان میں بڑے بڑے عظیم الشان بادشاہ پیدا ہوئے اور اکثر بادشاہ تو بہت ہی نیک سیرت، فرشتہ خصلت گذرے ہیں جنہوں نے علوم و فنون، نظم و نسق، تہذیب تمدن اور ہمہ گیر اصلاحات کے لئے اپنی بہترین صلاحیتوں کو وقف کر دیا تھا اور ان کی بہادری و شجاعت اور تعمیری کارناموں کا تو کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ نیز اس خانوادہ کے تقریباً تمام بادشاہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے منسلک رہے ہیں اسلئے بھی ہمیں ان سے ایک درجہ تعلق ہے، پھر حسن اتفاق کہ اکبر اور جہانگیر کا مختصر تذکرہ کتابِ مستطاب "حضرت مجدد الف ثانی" میں آچکا ہے اور شاہجہاں سے روشن اختر (محمد شاہ) تک بادشاہوں کا مختصر تعارف پیش نظر تالیف کے حواشی میں آ گیا ہے لہذا قدرتی طور پر خیال آیا کہ اول و آخر کے بادشاہوں کا بھی مختصر طور پر تذکرہ کر دیا جائے تو ایک طرح سے تاریخی جامعیت بھی پیدا ہو جائیگی اور عوام کیلئے دلچسپی اور خواص کیلئے عبرت کا باعث بھی ہوگا (مؤلف)

بڑے صغیر میں سلطنتِ مغلیہ کا بانی شہنشاہ ظہیر الدین بابر تھا۔ ہندوستان آنے سے پہلے اس کی حکومت افغانستان میں تھی اور اس سے قبل قرغانہ میں۔ وہ امیر تیمور صاحبقران یعنی امیر تیمور گورگان کی پانچویں پشت میں تھا۔ تیمورنگ اس کا شجرہ نسب اس طرح ہے: بابر بن عمر شیخ مرزا بن ابو سعید مرزا بن سلطان محمد مرزا بن میران شاہ بن امیر تیمور۔ اب ہم اس سلسلہ کے بادشاہوں کا تذکرہ مختصر طور پر پیش کرتے ہیں:-

۱) امیر تیمور ۱۳۳۵ء میں سمرقند کے نواح میں پیدا ہوا، چنگیز خاں اس کے اجداد میں تھا۔ تیمور اپنے باپ کے مرنے کے بعد ۱۳۶۱ء میں ایک قبیلہ کا سردار بنا۔ ۱۳۶۷ء میں ترکستان اس کے زیر نگیں آ گیا اور سمرقند اس کا پایہ تخت قرار پایا، اس کے بعد وہ دوسرے ملکوں کی فتوحات کے لئے روانہ ہوا۔ ایران اور

۱) امیر تیمور سے متعلق ایک واقعہ آگاہی سید امیر کمالؒ میں درج ہے کہ "ایک مرتبہ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت امیر کمالؒ شہر بخارا سے اپنے مکان تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں انہوں نے دیکھا کہ ایک جماعت بیٹھی ہوئی شریعتِ مطہرہ پر گفتگو اور اولیائے کرام کی ولایت و کرامت کا تذکرہ کر رہی ہے، اسی جماعت میں امیر تیمور بھی تھا جب امیر تیمور کی نگاہ آپ پر پڑی اور اسے معلوم ہوا کہ آپ حضرت امیر کمالؒ ہیں تو وہ نہایت عجلت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا (باقی صفحہ ۱۸۶ء)

وسط ایشیا کے مختلف حصوں پر قبضہ کرتا ہوا سن ۱۳۸۱ء میں روس کے دار الحکومت ماسکو تک جا پہنچا۔ سن ۱۳۸۵ء میں بازنطین اور آذربائیجان پر قبضہ کر لیا۔ سن ۱۳۹۸ء میں وہ شمال مغربی دروں کی راہ سے برصغیر پر حملہ آور ہوا اور آخری نغلق بادشاہ محمود شاہ بن محمد شاہ کوشکست دیکر اور دہلی پر قبضہ کر کے اسے تاخت و تاراج کیا پھر ایشیائے کوچک اور شام کا رخ کیا اور انگورہ کی جنگ میں ترکوں کو شکست دیکر سلطان بایزید یلدرم کو قید کر لیا۔ سن ۱۳۹۵ء میں چین پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا کہ دست اجل نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ امیر تیمور کی قبر حضرت امیر کلال کے گنبد میں ہے۔ تیمور کے چار لڑکے تھے اور ایک لڑکی۔ لڑکوں کے نام جہانگیر مرزا، عمر شیخ مرزا، میران شاہ اور شاہ رخ مرزا۔ اول الذکر دو صاحبزادے باپ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔

(۲) میران شاہ بن امیر تیمور، جو باپ کے دادا کا دادا تھا باپ کے انتقال کے بعد صرف

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اور سرب نیاز خم کر کے درخواست کی کہ اے بزرگوار دین و اے نمائندہ راہ یقیں! آپ کے کرم سے میں توقع رکھتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی خدمت سپرد فرمائیں جو درویشوں کی تسکین خاطر کا سبب ہو؟ حضرت امیر کلال نے فرمایا کہ ”درویشوں کی باتیں مخفی ہوتی ہیں اور ہمارا طریقہ یہ ہے کہ جب تک مشائخ کی روحت سے کوئی اشارہ نہ ہو اپنی طرف سے ہرگز کچھ نہیں کہتے، تم انتظار کرو اور غافل نہ رہو کہ تمہارے کاموں میں عظیم کامیابی نظر آ رہی ہے جو تمہیں پہنچے گی۔“ پھر حضرت امیر کلال اپنے گھر پہنچے اور گوشہ خلوت میں تشریف لیگے بعد ازاں باہر آئے اور عشا کی نماز جماعت سے ادا کی اس کے بعد مشائخ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کی روحانیت سے ان کو جو کچھ معلوم ہوا فوراً اپنے ایک مخلص رازداں شیخ منصور کو بلا کر فرمایا ”زود برو امیر تیمور را بگو کہ، سچ توقف کنند فی الحال متوجہ خوارزم شونند و سچ چیز نظر نہ کنند اگر نشہ باشند بر خیزند و اگر استاد باشند سوار شونند کہ ارواح طیبہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہم جمعین اشارت فرمودہ اند کہ تمام مملکت راستنا سر با شما و قرزند ان شما را دہ اند و چون خوارزم در تصرف شما شود متوجہ سمرقند شوبد“ [یعنی جلدی جا اور امیر تیمور سے کہہ کہ کچھ توقف نہ کرے اور اسی وقت خوارزم کی طرف متوجہ ہو جائے اور کسی چیز پر نظر نہ کرے اگر بیٹھا ہوتا تھا جلتے اور اگر کھڑا ہوتا ہوا ہوا ہو جائے کیونکہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہم جمعین کی ارواح طیبہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ تمام مملکت کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمہیں اور تمہاری اولاد کو دیدیا گیا ہے اور جب خوارزم تمہارے تصرف میں آجائے تو سمرقند کی جانب متوجہ ہو جاؤ۔] — جب شیخ منصور امیر تیمور کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ امیر تیمور جواب کے انتظار میں ہے اور جوں ہی شیخ منصور نے یہ خوشخبری بہ تمام و کمال سنائی امیر تیمور بلا توقف روانہ ہو گیا۔ اور وہی ہوا کہ حضرت حق تبارک و تعالیٰ نے اس کو مملکت عطا کی اور جب وہ خوارزم میں مظفر و منصور ہو کر سمرقند پہنچا تو وہاں مقیم ہو گیا اس کے بعد اس کی فتوحات میں روز افزوں ترقی ہوتی رہی اور اس کا کام بلند تر ہوتا گیا۔ (آگاہی امیر کلال ص ۲ تا ۳) امیر تیمور سے متعلق ایک اور روایت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ امیر تیمور حضرت خواجہ نقشبندؒ کی خانقاہ کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ اتفاق سے اس وقت خانقاہ کے خدام فرش کی دریاں جھاڑ رہے تھے جس کی وجہ سے راستہ گرد آلود تھا۔ امیر تیمور نے اس غبار سے بچنے کی بجائے اس کو متبرک خیال کرتے ہوئے اپنے اوپر لیکر چہرہ پر لیا اور کہنے لگا عِبَارًا لِمَدِينَةٍ تَشْفَاءُ [اس شہر کی مٹی شفا ہے]۔

تین سال زندہ رہا، اس نے کوئی اہم کارنامہ انجام نہیں دیا۔ البتہ چوتھا لڑکا شاہ رخ مرزا صبح معقول میں باپ کا جانشین ہوا، لیکن باپ کے برعکس وہ تہایت رحمدل اور امن پسند تھا وہ باپ کے بعد تینتالیس سال زندہ رہا اور کامیابی کے ساتھ حکومت کر کے ۱۳۴۷ھ میں فوت ہو گیا۔ مشہور ہیئت دان الخ بیگ جس نے سمرقند میں عظیم الشان رصد گاہ بنوائی تھی اسی کا بیٹا تھا۔

(۳) سلطان محمد مرزا بن میران شاہ بھی باپ کی طرح تقریباً غیر معروف رہا۔

(۴) ابوسعید مرزا بن سلطان محمد مرزا البتہ سپہر شہرت پر ہانتاب بن کر چمکا، سن ۸۳۰ھ میں پیدا ہوا، الخ بیگ کے دورِ حکمرانی میں وہ اس کے دربار سے وابستہ رہا۔ جب الخ بیگ کو اس کے لڑکے عبداللطیف نے مروا دیا تو ابوسعید کو بھی قید و بند کی صعوبات برداشت کرنی پڑیں، لیکن وہ جلد ہی پہرہ داروں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر قید سے نکل بھاگا اور بخارا پہنچ گیا۔ جب عبداللطیف بھی قتل کر دیا گیا تو اس نے اپنی جمعیت کی مدد سے ترکستان اور توران پر قبضہ کر لیا اور سن ۸۵۵ھ میں تخت موروثی پر جلوس فرمایا۔ سن ۸۶۱ھ میں ہرات بھی اس کے قبضہ میں آ گیا، دس سال بعد سن ۸۷۱ھ میں اس کا مقابلہ قبیلہ آق قویلو کے سلطان اوزون حسن سے ہوا، ابوسعید مرزا نے میاتہ کے قریب جنگ میں شکست کھائی گرفتار ہوا اور یادگار محمد نے سن ۸۷۳ھ میں اس کو قتل کر دیا۔

(۵) عمر شیخ مرزا، ابوسعید مرزا کا چوتھا لڑکا جو بابر کا باپ تھا سن ۸۶۱ھ میں سمرقند میں پیدا ہوا۔ شروع میں ابوسعید مرزا نے اس کو کابل کا علاقہ دیا، بعد میں ولایت فرغانہ عطا کی۔ عمر شیخ مرزا تہایت پاک طینت، نیک سرشت، نکتہ سنج تھا، اہل کمال کی قدر کرتا تھا اس کو امور سلطنت، رعیت پروری اور عدل گستری میں یگانہ روزگار سمجھا جاتا تھا۔ اس نے اپنے بھائیوں سے مقابلے جاری رکھے جس کی وجہ سے ناراض ہو کر انھوں نے فوج کشی کر دی لیکن جنگ سے پہلے ہی اس کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا صاحب منتخب اللباب لکھتے ہیں کہ "اس نے چھبیس سال حکومت کی سن ۸۹۹ھ میں جبکہ اس کی عمر اسی سال تھی انتقال ہوا۔ اس کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ وہ کبوتروں کی سیر کے لئے کبوترخانہ کی چھت پر گیا یہ عمارت بوسیدہ ہو چکی تھی مرزا کے چڑھتے ہی عمارت اچانک بیٹھ گئی اور اس کا انتقال ہو گیا۔" باہر نے اپنی توڑک میں اس کی بعض خوبیاں اس طرح بیان کی ہیں کہ "ان کے اخلاق و اطوار یہ تھے حنفی مذہب اور خوش اعتقاد آدمی تھے، پانچوں وقت کی نماز پڑھتے تھے، قضائے عمری سب ادا کر دی تھیں، اکثر قرآن شریف پڑھا کرتے تھے، حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کے مرید تھے، اکثر ان کی

۱۔ منتخب اللباب حصہ اول ص ۵۶۔

خدمت میں حاضر ہوتے تھے حضرت خواجہ بھی ان کو "فرزند" کے الفاظ سے مخاطب کرتے تھے، وہ خاصے پڑھے لکھے تھے، خمین، شنوی اور تاریخ کی کتابیں ان کی نظر سے گذری ہوئی تھیں، شاہنامہ کو بہت دیکھا کرتے تھے اگرچہ موزوں طبیعت تھے مگر شعر گوئی پر توجہ نہ کرتے تھے۔

(۶) بابر ۶ محرم ۸۸۸ھ بمقام فرغانہ پیدا ہوا، عمر شیخ مرزا نے تخت سلطنت پر جلوس کرنے کے بعد مرزا محمد بابر کو بچپن ہی میں . . . اندجان کی سرکار پر متعین کر دیا۔ والد کی وفات کے بعد مرزا محمد بابر ۵ رمضان المبارک ۸۹۹ھ مطابق ۶ جون ۱۴۹۲ء کو جبکہ اس کی عمر محض بارہ سال تھی فرغانہ کا حکمران بنا۔ تقریباً دس سال تک وہ اس کوشش میں رہا کہ اپنے علاقہ کو دشمنوں سے محفوظ رکھے اور امیر تیمور کے پایۂ تخت سمرقند کو اپنے قبضہ میں لے آئے، لیکن آخر کار شیبانی خاں اور ازبکوں نے اس کو فرغانہ سے بھی نکال دیا اور وہ ترک وطن کرنے پر مجبور ہو گیا۔ سن ۹۰۱ھ سے سن ۹۳۰ھ تک وہ افغانستان اور بدخشان پر حکومت کرتا رہا، اسی دوران وہ ہندوستان کی فتح کے لئے روانہ ہوا اور جب ۹۳۲ھ مطابق اپریل ۱۵۲۶ء میں پانی پت کے مقام پر سلطان ابراہیم لودھی کو شکست دیکر برصغیر میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی، ۶ جمادی الاولیٰ ۹۳۷ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۵۳۰ء کو زندگی کی ستاون بہاریں دیکھ کر راہی ملک بقا ہوا۔

بابر بڑی صلاحیتوں اور خوبیوں کا انسان تھا، خطابنجشی اور جرم پوشی اس کی عرشت میں

سہ بابر کی تاریخ وفات "بہشت روزی باد" سے نکلتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب ہمایوں حالت مرض میں سنبھل سے آگرہ کی نواح میں پہنچا اور اس کی بیماری سخت ہو گئی، دوا دارو علاج معالجہ سے کوئی فائدہ ہوتا ہوا نظر نہیں آیا تو ایک دن میر ابوالبقاع نے جو اس زمانہ کے ایک فاضل آدمی تھے کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہزادہ کی زندگی کسی صدقہ کی طالب ہے جس کے بغیر موت ٹل نہیں سکتی، اگر بادشاہ سلامت ایسی کوئی چیز کہ اس سے زیادہ عزیز کوئی اور چیز نہ ہو بیٹے پر قربان کر دیں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمادے" تجویز یہ ہوئی کہ وہ قیمتی الماس (غالباً گوہ نور میرا) جو سلطان علاؤ الدین کے جوہر خانہ میں تھا اور جو آگرہ کی فتح کے دن شاہزادہ ہمایوں کے ہاتھ آیا تھا صدقہ میں دیدیا جائے کہ اسے فروخت کر کے اس کی قیمت غربا میں تقسیم کر دیں۔ بابر نے کہا "وہ پتھر کا ٹکڑا میری اور میرے بیٹے کی جان سے زیادہ عزیز اور قیمتی نہیں ہے، ہمایوں کے بعد اگر مجھے کچھ عزیز ہے تو وہ میری اپنی جان ہے اس لئے میں اس پتھر کی بجائے اپنے بیٹے پر اپنی جان ہی کو صدقہ کئے دیتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ اس نذر کو قبول فرمائے۔"

بہ پیش نقد جاں گوہر چہ باشد نثار دوست باشد ہر چہ باشد
چنانچہ بابر خلوت میں گیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور رگڑ رگڑ کر دعا مانگی اور تین مرتبہ بیٹے کے اطراف چکر لگا کر کہا "برداشتم، برداشتم، برداشتم" (یعنی میں نے اس کی بیماری اپنے اوپر لے لی) بس اسی دن سے ہمایوں کی صحت کے آثار پیدا ہو گئے اور محمد بابر بادشاہ عارضہ جسمانی میں مبتلا ہو گیا۔ (منتخب اللباب حصہ اول ص ۹۲، ۹۳)

عہ بابر نامہ اردو ترجمہ تزک بابر ص ۲۵۔

داخل تھی، وہ ایک طرف نہایت بہادر، جری، فن سپہ گری کا ماہر تھا تو دوسری جانب علم و ادب کا دلدادہ، عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کا بھر عالم ہونے کے علاوہ شاعر بھی تھا چنانچہ اس کا یہ شعر جو کابل میں بابر کے ہی بتوائے ہوئے ایک حوض کے کنارے کندہ ہے عام طور پر مشہور ہے۔

توروز نو بہار وے ودلر باخوش است بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست
ان اوصاف و کمالات کے باوجود وہ نماز روزہ کا پُر پابند تھا، بچپن ہی میں خواجہ عبداللہ احرار کامرید ہو گیا تھا اور مشائخ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ تاریخ فرشتہ کا بیان ہے کہ بابر حنفی المذہب تھا، نماز کبھی قضا نہیں کی اور ہر جمعہ کو پابندی سے روزہ رکھتا تھا۔

(۷) محمد ہمایوں، ظہیر الدین بابر کا فرزندِ اکبر، جو اکبر بادشاہ کا باپ تھا، ۹۱۲ھ میں اس کی ولادت ہوئی، اس نے اپنی نرم مزاجی اور حمدی کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائیں اور زندگی کا بڑا حصہ پریشانیوں میں گزارا، بابر نے اس کی تعلیم و تربیت نہایت اعلیٰ پیمانہ پر کی، اسی لئے ہندوستان کے مسلمان عالم فرمانرواؤں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ۹۳۴ھ میں بابر کے انتقال کے بعد وہ ہندوستان اور افغانستان کا بادشاہ بنا، اس نے افغانستان کا ایک حصہ اپنے سوتیلے بھائی کامران کو اور دوسرا حصہ دوسرے بھائی عسکری کو دیدیا لیکن ان دونوں نے اس کے ساتھ ہمیشہ غداری کی۔ ہمایوں نے گجرات پر حملہ کیا لیکن اس مہم کو کامیابی کی منزل تک نہ پہنچا سکا اس لئے کہ اس کی عدم موجودگی میں پٹھانوں نے بغاوت کر دی تھی، اس کا مقابلہ پٹھان سردار شیرخان سے ہوا جس نے اسے ۹۴۵ھ میں چوساکے مقام پر اور ۹۴۶ھ میں قنوج کی لڑائی میں شکست دی۔ ہمایوں کو ہندوستان چھوڑنا پڑا۔ شیرخان کامیابی کے بعد شیرشاہ سوری کے لقب سے ہندوستان کا بادشاہ بنا۔ ہمایوں، بیرم خاں کے مشورہ سے ایران گیا اور وہاں ۹۴۸ھ سے ۹۵۱ھ تک مقیم رہا پھر شاہ طہماسپ صفوی کی امداد سے افغانستان پر قابض ہو گیا، ۹۵۱ھ سے ۹۶۲ھ تک وہاں حکومت کرتا رہا۔ ۹۶۲ھ میں پھر ہندوستان آیا اور دہلی و آگرہ پر قابض ہو گیا۔

ہمایوں، جرات و ہمت اور شرافت و اخلاق کا بہترین نمونہ تھا۔ تاریخ فرشتہ کا بیان ہے کہ ہمایوں ہمیشہ با وضو رہتا تھا اور بلا وضو خدائے تعالیٰ کا نام کبھی نہیں لیتا تھا۔ چنانچہ ایک دن بادشاہ نے میر عبدالحی صدر کو عبدل کہہ کر پکارا اور اس کے بعد وضو کر کے ان سے کہا کہ گفتگو کے وقت با وضو نہیں تھا اس لئے میں تمہیں تمہارے پورے نام سے نہیں پکار سکا۔ اس کی دینداری کے ثبوت میں یہی واقعہ کافی ہے کہ دوبارہ تخت نشینی کے چھ ماہ بعد اپنے کتب خانہ سے نیچے اتر رہا تھا کہ مؤذن نے اذان دی

بادشاہ اذان کے ادب سے وہیں سیر میوں پر بیٹھ گیا، اذان ختم ہونے کے بعد عصا کا سہارا لیکر اٹھا لیکن سویرا اتفاق کہ عصا پھسل گیا اور بادشاہ زمین سے زمین پر آگرا، بہت علاج کیا گیا کوئی فائدہ نہ ہوا آخر اربع الاول ۹۶۳ھ کو وفات پائی۔ تاریخِ وفات ہمایوں بادشاہ ازبام اقتدار۔

ہمایوں کے بعد اکبر (۹۶۳ھ تا ۱۵۵۶ء) اور جہانگیر (۱۰۱۲ھ تا ۱۶۰۵ء) اور شاہ جہاں (۱۰۳۷ھ تا ۱۶۲۷ء) کا تذکرہ ہماری سابقہ تالیف "حضرت مجدد الف ثانی" میں آچکا ہے اور مندرجہ ذیل بادشاہوں کا تذکرہ پیش نظر تالیف میں آ گیا ہے۔

شاہ جہاں (۱۰۳۷ھ تا ۱۶۲۷ء)

عالمگیر (۱۰۶۸ھ تا ۱۶۵۸ء)

ہبادشاہ اول (۱۱۱۸ھ تا ۱۶۰۷ء)

جہاندارشاہ (۱۱۲۲ھ تا ۱۶۱۳ء)

فرخ سیر (۱۱۲۵ھ تا ۱۶۱۳ء)

رفیع الدرجات و رفیع الدولہ (ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ مطابق فروری ۱۶۱۹ء تا شوال ۱۱۳۱ھ اگست ۱۶۱۹ء)

ان دونوں کا دور حکومت صرف تین تین ماہ رہا۔

البتہ محمد شاہ (۱۱۳۱ھ تا ۱۶۱۹ء) کا اسی سال ۲۹ سالہ دور بے انتہا اہمیت کا حامل ہے۔ نادر شاہ کے حملہ آور ہونے (جس کی وجہ سے سلطنتِ مغلیہ بالکل ہی مفلوج ہو گئی) اور اس کے واپس چلے جانے تک کے حالات کتابِ ہند میں آچکے ہیں۔ اس کے بعد اگرچہ محمد شاہ نے اپنی روش میں تبدیلی کر لی تھی لیکن یہ اقدام بعد از وقت تھا اس لئے سلطنت میں جان تہ پڑ سکی۔

جب ۱۱۶۰ھ میں نادر شاہ ایران میں مارا گیا تو احمد شاہ ابدالی یا درانی نے افغانستان میں خود مختاری کا اعلان کر دیا پھر اس نے ۱۱۶۱ھ میں لاہور پر حملہ کیا۔ لاہور کے حاکم کی مدد کے لئے محمد شاہ نے اپنے ولی عہد کو ایک جرار لشکر دے کر بھیجا، سرسند کے قریب جنگ ہوئی اور احمد شاہ درانی شکست کھا کر

۱۱۶۰ھ مولانا نصر اللہ خاں صاحب کابلی شارح مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے تھے کہ جب احمد شاہ درانی ہندوستان سے واپس گیا تو سرسند شریف سے مجددی خاندان کے تین بزرگ بھائیوں کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ (۱) شاہ غلام محمد صاحب بڑے بھائی جو قطب ارشاد تھے جنہوں نے پشاور میں قیام کیا اور وہیں ان کا مزار ہے اور ان کی اولاد و احفاد قندھار و ہرات میں آباد ہے۔ (۲) دوسرے بھائی عزت اللہ جو قطبِ فرد تھے ان کا مزار کابل میں ہے، بدخشاں اور نادرہ ہرات میں ان کی اولاد و احفاد ہے۔ (۳) تیسرے بھائی شاہ صفی اللہ جو مہاں جن کا مزار یمن کی بندرگاہ اور کابل ولے مجددی حضرات آپ ہی کی اولادِ امجاد میں آپ ہی کے صاحبزادے شاہ عبدالباقی تھے۔

(مؤلف)

صبر بردہ میں ہے

بھاگ گیا۔ بعد ازاں ۲۶ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ کو محمد شاہ کا انتقال ہو گیا اور دو ماہ بعد جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ میں اس کے وزیر نظام الملک آصف جاہ اول نے بھی وفات پائی۔ محمد شاہ سلطنتِ مغلیہ کا فرما نروا ضرور تھا مگر اس کی بادشاہت کا انحصار نظام الملک اور اس کے بیٹوں کے تدبیر و شجاعت پر تھا اس کے دور کے اہم کام دہلی، جے پور اور اڑھیس میں رصدگاہوں کا قیام ہے۔

محمد شاہ کے بعد احمد شاہ کا چھ سالہ دور (۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۴ھ) ہے، وہ بھی عیش و کوشی کی وجہ سے کوئی کام انجام نہ دے سکا۔ اس کے زمانہ میں عورتوں کا اثر بہت بڑھ گیا تھا۔ عماد الملک نے پہلے تو اس کو اپنی گرفت میں لینا چاہا لیکن جب کامیابی نہ ہوئی تو اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھر واکر اندھا کر دیا اور قید خانہ میں ڈال دیا۔

احمد شاہ کو راستہ سے ہٹا کر عماد الملک نے جہاندار شاہ کے بیٹے عزیر الدین کو تخت پر بٹھایا اور اس کو عالمگیر ثانی کا لقب دیا، یہ بادشاہ دینداری کی طرف مائل تھا اور سلطنت کے کاموں کی اصلاح کرنا چاہتا تھا لیکن عماد الملک کی بے جا مداخلت نے اسے کچھ نہ کرنے دیا، یہاں تک کہ عماد الملک نے اس کو ایک فقیر سے ملاقات کے بہانے لیجا کر قتل کر دیا۔ اس کا دور حکومت ۱۱۶۴ھ تا ۱۱۶۳ھ ہے، اس کے دور کا اہم واقعہ پلاسی کی جنگ ہے۔

شاہ عالم ثانی جس کا اصل نام عالی گہر تھا، عالمگیر ثانی کا بیٹا تھا، باپ کی مجبوری اور اپنی جان کو خطرہ میں دیکھ کر وہ پہلے ہی دہلی سے نکل گیا تھا اس کی عدم موجودگی میں عالمگیر ثانی کا قتل ہوا، اس وقت وہ بہار میں تھا، اس نے وہیں اپنی تخت نشینی کی رسم ادا کی اور اس کے بعد وہ ۱۱۶۳ھ سے ۱۲۲۱ھ تک تقریباً ۴۸ سال حکمران رہا لیکن حکمرانی برائے نام اور اس فقرہ کا مصداق تھی "بادشاہی شاہ عالم از دلی تا پالم"۔ اس کے طویل دور کے واقعات کی فہرست بھی کافی طویل ہے۔ اہم واقعات یہ ہیں:- پانی پت کی تیسری جنگ اور مرہٹوں کی شکست۔ بکسر کی لڑائی اور ایسٹ انڈیا کمپنی کو بنگال اور بہار کی دیوانی کی تفویض۔ شاہ عالم کا انگریزوں کا پیشن خوار ہونا۔ مرہٹوں کا عروج۔ شاہ عالم کی الہ آباد سے دہلی کو واپسی۔ سکھ تال کی جنگ۔ حافظ رحمت خاں کی شہادت۔ روسیہ کی تباہی۔ شاہ عالم کا نابینا کیا جانا۔ آگرہ، دہلی، علیگڑھ اور دواپہ کے علاقہ پر انگریزوں کا قبضہ۔ سلطنتِ بیسور کا عروج و زوال۔ بیسور سلطان کی شہادت۔ فورٹ ولیم کالج کا قیام۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں کا انتقال وغیرہ۔

اس نظام الملک آصف جاہ اول جس کی اولاد نے تقریباً دو سو سال ۱۳۶۴ھ تک حیدرآباد دکن پر حکمرانی کی۔

شاہ عالم ثانی کے بعد اکبر شاہ ثانی کا دور سلطنت ۱۵۵۶ء سے ۱۵۸۵ء تک تقریباً اکتیس سال رہا، بادشاہ کی حیثیت پیش خوار کی ہو گئی تھی اس لئے اس کے زمانے میں جتنے کام انجام پائے ان کی نسبت ایسٹ انڈیا کمپنی سے کی جاتی ہے اس کے زمانے میں حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کا انتقال اور بالاکوٹ کا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔

اس خاندان کا آخری فرمانروا سراج الدین بہادر شاہ ظفر تھا، یہ بادشاہ بہت دیندار، علما و صوفیہ کا قدردان تھا اس کا دور حکومت تقریباً بیس سال ۱۵۵۳ء سے ۱۵۷۶ء تک ہے، اس کے زمانے میں پنجاب اور سندھ پر انگریزوں کا قبضہ ہوا اور اس کی حکمرانی صرف قلعہ کے اندر محدود رہ گئی تھی، اسی زمانے میں میرٹھ کی ہندوستانی فوج نے بعض وجوہات کی بنا پر بغاوت کر دی اور اس نے ۱۵۷۶ء کو دہلی پہنچ کر بادشاہ ظفر کو مجبور کیا کہ وہ اپنے شہنشاہ ہند ہونے کا اعلان کر دیا چنانچہ بادشاہ ظفر نے مجبور ہو کر انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور بے مروت سامانی کی حالت میں بھی تیرہ ہفتے تک جنگ جاری رکھی، آخر شکست کھائی اور ۱۵۷۶ء کو انگریزوں کا دہلی پر قبضہ ہو گیا، بادشاہ مقبرہ سہایوں سے گرفتار کیا گیا اور انگریزوں نے اس کے نو بیٹوں کو گولی مار کر ان شہزادوں کے سرخون میں رکھ کر بادشاہ کے سامنے پیش کر دیئے، بادشاہ نے ہلکے گولوں کے سردیکہ کر نہایت صبر و تحمل سے منہ پھیر لیا اور فرمایا "الحمد للہ تیموری شاہزادے میدان جنگ سے باپ کے سامنے سرخرو ہو کر لوٹے خداوند کریم ان کی مغفرت فرمائے" بعد ازاں انگریزوں نے وہ قتل و غارت گری کی کہ نادر شاہ کا بھی ریکارڈ توڑ دیا پھر بادشاہ پر مقدمہ چلایا گیا اور اکتوبر ۱۵۷۸ء میں وہ بطور شاہی قیدی رنگون بھیج دیئے گئے جہاں چار برس کے بعد ۱۵۸۲ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔ اس طرح سلطنت مغلیہ تقریباً سو اٹھ سو سال برصغیر پر قائم رہ کر بادشاہ ظفر پر ختم ہو گئی۔

اس مختصر مضمون سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہندوستان کی اتنی بڑی سلطنت مسلمانوں کو عطا فرمائی تھی کہ جس کے رعب و دبہ دینار رزتی تھی لیکن افسوس کہ انھوں نے اس کی قدر نہ کی لہذا جنگ نے ان میں نیک سیرت بادشاہ ہوتے رہے ان کی سلطنت قائم رہی اور جب ان میں عیش و عشرت اور فسق و فجور حد سے بڑھ گیا تو حق تعالیٰ نے نادر شاہ کو ان پر مسلط کر دیا اس نے ان کا وہ قتل عام کیا کہ یہ قوم "شامت اعمال" بصورت نادر گرفتار کہنے پر مجبور ہو گئی۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے مزید ڈھیل دی کہ اب بھی سنبھل جائیں لیکن جب مسلمان اپنی بد اعمالیوں سے باز نہ آئے تو حق تعالیٰ نے ان پر انگریزوں کو مسلط کر دیا جس نے سلطنت چھین کر وہ قتل و غارت گری کی کہ اس پر حقد ریا تم کیا جائے کم ہے حالانکہ مغلیہ سلطنت کے مقابلے میں مٹھی بھر انگریز تھے لیکن مسلمانوں میں اتحاد نہ تھا اس لئے ان کی سلطنت کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ پھر ایک عرصہ بعد جب مسلمانوں نے عہد کیا کہ اگر ہم کو ایک خطہ زمین مل جائے تو ہم وہاں اسلامی نظام قائم کریں گے تو حق سبحانہ و تعالیٰ کو ان پر رحم آیا اس نے "پاکستان" جیسی عظیم سلطنت عطا فرمادی، لیکن سلطنت حاصل ہوتے ہی یہ قوم اپنے عہد سے پھر گئی تو حق تعالیٰ نے بھی اس کے دو ٹوکے کر دیئے اور پھر مزید جہلت دی، اب دیکھنا ہے کہ مسلمان اپنے اس عہد کو کس حد تک پورا کرتے ہیں۔ فاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ۔

۲۷ رمضان ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۷۴ء

اور پھر

۱۷ اکتوبر ۱۹۷۴ء
۱۶ اکتوبر ۱۹۷۴ء
۱۵ اکتوبر ۱۹۷۴ء

حضرت عروة الوثقی

کے اذکار و ادعیہ یعنی اذکار معصومیہ

حضرت عروة الوثقی خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کا ایک رسالہ جو اذکار و ادعیہ پر مشتمل ہے اور مکتبہ حکیم سیفی، بیڈن روڈ لاہور کی جانب سے طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے حضرت عروة الوثقی قدس سرہ خود اس رسالہ کے متعلق فرماتے ہیں: "اس فقیر نے اذکار و ادعیہ ماثورہ موقتہ و غیر موقتہ اور ان میں سے بعض کے فضائل کے بارے میں ایک رسالہ احادیث کی معتبر کتابوں سے لکھا ہے اس کی نقل بھجوانی جاتی ہے، آپ مطالعہ فرمائیں اور اس میں جس قدر کر سکیں عمل میں لائیں، رسالہ کافی بڑا ہے، فارسی زبان میں بہت سے فوائد پر مشتمل ہے اگر تمام رسالہ مطالعہ فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ (رسالہ ہذا) قرب کے سراپدوں کے سرا کا ایک خزانہ ہے، بارگاہِ قدس کی منازل تک پہنچانے والا ایک سمندر ہے، کوئی غوطہ خور چاہے جو اس کی گہرائی سے جو اہر نفیسہ نکالے اور کوئی تیراک چاہے جو اس میں تیر کر مطلوب شہرت تک پہنچ جائے، حق سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی فارسی عبارات کو اردو میں ترجمہ کر کے مکمل رسالہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے (مؤلف)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ

اٰجْمَعِیْنَ، اِنَّا بَعْدُ بِہٖ رَسَالَةٍ اِیْکَ مَقَابِدِہٖ اَوْرِجِہٖ فِصَلُوں پَرِ مَشْتَمَلِہٖ۔

مقدمہ ۱۸۸: ذکر اور طاعات و عبادات کو شریعتِ متورہ کے مطابق ادا کرنے پر ترغیب دینے اور فضائلِ ذکر کی احادیث کے بیان میں ہے۔ فصل اول، ذکر کے درجات اور درجہ کی فضیلت کے بیان میں۔ فصل دوم، بعض موقتہ اذکار و ادعیہ اور ان کے آداب کے بیان میں۔ فصل سوم، نماز کے آداب اور دعاؤں کے بیان میں۔

۱۸۹: مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوبات۔

فصل چہارم، جماعت و جمعہ کے فضائل میں — فصل پنجم، غیر موقتہ اذکار میں — فصل ششم، بعض ضروری مواعظ و نصح کے بیان میں۔

تو جان لے کہ جو احادیث (اس فقیر نے) اس رسالہ میں درج کی ہیں وہ کامل تلاش و کوشش کے بعد احادیث کی معتبر کتابوں مثل جامع الاصول، مشکوٰۃ، حصن حصین، غایۃ العمال، ترغیب و ترہیب، جمع الجوامع سے لی ہیں اور علمائے حدیث نے ان احادیث میں کلام نہیں کیا ہے اگر کسی جگہ میں کلام کیا ہے تو اس کو بھی بیان کر دیا ہے تاکہ کامل اعتماد کے لائق ہو جائے اور اس رسالہ کے اختصار کی غرض سے اکثر اذکار اور دعاؤں کے فضائل کو ترک کر دیا ہے اور دوسرے مجموعہ میں جو کما رسالہ سے الگ اور طویل ہے اعمال و اذکار کے فضائل کو تفصیل کے ساتھ لکھ دیا ہے اگر شوق ہو تو اس کی طرف رجوع کریں۔

مقدمہ | جانا چاہئے کہ اولادِ آدم کی پیدائش سے مقصود لوہا زم بندگی کا بجالانا اور ذلت و محتاجی اور عاجزی و نیستی کا اظہار کرنا ہے، ہستی و عزت، کبریائی و بے نیازی حضرت ربِّ معبود کے لئے خاص ہے، جو بندہ کہ اپنے آپ کو بندگی سے بے نیاز جانے اور اپنی عزت و کبریائی کا اثبات کرے وہ خدائی کا دعویٰ کرنے والا ہے، بندہ کا کام بندگی کرنا ہے، خداوندی اُس تعالیٰ شانہ کا کام ہے، بندہ سے جس قدر بندگی اور اس کے لوازم یعنی ذلت و عاجزی کا اظہار زیادہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کی عنایات و الطاف کا اور وہ اس کے حق میں اسی قدر زیادہ ہوگا۔ بندگی کی مانند عبادت سے چارہ نہیں رکھتا اور کسی شخص کو لوازم بندگی سے بے نیازی نہیں ہے اگرچہ بعض اہل سکر اس کے برخلاف حکم کرتے ہیں اور بندگی کے کمالات سے محروم رہتے ہیں السکارۃ معد و رونا [اہل سکر معد و روتے ہیں] کمال انبیاء کرام اور خاتم الانبیاء علیہ و علیہم الصلوٰت و البرکات کے لئے ہے اور احکام بندگی اور عاجزی و محتاجی کے لوازم ان حضرات میں سب سے زیادہ تھے، لیکن جانا چاہئے کہ تمہاری ناقص عقلیں کسی امر کو بندگی اور اظہارِ عجز خیال کریں اور اس تعالیٰ شانہ کے نزدیک ایسا نہ ہو، پس بندگی اس چیز کے ساتھ ہے جو کہ شارع (علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ماخوذ ہو اور نفس کو اس میں کوئی دخل نہ ہو، اور سخت ریاضتیں جو کہ شریعت منورہ کے موافق نہ ہو اور پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے طریقے کے خلاف ہوں وہ مقبول نہیں ہوتیں اور اُس ذاتِ قدس (تعالیٰ شانہ) کی طرف کوئی راستہ نہیں کھولتیں، اس سلطنتِ شریعت میں جو کہ نفس راہزن کی اتارگی کے مادہ کو کاٹتی اور اس کی انانیت کو بے بنیاد سے اٹھا ڈیتی ہے جب تو اچھی طرح غور کرے تو نفس پر سنت و شریعت کی متابعت سے زیادہ سخت و گراں کوئی چیز نہیں ہے اور کوئی ریاضت سنت پر عمل کرنے سے زیادہ افضل نہیں ہے

اس لئے فناء نفس اسی پر مربوط ہوتی۔ حضرت بائزید بطامی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ میں نے تیس سال مجاہد میں
کوشش کی ہے میں نے شریعت کی متابعت پر عمل کرنے سے زیادہ سخت کوئی عمل نہیں پایا۔ لوگوں نے عمر بن نجیب سے
پوچھا تصوف کیا ہے؟ انہوں نے کہا شریعت کے امر و نہی پر صبر کرنا (قائم رہنا)۔ قَالَ الشَّيْخُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي بَكْرٍ
قَدَسَ سِرُّهُ فِي مَعَارِجِ الْهَدَايَةِ فِي بَيَانِهِ قِيلَ إِنَّ الطَّرِيقَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى بَعْدَ دَانْفَاسِ الْخَلْقِ
إِنَّ تِلْكَ الطَّرِيقَ كُلَّهَا مُنْدَرِجَةٌ وَمُنْدَجَةٌ وَمُنْطَوِيَةٌ وَمُنْسَبِكَةٌ فِي دَائِرَةِ الشَّرِيعَةِ الْكُبْرَى
الْمَجْلَلَةِ بِالشَّرِيعَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ الْعُظْمَى. وَهَذِهِ الطَّرِيقُ بِالنِّسْبَةِ إِلَى أَرْكَانِ شَجَرَةِ الشَّرِيعَةِ
أَصُولُهَا وَفُرُوعُهَا وَعَرْوَقُهَا وَأَعْصَانُهَا وَأَوْرَاقُهَا وَأَزْهَارُهَا وَأَوَارِهُهَا وَلَا يُقَالُ هِيَ أَشْيَاءٌ سِوَاهَا
وَأُمُورٌ مُبَايِنَةٌ لَهَا. لَا وَالَّذِي بَرَأَ النَّسَمَةَ وَشَقَّ الْحَبَّةَ، مَا وَرَاءَ الْحِجَّةِ الْبَيْضَاءِ وَالشَّرِيعَةِ
الْحَقِيقِيَّةِ الْكُبْرَى الْإِبْنِيَّانِ الضَّلَالِ وَالْعَمَى وَبِأَبْدِ صِرَاطِ الْحَقِّ الْقَوِيمِ وَسَبِيلِ اللَّهِ
الْمُسْتَقِيمِ، الْأَسْبَلِ الشَّيْطَانِ الْمُبْعَدِ الرَّجِيمِ، وَالْمَطْرُودِ الْأَبْتَرِ الْعَقِيمِ، فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ، قَالَ
اللَّهُ تَعَالَى وَأَنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ.

توجان لے کہ عبادات میں سب سے بہتر اور طاعات میں سب سے اول خالق کائنات کی یاد ہے اور
بہت سی احادیث فضائل ذکر میں وارد ہوئی ہیں ان میں سے چند یہاں درج کی جاتی ہیں:-

(۱) يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ حَيْثُ مَا ذَكَرَنِي. فَإِنْ ذَكَرَنِي
فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأُ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأِ خَيْرٍ مِنْهُ. وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شَبْرًا
تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَإِنْ آتَانِي يَمِينِي آتَيْتُهُ هَرْدَلَةً.

— (۲) هَرَزْتُ لَيْلَةَ أُسْرِي بِي بَرَجِلٍ فِي مَغِيْبِ نُورِ الْعَرْشِ، قُلْتُ مَنْ هَذَا؟ مَلَكٌ؟
قِيلَ لَا قُلْتُ نَبِيٌّ؟ قِيلَ لَا قُلْتُ مَنْ هُوَ؟ قَالَ هَذَا رَجُلٌ كَانَ فِي الدُّنْيَا لِسَانَهُ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ
اللَّهِ وَقَلْبُهُ مَعْلَقًا بِالسَّجْدِ وَلَمْ يَسْتَبِ لَوِ الْدِينِ قَطُّ. — (۳) أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ،

وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ، وَأَرْفَعُهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ، وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ إِتْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ، وَخَيْرٌ لَكُمْ
مِنْ أَنْ تَلْقُوا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ. قَالَ أَبُو بَلِيٍّ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ ذَكَرْتُ اللَّهَ،
— (۴) إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ صِفَالَةً وَصِفَالَةُ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللَّهِ. وَمِنْ شَيْءٍ أَجْمَعٍ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ

مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ. قَالُوا وَلَا الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ لَا، وَلَوْ أَنْ يَضْرِبَ بِسَيْفِهِ حَتَّى يَنْقَطِعَ.

(۵) مَنْ عَجَزَ مِنْكُمْ مِنَ اللَّيْلِ أَنْ يُكَابِدَهُ، وَيَجْلِبَ بِأَمَالٍ أَنْ يَنْفِقَهُ، وَجِبْنَ مِنَ الْعَدُوِّ أَنْ يُجَاهِدَهُ فَلْيُكْتِرْ ذِكْرَ اللَّهِ - رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَالْبَزَّازُ وَاللَّفْظُ لَكَوْفِي سَنِدُهُ أَبُو يَحْيَى الْقَتَّابُ وَبَقِيَّةُ مُحْتَجِّهِمْ فِي الصَّحِيحِ، وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ طَرِيقِهِ أَيْضًا - (۶) مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ اللَّهَ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ اللَّهَ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ - (۷) الْكُتْرُ وَذِكْرُ اللَّهِ حَتَّى يَقُولُوا أَجْمَعُونَ - (۸) قَالَتْ أُمُّ أَنَسٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْصِنِي قَالَ الْفَجْرِيُّ الْمَعَاصِيَ فَإِنَّهَا أَفْضَلُ الْجِهَادِ فِي الْكُتْرَى مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ، فَإِنَّكَ لَا تَأْتِينَ اللَّهَ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ ذِكْرِهِ - (۹) لَيْسَ بِتَحْسُرٍ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا عَلَى سَاعَةٍ قَرَرَتْ بِهِمْ لَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ فِيهَا - (۱۰) مَا مِنْ قَوْمٍ اجْتَمَعُوا يَذْكُرُونَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُرِيدُونَ بِذَلِكَ إِلَّا وَجْهَهُ، إِلَّا نَادَاهُمْ مُنَادٍ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ أَنْ قَوْمُوا مَغْفُورًا لَكُمْ، قَدْ بَدَلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ - (۱۱) لِيَبْعَثَنَّ اللَّهُ أَقْوَامًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي وُجُوهِهِمُ التُّورُ عَلَى مَنَابِرِ اللُّؤْلُؤِ، يَغْبِطُهُمُ النَّاسُ لِيَسُوبُوا بِأَنْبِيَاءٍ وَلَا شُهَدَاءَ. قَالَ فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! صِفْهُمْ لَنَا نَعْرِفُهُمْ قَالَ هُمُ الْمُتَحَابُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ قَبَائِلِ شَتَّى مِنْ بِلَادٍ شَتَّى، يَجْتَمِعُونَ عَلَى ذِكْرِ اللَّهِ يَذْكُرُونَهُ - (۱۲) يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا اللَّهَ، جَاءَتْ الرَّاجِفَةُ تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ، جَاءَتْ الرَّاجِفَةُ تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ - (۱۳) الذِّكْرُ الَّذِي لَا يَسْمَعُهُ الْحَفِظَةُ يُزِيدُ عَلَى الذِّكْرِ الَّذِي يَسْمَعُهُ الْحَفِظَةُ سَبْعِينَ ضِعْفًا - (۱۴) اذْكُرُوا وَاللَّهُ خَامِلًا قَبِيلَ وَمَا ذِكْرُ الْخَامِلِ، قَالَ الذِّكْرُ الْخَفِيُّ - (۱۵) خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ وَخَيْرُ الرِّزْقِ مَا يَكْفِي - (۱۶) ذِكْرُ اللَّهِ خَالِيًا كَمُبَارَاةٍ إِلَى الْكُفَّارِ بَيْنَ الصُّفُوفِ خَالِيًا - (۱۷) لَأَنْ اذْكُرَ اللَّهُ تَعَالَى مَعَ قَوْمٍ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ إِلَى طُلُوعِ الشَّمْسِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَلَأَنْ اذْكُرَ اللَّهُ مَعَ قَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا - (۱۸) مَنْ أَطَاعَ اللَّهَ فَقَدْ ذَكَرَ اللَّهَ وَإِنْ قَلَّتْ صَلَاتُهُ وَصِيَامُهُ وَتِلَاوَتُهُ لِلْقُرْآنِ، وَمَنْ عَصَى اللَّهَ فَلَمْ يَذْكُرْهُ وَإِنْ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ وَصِيَامُهُ وَتِلَاوَتُهُ لِلْقُرْآنِ - (۱۹) إِنَّ ذِكْرَ اللَّهِ شِفَاءٌ وَإِنَّ ذِكْرَ النَّاسِ دَاءٌ - (۲۰) لَا تَكْتِرِ الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللَّهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي - (۲۱) يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى وَعَزَّ وَجَلَّ، أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِي يَوْمًا وَخَافَنِي

فِي مَقَامٍ — (۲۲) قَالَ مُوسَى يَا رَبِّ وَرِدْتُ أَنْ أَعْلَمَ مِنْ نَحْبٍ مِنْ عِبَادِكَ فَأَجِبْهُ. قَالَ إِذَا رَأَيْتَ عَبْدِي يُكْثِرُ ذِكْرِي فَأَنَا أَذِنْتُ لَهُ فِي ذَلِكَ وَأَنَا أُجِبُهُ. وَإِذَا رَأَيْتَ عَبْدِي لَا يَذْكُرُنِي فَأَنَا حَجَبْتُهُ، عَنْ ذَلِكَ وَأَنَا أَبْغِضُهُ — (۲۳) يَقُولُ مُوسَى يَا رَبِّ أَقْرَبُ أَنْتَ فَأَنَا جِئَكَ أَمْ بَعِيدٌ فَأَنَا دَيْكَ، فَإِنِّي أَحْسُ حُسْنَ صَوْتِكَ وَلَا أَرَاكَ، فَإِنِ أَنْتَ؟ فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَنَا خَلَقَكَ وَأَمَّا مَكَ وَعَنْ يَمِينِكَ وَشِمَالِكَ، يَا مُوسَى أَنَا جَلِيسُ عَبْدِي حِينَ يَذْكُرُنِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا دَعَانِي. — (۲۴) أَوْحَى اللَّهُ إِلَى مُوسَى أَنِ احْبُبْ أَنْ أَسْكُنَ مَعَكَ بَيْتَكَ. فَخَرَّ لِلَّهِ سَاجِدًا ثُمَّ قَالَ كَيْفَ تَسْكُنُ مَعِيَ فِي بَيْتِي؟ فَقَالَ يَا مُوسَى أَمَا عَلِمْتَ أَنِّي جَلِيسٌ مِنْ ذِكْرِنِي، وَحَيْثُ مَا التَمَسْتَنِي عَبْدِي وَجَدَنِي. رَوَاهُ ابْنُ شَاهِينَ فِي التَّرْغِيبِ فِي الذِّكْرِ عَنْ جَابِرٍ وَفِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَائِنِيُّ. قَالَ أَحْمَدُ لَا أَحَدَّثْتُ عَنْهُ أَبَدًا.

ذکر کے درجات اور ان درجات میں سے ہر ایک درجہ کے فضائل کے بیان میں۔
فصل اول | آپ جان لیں کہ حق سبحانہ کی یاد کے تین درجے ہیں:-

درجہ اول: اُس (سبحانہ و تعالیٰ) کی یاد ان کلمات کے ساتھ کرنا جو کہ شرع میں وارد ہیں، مثل کلمات تسبیح و تحمید، تہلیل و تکبیر، تمجید و استغفار اور ان کے علاوہ مناجات وغیرہ سے، اور ہر ایک کے فضائل بشمار میں جیسا کہ کتب احادیث میں تفصیل کے ساتھ درج ہیں اور ان میں سے کچھ کا بیان آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ، اکثر اہل اللہ نے زیادہ تر کلمہ تہلیل لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پر رغبت کی ہے اور اس کا نفع بہت دیکھا ہے اور اس کی تاثیر باطن کی طہارت میں بہت زیادہ سمجھی ہے، کہ یہ کلمہ مبارک طالب (حق) کو کشاں کشاں ماسول سے مطلوب تک پہنچاتا ہے اور بعض خوش نصیب طالب اس کلمہ طیبہ کے بکثرت کہنے سے اپنے اندر خاص فنائیت محسوس کرتے ہیں اور ہر سانس میں بہت دفعہ مرتے ہیں۔

دعے صدارت دریا تو میرم بدیں بے طاقتی نام تو گیرم

[میں تیری یاد میں ایک سانس میں سو بار مرتا ہوں، اس بے طاقتی کے باوجود تیرا نام لیتا ہوں]

کلمہ طیبہ کے فضائل میں احادیث:-

(۱) أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ — (۲) إِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَرَقَتْ

السَّمَوَاتِ حَتَّى تَقِفَ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ، فَيَقُولُ اسْكُنِي، فَتَقُولُ كَيْفَ اسْكُنُ وَلَمْ تَغْفِرْ لِقَائِي لِي.

فَيَقُولُ مَا أَجْرِيكَ عَلَى لِسَانِي إِلَّا وَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ، رَوَاهُ الدَّيْلَمِيُّ عَنْ أَنَسٍ — (۳) سَأَلَ
 مُوسَى رَبَّهُ حِينَ أَعْطَاهُ التَّوْرَةَ أَنْ يُعَلِّمَهُ دَعْوَةَ يَدْعُو بِهَا، فَأَمَرَهُ أَنْ يَدْعُو بِاللَّهِ إِلَّا اللَّهُ،
 فَقَالَ مُوسَى يَا رَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ يَدْعُو بِهَا، وَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَخُصَّنِي بِدَعْوَةٍ أَدْعُوكَ بِهَا. فَقَالَ
 اللَّهُ تَعَالَى يَا مُوسَى لَوْ أَنَّ السَّمَوَاتِ وَسَائِكُنَّهَا وَالْبِحَارُ وَمَا فِيهَا وَصُنُوفِي كَفَّتْ وَوَضِعَتْ
 لِآلِ اللَّهِ فِي كَفَّةٍ لَوَزَنْتَ لِآلِ اللَّهِ عَنِ أَبِي سَعِيدٍ — (۴) لِكُلِّ شَيْءٍ مِفْتَاحٌ وَ
 مِفْتَاحُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ — (۵) مَا مِنْ عَبْدٍ
 يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِائَةَ مَرَّةٍ إِلَّا بَعَثَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجْهَهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ
 وَلَمْ يَرْفَعْ لِأَحَدٍ يَوْمَئِذٍ عَمَلٌ أَفْضَلَ مِنْ عَمَلِهِ إِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ قَوْلِهِ أَوْ زَادَ عَلَيْهِ. رَوَاهُ أَبُو الشَّيْخِ
 وَالدَّيْلَمِيُّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ — (۶) مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَمَدَّهَا، هُدِيَ مِثْلَ لَبِّكَ أَرْبَعِ الْأَلْفِ
 ذَنْبٍ مِنَ الْكِبَائِرِ. رَوَاهُ ابْنُ الْبُخَّارِيِّ عَنْ نَعِيمٍ عَنْ أَنَسٍ — (۷) مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 فَخَلَّصَ دَخَلَ الْجَنَّةَ. قِيلَ وَمَا خَلَّصَهَا، قَالَ أَنْ تَجْرُ مِنْ قَحَّارِ اللَّهِ. رَوَاهُ الْحَكِيمُ عَنْ زَيْدِ بْنِ
 أَرْقَمٍ. وَرَوَى الْخَطِيبُ عَنْ أَنَسٍ أَنْ تَجْرُ عَنْ كُلِّ مَا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ — (۸) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 تَدْفَعُ عَنْ قَائِلِهَا تِسْعَةَ وَتِسْعِينَ بَابًا مِنَ الْبَلَاءِ أَدْنَاهُ اللَّهُمَّ. رَوَاهُ الدَّيْلَمِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ
 — (۹) لَا يَزَالُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَحْتَجُّبُ غَضَبَ الرَّبِّ عَنِ النَّاسِ مَا لَمْ يَبَالُوْا مَا ذَهَبَ
 مِنْ دِينِهِمْ، إِذَا صَلَحَتْ لَهُمْ دِينَهُمْ، فَإِذَا قَالُوا هَاقِيلَ لَهُمْ كَذَبْتُمْ لَسْتُمْ مِنْ أَهْلِهَا.
 رَوَاهُ ابْنُ الْبُخَّارِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ.

درجہ دوم: قرآن مجید کی تلاوت کے فضائل، اللہ سبحانہ کا ذکر اس کے کلام پڑھنے کے

ذریعہ اس تعالیٰ شانہ کو یاد کرنا ہے، اس یاد میں اس سبحانہ کے ساتھ کامل مصاحبت ہے، کلام اس تعالیٰ شانہ کی
 حقیقی ازلی صفت ہے کہ اس (تعالیٰ شانہ) نے اپنی کمال غایت بے انتہا سے اس عالم میں اس کو جلوہ گر بنایا ہے اور
 ظاہر ہے کہ صفت کو اپنے موصوف کے ساتھ کمال درجہ کا قرب و اتحاد ہے، پس سوچنا چاہئے کہ اس صفت کے ساتھ
 موصوف و متحقق ہونا کس قدر قرب کا ثمرہ دینے والا ہوگا۔

اندر سخن دوست نہاں خواہم گشت تا بر لب او بوسہ زخم چو نش بخواند

(میں دوست کے کلام میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تا کہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لبوں کو بوسہ دے لوں)

حدیث شریف میں آیا ہے :- (۱) اَلَا مَنِ اشْتَقَىٰ اِلَىٰ اللّٰهِ فَلَيْسَ مَعَ كَلَامِ اللّٰهِ — (۲)
 اَهْلُ الْقُرْآنِ اَهْلُ اللّٰهِ وَخَاصَّتُهُ — (۳) اَعْبُدُ النَّاسَ اَكْثَرَ فَهُمْ تِلَاوَةٌ لِلْقُرْآنِ —
 (۴) فَضَّلْتُ حَمَلَةَ الْقُرْآنِ عَلَى الَّذِينَ لَمْ يَحْمِلُوهُ كَفَضْلِ الْخَالِقِ عَلَى الْمَخْلُوقِ — (۵) اَكْرَمُ مَوَاحِمَةَ
 الْقُرْآنِ فَمَنْ اَكْرَمَهُمْ فَقَدْ اَكْرَمَ اللّٰهَ، اَلَا فَلَ تَنْقُصُوا حَمَلَةَ الْقُرْآنِ حُقُوقَهُمْ فَاَتَهُم مِّنَ اللّٰهِ
 بِمَكَانٍ، كَاذْحَمَلَةُ الْقُرْآنِ اَنْ تَكُوْنُوْا اَنْبِيَاءَ اِلَّا اَنْتَ لَا يُؤْمِنُ اِلَيْهِمْ رَوَاهُ الدَّيْلَمِيُّ — (۶) دَرَجَةُ
 الْجَنَّةِ عَلَى قَدْرِ اِي الْقُرْآنِ بِكُلِّ اِيَةٍ دَرَجَةٌ، فِتْلِكَ سِتَّةٌ اَلْفٌ وَمِائَتَا اِيَةٍ وَسِتَّةٌ عَشْرًا اِيَةً،
 بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ مِقْدَارُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ، فَيَنْتَقِي بِهٖ اِلَى اَعْلَى عِلِّيِّينَ، لَهَا سَبْعُونَ اَلْفَ
 رَكْعَةٍ، وَهِيَ يَاقُوْتَةٌ تُضِيْ بِمَسِيْرَةِ اَيَّامٍ وَّلِيَالِي — رَوَاهُ الدَّيْلَمِيُّ — (۷) اَلَا فَاقْتَرِ لِرَجُلٍ يَّقْرَأُ الْقُرْآنَ
 وَلَا غِنَى لَهٗ بَعْدَهٗ — (۸) حَمَلَةُ الْقُرْآنِ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ، فَمَنْ عَادَاهُمْ فَقَدْ عَادَى اللّٰهَ، وَمَنْ وَّالَاهُمْ
 فَقَدْ وَّالَى اللّٰهَ، رَوَاهُ ابْنُ خَرِيٍّ — (۹) اِذَا ارَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يُحَدِّثَ رَبَّهُ فَلْيَقْرَأْ الْقُرْآنَ —
 (۱۰) اَفْضَلُ الذِّكْرِ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ -

جاننا چاہئے کہ ذکر کو اس حدیث میں اگر ہم عام معنی میں لیں جو کہ غفلت کا دور ہوتا ہے اور لفظ ذکر جو کہ کلمہ طیبہ
 کی فضیلت والی حدیث میں مذکور ہو خاص متعارف معنی میں لیں جو کہ مخصوص کلمات کے ساتھ ذکر ہو گا تو جو تضاد
 (مکراؤ) کہ بظاہر دو حدیثوں کے درمیان آتا ہے رفع ہو جاتا ہے اور نیز اگر افضل بعض اشخاص کے متعلق انفع ہونے
 کے اعتبار سے کہا جائے تب بھی تضاد (مکراؤ) رفع ہو جاتا ہے کیونکہ بعض اشخاص کے لئے کلمہ طیبہ کا تکرار انفع ہے او
 بعض کے لئے قرآن مجید کی تلاوت (انفع ہے)۔

درجہ سوم :- نماز کی فضیلت میں (کہ یہ) ان دونوں درجوں کی جامع ہے، یہ نماز کی ادائیگی کے ساتھ
 جو کہ تلاوت قرآن مجید پر مشتمل ہے اور نیز دوسرے اذکار مثل تکبیرات و تسبیحات و شہادتین و تہلیل اور سبیدانام
 (حضرت محمد مصطفیٰ علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف پڑھنا اور دعا جو کہ عظم عبارت ہے اور خشوع و
 آداب و اظہار لوازم بندگی جو کہ انسان کی پیدائش کا مقصود اصلی ہے اس کے علاوہ ہیں، اور سجدہ پر مشتمل ہے جو کہ قرب کا
 سب سے بڑا مقام ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے :- (۱) اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ سَاجِدٌ
 — (۲) السَّاجِدُ يَسْجُدُ عَلَى قَدَمِي اللّٰهِ فَلْيَرْحَبْ وَلْيَسْأَلْ — (۳) اِذَا سَجَدَ الْعَبْدُ
 ظَهَرَ سَجُودُهُ تَحْتَ جَبْهَتِهِ اِلَى سَبْعِ اَرْضِيْنَ — اور نماز کعبہ معظمہ کی طرف جو کہ طور اصل کا محل ہے

نمازی کی توجہ پر مشتمل ہے اور نماز ہو و لعب کو جو کہ حرام کر دیئے گئے ہیں حرام کرنے والی ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی
عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ۔ اور نماز مفطرات ثلاثہ (کھانا، پینا اور جماع) سے رکنے پر مشتمل ہے، اور نماز اللہ تعالیٰ کیلئے
مسلمانوں کے اجتماع کا جو کہ برکات کا ثمرہ دینے والا ہے ذریعہ ہے یَدُ اللّٰهِ عَلٰی الْجَمَاعَةِ۔ نماز نجاستوں اور حدیثوں
پاکی کا سبب ہے، بیت اللہ تعالیٰ کی طرف چلنے کا ذریعہ ہے، قرآن مجید نمازیں اور ہی شان رکھتا ہے اور اس
موقع کے اذکار دوسرا ہی نتیجہ رکھتے ہیں، اس مقام کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے اور اس مجموعہ کے خشوع و
آداب ہدایت کے بہت زیادہ قریب ہیں، اس مقام کے قیام و قعود بیشمار برکات و قربات (ثواب) کا ثمرہ دینے
والے ہیں اور اس معرکہ کے رکوع و سجود مشاہدہ و شہود سے بہتر ہیں مختصر یہ کہ اعمال کثیرہ متبرکہ کو جمع کر کے ایک عمل
بنادیا گیا ہے اور بیشمار نیکیوں کو معجون مرکب کر کے ایک نیکی سے موسوم کر دیا گیا ہے اور اسی جامعیت کے باعث نماز کو
افضل اعمال میں سے قرار دیا گیا ہے، اس ذرہ حقیر کی کیا طاقت کہ نماز کے کمالات بیان کرے، البتہ اس قدر جانتا
کہ جو قرب (الہی) اس نماز کے ادا کرنے کے وقت ہوتا ہے اس (نماز) کے باہر شان و نادر ہی ظاہر ہوتا ہے نماز ہی ہے
جو کہ اُس بے نشان (ذاتِ حق سبحانہ) کا کچھ نشان رکھتی ہے، کامل نماز اس کی ادائیگی کے وقت گویا عالم ذیوی سے
جو کہ ظہوراتِ ظلیہ کے وارد ہوتے کا مقام ہے باہر نکل جاتا ہے اور عالمِ اخروی میں جو کہ ظہورِ اصل کا محل ہے
داخل ہو جاتا ہے اور اس معاملہ سے کچھ حصہ پالیتا ہے، اس لئے اس (نماز) کو حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
مومن کی معراج قرار دیا ہے کیونکہ معراج کی رات میں آنسو و علیہ الصلوٰۃ والسلام دینا سے الگ ہو کر آخرت سے جا ملے تھے
اور جو قرب کہ قربِ آخرت کے مناسب ہے حاصل کر لیا تھا، اس قرب کا نشان اس عالم (دنیا) میں نماز میں نشانی
رکھتا ہے اور حیرت و ہجران کی وادی کے شیفتگان کو اس فرحت بخشے والی خوشخبری کے ساتھ تسکین و آرام بخشی ہے
تاکہ اس کی حقیقت کی طرف دوڑیں اور مطلوب کو اس سے تلاش کریں اسی لئے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے
اَرِحْنِي يَا بِلَالُ اور نیز فرمایا ہے قُرَّةٌ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ۔ اب (یہ فقیر) چند احادیث فضائل نماز میں لکھتا ہے۔

احادیث فضائل نماز: — اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلَاةِ فَتَحَّتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَانِ

وَكُشِفَتْ لَهٗ الْحُجُبُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ رَبِّهٖ، وَاسْتَقْبَلَتْهُ الْحُورُ الْعَيْنُ مَا لَمْ يَتَمَحَّطْ — (۲) اِنَّ الْمُصَلِّيَّ

لَيَقْرَعَنَّ بَابَ الْمَلِكِ، وَاِنَّهُ مِّنْ يُّدْمُ قَرَعَ الْبَابِ يُوْثِقُكَ اَنْ يُفْتَحَ لَهٗ — (۳) مَن حَافِظَ عَلٰی

الصَّلَاةِ كَانَتْ لَهٗ نُورًا وَّبُرْهَانًا وَّنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَهٗ نُورًا وَّلَا بُرْهَانًا

وَّلَا نَجَاةً وَّكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ — (۴) مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ

فَيَسْبِغُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُومُ فِي صَلَاتِهِ فَيَعْلَمُ مَا يَقُولُ إِلَّا غَسَلَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ مِنَ الْخَطَايَا
 لَيْسَ عَلَيْهِ ذَنْبٌ — (۵) الصَّلَاةُ تُسْوِدُ وَجْهَ الشَّيْطَانِ وَالصِّدْقُ يَكْسِرُ ظَهْرَهُ وَالتَّحَابُّ فِي
 اللَّهِ وَالتَّوَدُّدُ فِي الْعَمَلِ يَقْطَعُ دَائِرَةَ. فَإِذَا فَعَلْتُمْ ذَلِكَ تَبَاعَدَ مِنْكُمْ مَطْلِعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا.
 — (۶) إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ عَاقِبَةً نَظَرَ إِلَى أَهْلِ الْمَسَاجِدِ فَصَرَفَ عَنْهُمْ — (۷) إِذَا دَخَلَ
 الْعَبْدُ فِي صَلَاتِهِ أَقْبَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ، فَلَا يَنْصَرِفُ عَنْهُ حَتَّى يَنْقَلِبَ أَوْ يُجِدَّثَ حَدِيثَ سُوءٍ،
 — (۸) إِنَّ الصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ وَالذِّكْرَ يُضْعِفُ النَّفْقَةَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ سَبْعَ مِائَةٍ ضَعْفٍ.
 — (۹) إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا قَامَ بِصَلَاتِهِ، أُنِي بِدُؤُوبِهِ كُلِّهَا فَوَضَعَتْ عَلَى رَأْسِهِ وَعَانِقِهِ فَكَلَّمَ رُكْعًا
 وَسَجْدًا تَسَاقَطَ عَنْهُ — (۱۰) مَا مِنْ حَالَةٍ تَكُونُ عَلَيْهَا الْعَبْدُ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى مِنْ أَنْ يَرَاهُ
 سَاجِدًا يُعْفِرُ وَجْهَهُ فِي التُّرَابِ — (۱۱) الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ كَمَثَلِ نَهْرٍ عَذِبٍ عَلَى بَابِ
 أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ فَمَا يَبْقَى مِنْ ذَلِكَ مِنَ الدَّنَسِ — (۱۲) الْمَلَائِكَةُ
 تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَاةِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ مَا لَمْ يُجِدْ تُؤْتِيكُمْ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ
 اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ — (۱۳) إِذَا تَطَهَّرَ الرَّجُلُ ثُمَّ مَرَّ إِلَى الْمَسْجِدِ يَرْعَى الصَّلَاةَ، كُتِبَ لَهُ بِكُلِّ
 خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا إِلَى الْمَسْجِدِ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَالْقَاعِ يُرْعَى كَالْقَانِتِ، وَيُكْتَبُ مِنَ الْمُصَلِّينَ
 مِنْ حَيْثُ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْهِ — (۱۴) إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَاحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ
 خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ، لَمْ يَرْفَعْ قَدَمَهُ الْيَمْنَى إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ حَسَنَةً، وَلَمْ يَضَعْ قَدَمَهُ
 الْيَسْرَى إِلَّا حَطَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهُ سَيِّئَةً، فَيَقْرُبُ أَوْ يَبْعَدُ. فَإِنْ أَتَى الْمَسْجِدَ فَصَلَّى فِي جَمَاعَةٍ
 غُفِرَ لَهُ، وَإِنْ أَتَى الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلَّوْا وَبَقِيَ بَعْضُ صَلَاتِكَ بَعْضُ صَلَاتِكَ، كَانَ كَذَاكَ، فَإِذَا
 أَتَى الْمَسْجِدَ وَكُلُّ صَلَاةٍ أَتَمَّ الصَّلَاةَ كَانَ كَذَاكَ — (۱۵) لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلَاةٍ مَا دَامَ
 فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ — (۱۶) أَمَّا الْوُضُوءُ فَإِنَّكَ إِذَا تَوَضَّأْتَ وَغَسَلْتَ كَفْيَكَ بِمَاءٍ
 خَرَجَتْ خَطَايَاكَ مِنْ بَيْنِ أَظْفَارِكَ وَأَنَامِكَ مَضْمُضَتْ وَاسْتَنْشَقْتَ مِنْخَرِكَ وَغَسَلْتَ
 وَجْهَكَ وَيَدَيْكَ إِلَى الْمَرْفَقَيْنِ وَمَسَحْتَ رَأْسَكَ وَغَسَلْتَ رِجْلَيْكَ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، اغْتَسَلْتَ مِنْ
 عَامَّةِ خَطَايَاكَ، فَإِنْ وَضَعْتَ أُنْتَ وَجْهَكَ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ خَرَجَتْ مِنْ خَطَايَاكَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْكَ
 أُمُّكَ — (۱۷) أَبْشِرُوا، هَذَا رُكْبَتُكُمْ فَتَمَّ بَابًا مِنْ أَبْوَابِ السَّمَاءِ مَبَاهِي بِكُمْ الْمَلَائِكَةُ، يَقُولُ

انظروا الى عبادي قد قضاوا فریضة وهم ينتظرون اخرى — (۱۸) من توضأ فاسبغ
الوضوء وغسل يديه ووجهه ومسح على رأسه وأذنيه وغسل رجله، ثم قام إلى الصلوة
المفروضة غفر الله له في ذلك اليوم ما مشى إليه رجلاً وقبضت عليه يده وسمعت إليه
أذناه ونظرت إليه عيناؤه وحدثت به نفسه من سوء — (۱۹) إذا توضأ العبد فأحسن
الوضوء، ثم قام إلى الصلوة فاتم ركوعها وسجودها والقرأة فيها، قالت حفظك الله كما
حفظتني، ثم صعد بها إلى السماء ولها ضوء ونور وفتحت له أبواب السماء، وإذا لم يحسن العبد
الوضوء ولم يتم الركوع والسجود والقرأة فيها، قالت ضيعك الله كما ضيعتني ثم صعد بها
إلى السماء وعليها ظلمة وغلقت أبواب السماء، ثم تلف كما تلف الثوب الخلق ثم يضرب
بها وجه صاحبها — (۲۰) نوراً يثمان ربكم فتح باباً من السماء فأرى مجلسكم ملائكته
يباهي بكم وانتم تترقبون — (۲۱) الصلوة المكتوبة إلى الصلوة التي قبلها كفارة لما بينهما،
والجمعة إلى الجمعة التي قبلها كفارة لما بينهما، والشهر إلى الشهر كفارة لما بينهما إلا من ثلث
الإشراك بالله، وترك السنة ونكث الصفة، قيل يا رسول الله أما الإشراك بالله فقد عرفناه
فما نكث الصفة وترك السنة؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أما نكث الصفة فأد
تبايع رجلاً يمينك ثم تخالف إليه فتقاتله بسيفك وأما ترك السنة فأخرج من الجماعة —
(۲۲) قرآن في صلوة خير من القرآن في غير صلوة، وقرآن في غير الصلوة خير مما
سواه من الذكر والذكر خير من الصدقة، والصدقة خير من الصيام، والصيام جنة من النار
ولا قول إلا بعمل ولا قول ولا عمل إلا بينة، ولا قول ولا عمل ولا بينة إلا بتبائع السنة
روى هذا الحديث أبو نصر بن النجدي في الإبانة وقال غريب المتن والإسناد —
(۲۳) من استمع حرفاً من كتاب الله طاهر الكتب له عشر حسنات وهيبت عنه عشر
سيئات ورفع له عشر درجات، ومن قرأ حرفاً من كتاب الله في صلوة قاعد الكتب له
خمسون حسنة وهيبت عنه خمسون سيئة ورفع له خمسون درجة، ومن قرأ حرفاً من
كتاب الله قائماً في صلوة كتب له مائة حسنة وهيبت عنه مائة سيئة ورفع له مائة
درجة ومن قرأ فحمة كتب الله له دعوة مجابة.

فصل :- ذکر کے ان تین درجوں میں سے ہر ایک کے لئے ایک وقت اور موسم ہے کہ وہ اس موسم میں اس کے علاوہ دوسرے موسم سے زیادہ خوبی رکھتا اور زیادہ فائدہ مند ہے، سالک جب تک مدارج قرب کو طے کرنے کے درپے ہے کلمہ طیبہ اس کے حال سے زیادہ مناسب ہے اور وصول کے بعد تلاوتِ قرآن مجید و نماز مختلف اوقات کے مطابق زیادہ مناسب ہے۔ ابتدا میں فرائض و سنن مؤکدہ کے بعد جو ذکر کہ کامل و مکمل پیر سے اخذ کیا ہے اس کے علاوہ اور کسی چیز کی اجازت نہیں دی جاتی ہے، درمیانی حالات میں دوسری عبادت کی بھی بعض اوقات میں اجازت دیتا ہے، لیکن زیادہ اہتمام کلمہ طیبہ کا رکھنا چاہئے اور انتہی وقت کا محکوم نہیں ہے بلکہ وہ وقت پر حاکم ہے، اس کا معاملہ جبراً پس اس کو چاہئے کہ اوقات کو ذکر میں مشغول رکھے خواہ ذکر قلبی ہو یا لسانی، ذکر قلبی اگرچہ دائمی ہو جائے اور ملکہ حاصل ہو جائے ذکر لسانی کو ترک نہ کرے اور ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کرے، خلوتوں میں کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے تکرار کے ساتھ پھر حضورِ دل کے ساتھ بسر کرے۔ حضرت قطب المحققین و ارث المسلمین ہمارے حضرت عالی (مجدد الفانی) قدس اللہ سرہ بعض دوستوں کو اس کلمہ مبارکہ کے دن رات میں پانچ ہزار بار تک تکرار کا امر فرماتے تھے۔

فصل دوم | صبح و شام، نیند و بیداری کی موقتہ دعاؤں کے بیان میں :-

(۱) دعا صبح: أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمَلِكُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ - اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ

خَيْرَ هَذَا الْيَوْمِ فَتَحَهُ وَنَصَرَهُ وَتَوَدَّ وَبَرَكَتَهُ وَهُدَاهُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيهِ وَمِنْ شَرِّ مَا قَبْلَهُ وَشَرِّ مَا بَعْدَهُ — (۲) دعا صبح و شام: اللَّهُمَّ إِنَّا أَصْبَحْنَا نَشْهَدُكَ وَنَشْهَدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ

وَمَلَائِكَتَكَ وَجَمِيعَ خَلْقِكَ أَنْتَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، وَأَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ

— (۳) دیگر دعا صبح و شام: اللَّهُمَّ مَا أَصْبَحَ بِي مِنْ نِعْمَةٍ أَوْ بِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ، فَمِنْكَ وَحْدَكَ

لَا شَرِيكَ لَكَ فَكَالْحَمْدِ وَلَكَ الشُّكْرُ لِيَكُنْ شَامَكَ وَقْتَ مَا أَصْبَحَ وَأَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ كِي بَجَائِ

مَا أَمْسَى، وَأَمْسَيْنَا وَأَمْسَى بِرُحْمِي. جو کوئی صبح کے وقت دعا پڑھ کرے گا اس دن کا کامل شکر بحال لے گا۔

— (۴) ایضاً دعا صبح و شام: بِسْمِ اللَّهِ ذِي الشَّانِ عَظِيمِ الْبُرْهَانِ، شَدِيدِ السُّلْطَانِ، مَا شَاءَ اللَّهُ

كَانَ، أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ — (۵) ایضاً صبح و شام: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ تِسْعِينَ مَرَّةً - اور تِسْعِينَ

سُبْحَانَ اللَّهِ، تِسْعِينَ مَرَّةً الْحَمْدُ لِلَّهِ، تِسْعِينَ مَرَّةً لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، تِسْعِينَ مَرَّةً اللَّهُ أَكْبَرُ، اور دس مرتبہ درود شریف،

دس مرتبہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ پڑھے اور نیز سورہ اخلاص و معوذتین پڑھے اور ایک روایت میں تین تین مرتبہ

پڑھنا آیا ہے — (۶) صبح و شام: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يَجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا قَاجِرٌ

مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَبَرَاءَ وَذَرَاءَ — (۷) صبح و شام کے وقت پڑھے: يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ

أَسْتَعِيْثُ، أَصِلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ وَلَا تَكِلْنِيْ إِلَى نَفْسِيْ طَرَفَةً عَيْنٍ — (۸) صبح و شام پڑھے:

اللَّهُمَّ أَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَأَنْتَ تَهْدِيْنِيْ وَأَنْتَ تُطْعِمُنِيْ وَأَنْتَ تَسْقِيْنِيْ وَأَنْتَ تُمِيتُنِيْ وَأَنْتَ

تُحْيِيْنِيْ — (۹) تین بار پڑھے: اللَّهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ بَدَنِيْ اللَّهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ سَمْعِيْ، اللَّهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ

بَصَرِيْ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ — (۱۰) صبح و شام سید الاستغفار پڑھے: اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّيْ لَا إِلَهَ

إِلَّا أَنْتَ، خَلَقْتَنِيْ وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا

صَنَعْتَ، أَعُوْذُ بِكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَعُوْذُ بِكَ بِذَنْبِيْ، فَاعْفُرْ لِيْ فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ.

— (۱۱) تین بار صبح و شام، خواہ نماز کے تہجد میں پڑھے یا نماز کے باہر پڑھے یکساں ہے لیکن اگر نماز میں پڑھے تو

بہتر ہے: رَضِيْتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا — (۱۲) سات مرتبہ: حَسْبِيَ اللَّهُ

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ — (۱۳) صبح و شام تین بار: أَعُوْذُ

بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ — (۱۴) صبح و شام تین مرتبہ: بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي

لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ. وَفِي الْحَدِيثِ: مَنْ قَالَ:

حِينَ يُمَسِّي، بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَمْ تُصِبْهُ

فَجَاءَةٌ بَلَاءٌ حَتَّى يُصْبِحَ وَمَنْ قَالَهَا حِينَ يُصْبِحُ لَمْ تُصِبْهُ فَجَاءَةٌ بَلَاءٌ حَتَّى يُمَسِّي. اور روایت میں ہے

مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُولُ فِي صَبَاحٍ كُلِّ يَوْمٍ وَمَسَاءٍ كُلِّ لَيْلَةٍ: بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ

ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَا يَضُرُّهُ شَيْءٌ — (۱۵) صبح و شام ایک مرتبہ آیتہ الکرسی اور یہ آیات شریفہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ حَمْدٌ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ

التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْيَدِ الْمَصِيرُ فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَ

حِينَ تُصْبِحُونَ، وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ، يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ

الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَلِكَ تُخْرَجُونَ هَ قُلِ ادْعُوا اللَّهَ

أَوْ ادْعُوا الرَّحْمَنَ، أَيَّامًا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى، وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَوَاتِكَ وَالْأَتْفَافِ بِهَا وَابْتَغِينَ

ذَلِكَ سَبِيلًا وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ

مِّنَ الدُّنْيَا وَكَبْرَةٌ تَكْبِيرًا، وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ،

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ، إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا۔ فی الحدیث
من قرأ فی صبح و مساء قُلْ اَدْعُوا اللَّهَ الْاِیْتِه لَمْ یَمِیت قلبه ذلک الله و لا فی نلک اللیلۃ۔ رواه الدیلمی
عن ابن ابی موسیٰ۔ اور تین تین بار یہ استعاذہ پڑھے: اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
اور یہ آیات ہے اللہ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ، هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ، هُوَ اللَّهُ
الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، الْمَلِکُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ، الْمُؤْمِنُ الْمُهْتَمِیْمِ، الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ، سُبْحٰنَ اللَّهِ
عَمَّا یُشْرَکُوْنَ، هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ، لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی، یَسْبِغُ لَهَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ اور نیز صبح و شام پڑھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔

— (۱۶) صبح و شام پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی دِیْنِیْ وَدُنْیَایْ وَآهْلِیْ وَ
مَالِیْ۔ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَامِنْ رَوْعَاتِنَا۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَیْ وَوَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ یَمَیْنِیْ
وَعَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ قُوْفِیْ وَاعُوذُ بِعَظَمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ۔ قَالَ وَكَيْعٌ یَعْنِی الْخَسْفَ —
(۱۷) بوقت صبح پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی نَفْسِیْ وَآهْلِیْ وَمَالِیْ۔ فِی الْحَدِیْثِ فَاِنَّ لَا یَذْهَبُ لَكَ شَیْءٌ —

— (۱۸) جو شخص شام کے وقت پڑھے صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی نُوْحٍ وَعَلِیْهِ السَّلَامُ اس رات میں اس کو بچھو، یہی
کاٹے گا۔ (۱۹) جس شخص نے صبح کے وقت سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِہ ہزار بار پڑھا اس نے اپنے نفس کو
حق تعالیٰ سے خرید لیا۔ (۲۰) صبح کے وقت یہ دعا پڑھے: رَبِّیْ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْہِ تَوَكَّلْتُ
وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، فَاِشَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَفَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَكُنْ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ
الْعَظِیْمِ، اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا، اَعُوذُ بِاللّٰهِ الَّذِیْ
یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ اَنْ تَقْعَ عَلٰی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہِ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اَخِذُ بِنَاصِیَتِہَا۔ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی
صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ، — (۲۱) صبح کے وقت: اَللّٰهُمَّ اَصْبَحْتَ مِنْكَ فِی نِعْمَةٍ وَعَافِیَةٍ فَاتَمَّ عَلَیَّ

نِعْمَتُكَ وَعَافِیَتُكَ وَسِتْرُكَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ — (۲۲) ہر روز چیس بار اور ایک روایت کے مطابق
تائیس بار پڑھے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ — (۲۳) ہر روز سو بار پڑھے:
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِیْكَ لَہُ — (۲۴) ہر روز سو بار پڑھے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِکُ
الْحَقُّ الْمُبِیْنُ۔ مَنْ قَالَهَا مِائَةً مَّرَّةً كَانَ اَمَانًا مِنَ الْفَقْرِ وَاسْتَاْمِنَ الْوَحْشَةَ وَاسْتَجَلَبَ الْغِنَاءَ
وَاسْتَقْرَعَ بَابَ الْجَنَّةِ — (۲۵) ہر روز پڑھے سُبْحَانَ الْقَائِمِ الدَّائِمِ، سُبْحَانَ الْحَقِّ الْقَيُّوْمِ،

سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَجَمْدِهِ، سُبُّهُ وَقُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ
سُبْحَانَ الْعَلِيِّ الْأَعْلَى، سُبْحَانَكَ وَتَعَالَى مَنْ قَالَهَا كُلَّ يَوْمٍ مَرَّةً لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَرَى مَكَانَهُ مِنَ الْجَنَّةِ
اَوْ يَرَى لَهُ — (۲۶) صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَى آدَمَ هِر روز پڑھے —

سونے اور جاگنے کے وقت کی دعائیں :- جب سونا چاہے تو با وضو ہو اور اپنے بستر (بچھونے)

کونین بار کپڑے سے صاف کرے (۱) اور سورہ فاتحہ، آیتہ الکرسی اور امن الرسول تا آخر سورہ اور چاروں قُلْ
اور قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ وِليٌّ مِّنَ الدُّنْيَا
وَ كَبْرَةٌ تَكْبِيرًا. شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقَائِمُ بِالْقِسْطِ، لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ، وَأَنَا أَشْهَدُ بِمَا شَهِدَ اللَّهُ وَأَسْتَوِدِعُ اللَّهَ هَذِهِ الشَّهَادَةَ وَ هِيَ عِنْدَ اللَّهِ وَ دِيْعَةٌ پڑھے۔

— (۲) تینیس بار سُبْحَانَ اللَّهِ تینیس بار الْحَمْدُ لِلَّهِ اور چونتیس بار اللَّهُ أَكْبَرُ پڑھے — (۳)

دس مرتبہ لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ اور تین بار اسْتَغْفِرُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ
إِلَيْهِ. اور ایک مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ پڑھے۔

— (۴) اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو جمع کرے اور سورہ اخلاص و معوذتین پڑھے کر ان پر دم کرے

اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے تمام جسم پر جہاں تک ہو سکے پھیرے، سر اور چہرے سے شروع کرے، تین مرتبہ
اسی طرح کرے، اور جب سونے لگے تو دائیں کروٹ پر لیٹے اور دایاں ہاتھ دائیں رخسارے کے نیچے رکھے اس بعد
پڑھے (۵) بِسْمِ اللَّهِ وَضَعْتُ جَنِي، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي وَاحْسَأْ شَيْطَانِي وَفَكَ رِهَانِي وَ

ثَقُلْ مِيزَانِي وَاجْعَلْنِي فِي النَّدِيِّ الْأَعْلَى اور یہ دعا پڑھے — (۶) اللَّهُمَّ إِنِّي بِاسْمِكَ

أَمُوتُ وَ أَحْيِي — (۷) تین بار اللَّهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ اور یہ دعا پڑھے

— (۸) اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَ رَبَّ الْأَرْضِ وَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ رَبَّنَا وَ رَبَّ

كُلِّ شَيْءٍ، فَالِقَ الْحَبِّ وَ النَّوَى، مُنْزِلَ التَّوْرَةِ وَ الْإِنْجِيلِ وَ الْفُرْقَانِ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ

أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، اللَّهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ

وَ أَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَ أَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ اقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ

وَ اغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ — اور نیز پڑھے (۹) اللَّهُمَّ أَسَلْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ، وَ وَجَّهْتُ وَ جِهَتِي

إِلَيْكَ، وَانْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنجَا
مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، أَمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ. اس دعا کو اپنے کلام کا آخر بنائے۔

بیدار ہونے وقت کی دعا: جب آنکھ نیند سے بیدار ہو جائے یہ کلمہ کہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَخَدَاهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ
وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ. اس کے بعد کہے اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، یا کوئی
دوسری دعا کرے مقبول ہوتی ہے، پھر اگر وضو کرے اور نماز ادا کرے تو اس کی نماز مقبول ہو جاتی ہے اور اگر کسی
مکروہ چیز کو خواب میں دیکھے تو پھر اپنے بائیں جانب تین بار تھو کے اور کہے: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ وَمِنْ
شَرِّهِ اور کسی شخص سے نہ کہے، اس کو ہرگز ضرر نہیں پہنچائے گا اور دوسری روایت میں ہے کہ اپنا پہلو (کروٹ) بدل لے
اور ایک روایت میں ہے کہ اٹھ کھڑا ہو اور نماز میں مشغول ہو جائے، اور اگر خواب میں ڈرے یا کوئی وحشت (گھبراہٹ)
پائے یا نیند نہ آئے تو یہ کہے أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَ مِنْ
هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَجْعَلَ رُؤْيَايَ مِنْ شَرِّ رُؤْيَا رَجُلٍ مَرُورٍ۔ مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کلمات مذکورہ کو
اپنے عاقل (یعنی بڑے) بیٹوں کو تلقین کرتے تھے اور کاغذ پر لکھ کر اپنے چھوٹے بیٹوں کے ہاتھتے تھے۔

اور نیز خواب میں ڈرنے اور گھبرانے کے لئے أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يَمُوجُ زُهْنٌ بِرُؤْيَا فَا جَرُّ
مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ فِيهَا، وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَعَتْ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا،
وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالطَّارِقِ يَأْتِي بِخَيْرٍ يَا رَحْمَنُ۔ برائے
بے خوابی: اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَظَلَّتْ رَبَّ الْأَرْضِينَ وَمَا أَقَلَّتْ رَبَّ الشَّيَاطِينِ
وَمَا أَصَلَّتْ كُنُوزِي جَارِئًا مِنْ شَرِّ خَلْقِكَ أَجْمَعِينَ أَنْ يَفْرَطَ عَلَيَّ أَحَدٌ مِنْهُمْ أَوْ أَنْ يَطْعَنِي عَزَّ جَارِكُ
وَتَبَارَكَ اسْمُكَ۔ اور نیز اللَّهُمَّ غَارَتِ النُّجُومُ وَهَدَّ عَتِ الْعَيُونُ وَأَنْتَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ الَّذِي لَا تَأْخُذُهُ
سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ اهْدِي لَيْلِي وَأَنْعَمْ عَيْنِي۔ بیداری کے وقت پڑھے: الْحَمْدُ لِلَّهِ
الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا مَاتْنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ۔

فصل سوم نماز کے آداب اور دعاؤں کے بیان میں: جب نماز تہجد کے لئے کھڑا ہو تو یہ پڑھے
اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيُّومُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ
الْحَمْدُ أَنْتَ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ

فِيهِمْ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاءُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ وَ مُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اللَّهُمَّ لَكَ اسْمَتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْكَ اَنْبَتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَ اِلَيْكَ حَاكَمْتُ، اَنْتَ رَبُّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ، فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، اَنْتَ الْمَقْدِمُ وَ اَنْتَ الْمُوَخَّرُ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ، اور اگر رات میں آنکھ کھل جائے اور چہ ہے کہ پھر اسی بچھونے پر نیند آجائے تو چاہئے کہ اس بچھونے کو اپنے کپڑے کے کونے سے تین بار جھاڑے اس کے بعد اپنا پہلو اُس پر رکھے اور کہے: اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنِيْبِي وَبِكَ اَرْفَعُهُ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا وَ اِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا مَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ۔

بیت الخلاء کے آداب میں: جیسا کہ کتاب میں ہے اچھی طرح بجالائے اور جب بیت الخلاء کے اندر جائے تو بسم اللہ کہے اور یہ کہے اللَّهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ اور جب باہر نکلے تو کہے غُفْرَانَكَ اور نیز کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَذْهَبَ عَنِّي الْاَذَى وَعَاقَانِي۔

وضو پوری طرح کرے اور بلا ضرورت دنیاوی بات اُس کے درمیان میں نہ کہے اور ابتداء بسم اللہ الْعِظِيْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى دِيْنِ الْاِسْلَامِ سے کرے اور پڑھے اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَ وَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَ بَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ۔ اور جب پاؤں دھوئے تو کہے اللَّهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِيْ يَوْمَ تَنْزِلُ الْاَقْدَامُ۔ اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد آسمان کی جانب نظر کرے اور کہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ۔ اور نیز کہے اللَّهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَ اجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

نماز تہجد۔ اس کی کم سے کم تعداد چار رکعت اور اس کی اکثر تعداد بارہ رکعت ہیں، اگر وتر اول شب میں ادا کئے ہیں ورنہ (نماز تہجد) دس رکعت اور تین رکعت وتر ہیں کہ ان کا مجموعہ تیرہ رکعت ہوتا ہے اور تہجد کی نماز میں جس قدر طول قرار ت کرے اور قرآن زیادہ پڑھے زیادہ ہے، استغفار کو اس وقت ترک نہ کرے اور تضرع و زاری کو اس وقت میں غنیمت جانے۔ کئی قدس سرہ نے کہا ہے اِنَّ لِلّٰهِ رِيْحًا تُسَمِّي الصَّبِيْحَةَ فَحُرٌّ وَ نَتْرٌ عِنْدَ الْعَرْشِ تَهْبُّ عِنْدَ الْاَسْحَارِ تَحْمِلُ الْاٰنِيْنَ وَ اِلِىَّ اسْتَغْفَارًا اِلَى عِنْدِ الْمَلِكِ الْجَبَّارِ۔

نماز تہجد و قیام اللیل کی بہت فضیلت آئی ہے، حدیث شریف میں ہے: — (۱) أَحَبُّ

الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوُدَ وَ أَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَ

يَقُومُ ثَلَاثَةً وَيَنَامُ سُدَّسَةً وَيَصُومُ يَوْمًا وَيُفِطِرُ يَوْمًا — (۲) اَتَانِي جِبْرِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ عَشْرٌ مَاشَتْ فَاِنَّكَ مَيِّتٌ وَاجِبٌ مِنْ شِدَّتِ فَاِنَّكَ مُفَارِقٌ، وَاعْمَلْ مَا شِدَّتْ فَاِنَّكَ فَجْرِي بِي، وَاعْلَمَنَّ شَرَفَ الْمُؤْمِنِ قِيَامَهُ بِاللَّيْلِ وَعِزَّةَهُ اسْتِغْنَاءَهُ مِنَ النَّاسِ — (۳) كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ حَتَّى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ، فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اَتَصْنَعُ هَذَا وَقَدْ جَاءَكَ أَنْ قَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَفَلَا أكونُ عَبْدًا شَكُورًا — (۴) أَفْضَلُ اللَّيْلِ جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرِ ثُمَّ الصَّلَاةُ مَقْبُولَةٌ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ الصَّلَاةُ إِلَى طُلُوعِ الشَّمْسِ ثُمَّ الصَّلَاةُ مَقْبُولَةٌ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ الصَّلَاةُ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ؟ قَالَ مَثْنِي مَثْنِي، قِيلَ كَيْفَ صَلَاةُ النَّهَارِ؟ قَالَ أَرْبَعًا أَرْبَعًا. وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً كَتَبَ اللَّهُ لَهُ قَيْرَاطًا مِثْلَ أَحَدٍ. وَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا قَامَ يَتَوَضَّأُ فغَسَلَ كَفَيْهِ خَرَجَتْ ذُنُوبُهُ مِنْ كَفَيْهِ، ثُمَّ إِذَا مَضَى خَرَجَتْ ذُنُوبُهُ مِنْ فَيْهِ، وَإِذَا اسْتَنْشَقَ خَرَجَتْ ذُنُوبُهُ مِنْ خِيَاشِيمِهِ، ثُمَّ إِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتْ ذُنُوبُهُ مِنْ وَجْهِهِ وَسَمْعِهِ وَبَصَرِهِ، ثُمَّ إِذَا غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ خَرَجَتْ ذُنُوبُهُ مِنْ ذِرَاعَيْهِ، ثُمَّ إِذَا مَسَحَ بِرَأْسِهِ خَرَجَتْ ذُنُوبُهُ مِنْ رَأْسِهِ، ثُمَّ إِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ ذُنُوبُهُ مِنْ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وُلِدَتْهُ أُمُّهُ — (۵) تَوَرَّيْتُ مِنْ لَهَا سَوَاحِي: لَقَدْ أَعَدَّ اللَّهُ لِلَّذِينَ تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ مَا لَمْ تَرَعِينَ وَلَا تَسْمَعُ أذَنًا وَلَا يَحِطُّ عَلَى قَلْبٍ بَشَرٌ وَلَا يَعْلَمُ مَلَكٌ مُقْرَبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ وَفَحْنُ نَفْرُهَا، فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أَخْفَى لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ — (۶) لَأَحْسَدُ الْآفِي اثْنَيْنِ، رَجُلٍ أَتَاهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آتَاءَ اللَّيْلِ وَآتَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٍ أَتَاهُ اللَّهُ مَا لَا فَهُوَ يَنْفِقُ آتَاءَ اللَّيْلِ وَآتَاءَ النَّهَارِ — (۷) يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يُبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرِ، يَقُولُ مَنْ يَدْعُونِي نَسْتَجِيبُ لَهُ، مَنْ يَسْأَلُنِي فَأَعْطِيَهُ، مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَاغْفِرُ لَهُ. — (۸) ثَلَاثَةٌ يُصْحِكُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ: الرَّجُلُ إِذَا قَامَ بِاللَّيْلِ يُصَلِّي، وَالْقَوْمُ إِذَا صَفُّوا فِي الصَّلَاةِ وَالْقَوْمُ إِذَا صَفُّوا فِي قِتَالِ الْعَدُوِّ.

رات میں قرآن پڑھنے کی فضیلت: مَنْ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ فِي لَيْلَةٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنْ

الْغَافِلِينَ، وَمَنْ قَرَأَ مِائَةَ آيَةٍ لَمْ يُكْتَبْ لَهُ قَتُولٌ لَيْلَةٍ، وَمَنْ قَرَأَ مِائَتِي آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَائِمِينَ، وَمَنْ

قرء أربع مائة آية كتبت من العابدین، ومن قرء خمس مائة آية كتبت من الحافظین، ومن قرء
ست مائة آية كتبت من الخاشعین، ومن قرء ثمان مائة آية كتبت من المحبتین، ومن قرء ألف
آية أصبح له قنطاراً والقنطار ألف ومائتا أوقية، والأوقية خير مما بين السماء والأرض
أو قال خير مما طلعت عليه الشمس، ومن قرء ألفي آية كان من الموجبین. قال الحافظ
من قراءة سورة تبارك الذي إلى آخر القرآن ألف آية.

مسجد میں نماز ادا کرنے کی فضیلت: صلوة فی مسجدی تعدل بعشرة الآب
صلوة، و صلوة فی المسجد الحرام تعدل بمائة ألف صلوة، و الصلوة بأرض الرباط تعدل
بألفي صلوة، و أكثر من ذلك كليلة الرکتان یصلیهما العبد فی جوف الليل لا یرید بهما إلا
ما عند الله. صبح کی سنت فجر گھر میں ادا کرے اور گھر کو اس نور کے ساتھ منور کرے، پہلی رکعت میں سورہ الکفرون
اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص (قل ہوا شہاد) پڑھے، سنت سے فراغت کے بعد بیٹھ کر تین بار پڑھے:
اللَّهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ وَ مُحَمَّدٍ وَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعُوذُ بِكَ
مِنَ النَّارِ مسجد کی جانب سکون و وقار کے ساتھ جائے اور اضطراب ظاہر نہ کرے اور دل میں ہسیت رکھے کہ ایک
نہایت عظیم شان والے قہار کے حضور میں جا رہا ہوں اور شوق و امید کے ساتھ جائے کہ وہ وہاب، رحیم، وود
اور کریم ہے۔ گھر سے نکلنے وقت پڑھے: بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ، اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ نَزِلَّ
أَوْ نُظِلَّ أَوْ نُظْلَمَ أَوْ نُظَلَّمَ أَوْ نُجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا. اور نیز پڑھے اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَ
فِي بَصَرِي نُورًا وَ فِي سَمْعِي نُورًا وَ عَنِّي نُورًا وَ عَن شَيْءٍ أَلِي نُورًا وَ خَلْفِي نُورًا. اور یہ کلمات کہتا ہوا روانہ
موجائے سبحان الله العظيم استغفر الله و أتوب اليه۔ اور جب مسجد میں داخل ہو تو کہے بِسْمِ اللَّهِ
وَ السَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَ افْتَحْ لِي
أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ. اور نیز کہے اللَّهُمَّ افْتَحْ لَنَا أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَسَهِّلْ لَنَا أَبْوَابَ رِزْقِكَ. اور جب مسجد سے
نکلے تو (یہ) پڑھے: بِسْمِ اللَّهِ وَ السَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، اللَّهُمَّ
اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ.

نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک ذکر میں مشغول رہے اور جب آفتاب نکل آئے تو دو رکعت یا چار رکعت پڑھے

اور آفتاب نکلنے سے اس کے واپس لوٹنے تک (یعنی زوال سے پہلے تک) بارہ رکعت سنوں میں بمقدور تو فقیہ ہوا اگر

(۱) قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ فِي مُصَلَاةٍ وَحِينَ يَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى يُسَبِّحَ رُكْعَتِي الضُّحَى لَا يَقُولُ إِلَّا خَيْرًا غُفِرَتْ لَهُ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ أَكْثَرَ مِنْ زَيْدِ الْبَحْرِ — (۲) مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الْفَجْرِ وَقَعَدَ يَذْكُرُ اللَّهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ — (۳) رُكْعَتَانِ مِنَ الضُّحَى تَعْدِلَانِ عِنْدَ اللَّهِ بِحُجَّةٍ وَعُمْرَةٍ مُتَقَبَّلَتَيْنِ —

(۴) إِنَّ فِي الْإِنْسَانِ سِتِّينَ وَثَلَاثَ مِائَةٍ مَفْصِلٍ، فَعَلَيْكَ أَنْ يَتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مَفْصِلٍ صَدَقَةٌ الْخُيَاةُ فِي الْمَسْجِدِ تَذْفِرُهَا، وَالشَّيْءُ تُنَجِّبُ عَنِ الطَّرِيقِ. فَإِنْ لَمْ تَقْدِرْ رُكْعَتَا الضُّحَى فَجُرِّي عَنكَ — (۵) إِنْ صَلَّيْتَ الضُّحَى رُكْعَتَيْنِ لَمْ تُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ، وَإِنْ صَلَّيْتَهَا أَرْبَعًا

كُتِبَتْ مِنَ الْمُحْسِنِينَ، وَإِنْ صَلَّيْتَهَا عَشْرًا لَمْ يُكْتَبْ لَكَ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ ذَنْبٌ وَإِنْ صَلَّيْتَهَا اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رُكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَكَ بِنْتًا فِي الْجَنَّةِ — (۶) يُكْتَبُ لِلرَّجُلِ فِي رُكْعَتِي الضُّحَى أَلْفُ

أَحْسَنَةٍ — (۷) لَأَنَّ أَذْكَرَ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ إِلَى طُلُوعِ الشَّمْسِ أَحَبُّ إِلَيَّ

فَمَا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَلَا أَنْ أَذْكَرَ اللَّهِ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتِقَ ثَمَانِيَةَ مِائَةٍ وَوَلِدًا إِسْمَاعِيلَ دِيَةً كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا. اور سنتِ ظہر کے علاوہ چار رکعت

فے زوالِ ادا کرے اور ظہر کے فرض کے بعد دو رکعت سنتِ مؤکدہ کے علاوہ دو یا چار رکعت وقت کے مقتصد کے مطابق ادا کرے اور جہاں تک ہو سکے سنتِ عصر کو ترک نہ کرے، مغرب کی سنتِ مؤکدہ کے بعد چار رکعت یا چھ رکعت اور اس میں طولِ قرات کے ساتھ ادا کرے (تو بہت اچھا ہے، عشا کی سنتِ مؤکدہ کے علاوہ دو رکعت یا چار رکعت فرض کے بعد اور چار رکعت فرض سے پہلے ادا کرے، اور رات کو سورہ لیس، خم، دفان، واقعہ، قیمہ اور نماز عشا کے بعد سونے سے پہلے الہ مسجدہ اور تبارک الملک پڑھے، دن کے شروع میں سورہ لیس پڑھے۔

نماز کو آداب و خشوع کے ساتھ طریقہ مستونہ سے ادا کرے، نماز کے آداب جو کہ کتبِ فقہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں ان میں سے بعض تین و تبرک کے طور پر اس امید کے ساتھ اس جگہ درج کئے جاتے ہیں کہ ان کی برکت سے ان آداب کے کمال تک پہنچے — تکبیر تحریمیہ کہتے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے قبلہ کی جانب کر کے انگوٹھوں کو کانوں کی نو ذم حصہ تک پہنچائے اور ان دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے وقت تمام ماسوی اللہ کو اپنے پس پشت کر دے اور سب سے یکسو ہو جائے اور توجہ کو ذوالجلال والاکرام (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ کی طرف درست کرے، وحدانی التوجہ ہو کر ہاتھوں کو نیچے لانے کے وقت اس تعالیٰ شانہ کی بزرگی و کبریائی کا اثبات کرے اور

اللہ اکبر کہے اور اس سبحانہ و تعالیٰ کے ماسوا سے کبریائی کی نفی کرے اور اس مقصد میں پوری پوری کوشش ملحوظ رکھے، تاکہ اس کا حال کے مخالف نہ ہو کہ (زبان سے) اس جل شانہ کی کبریائی کا اثبات کرے اور اس کے دل میں اس (سبحانہ و تعالیٰ) کے غیر کی کبریائی ہو، **آلایۃ الدین الخالص**۔ لوگوں نے ابو عمر حاجی رحمہ اللہ سے پوچھا **مَا لَكَ تَتَغَيَّرُ عِنْدَ التَّكْبِيرِ الْأُولَى فِي الْفَرَايِضِ**، فقال **لِي أَنِّي أَفْتَحُ فِرْيَضِي بِخِلَافِ الصَّدْرِ فَمَنْ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَفِي قَلْبِهِ شَيْءٌ الْكَبْرِمَنهُ أَوْ قَدْ كَبَّرَ شَيْئًا سِوَاهُ عَلَى مُرُورِ الْأَوْقَاتِ فَقَدْ كَذَّبَ نَفْسَهُ عَلَى لِسَانِهِ** اور جان لے کہ وہ سبحانہ اس سے بزرگ تر ہے کہ میری یہ عبادت اس کی بارگاہ مقدس کے لائق ہو اور اس بارگاہ میں نیچے ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھ لے اور اگر نوافل (نماز) میں ہو تو طولِ قرات میں جس قدر کوشش کرے بہتر ہے اور قرآن میں قدرِ مستون پر کتفا کرے اور اگر امام ہو تو مقتدیوں کی رعایت کرے اور جب تک قیام میں رہے نظر سجدہ کی جگہ پر رکھے **ضَمَّ بَصْرَكَ بِمَوْضِعِ سُجُودِكَ**۔ اور رکوع میں نظر کو پاؤں کی پشت پر رکھے اور کھٹسوں کو دونوں ہاتھوں میں مضبوط پکڑے اور ہاتھوں کی انگلیاں کھلی رکھے اور پیٹھ کو ہموار (سیدھا) رکھے اور سر کو پشت کے ساتھ برابر کرے، رکوع و سجدہ میں کم سے کم تیس بار ہے اگر سات بار یا نو بار زیادہ کرے تو بہتر ہے خاص طور پر طولِ قیام و قرات میں طولِ رکوع و سجدہ ہونا چاہئے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، **أَعْطُوا كُلَّ سُورَةٍ حَقَّهَا مِنَ الرَّكْعَةِ وَالسُّجُودِ** اور اگر امام ہو تو تین یا چار تسیح سے زیادہ نہ کہے اور **سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ إِلَى آخِرِهِ** کے علاوہ نماز شروع کرنے کی ماثورہ دعائیں اور اسی طرح تسیحات کے علاوہ رکوع و سجدہ کی دعائیں اور قنوت و جلسہ کی دعائیں جو کہ کتبِ احادیث میں مذکور ہیں اگر تہجد نوافل میں پڑھے تو مستحسن ہے **عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ وَفِي رِوَايَةٍ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ وَجَّهْتُ وَجْهِي لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَقَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَسُكُوتِي وَهَيَايَ وَهَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَكَ أُمِّرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ. اللَّهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذُنُوبِي، فَاعْفُرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِينِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ، وَأَصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا، لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ، وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ، أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ، وَإِذَا رَكَعَ قَالَ اللَّهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ أَمِنْتُ وَلَكَ اسْتَمْتُّ، خَشَعْتُ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَفِي وَعَظْمِي وَعَصَبِي، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَالَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، مِلَأَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَ**

مَا بَيْنَهُمَا وَمِلًا مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ. وَإِذَا سَجَدَ قَالَ، اللَّهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَكَانَ
 أَسْمَتُ، سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، تَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ. ثُمَّ
 يَكُونُ مِنْ آخِرِ مَا يَقُولُ بَيْنَ التَّشَهُدِ وَالتَّسْلِيمِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا
 مَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ إِلَّا إِلَهُكَ أَنْتَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
 وَفِي رِوَايَةِ الشَّافِعِيِّ وَالشَّرِّ لَيْسَ إِلَيْكَ وَالْمُهْدِيُّ مِنْ هَدَيْتِ، أَنَا بِكَ وَالْبَيْتُ لَا مَنَاجِمُكَ وَلَا
 مَلْجَأَ إِلَّا إِلَيْكَ تَبَارَكْتَ. اور رکوع میں یہ دعا بھی ماثور ہے: رَكَعَ لَكَ سَوَادِي وَخِيَالِي وَأَمَّنَ بِكَ
 فَوَادِي، أَبُوءُ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ هَذِهِ يَدَايُ وَمَا جَنَيْتُ عَلَى نَفْسِي. اور رکوع و سجود میں سُبُّوحٌ
 قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ. اور ایضاً سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي۔
 اور سجدہ میں اللَّهُمَّ سَجَدَ لَكَ سَوَادِي وَخِيَالِي وَبِكَ آمَنَ فَوَادِي، أَبُوءُ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَهَذَا مَا
 جَنَيْتُ عَلَى نَفْسِي يَا عَظِيمُ يَا عَظِيمُ اغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ الْعَظِيمَةَ إِلَّا الرَّبُّ الْعَظِيمُ
 اور نيز اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ
 لَا أَحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ۔ اور نيز سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ، سُبْحَانَ
 ذِي الْعِزَّةِ وَالْجَبْرُوتِ، سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ، أَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَأَعُوذُ بِرِضَاكَ
 مِنْ سَخَطِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ جَلَّ وَجْهَكَ۔ اور نيز رَبِّ اعْطِنِي نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكَّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ
 زَكَّهَا، أَنْتَ وَلِيهَا وَمَوْلَاهَا۔ اور نيز اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ
 اور نيز اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي فِي قَلْبِي نُورًا وَاجْعَلْنِي فِي سَمْعِي نُورًا وَاجْعَلْ فِي بَصِيرِي نُورًا وَاجْعَلْ أَمَامِي نُورًا
 وَاجْعَلْ خَلْفِي نُورًا وَاجْعَلْ مِنْ تَحْتِي نُورًا وَاجْعَلْ لِي نُورًا وَأَعْظِمْ لِي نُورًا۔ اور سجدہ تلاوت میں پڑھے
 سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَتَوَكَّلْتُ بِهِ، اور ایک روایت میں اس کا کئی دفعہ
 پڑھنا آیا ہے۔ اور نيز تَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔ اور نيز اللَّهُمَّ الْكُتُبُ لِي عِنْدَكَ بِهَا أَجْرٌ وَأَوْضَعُ
 عَنِّي بِهَا نُورًا، وَاجْعَلْهَا لِي عِنْدَكَ ذُخْرًا وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ۔ جلسہ کی دعا:
 اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي۔ قوم میں سیدھا کھڑا ہو اس طرح پر کہ تمام ہڈیاں اپنی اپنی جگہ پر
 آجائیں اور جب سجدہ میں جائے (تو) ہر اس عضو کو جو کہ زمین سے زیادہ نزدیک ہے پہلے زمین پر رکھے، پہلے گھٹنے رکھے
 اس کے بعد دونوں ہاتھ پھر ناک اس کے بعد پیشانی، اور سجدہ سے اٹھتے وقت اس کے برخلاف کرے، پہلے پیشانی کو

یسری مرتبہ میں آواز کو بلند کرے اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص نماز فجر جماعت کے ساتھ ادا کرے اور اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھا رہے اور اول سورہ انعام کی یہ تین آیتیں پڑھے: **أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَإِبْرَاهِيمَ يُعَدُّ لُونَ. هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلَهُ وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهُ ثُمَّ أَنْتُمْ تَمْتَرُونَ. وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَيَعْلَمُ تَكَلُّبُونَ.** حق تعالیٰ اس کے لئے ستر فرشتوں کو مقرر فرماتا ہے کہ وہ روز قیامت تک اللہ تعالیٰ عزوجل کی تسبیح کریں اور اس شخص کی مغفرت طلب کریں۔ اور نماز فجر کے بعد پڑھے **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ إِلَهًا وَاحِدًا أَحَدًا لَا يَتَّخِذُ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا وَأُولَٰئِكَ كَفُورًا أَحَدٌ.** اور نماز فجر کے بعد پڑھے **سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ خَلْقِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ رِضَىٰ نَفْسِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ زِينَةَ عَرْشِهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ مِثْلَ ذَلِكَ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِثْلَ ذَلِكَ.** اور نماز فجر کے بعد پڑھے **حَسْبِيَ اللَّهُ لِيَدِينِي حَسْبِيَ اللَّهُ لِمَا أَهَمَّنِي حَسْبِيَ اللَّهُ لِمَنْ بَغَىٰ عَلَيَّ حَسْبِيَ اللَّهُ لِمَنْ حَسَدَنِي حَسْبِيَ اللَّهُ لِمَنْ كَادَنِي بِالسُّوءِ حَسْبِيَ اللَّهُ عِنْدَ الْمَوْتِ حَسْبِيَ اللَّهُ عِنْدَ الْمَسْأَلَةِ فِي الْقَبْرِ حَسْبِيَ اللَّهُ عِنْدَ الْمِيزَانِ حَسْبِيَ اللَّهُ عِنْدَ الصِّرَاطِ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَالْيَاسِنُ يُب.** اور تیرتین بار پڑھے **سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** حدیث شریف میں ہے پیغمبر خدا علیؑ علی الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص سے فرمایا کہ جب تو نماز فجر ادا کرے اس کے بعد ان کلمات مذکورہ کو تین بار پڑھے خدا تعالیٰ تجھ کو چار آفتوں جزا، جنون، نابینا ہونے اور قالج سے عافیت میں رکھے گا اور نماز فجر و عصر کے بعد تین بار پڑھے: **أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ** اور ہر فرض نماز کے بعد آیتہ الکرسی پڑھے اور تینتیس بار **سُبْحَانَ اللَّهِ** اور تینتیس بار **أَلْحَمْدُ لِلَّهِ** اور تینتیس یا چونتیس بار علی اختلاف الروایۃ **اللَّهُ أَكْبَرُ** اور ایک بار **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ** (پڑھے) اور جب بازار میں آئے اس کلمہ کو اس طرح پڑھے **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ** اور ہر فرض نماز کے بعد تین بار **أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ** پڑھے، اور اگر کلمہ **أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ** کو ستر بار پڑھے تو بہتر ہے اور دس بار یا گیارہ بار سورہ اخلاص اور ایک بار معوذتین پڑھے۔ اور **اللَّهُمَّ اجْزِنِي مِنَ النَّارِ وَأَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ وَزَوِّجْنِي مِنَ الْحُورِ الْعِينِ** اور **نِزِيلُ اللَّهِ أَعْتَىٰ عَلَىٰ ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ** اور **نِزِيلُ اللَّهِ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ**

مِنَ الظَّالِمِينَ۔ اور نیتیں بار سبحان ربك رب العزّة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين (پڑھے)۔ اور نماز حضور دل کے ساتھ ادا کرے۔ حدیث شریف میں ہے: ان أحدكم إذا قام إلى الصلوة فإنه يناجى ربه، فليعلم أحدكم بما يناجى ربه، فليتنظر ما يناجيه به۔ اور نماز کی اطاعت کرے اور نماز کی اطاعت فحش و منکر امور کے ترک کرنے میں ہے کیونکہ نماز منکر و فحش امور سے روکتی ہے، ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر۔ قال رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم لا صلوة لمن لا يطيع الصلوة وطاعته، ان تنهى عن الفحشاء والمنكر۔ اور نیز فرمایا من صلى صلوة فلم تأمره بمعروف ولم تنهه عن الفحشاء والمنكر لم يزد بها من الله إلا بعدا۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے: ليس كل مصلٍ يصلي، إنما تقبل الصلوة ممن تواضع لعظمتي وكف شهواتي عن محاربي ولم يصبر على معصيتي وأطعم الجائع وكسا العريان ورحم المصاب واولى الغريب كل ذلك لي۔ چاہئے کہ نماز ادا کرنے کی حالت میں اپنے پہلوؤں کو نہ ہلائے۔ حدیث شریف میں ہے: إذا قام أحدكم في صلوة فليسكن باطرافه ولا يميل كما يميل اليهود، فإن سكون الأطراف في الصلوة من تمام الصلوة۔ جب نماز کے لئے کھڑا ہونا چاہے تو اپنے منہ کو خوب پاکیزہ کر لے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: ليس شيء أشد على الملك من ريح الفم، ما قام العبد إلى الصلوة قط إلا التعمق فاه ملك، ولا يخرج من فيأية إلا أدخل في في الملك۔ پختہ ارادہ کر لے کہ نماز جماعت کے بغیر ادا نہ ہو اور ہر حال میں جماعت میں شامل ہو مگر اس ضرورت کی وجہ سے جس میں شریعت نے اجازت دی ہے۔

فصل چہام | جمعہ و جماعت کے فضائل اور صف اول اور مسجد کی فضیلت کے بیان میں

آپ جان لیں کہ جماعت کی فضیلت میں احادیث بہت زیادہ وارد ہوئی ہیں ان میں سے چند

- درج کی جاتی ہیں: — (۱) صلوة الجماعة تفضل على صلوة الفرد بسبع وعشرين درجة۔
 — (۲) الصلوة في جماعة تعدل خمسا وعشرين صلوة، فإذا أصلاها في فلاة فأنتم ركوعها وسجودها بلغت خمسين صلوة — (۳) فضل صلوة الجماعة على صلوة الرجل وحده خمس وعشرون درجة، وفضل صلوة التطوع في البيت على فعلها في المسجد كفضل الجماعة على المنفرد — (۴) من مشى إلى صلوة مكتوبة في الجماعة فهي كحجة ومن مشى إلى صلوة تطوع في كعسرة نافلة — (۵) المساء ون إلى المساجد في الظلم أولئك الخواص

فِي رَحْمَةِ اللَّهِ — (٦) إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَيُضِيئُ لِلَّذِينَ يَتَخَلَّلُونَ إِلَى الْمَسَاجِدِ فِي الظُّلَمِ
 بِنُورِ سَاطِعِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ — (٧) إِنَّ عِنْدَ اللَّهِ الْعُدَّةَ وَالرَّوَّاحَ إِلَى الْمَسْجِدِ أَفْضَلُ مِنْ الْجِهَادِ
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ — (٨) يَدُ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ — (٩) الْجَمَاعَةُ رَحْمَةٌ وَالْفِرْقَةُ عَذَابٌ.
 — (١٠) إِنَّ اللَّهَ لَيَعْجَبُ مِنَ الصَّلَاةِ فِي الْجَمْعِ — (١١) إِنَّ اللَّهَ لَيَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ
 إِذَا صَلَّى فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ سَأَلَ حَاجَتَهُ أَنْ يَنْصَرِفَ حَتَّى يَقْضِيَهَا — (١٢) الصَّلَاةُ فِي بَيْتِهِ
 بِصَلَاةٍ وَصَلَاةٍ فِي مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ مِثْلُ عِشْرِينَ صَلَاةً وَصَلَاةً فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يَجْمَعُ
 فِيهِ مِثْلُ مِائَةِ صَلَاةٍ وَصَلَاةً فِي الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى مِثْلُ أَلْفِ صَلَاةٍ وَصَلَاةً فِي مَسْجِدِي
 هَذَا مِثْلُ مِائَةِ صَلَاةٍ وَصَلَاةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مِثْلُ أَلْفِ صَلَاةٍ — (١٣) إِنْ هَاتَيْنِ
 الصَّلَاتَيْنِ يَعْزِي الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ أَثْقَلُ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ وَلَوْ يَعْلَمُونَ فَضْلَ مَا فِيهِمَا لَاتَوَهَّمَا
 وَلَوْ جَبَّوْا عَلَيْكُمْ بِالصَّفِّ الْمَقْدَمِ فَإِنَّهُ عَلَى مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ وَلَوْ تَعْلَمُونَ فَضْلَهُ لَا تَبْتَدِرُ رُؤُوسُهُ
 وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ أَزْكَى مِنْ صَلَاتِهِ وَحْدَهُ، وَصَلَاةُ مَعَ الرَّجُلَيْنِ أَزْكَى مِنْ صَلَاتِهِ مَعَ
 الرَّجُلِ، وَمَا كَانَ أَكْثَرَهُمْ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ — (١٤) مَنْ تَوَصَّافًا حَسَنًا وَضَوْءًا ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ
 النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا، أَعْطَاهُ اللَّهُ مِثْلَ أَجْرٍ مِنْ صَلَاتِهِمْ وَأَحْضَرَهَا لِيَنْقُصَ ذَلِكَ مِنْ أَجْرِهِمْ شَيْئًا.
 — (١٥) مَنْ صَلَّى لِلَّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا فِي جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيرَةَ الْأُولَى، كُتِبَ لَهُ بَرَاءَتَانِ، بَرَاءَةٌ
 مِنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِنَ النِّفَاقِ — (١٦) مَنْ لَمْ يَفِئْتَهُ الرَّكْعَةُ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا،
 كُتِبَ اللَّهُ بَرَاءَةً يَتَبَّنِ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِنَ النِّفَاقِ — (١٧) يَاعْتَمَانُ بْنُ مَطْعُونٍ مَنْ
 صَلَّى صَلَاةَ الْفَجْرِ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ جَلَسَ يَذْكُرُ اللَّهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ كَانَ لَهُ فِي الْفِرْدَوْسِ سَبْعُونَ
 دَرَجَةً، بَعْدَ مَا يَبْنِي كُلَّ دَرَجَتَيْنِ كَحَضْرَةِ الْفَرَسِ الْجَوَادِ الْمُضَمَّرِ سَبْعِينَ سَنَةً، وَمَنْ صَلَّى صَلَاةَ الظُّهْرِ
 فِي جَمَاعَةٍ كَانَ لَهُ فِي جَنَّتِ عَدْنٍ خَمْسُونَ دَرَجَةً بَعْدَ مَا يَبْنِي كُلَّ دَرَجَتَيْنِ كَحَضْرَةِ الْفَرَسِ الْمُضَمَّرِ
 خَمْسِينَ سَنَةً، وَمَنْ صَلَّى صَلَاةَ الْعَصْرِ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ لَهُ كَأَجْرِ ثَمَانِيَةِ مَنْ وَوَلِدِ إِسْمَاعِيلَ كُلَّهُمْ رَبُّ
 بَيْتِ يُعْقِبُهُمْ، وَمَنْ صَلَّى صَلَاةَ الْمَغْرِبِ فِي جَمَاعَةٍ فِيهِ حَجَّةٌ مُبْرُورَةٌ وَعُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ، وَمَنْ صَلَّى
 صَلَاةَ الْعِشَاءِ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ لِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ — (١٨) لَأَنَّ أَصْلَى الصُّبْحِ فِي جَمَاعَةٍ أَحَبُّ
 إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَصْلَى لَيْلَةً، وَلَأَنَّ أَصْلَى الْعِشَاءِ فِي جَمَاعَةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصْلَى نِصْفَ لَيْلَةٍ —

- (۱۹) — إِنَّ مَنْ حَافِظَ عَلَى هَوْلِ الْمَكْتُوباتِ الْخَمْسِ فِي جَمَاعَةٍ، كَانَ أَوَّلَ مَنْ يَجُوزُ عَلَى الصِّرَاطِ
كَالْبَرْقِ اللَّامِعِ وَحَشْرَةَ اللَّهِ فِي أَوَّلِ زُهْرَةٍ مِنَ السَّابِقِينَ وَكَانَ لَهُ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَكَيْلَةٍ حَافِظٌ
عَلَيْهِمْ كَأَجْرِ الْفِ شَهِيدٍ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ — (۲۰) مَا مِنْ أَحَدٍ يَغْدُو وَيَرُدُّ إِلَى الْمَسْجِدِ
وَيُؤْتِرُهُ عَلَى سِوَاهِ الْأَوَّلِ عِنْدَ اللَّهِ نَزَلَ يُعِدُّهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا وَرَأَحَ مَا لَوْ زَارَهُ مَنْ يُحِبُّ
زِيَارَتَهُ لَاجْتِهَادِهِ فِي كَرَامَتِهِ — (۲۱) لَا يَتَوَصَّأُ أَحَدٌكُمْ بِمُحْسِنٍ وَضَوْعَةٍ وَلَيْسِبَعَةٍ
ثُمَّ يَأْتِي الْمَسْجِدَ لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ إِلَّا اسْتَبَشَرَ اللَّهُ بِهِ كَمَا يَسْتَبَشِرُ أَهْلُ الْغَائِبِ بِطَلِيعَتِهِ
— (۲۲) كَانَ أَنَسٌ مَنَارًا لَهُمْ بَعِيدَةً فَشَكَوْا ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ مَكَانَكُمْ فَإِنَّ لَكُمْ بِكُلِّ خُطْوَةٍ حَسَنَةً — (۲۳) يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَفِي رِوَايَةٍ يَقُولُ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنِّي جِئْتُ بِمَنْ يَتَّبِعُنِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَمَنْ يَتَّبِعُنِي أَنْ يَكُونَ جَارِكًا؟ فَيَقُولُ عُمَارُ مَسَاجِدِي
— (۲۴) عُمَارُ مَسَاجِدِ اللَّهِ هُمْ أَهْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ — (۲۵) لَا يُؤْتِيَنَّ الرَّجُلُ الْمَسْجِدَ لِلصَّلَاةِ
أَوْلَىٰ لِرَأْيِ اللَّهِ إِلَّا اسْتَبَشَرَ اللَّهُ بِهِ كَمَا يَسْتَبَشِرُ أَهْلُ الْغَائِبِ إِذَا قَدِمَ عَلَيْهِمْ — (۲۶) مَنْ تَوَصَّأَ
فِي بَيْتِهِ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ فَهُوَ زَائِرُ اللَّهِ وَحَقٌّ عَلَى الْمَرْءِ أَنْ يَكْرِهَ الزَّائِرَ —
(۲۷) الْمَسَاجِدُ بِيُوتُ اللَّهُ، وَضَمِنَ اللَّهُ لِمَنْ كَانَ الْمَسْجِدُ أَحَدَ بَيْتِهِ بِالرَّوْحِ وَالرَّاحَةِ وَالْجَوَازِ
عَلَى الصِّرَاطِ — (۲۸) إِنَّ لِلْمَسَاجِدِ أَوْلَادًا وَالْمَلَائِكَةَ جُلَسَاءَهُمْ، فَإِنْ غَابُوا تَفَقَّدُوهُمْ
وَإِنْ مَرُّوا عَادُوا وَهُمْ وَإِنْ كَانُوا فِي حَاجَةٍ أَعَانُوهُمْ جَلِيسُ الْمَسْجِدِ عَلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَخِي الشِّفَاءِ
أَوْ كَلِمَةٍ مُحْكَمَةٍ أَوْ رَحْمَةٍ مُنْتَظَرَةٍ — (۲۹) مَنْ سَمِعَ النَّدَاءَ فَلَمْ يُجِبْ مِنْ غَيْرِ ضُرُورَةٍ فَلَا
صَلَاةَ لَهُ — (۳۰) لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَمُرَّ بِالصَّلَاةِ فَتَقَامَ ثُمَّ أَمُرَّ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ ثُمَّ
أَنْطَلِقَ مَعِيَ بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حَزْمٌ خَطِيبٍ إِلَى أَقْوَامٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ فَأَحْرِقَ عَلَيْهِمْ بِيُوتَهُمْ
بِالنَّارِ — (۳۱) لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَذْهَبَ إِلَى هَوْلَاءِ الَّذِينَ يَتَخَلَّفُونَ عَنِ الصَّلَاةِ فَأَحْرِقَ
عَلَيْهِمْ بِيُوتَهُمْ — (۳۲) لِلْإِمَامِ وَالْمُؤَدِّينِ مِثْلُ أَجُورِ مَنْ صَلَّى مَعَهُمَا — (۳۳) أَفْضَلُ
النَّاسِ فِي الْمَسْجِدِ الْإِمَامُ ثُمَّ الْمُؤَدِّينُ ثُمَّ مَنْ عَلَى يَمِينِ الْإِمَامِ — (۳۴) إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ
يُصَلُّونَ عَلَى الْخِصْفِ الْمَقْدَمِ وَالْمُؤَدِّينَ يُغْفِرُ لَهُمْ مَدَّ صَوْتِهِ وَيُصَدِّقُهُ مَنْ سَمِعَهُ مِنْ رَطْبٍ وَ
بَابِيسٍ وَآلِهِ أَجْرٌ مَنْ صَلَّى مَعَهُ — (۳۵) مَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تَصْفُوا كَمَا تَصِفُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ الرَّحْمَنِ

يَتَمَوَّنَ الصُّفُوفَ الْأُولَى وَيُرِصُّونَ رِصْفًا وَيُرِصُّونَهَا رِصْفًا — (۳۶) رُصُّوا صُفُوفَكُمْ
 وَقَارِبُوا بَيْنَهَا وَحَادُوا بِالْأَعْنَاقِ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرَى الشَّيَاطِينَ تَدْخُلُ فِي خَلَلِ الصُّفُوفِ
 كَأَنَّهَا الْحَدَفُ وَفِي رِوَايَةٍ كَأَنَّهَا غَدَمٌ غَفْرٌ — (۳۷) عَلَيْكُمْ بِالصَّفِّ الْأَوَّلِ وَعَلَيْكُمْ بِالْمِيْمَةِ —
 — (۳۸) أَمْنَعُ الصُّفُوفِ مِنَ الشَّيَاطِينِ الصَّفِّ الْأَوَّلُ — (۳۹) مَنْ وَصَلَ صَفًّا
 وَصَلَهُ اللَّهُ وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللَّهُ — (۴۰) إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ لَيُصَلُّونَ عَلَى الَّذِينَ
 يَصِلُونَ الصُّفُوفَ وَمَنْ سَدَّ فَرْجَةً رَفَعَهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً — (۴۱) سَوَّابِينَ صُفُوفَكُمْ
 لَا يَخْتَلِفُ قُلُوبُكُمْ — (۴۲) لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ عَنِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ حَتَّى يُؤَخِّرَهُمُ اللَّهُ
 فِي النَّارِ — (۴۳) مَا مِنْ خُطْوَةٍ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ خُطْوَةٍ يَمْشِيهَا بِهَا صَفًّا مَنْ تَرَكَ الصَّفَّ
 الْأَوَّلَ فَخَافَةَ أَنْ يُؤَذَى مُسَلِّمًا، فَصَلَّى فِي الصَّفِّ الثَّانِيِ أَوِ الثَّلَاثِ أَضْعَفَ اللَّهُ لَهُ أَجْرَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ —
احاديث در فضائل مسجد — (۱) إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسُ حَتَّى
 يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ — (۲) مَنْ أَخْرَجَ أَذَى مِنَ الْمَسْجِدِ بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ — (۳) مَنْ بَنَى لِلَّهِ
 مَسْجِدًا بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ — (۴) لِأَصْلُوَةِ كِبَارِ الْمَسْجِدِ الْآفِي الْمَسْجِدِ — (۵)
 إِذَا قُرِئَتْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا قَبِيلَ وَمَارِيَا صُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ الْمَسَاجِدُ — (۶) الْأَبْعَدُ
 فَلَا أَبْعَدُ مِنَ الْمَسْجِدِ أَكْبَرُ أَجْرًا — (۷) الصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ تَعْدِلُ الْفَرِيضَةَ مِنْهَا
 بِحُجَّةٍ مَبْرُورَةٍ وَالتَّائِفَةُ بِحُجَّةٍ مُتَقَبَّلَةٍ، وَفَضْلُ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ الْجَمَاعِيِّ عَلَى مَا سِوَاهُ مِنَ
 الْمَسَاجِدِ مِثْلُ مِائَةِ صَلَاةٍ — (۸) تَذْهَبُ أَرْضُونَ كُلُّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا الْمَسَاجِدُ
 فَأَتَاهَا يَضُمُّ بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ — (۹) أَفْضَلُ الْبِقَاعِ الْمَسَاجِدُ، وَأَفْضَلُ أَهْلِهَا أَوْلَاهُمْ
 دُخُولًا وَأَخْرَجَهُمْ خُرُوجًا — (۱۰) إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا جَعَلَهُ قِيَمَ مَسْجِدٍ، وَإِذَا أَبْغَضَ
 اللَّهُ عَبْدًا جَعَلَهُ قِيَمَ حَمَامٍ — (۱۱) مَنْ عَلَّقَ فِي الْمَسْجِدِ قِنْدِيلًا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ
 أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يَطْفَأَ ذَلِكَ الْقِنْدِيلُ — (۱۲) إِنَّ الضُّحْكَ فِي الْمَسْجِدِ طَلْمَةٌ فِي الْقَبْرِ
 — (۱۳) مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَتَّبِأَ هِيَ النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ — (۱۴) جَنَّبُوا
 مَسَاجِدَكُمْ بِحَابِنِيَّتِكُمْ وَصِبْيَانِكُمْ وَرَفَعُوا صَوَاتِكُمْ وَسَلَّ سِيُوفَكُمْ وَبَيْعَكُمْ وَشَرَاءَكُمْ وَ
 إِقَامَةَ حَدِّكُمْ وَخُصُومَتَكُمْ وَمُحُودَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ —

تنبیہ :- چونکہ عہد نبوت کے بعد اور خواہش و بدعت کے شائع ہونے کے باعث اکثر اہل دنیا نماز سے

جو کہ اسلام کا ستون ہے سستی رکھتے ہیں اور جماعت سے تغافل برتتے ہیں اور صرف اول کی قدر نہیں جانتے اور مسجد و جمعہ و آذان کے آداب کو بجا نہیں لاتے، اکثر صوفیہ خام نماز کو عوام کی اصلاح کے لئے تصور کرتے ہیں اور خواص کو اس سے بے نیاز جانتے ہیں اور اس کی برکات سے محروم رہتے ہیں اور جو شخص کہ نماز کی برکات سے محروم ہو معلوم ہے کہ وہ ایمان و معرفت کی برکات سے کیا حصہ پائے گا۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ شَيْءٍ صَفْوَةٌ وَصَفْوَةٌ الْإِيمَانِ الصَّلَاةُ وَصَفْوَةُ الصَّلَاةِ التَّكْبِيرَةُ الْأُولَى۔ اس بنا پر نماز کے کمالات و فضائل میں سے کچھ حصہ ذکر کر دیا ہے اور اس بارے میں بات کو مختصر کیا ہے، ابھی نماز کے کمالات و فضائل بہت ہیں اگر (یہ فقیر) ان کی تفصیل میں

مشغول ہو تو بہت سے دقت چاہیں اور فرض نمازوں اور سنن زوائد و موکدہ کو خود ہی بالکل بیان نہیں کیا ہے کیونکہ اس بارے میں بی شمار حدیثیں وارد ہوئی ہیں چنانچہ دوسرے رسالہ میں ان میں سے کچھ بیان کی ہیں، اس جگہ چند احادیث جمعہ کے فضائل میں درج کی جاتی ہیں: — (۱) الْجُمُعَةُ حَجُّ الْفُقَرَاءِ — (۲) فَضْلُ الْجُمُعَةِ فِي رَمَضَانَ كَفَضْلِ رَمَضَانَ عَلَى الشُّهُورِ — (۳) إِنَّ جَهَنَّمَ لَتَشْجَرُ الْإِيَّامَ الْجُمُعَةَ —

(۴) أَفْضَلُ الْإِيَّامِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ — (۵) بَلَيْسَ مِنَ الصَّلَوَاتِ صَلَاةٌ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي الْجَمَاعَةِ، وَفَا أَحْسَبُ مَنْ شَهِدَهَا مِنْكُمْ إِلَّا مَغْفُورًا لَّهُ — (۶) عَلَى كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَلَكَانِ يَكْتُبَانِ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ، فَكَرَجِلٍ قَدَّمَ بَدَنَةً، وَكَرَجِلٍ قَدَّمَ بَقْرَةً، وَكَرَجِلٍ قَدَّمَ مَشَاةً، وَكَرَجِلٍ قَدَّمَ طَيْرًا، وَكَرَجِلٍ قَدَّمَ بَيْضَةً۔ فَاذْأَقَعَدَ الْإِمَامُ طُوبَيْتِ الصُّحُفِ — (۷) إِنَّ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ سَاعَةً لِلَّهِ تَعَالَى فِي كُلِّ

سَاعَةٍ سِتُّ مِائَةِ أَلْفِ عَنِيْقٍ مِنَ النَّارِ كُلُّهُمْ قَدْ اسْتَوْجَبُوا — (۸) لَا يَزِيْرُكَ اللَّهُ تَعَالَى أَحَدٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا غَفَرَ لَهُ — (۹) مَنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ أُجِيرَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَجَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهِ طَابِعُ الشُّهْدَاءِ — (۱۰) إِلَّا أَخْبَرَكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْ لَمْ يَسْتَغْلِمْ عَنِ الْجُمُعَةِ حَرِّ شَدِيدٍ وَلَا بَرْدٍ شَدِيدٍ وَلَا رَوْحٍ۔

فصل پنجم | اذکار غیر موقتہ، استغفار، درود اور دوسرے اذکار کے بیان میں

چاہئے کہ استغفار بہت زیادہ کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —

(۱) جو شخص کہ بہت زیادہ استغفار کرتا ہے حق تعالیٰ اس کو ہر سنگی سے نجات کا راستہ اور ہر غم سے کشادگی دیتا ہے۔

اور اس کو اس جگہ سے رزق دیتا ہے جو اس کے وحم وگمان میں بھی نہیں ہوتا — (۲) جب بندہ کہتا ہے
 اسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَآتُوْبُ إِلَيْهِ تَوْبَةً نَّجْوَىٰ رَجَعْتُ إِلَيْهِ كَمَا كُنْتُ
 مِنْهُ لَمَّا كُنْتُ مِنَ الْغَافِلِينَ (۳) جو شخص کہے سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اسْتَغْفِرُ اللَّهُ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ كَمَا كُنْتُ
 لَكَ لَمَّا كُنْتُ مِنَ الْغَافِلِينَ جیسا کہ اس نے کہا ہے پھر وہ (لکھا ہوا) عرش میں لٹکایا جاتا ہے اور کوئی گناہ جس کو اس کے صاحب نے
 کیا ہے اس کو محو نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ حق تعالیٰ سے جا ملتا ہے اور (اسی طرح) وہ کلمہ سر مہر اور لپٹا ہوا ہوتا ہے
 جیسا کہ اس نے کہا ہے — (۴) جو شخص تین بار کہے اسْتَغْفِرُ اللَّهُ الْعَظِيمَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ
 الْقَيُّومُ وَآتُوْبُ إِلَيْهِ اس کے گناہ بخندیتے جاتے ہیں اگرچہ وہ تہ بنہ ریت (کے ذرات) کی تعداد اور آسمان کے
 ستاروں کی تعداد کے برابر ہوں۔ قَالَ الشَّيْخُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَدَّسَ سِرَّهُ فِي مَعَارِجِ الْهِدَايَةِ وَمِنْ
 أَنْوَاعِ الْإِسْتِغْفَارِ الْمَأْتُوْرِ الْمَشْهُورِ — (۵) مَا رَوَىٰ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ
 مَنْ قَالَ اسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَآتُوْبُ
 إِلَيْهِ رَبِّ اغْفِرْ لِي خَمْسًا وَعِشْرِينَ مَرَّةً لَمْ يَرَفِ فِي بَيْتِي وَلَا فِي أَهْلِي وَلَا فِي دَارِي وَلَا فِي مَدِينَتِي وَلَا
 فِي بَلَدِي الَّذِي هُوَ فِيهِ مَا يَكْفُرُهُ فَيَنْبَغِي الْمَوَاطِبَةَ عَلَىٰ هَذَا الْإِسْتِغْفَارِ صَبَاحًا وَمَسَاءً فَقَدْ كَانَ
 جَمَاعَةٌ مِنْ مَشَائِخِنَا وَعُلَمَائِنَا يَتَوَاصُونَ بِهِ فِيمَا بَيْنَهُمْ وَيُوصُونَ بِهِ تَلَامِيذَهُمْ وَأَوْلَادَهُمْ وَ
 خَدَائِقَهُمْ وَأَصْحَابَهُمْ وَيَجْرِصُونَ عَلَى الْمَوَاطِبَةِ عَلَيْهِ وَالْمَلَا زِمَةَ لَهُ لَمَّا رَأَوْا فِيهِ مِنْ عَظِيمِ
 النَّفْعِ وَجَزِيلِ الْبَرَكَاتِ وَكَرِيمِ النَّفْعِ — (۶) الْإِسْتِغْفَارُ فِي الصَّحِيْفَةِ تِلَاوَةً تُوْرًا —
 (۷) مَنْ اسْتَغْفَرَ اللَّهَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ حَسَنَةً —
 (۸) مَنْ اسْتَغْفَرَ اللَّهَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعًا وَعِشْرِينَ مَرَّةً كَانَ مِنَ الَّذِينَ يُسْتَجَابُ
 لَهُمْ وَيُرْزَقُ بِهِمْ أَهْلُ الْأَرْضِ — (۹) إِنَّ لِلْقُلُوبِ صَدَأً كَصَدَاءِ الْحَدِيدِ وَجِلَاءُهَا
 الْإِسْتِغْفَارُ — (۱۰) مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْجُدُ فَيَقُولُ رَبِّ اغْفِرْ لِي ثَلَاثَ مَرَاتٍ إِلَّا غُفِرَ لَهُ
 قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ — (۱۱) طُوْبِي لِمَنْ وَجَدَ فِي صَحِيْفَتِي اسْتِغْفَارًا كَثِيرًا —
 — (۱۲) إِلَّا ادُّكُمُ عَلَى دَاءِكُمْ وَدَوَاءِكُمْ إِلَّا دَاءُكُمْ الذُّنُوبُ وَدَوَاءُكُمْ الْإِسْتِغْفَارُ —
 — (۱۳) أَنَا أَمَانٌ وَالْإِسْتِغْفَارُ أَمَانٌ —

احادیث درود شریف کے فضائل میں: — (۱) مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحَطَّ عَنْهُ عَشْرَ خَطِيئَاتٍ وَرَفَعَ لَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ — (۲) أَوْلَى النَّاسِ

بِي أَكْثَرَهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً — (۳) رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عَنْدهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ، وَرَغِمَ أَنْفُ

رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ، وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكَبِيرِ

فَلَمْ يَدْخُلْ بِهِمَا الْجَنَّةَ — (۴) كُلُّ دُعَاءٍ فَجَّحُوبٌ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَيَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

— (۵) مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً كَتَبَ اللَّهُ لَهُ قَيْرَاطًا وَالْقَيْرَاطُ مِثْلُ أُحُدٍ — (۶) مَنْ صَلَّى

عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَقَالَ اللَّهُمَّ أَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي —

(۷) إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَيَّ فَأَحْسِنُوا الصَّلَاةَ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ لَعَلَّ ذَلِكَ يُعْرَضُ عَلَيَّ، قُولُوا اللَّهُمَّ

اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلَيَّ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ

إِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ إِمَامِ الرَّحْمَةِ، اللَّهُمَّ ابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ الَّذِي يُغِيْطُ بِهِ الْأَوْلُونَ

وَالْآخِرُونَ — (۸) مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَةٌ بِهَا سَبْعِينَ صَلَاةً

فَلْيُقِلَّ مِنْ ذَلِكَ أَوْ لِيَكْتُرْ — (۹) مَنْ صَلَّى عَلَيَّ فِي كِتَابٍ لَمْ تَنْزَلِ الْمَلَائِكَةُ تَسْتَعْفِرُ لَهُ

مَا دَامَ اسْمِي فِي ذَلِكَ الْكِتَابِ — (۱۰) نَادَانِي جِبْرِئِيلُ مِنْ تَلْقَاءِ الْعَرْشِ فَقَالَ

يَا مُحَمَّدُ يَقُولُ لَكَ الرَّحْمَنُ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ ذُكِرْتَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ دَخَلَ النَّارَ

— (۱۱) صَلُّوا عَلَيَّ أَنْبِيََاءُ اللَّهِ وَرُسُلِهِ فَإِنَّ اللَّهَ بَعَثَهُمْ كَمَا بَعَثَنِي —

لاحول ولا قوة الا بالله، تمجيد اور تكبير کی فضیلت میں: —

کلمہ لاحول ولا قوة الا بالله کو بہت زیادہ کہے کیونکہ یہ کلمہ عرش کے نیچے کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے

جس شخص کو اللہ تعالیٰ کوئی نعمت دے اور وہ چاہے کہ وہ نعمت اس سے جاتی نہ رہے وہ اس کلمہ کو بہت زیادہ کہے

مَنْ أَكْثَرَمِنَهُ نَظَرَ اللَّهُ إِلَيْهِ وَمَنْ نَظَرَ اللَّهُ إِلَيْهِ أَصَابَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اور یہ کلمہ ننانوے رحمتوں

کے لئے دوا ہے کہ ان میں سے ادنیٰ رحمت غم ہے — اور تسبیح و تہلیل و تمجید و تکبیر کے بارے میں کیا لکھوں کہ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل کلام یہ کلمات ہیں کما ورد — (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

بہشت ایک ہموار زمین ہے تم اس جگہ میں درخت لگاؤ، صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کے

درخت کیا چیز ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ ایک درخت ہے الحمد لله ایک درخت ہے

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِيكُ رِخْتِ هُ، اللَّهُ الْكَبْرِيكُ رِخْتِ هُ — (۲) التَّسْبِيحُ نِصْفُ الْمِيزَانِ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَيْسَ لَهَا دُونَ اللَّهِ حِجَابٌ حَقٌّ تَخْلُصَ إِلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ — (۳) مَا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ يَقُولُ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْإِغْفِرَتْ لَهٗ خَطَايَاهُ وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ —
(۴) أَكْثَرُ مَا مِنْ قَوْلٍ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ
إِلَّا بِاللَّهِ فَإِنَّهُنَّ الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ وَهُنَّ يُحْطَنُ الْخَطَايَا كَمَا تَحْطُ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا وَهُنَّ مِنْ
كُنُوزِ الْجَنَّةِ — (۵) سُبْحَانَ اللَّهِ أَعْظَمُ مِنْ أَحَدٍ، الْحَمْدُ لِلَّهِ أَعْظَمُ مِنْ أَحَدٍ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. ^{لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ}
أَعْظَمُ مِنْ أَحَدٍ، اللَّهُ أَكْبَرُ أَعْظَمُ مِنْ أَحَدٍ — (۶) مَنْ ضَنَّ بِالْمَالِ أَنْ يُنْفِقَهُ وَهَابَ لِلْيَلِ
أَنْ يُكَابِدَهُ، وَخَافَ الْعَدُوَّ أَنْ يُجَاهِدَهُ فَلْيَكْثِرْ مِنْ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَاللَّهُ أَكْبَرُ فَإِنَّهُنَّ مَقَدِّمَاتٌ وَمُنْجِيَاتٌ وَمُعِيقَاتٌ وَهُنَّ الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ — (۷) قَوْلِي
اللَّهُ أَكْبَرُ مِائَةَ مَرَّةٍ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ مِائَةِ بَدَنَةٍ مُجَلَّلَةٍ مُتَقَبَّلَةٍ، وَقَوْلِي الْحَمْدُ لِلَّهِ مِائَةَ مَرَّةٍ
فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ مِائَةِ قَرَسٍ مُلْجَمَةٍ حَمَلَتْهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَقَوْلِي سُبْحَانَ اللَّهِ مِائَةَ مَرَّةٍ فَهُوَ
خَيْرٌ لَكَ مِنْ مِائَةِ رَقَبَةٍ مِنْ بَنِي إِسْمَاعِيلَ تُعْتِقِيهِنَّ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَقَوْلِي لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا يَدْرُكُ
ذَنْبٌ وَلَا يَسْبِقُهُ عَمَلٌ — (۸) مَنْ سَبَّحَ عِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ سَبْعِينَ تَسْبِيحًا غُفِرَ اللَّهُ لَهُ
سَائِرَ عَمَلِهِ — (۹) مَنْ سَبَّحَ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ تَسْبِيحًا وَاحِدَةً أَوْ حَمْدًا تَحْمِيدَةً أَوْ هَلْلَةً تَهْلِيلَةً
أَوْ كَبْرَةً تَكْبِيرَةً عَرَسَ لَهَا شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ فِي أَصْلِهَا يَأْتُونَ أَحْمَرُ مُكَلَّلَةٌ بِالذَّرِّ طَلْعُهَا كَشْدَى
الْأَبْكَارِ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ وَاللَّيْنُ مِنَ الزَّبَدِ — (۱۰) مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَرَسَ لَهَا
أَلْفُ شَجَرَةٍ فِي الْجَنَّةِ أَصْلُهَا مِنْ ذَهَبٍ وَفَرْعُهَا مِنْ دُرٍّ وَطَلْعُهَا كَشْدَى الْأَبْكَارِ اللَّيْنُ مِنَ الزَّبَدِ
وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ، كُلَّمَا أَخَذَ مِنْهَا شَيْءٌ عَادَ كَمَا كَانَ — (۱۱) إِلَّا ذَلِكَ عَلَى الْكُثْرِ مَنْ ذَكَرَ
الْيَلَّ مَعَ النَّهَارِ وَالنَّهَارَ مَعَ اللَّيْلِ تَعَلَّمَهُنَّ وَعَلِمَهُنَّ عَفَبَكَ مِنْ بَعْدِكَ، الْحَمْدُ لِلَّهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ مِثْلَ مَا خَلَقَ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَدَدَ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَدَدَ مَا أَحْصَى
كِتَابَهُ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ مِثْلَ مَا أَحْصَى كِتَابَهُ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَدَدَ كُلِّ شَيْءٍ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ مِثْلَ كُلِّ شَيْءٍ، وَ
سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ مِثْلَ مَا خَلَقَ وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَمًا أَحْصَى كِتَابَهُ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ مِلًّا مَا أَحْصَى كِتَابَهُ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ كُلِّ شَيْءٍ
وَسُبْحَانَ اللَّهِ مِلًّا كُلِّ شَيْءٍ — (۱۲) مَنْ قَالَ الْحَمْدَ لِلَّهِ الَّذِي تَوَاضَعُ كُلُّ شَيْءٍ لِعَظَمَتِهِ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي اسْتَسْلَمَ كُلُّ شَيْءٍ لِقُدْرَتِهِ وَيُطَبِّبُ بِهَا مَا عِنْدَهُ، كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِهَا أَلْفَ حَسَنَةٍ
وَرَفَعَ لَهُ بِهَا أَلْفَ دَرَجَةٍ وَوَكَّلَ سَبْعِينَ أَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَعْمِرُونَ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. طَبَّ وَ
ابْنُ عَسَاكِرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَفِيهِ أَيُّوبُ بْنُ نَهْيَكٍ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ — (۱۳) يَا مَعَاذَ مَا لَكَ
لَا تَأْتِينَا كُلَّ غَدَاةٍ؟ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُسَبِّحُ كُلَّ غَدَاةٍ سَبْعَةَ أَلْفٍ تَسْبِيحًا قَبْلَ أَنْ آتِيكَ
فَقَالَ أَلَا أَعْلَمُكَ كَلِمَاتٍ هُنَّ أَحْفُ عَلَيْكَ وَأَنْقَلُ فِي الْمِيزَانِ وَلَا تُحْصِيهِ الْمَلَائِكَةُ وَلَا أَهْلُ
الْأَرْضِ، قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَدَدَ قُرْآنِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ زِينَةَ عَرْشِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَدَدَ مَلَائِكَتِهِ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَدَدَ خَلْقِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِلًّا سَمَوِيَّةً لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِلًّا أَرْضِيَّةً لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِلًّا
مَا بَيْنَهُمَا — (۱۴) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الْمَلِكُ
وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ مَنْ دَعَا بِهَذِهِ الْكَلِمَاتِ
الْخَمْسِ لَمْ يَسْأَلِ اللَّهَ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ آيَةً — (۱۵) اسْمُ اللَّهِ الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ وَ
إِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطَى دَعْوَةَ يُونُسَ بْنِ مَتَّى لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ —
(۱۶) سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدَ لَا إِلَهَ
إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ الْحَمْدُ الْمَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ
يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ فَقَالَ لَقَدْ دَعَا اللَّهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطَى وَإِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ،
— (۱۷) كَانَ أَكْثَرُ دُعَائِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا إِنِّي فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ
وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ — (۱۸) أَفْضَلُ الدُّعَاءِ أَنْ تَقُولَ اللَّهُمَّ ارْحَمْنَا أُمَّتَ
مُحَمَّدٍ رَحْمَةً عَامَةً اللَّهُمَّ أَصْلِحْ أُمَّتَ مُحَمَّدٍ — (۱۹) مَنْ قَالَ كُلَّ يَوْمٍ اللَّهُمَّ ارْحَمْنَا أُمَّتَ
مُحَمَّدٍ كَتَبَ اللَّهُ تَعَالَى فِي الْأَبْدَالِ وَفِي رِوَايَةٍ عَشْرَ مَرَّاتٍ — (۲۰) أَنْتَ لَمْ يَدْعُ مَلَكَ مُقَرَّبًا
وَلَا نَبِيًّا مُرْسَلًا وَلَا عَبْدًا صَالِحًا إِلَّا كَانَ مِنْ دُعَائِهِ اللَّهُمَّ يَعْلَمُكَ الْغَيْبِ وَقُدْرَتِكَ عَلَى
الْخَلْقِ أَحْيَيْ مَا عَلِمْتَ الْحَيَاةَ خَيْرًا لِي وَتَوْفِيئِي إِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَيْرًا لِي، وَأَسْأَلُكَ حَشِيَّتَكَ فِي
الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَكَلِمَةَ الْحِلْمِ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَى، وَالْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى، وَأَسْأَلُكَ نِعْمًا

لَا يَنْفَدُ وَقْرَةَ عَيْنٍ لَا تَنْقَطِعُ وَبِرْدِ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَأَسْأَلُكَ النَّظْرَ إِلَى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ إِلَى لِقَائِكَ، فِي غَيْرِ ضَرَاءٍ مُضْرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ، اللَّهُمَّ زَيِّنَا بِزِينَةِ الْإِيمَانِ وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُهْتَدِينَ

— (٢١) أَلَا أَعْلَمُكَ كَلِمَاتٍ مِّنْ يُّرِيدُ اللَّهُ بِهَا خَيْرًا لِّعِبَادِهِ مِنِّي يَا أَيُّهَا اللَّهُ ثُمَّ لَا يَنْسَاهُ أَبَدًا، قُلْ اللَّهُمَّ إِنِّي ضَعِيفٌ فَقِيرٌ بِرِضَاكَ صُنِعْتَنِي وَخَدْتَنِي إِلَى الْخَيْرِ يَا صَبِيَّتِي وَاجْعَلِ الْإِسْلَامَ مُنْتَهَى رِضَائِي، اللَّهُمَّ إِنِّي ضَعِيفٌ فَقِيرٌ وَإِنِّي ذَلِيلٌ فَاعِزَّنِي وَإِنِّي فَقِيرٌ فَارْزُقْنِي — (٢٢) اللَّهُمَّ أَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا وَأَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ، مَنْ كَانَ ذَلِكَ دُعَاؤُهُ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يُصِيبَ الْبَلَاءَ. قَالَ الْعُلَمَاءُ هَذَا حَدِيثٌ جَلِيلٌ يَنْبَغِي أَنْ يُؤَاطَبَ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ مُجَرَّبٌ — (٢٣) عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ احْتَبَسَ عَنَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ عِدَاةٍ عَنِ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى كِدْنَا نَنْتَرِي أَيَّ عَيْنِ الشَّمْسِ. فَخَرَجَ سَرِيعًا فَتَوَّابًا لِلصَّلَاةِ، فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَجَوَّزَ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ دَعَا بِصَوْتِهِ فَقَالَ لَنَا عَلَى مَصَافِلِكُمْ كَمَا أَنْتُمْ. ثُمَّ انْقَلَبَ إِلَيْنَا. ثُمَّ قَالَ أَمَا إِنِّي سَاحِدٌ لَكُمْ مَا حَبَسَنِي عَنْكُمْ الْعِدَاةُ، إِنِّي قُمْتُ مِنَ الْبَيْتِ فَتَوَضَّأْتُ وَصَلَّيْتُ مَا قَدَّرَ لِي فَنَعَسْتُ فِي صَلَاتِي حَتَّى اسْتَنْقَلْتُ، فَإِذَا أَنَا بِرَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ، فَقَالَ فِيهِمْ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى؟ قُلْتُ لَا أَدْرِي، قَالَهُمْ ثَلَاثًا. قَالَ فَرَعَيْتَهُ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيْ حَتَّى وَجَدَتْ بُرْدًا نَامِلِهِ بَيْنَ تَدْيِي فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ. فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ! قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ! قَالَ فِيهِمْ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى؟ قُلْتُ فِي الْكُفَّارَاتِ، قَالَ وَمَاهُنَّ؟ قُلْتُ مَشَى الْأَقْدَامَ إِلَى الْجُمُعَاتِ وَالْمَجْلُوسِ فِي الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَاةِ وَإِسْبَاغِ الْوُضُوءِ حِينَ الْكُرْهِيَّاتِ. قَالَ ثُمَّ فِيمَ؟ قُلْتُ فِي الدَّرَجَاتِ. قَالَ وَمَاهُنَّ؟ قُلْتُ إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَوَلِيْنُ الْكَلَامِ وَالصَّلَاةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ. قَالَ سَلِّ، قُلْتُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ وَأَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي، وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةً فِي قَوْمٍ فَتَوَقَّفَنِي غَيْرَ مَفْتُونٍ، وَأَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِي إِلَى حُبِّكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا حَقٌّ فَأَدْرُسُوهَا ثُمَّ تَعَلَّمُوهَا. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ — (٢٤) يَا سَعْدُ لَوْ دَعَوْتَ فِي سَاعَةٍ بِكَلِمَاتٍ لَّوَدَعَوْتَ مَا بَيْنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَاسْتَجِيبُ لَكَ، فَأَبَشِرْ يَا سَعْدُ،

سُبْحَانَكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ — (۲۵) إِنَّ اللَّهَ بِحَرْبِ أَمِنٍ نُورِ حَوْلَهُ
 مَلَائِكَتُهُ مِنْ نُورٍ عَلَى جَبَلٍ مِنْ نُورٍ بِيَدَيْهِمْ جِرَابٌ مِنْ نُورٍ يُسَبِّحُونَ حَوْلَ ذَلِكَ الْبَحْرِ، سُبْحَانَ
 ذِي الْمَلِكِ وَالْمَلَكُوتِ سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوتِ، سُبْحَانَ الْمَلِكِ الَّذِي لَا يَمُوتُ، سُبُّوحٌ
 قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ، فَمَنْ قَالَهَا فِي يَوْمٍ مَرَّةً أَوْ فِي شَهْرٍ مَرَّةً أَوْ فِي سَنَةٍ مَرَّةً أَوْ فِي عُمْرٍ مَرَّةً
 غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ وَلَوْ كَانَتْ ذُنُوبُهُ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ أَوْ مِثْلَ رَمْلِ عَالِمٍ أَوْ فَرَّ
 مِنَ الرَّحْفِ — (۲۶) يَا فَاطِمَةُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَسْمَعِي مَا أَوْصِيكِ بِهِ أَنْ تَقُولِي يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ
 بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ، فَلَا تَكَلِّبِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ — (۲۷) مَنْ قَالَ
 جَزَى اللَّهُ عَنَّا مُحَمَّدًا أَمَا هُوَ أَهْلُهُ، أَنْعَبَ سَبْعِينَ كَاتِبًا أَلْفَ صَبَاحٍ -

استخارہ کے بیان میں: (اس میں) حق تعالیٰ سے عافیت چاہتا ہے، اور ہر ایک کام کو شروع

کرتے وقت استخارہ کرے کہ انسان کی سعادت استخارہ کرنے میں ہے اور استخارہ نہ کرنے میں شقاوت ہے۔ کماورد۔

استخارہ کرنے کا طریقہ: - فرض نماز کے علاوہ دو رکعت نماز ادا کرے، پہلی رکعت میں (سورہ)

فاتحہ کے بعد قل یا ایہا الکفرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھے اور سلام کے بعد یہ دعا پڑھے:-
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ يَا نَكَّ
 تَقْدِيرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ - اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ
 (اس جگہ اپنے مطلب کا خیال کرے) خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَايِشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي فَأَقْدِرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ
 بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ (اس جگہ بھی اپنے مطلب کا خیال کرے) شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَايِشِي
 وَعَاقِبَةِ أَمْرِي فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْهُ عَنَّا وَاقْدِرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ -

صلوٰۃ التَّسْبِيح: - تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں کے لئے خواہ وہ سہوا ہو گئے ہوں یا جان بوجھ کر

کئے ہوں، پوشیدہ ہوں یا علانیہ۔ حدیث شریف میں آیا ہے چار رکعت پڑھی جائیں، ہر رکعت میں قرأت کے بعد
 پندرہ بار سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ پڑھے اور رکوع میں دس بار اور قومہ
 میں دس بار اور سجدہ میں دس بار اور ہلبہ میں دس بار اور دوسرے سجدہ میں دس بار اور دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر
 دس بار کلمہ تسبیح مذکورہ پڑھے، اس طریقہ پر چار رکعتیں ادا کرے پس ہر رکعت میں پچتر بار کلمہ تسبیح پڑھا جائے تاکہ
 چاروں رکعتوں میں مجموعہ تسبیح تین سو مرتبہ پوری ہو جائے۔

فصل ششم | ضروری نصائح و مواعظ کے بیان میں :- اے بھائی! ناجنس اور طریقہ

کے مخالف شخص کی صحبت سے پرہیز کر اور بدعتی کے ساتھ بیٹھنے سے گریز کر، یحییٰ معاذ رازی قدس سرہ فرماتے ہیں: اجتنب من صُحْبَةِ ثَلَاثَةِ اصْنَافٍ الْعُلَمَاءِ الْغَافِلِينَ وَالْقُرَّاءِ الْمُدَاهِنِينَ وَ الْمُتَصَوِّفَةِ الْجَاهِلِينَ — جس شخص نے کہ اپنے آپ کو پیری کی گدی پر بٹھایا ہے اور اس کا عمل نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق ہے اور نہ وہ شریعت منورہ کے زیور سے آراستہ ہے، زہار ہزار زہار اس سے دور رہ بلکہ جس شہر میں کہ وہ ہے تو اس میں مت رہ، ایسا نہ ہو کہ زمانہ کے گزرنے کے ساتھ دل کو اس کے ساتھ کچھ میلان پیدا ہو جائے اور مقصدِ اعظم میں خلل واقع ہو جائے کیونکہ وہ اقتدا کے لائق نہیں ہے، وہ ایک پوشیدہ چور ہے اور شیطان کے لئے ایک جال ہے اگرچہ تو اس سے قسم قسم کے خوارقِ عادات دیکھے اور اگرچہ تو اس کو بظاہر دنیا سے بے تعلق پائے فرس من صُحْبَتِهَا كَثْرًا تَقْرُبُ مِنَ الْأَسَدِ — سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں الطُّرُقُ كُلُّهَا مَسْدُودَةٌ إِلَّا عَلَىٰ مَنِ اقْتَفَىٰ أَثَرَ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — اور نیز فرمایا ہے مَنْ لَمْ يَحْفَظِ الْقُرْآنَ وَلَمْ يَكْتُبْ كَحَدِيثٍ لَا يَقْتَدِي بِهِ فِي هَذَا الشَّانِ، لِأَنَّ عَلِمَنَا مَقِيدٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ — اور نیز انھوں نے فرمایا انَّ طُرُقَ السَّادَاتِ الْمُقَرَّبِينَ الْمَصَادِقِينَ السَّابِقِينَ مَقِيدٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَهُمْ الصُّوْقِيَّةُ عَلَى الْحَقِيقَةِ وَالْعُلَمَاءُ الْعَامِلُونَ بِالشَّرِيعَةِ وَالطَّرِيقَةِ وَهُمْ وَارِثُو النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَسَلَّمَ الْمُتَّبِعُونَ لَهُ فِي أَقْوَالِهِمْ وَأَخْلَاقِهِمْ وَأَعْمَالِهِمْ أَفَاضَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِهِمْ — (یہ فقیر) دوبارہ لکھتا ہے کہ آدابِ نبوی ہیں سستی کرنے والے اور سنتِ مصطفوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام کو ترک کرنے والے کو بہرگز عارف خیال نہ کریں، اور اس کے دنیا سے قطع تعلق کرنے اور خوارقِ عادات نہ سنیں اور اس کے زہد و توکل و معارفِ توحیدی کے فریقہ نہ ہو جائیں کیونکہ باطل فرقے مثلاً یہود و نصاریٰ جوگی اور برہمن ان امور میں سچے فرقوں کے ساتھ شرکت رکھتے ہیں۔ ابو عمر نجید رحمہ اللہ نے کہا ہے كُلُّ حَالٍ لَا يَكُونُ عَنْ نَيْجَةِ عِلْمٍ وَإِنْ جَلَّ فَإِنَّ صَرْرَةَ عَلَىٰ صَالِحِهِ أَكْثَرُ مِنْ نَفْعِهِ، سِئَلُ عَنْهُ مَا النَّصَوْتُ؟ قَالَ الصَّبْرُ تَحْتَ الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ۔ کام کا مدار اتباعِ شریعت پر ہے اور نجات کا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی پیروی کرنے سے وابستہ ہے، حق و باطل کے مابین فارقِ عدل یہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہے، زہد و توکل و انقطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر نامقبول ہے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسل کے بغیر افکار و اذکار، اشواق و اذواق کی کوئی توقع نہیں ہے،

خوارقِ عادات کا مدار بھوک اور ریاضت پر ہے معرفت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا ہے مَنْ تَهَاوَنَ بِالْأَدَابِ عُوقِبَ بِحِرْمَانِ السُّنَنِ، وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالسُّنَنِ عُوقِبَ بِحِرْمَانِ الْفَرَائِضِ، وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْفَرَائِضِ عُوقِبَ بِحِرْمَانِ الْمَعْرِفَةِ وَإِهْدَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَعَاصِي تَزِيدُ الْكُفْرَ۔۔۔ لوگوں نے سلطان شیخ ابو سعید ابو النخیر سے کہا کہ فلاں شخص پانی کے اوپر چلتا ہے، انھوں نے کہا آسان ہے جس و خاشاک (گھاس پھوس) بھی پانی پر چلتے ہیں، لوگوں نے کہا فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے انھوں نے کہا چیل اور مکھی بھی ہوا میں اڑتی ہیں، لوگوں نے کہا فلاں شخص ایک ساعت میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں جاتا ہے، انھوں نے کہا شیطان ایک لمحہ میں مشرق سے مغرب تک جاتا ہے اس قسم کی چیزوں کی کوئی زیادہ قیمت نہیں ہے، مرد وہ ہے کہ مخلوق کے درمیان بیٹھے اور لین دین کرے اور شادی کرے اور مخلوق کے ساتھ مل جل کر رہے اور ایک لمحہ حق سبحانہ سے غافل نہ رہے۔۔۔ لوگوں نے قدرہ اہل اللہ اعلیٰ رو دباری سے پوچھا جو شخص کہ لہو و لعب کی چیزیں سنتا ہو اور کہتا ہو کہ یہ میرے لئے حلال ہیں کیونکہ میں ایک ایسے درجہ تک پہنچ گیا ہوں کہ اختلافِ ماحول میرے اندر اثر نہیں کرتا۔ انھوں نے جواب میں کہا بیشک پہنچ گیا ہے لیکن جہنم میں پہنچ گیا ہے۔۔۔ ابوسلمان دارانی قدس سرہ فرماتے ہیں: رُبَّمَا وَقَعْتُ فِي قَلْبِي نَكْتَةٌ مِّنْ نُّبُكَةِ الْقَوْمِ أَيَّامًا فَلَا أَقْبِلُ مِنْهَا إِلَّا بِشَاهِدَيْنِ عَدَلَيْنِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔۔۔ حدیث شریف میں ہے: أَصْحَابُ الْبِدْعَةِ كِلَابُ النَّارِ۔۔۔ اور نیز وارد ہوا ہے مَنْ عَمِلَ بِبِدْعَةٍ خَلَاةِ الشَّيْطَانِ فِي الْعِبَادَةِ وَالْقِيَامَةِ الْخُشُوعَ وَالْبُكَاءَ۔۔۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ لِيَصَاحُ بِدْعَةَ صَوْمًا وَلَا صَلَاةً وَلَا صَدَقَةً وَلَا حَجًّا وَلَا عُمْرَةً وَلَا جِهَادًا وَلَا صَرْفًا وَلَا عَدْلًا حَتَّى يَخْرُجَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا خَرَجَ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِينِ۔۔۔ قَالَ الشَّيْخُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَدَسَ سِرُّهُ فِي مَعَارِجِ الْهُدَايَةِ: أَعْلَمُ حَقًّا وَتَحَقُّقًا أَنَّ حُسْنَ كُلِّ إِنْسَانٍ وَمَالَهُ وَزِينَتَهُ وَجَمَالَهُ فِي كَمَالِ الْإِتْبَاعِ الْمُصْطَفَوِيِّ فِي جَمِيعِ الْأُمُورِ ظَاهِرًا أَوْ بَاطِنًا أَصُولًا وَفُرُوعًا عَقْلًا وَفِعْلًا عَادَةً عِبَادَةً خُلُقًا وَتَخَلُّقًا، إِذِ السَّعَادَاتُ كُلُّهَا مَنْوُطَةٌ بِإِتْبَاعِ السُّنَّةِ وَيَا مِثَالِ الْأَوَامِرِ عَلَى مُشَاهَدَةِ الْإِخْلَاصِ وَتَعْظِيمِ الْمَنِيِّ عَلَى مُشَاهَدَةِ الْخَوْفِ، بَلْ بِإِقْتِضَاءِ آثَارِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي جَمِيعِ مَوَارِدِهِ وَمَصَادِرِهِ وَحَرَكَاتِهِ وَسَكَنَاتِهِ حَتَّى يَلْجِمَ النَّفْسَ بِلِجَامِ الشَّرِيعَةِ وَيَتَجَلَّى وَالْقَدْرَ حَقَائِقُ الْحَقِيقَةِ۔۔۔ وَلَا يَحْصُلُ هَذَا إِلَّا بِتَصْقِيلِ الْقَلْبِ عَلَى قَانُونِ السُّنَّةِ مِنَ الْخِصَالِ الْمَذْمُومَةِ

وَتَنْوِيرِهِ بِأَنْوَارِ الذِّكْرِ وَالتَّلَاوَةِ وَالمَعْرِفَةِ وَالأَخْلَاقِ المَحْمُودَةِ وَتَعْدِيلِهِ بِأَنْ يَجْرِيَ جَمِيعُ حَرَكَاتِ الجَوَارِحِ عَلَى نَهْجِ العَدْلِ حَتَّى يَجِدَتْ فِيهِ هَيْئَةً مُسْتَوِيَةً بِهَا يَسْتَعِدُّ لِقُبُولِ الحَقَائِقِ وَ يَصْلِحُ لِضَمِّ رُوحِ اللّهِ المَخْصُوصَةِ لِلسُّلُوكِ أَحْسَنِ الطَّرِيقِ - هَذَا مَا قَالَ —

اور اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے اس کا تدارک توبہ و استغفار کے ساتھ جلدی کر، پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ اور ظاہری گناہ کی توبہ ظاہری طور پر کر اور توبہ کو دوسرے وقت پر مت ڈال۔ منقول ہے کہ کرام کا تین تین ساعت تک گناہوں کے لکھے میں توقف کرتے ہیں اگر گناہ کرنے والے شخص نے اس اتنا میں توبہ کر لی تو وہ اس گناہ کو نہیں لکھے ورنہ اس کے اعمال نامہ میں تحریر کر دیتے ہیں۔ جعفر بن سنان قدس سرہ فرماتے ہیں غَفَلْتُكَ عَنْ تَوْبَتِكَ ذَنْبٍ نِ اِنْ تَكَبْتَهُ شَرٌّ مِنْ اِنْ تَنَكَّيْتَهُ — اور اگر اتنی جلدی توبہ بسر نہ ہو تو غرہ (جانکنی) کا معاملہ پہنچے سے پہلے پہلے جس وقت بھی توبہ کرے مقبول ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مَسِيءُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مَسِيءُ اللَّيْلِ — چاہئے کہ ورع (پرسہ گاری) و تقویٰ اپنا شعار بنالے، ممنوعات و مشہات میں قدم نہ رکھے کیونکہ اس راستہ میں نواہی (ممنوعات) سے رکننا و امر کے بجالانے سے زیادہ ترقی بخش و فائدہ مند ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں اَعْمَلُ الخَيْرِ يَعْلَمُهَا الْبُرُّ وَ الفَاجِرُ وَ لَا يَجْتَنِبُ عَنِ المَعَاصِي الاَّ الصِّدِّيقُ — معروف کرنی قدس سرہ نے فرمایا ہے: غَضَبُوا أَبْصَارَكُمْ وَ لَوْ عَنْ شَاةٍ أَنْتُمْ — قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَاءُ اللّٰهِ غَدَاً اَهْلُ الوَرَعِ وَ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا — نیز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا رَكْعَتَانِ مِنْ رَجُلٍ وَرِعٍ اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ رَكْعَةٍ مِنْ مُخْلِطٍ — اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے الصَّلَاةُ خَلْفَ رَجُلٍ وَرِعٍ مَقْبُولَةٌ وَ اَلْهُدْيُ يَسُطُّ اِلَى رَجُلٍ وَرِعٍ مَقْبُولَةٌ، وَ الْجُلُوسُ مَعَ رَجُلٍ وَرِعٍ مِنَ الْعِبَادَةِ وَ الْمَذَاكِرَةُ مَعَ صَدَقَةٍ — اور جس امر میں کہ تیرا دل رک جائے تو اس کو چھوڑ دے اور اس کا مرتکب مت ہو اور نفس کے فتوے پر مت چل اور تردد والے امور میں دل کو مفتی بنا — قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبِرُّ مَا سَكَنْتَ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَ اطْمَآنَنَ بِهِنَّ الْقَلْبُ وَ اَلْاِثْمُ مَا سَكَنْتَ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَ لَمْ يَطْمَئِنَّ بِهِنَّ الْقَلْبُ وَ اِنْ اَفْتَاكَ المَفْتُونَ — اور حدیث شریف میں آیا ہے اَلْحَلَالُ بَيْنَ وَ الْحَرَامُ بَيْنَ قَدَمَيْ رَسُوْلِكَ اِلَى مَا لَا يَرِيْبُكَ — اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ شک آئے اور دل رک جائے اس کو نہیں کرنا چاہئے اور اگر شک آئے اس کا ارتکاب معاف ہے — اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ

فِي كِتَابِهِ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ فِي كِتَابِهِ وَمَا سَكَتَ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ. اُس شخص کے لئے جو کہ امورِ مشتبہ میں مبتلا ہو دوسری امتیاز کرنے والی چیز یہ ہے کہ اپنا ہاتھ اپنے سینہ یا اپنے دل پر رکھے اگر اس کو ساکن پائے تو اس میں پیشقدمی کرے اور اس کو مضطرب پائے تو اپنے آپ کو اس سے یکسو کر لے۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْتَلُكَ نَفْسُكَ ضَعْفَ يَدِكَ عَلَى صَدْرِكَ فَإِنَّهُ يَسْكُنُ لِلْحَلَالِ وَيَضْطَرِبُ لِلْحَرَامِ دَعِ مَا يَرِيكَ إِلَى مَا لَا يَرِيكَ وَإِنَّ أَفْتَكَ الْمُفْتُونِ إِنْ الْمُؤْمِنِ مَنْ يَذُرُ الصَّغِيرَ فَخَافَةَ أَنْ يَقَعَ فِي الْكَبِيرِ۔ اور دوسری روایت میں آیا ہے ضَعْفَ يَدِكَ عَلَى قُوَادِرِكَ فَإِنَّ الْقَلْبَ يَسْكُنُ لِلْحَلَالِ۔

طاعات کے بیان میں :- اپنی تمام طاعات و عبادات کو تہمت زدہ رکھے اور اپنے آپ کو اللہ سبحانہ کا حق ادا کرنے سے قاصر جانے، ابو محمد بن منازل قدس سرہ فرماتے ہیں: ذَكَرَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْوَاعَ الْعِبَادَاتِ فَقَالَ الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالْمُتَّقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ خَتَمَ الْمَقَامَاتِ كُلَّهَا بِمَقَامِ الْإِسْتِغْفَارِ لِئَرَى الْعَبْدُ تَقْصِيرَهُ فِي جَمِيعِ أَعْيَالِهِ وَأَحْوَالِهِ فَيَسْتَغْفِرُ مِنْهَا — جعفر بن سنان قدس سرہ فرماتے ہیں تَكْبَرُ الْمُطِيعِينَ عَلَى الْعِصَاةِ بِطَاعَتِهِمْ مَا شَرُّهُ مِنْ مَعَاصِيهِمْ وَأَضْرَعُ عَلَيْهِمْ — لوگوں نے مرتضیٰ قدس سرہ کو عشرہ اواخر میں جامع مسجد کے باہر دیکھا فقيل لَهُ مَا الَّذِي أَخْرَجَكَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ مُشَاهِدَةٌ الْقُرْآنِ وَتَعْظِيمُ طَاعَتِهِمْ عِنْدَهُمْ۔

کسب و توکل کے بیان میں :- اگر اپنی اور اپنے اہل و عیال کی خوراک کے لئے کوئی کسب مثلاً تجارت وغیرہ اختیار کرے تو کوئی ملے نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے کیونکہ سلف نے اس کو اختیار کیا ہے، احادیث میں کسب کے فضائل بہت وارد ہوئے ہیں اور اگر توکل پر بیٹھ جائے تو اچھا ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ کہ وہ کسی سے طمع نہ رکھتا ہو۔ محمد بن سالم سے ایک شخص نے پوچھا اَتَمُّنْ مُتَعِدُّونَ بِالْكَسْبِ أَمْ بِالتَّوَكُّلِ؟ فَقَالَ التَّوَكُّلُ حَالُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْكَسْبُ سُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّمَا اسْتَنَّ الْكَسْبُ لِمَنْ ضَعُفَ عَنْ حَالِ التَّوَكُّلِ وَسَقَطَ عَنْ دَرَجَةِ الْكَمَالِ الَّتِي هِيَ حَالُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَمَنْ أَطَاعَ التَّوَكُّلَ فَالْكَسْبُ غَيْرُ مَبْإِحٍ لَهُ، لِأَنَّ الْكَسْبَ مُعَاوَنَةٌ لَ الْكَسْبِ إِعْتِمَادٌ. وَمَنْ ضَعُفَ حَالُهُ عَنِ التَّوَكُّلِ الَّتِي هِيَ حَالُ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أُبِيحَ لَهُ طَلَبُ الْمَعَاشِ وَ الْكَسْبُ لِئَلَّا يَسْقُطَ عَنْ دَرَجَةِ السُّنَّةِ حَيْثُ سَقَطَ عَنْ دَرَجَةِ حَالِهِ عَلَيْهِ وَعَلَى الْبِالْصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ۔ ابو محمد بن منازل قدس سرہ فرماتے ہیں: التَّفْوِيزُ مَعَ الْكَسْبِ خَيْرٌ مِنْ خُلُوهِ عَنْهُ۔

کھانے کے بیان میں :- کھانا کھانے میں اعتدال کی رعایت کرے، نہ اس قدر کھائے کہ طاعت میں سُستی پیدا ہو جائے اور بے غزہ کر دے اور نہ اس قدر کمی کرے کہ کام و طاعات سے عاجز رہ جائے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے ”چرب لقمہ (عمدہ کھانا) کھا اور کام خوب کر۔“ مختصر یہ کہ کام کا مدار طاعت پر ہے جو کچھ کہ اس کا مددگار ہے مبارک ہے اور جو کچھ اس کا رخنہ میں مُخل ہے وہ ممنوع ہے۔

نیت کی تصحیح کے بیان میں :- تمام افعال و حرکات میں قصد کرے کہ نیت کو ملحوظ رکھے جب تک نیت صالحہ حاصل نہ ہو حتی الامکان کسی عمل پر پیشقدمی نہ کرے۔

گوشہ نشینی و خاموشی کے بیان میں :- عزت و خاموشی میں راغب رہیں قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَةُ أَجْزَاءُ تِسْعَةٌ مِنْهَا فِي الْعَزَلَةِ وَوَأَحَدٌ فِي الصَّمْتِ، اور لوگوں سے میل جول بقدر ضرورت کرے اور تمام اوقات کو مراقبہ و اذکار میں بسر کرے۔

صحبت کے بیان میں :- (اب) کام کرنے کا وقت ہے، صحبت کا وقت آگے آنے والا ہے مگر جو صحبت کہ افادہ و استفادہ کے لئے ہو محمود بلکہ لازمی ہے اور اسی طرح اہل طریقہ کے ساتھ ایک دوسرے میں فانی ہونے اور لایعنی بات درمیان میں نہ لانے کی شرط کے ساتھ صحبت رکھنا بھی مستحسن ہے بلکہ بعض اوقات میں گوشہ نشینی سے راجح ہے اور اپنے طریقہ کے مخالف کے ساتھ صحبت نہیں رکھنی چاہئے۔

حُسنِ خلق کے بیان میں :- ہر نیک و بد کے ساتھ کشادہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے خواہ دل خوش ہو یا رنجیدہ ہو، اور جو شخص کہ عذر کے ساتھ پیش آئے اس کے عذر کو قبول کرے اور خلق اچھا رکھے اور کسی پر اعتراض بہت ہی کم کرے اور بات نرم و بلائم کہے اور کسی شخص کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئے مگر حق عز و جل کے لئے ایسا کرے۔ — شیخ عبداللہ بابان قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ درویشی نہ نماز ہے نہ روزہ اور نہ راتوں کو جاگنا، یہ سب زندگی کے ایسا ہیں، درویشی رنجیدہ نہ ہونا ہے اگر تو اس کو حاصل کر لے تو واصل ہو جائے۔ — لوگوں نے محمد بن سالم سے پوچھا کہ بِمَاذَا يَعْرِفُ الْأَوْلِيَاءُ فِي الْخَلْقِ؟ قَالَ بِلُطْفِ لِسَانِهِمْ وَحُسْنِ اخْلَاقِهِمْ وَبَسَاطَةِ وُجُوهِهِمْ وَسَخَاوَةِ أَنْفُسِهِمْ وَقِلَّةِ أَغْرَاضِهِمْ وَقَبُولِ عُدْرِهِمْ مِنْ أَعْتَدَارِ إِلَيْهِمْ وَتَمَامِ الشَّفَقَةِ عَلَى جَمِيعِ الْخَلْقِ بَرِّهِمْ وَفَاجِرِهِمْ۔ — ابو عبداللہ احمد المقرئ قدس سرہ فرماتے ہیں :- الْفِتْوَى حُسْنِ الْخَلْقِ مَعَ مَنْ تُبْغِضُ وَيَبْدُلُ الْمَالِ مِنْ تَكْرَهُهُ وَحُسْنِ الصُّحْبَةِ مَعَ مَنْ يَتَنَفَّرُ قَلْبُكَ عَنْهُ۔

بات کرنے کے بیان میں :- بات کرنے میں کم گوئی کو ملحوظ رکھے اور زیادہ بولنا اور زیادہ ہنستا

نہیں کرنا چاہئے کہ یہ دل کو مُردہ کرتا ہے۔

تمام امور میں حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا: اپنے تمام امور کو حق تعالیٰ کے سپرد کرے اور خدمت میں حُشیہ تاکہ تو امور کی تدبیر سے فارغ رہے وَلِنَعْمَ مَا قَالَ سَيِّدُ الطَّائِفَةِ تَجْمَعُ كُلَّ حَاجَةٍ مِنَ الدُّنْيَا تَزْكُرُهَا. جب تیرا دل ایک طرف ہو جائے وہ (تعالیٰ شانہ) تیرے تمام امور کو کفایت کرے گا۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَعَلَ هُمُومَهُ هُمًا وَاحِدًا كَفَاهُ اللَّهُ هُمُومَهُ مِنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اور نیز اپنے بندوں کو تجھ پر مہربان کر دیگا کہ وہ تیرے امور میں مشغول ہوں گے۔

یحییٰ معاذ رازی قدس سرہ فرماتے ہیں عَلِيُّ قَدْ رَحِمَكَ اللَّهُ بِمُحِبَّتِكَ الْخَلْقِ وَعَلَى قَدْ رَحِمَكَ مِنْ اللَّهِ بِهَا بِكَ الْخَلْقِ وَعَلَى قَدْ رَشَّغِكَ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ يَشْتَغِلُ بِأَمْرِ الْخَلْقِ (اور انھوں نے یہ بھی کہا ہے) رَحِمَهُ اللَّهُ مَنْ سَرَّ مَجِدَّ مَتَّ اللَّهُ سَرَّ الْأَشْيَاءِ بِمَجِدِّ مَنَّهُ وَمَنْ قَرَّتْ عَيْنُهُ بِاللَّهِ قَرَّتْ عَيْنُ كُلِّ شَيْءٍ بِالنَّظَرِ إِلَيْهِ. مختصر یہ کہ تو اس کے لئے رہ ورنہ نہ رہ اور اپنے نفس کی تدبیر میں مشغول نہ ہو اور حق سبحانہ کے فضل کے سوا کسی شخص پر اعتماد نہ کر۔ ابو محمد راسی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے أَعْظَمُ حَجَابٍ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْحَقِّ اشْتِغَالُكَ بِتَدْبِيرِ نَفْسِكَ وَاعْتِمَادُكَ عَلَى عَاجِزٍ مِثْلِكَ فِي أَسْبَابِكَ. لَا يَكُونُ الصُّوفِيُّ صُوفِيًّا حَتَّى لَا تُقَلَّ أَرْضٌ وَلَا تُظَلَّ سَمَاءٌ وَلَا يَكُونَ لَهُ قَبُولٌ عِنْدَ الْخَلْقِ وَيَكُونُ مَرْجِعُهُ فِي كُلِّ الْأَحْوَالِ إِلَى الْحَقِّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى.

اہل و عیال کے ساتھ سلوک: عیال و اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے اور بقدر ضرورت سب کو

رکھنا چاہئے تاکہ ان کا حق ادا ہو جائے اور ان کے ساتھ کامل نیت نہیں کرنی چاہئے تاکہ بارگاہِ قدس سبحانہ سے روگردانی کا سبب نہ ہو جائے اور باطن کے احوال کو نااہل سے ظاہر نہیں کرنا چاہئے اور بالداروں کے ساتھ صحبت نہیں رکھنی چاہئے۔

سنت کا اتباع اور بدعت سے اجتناب: تمام حالات میں سنت پر عمل اختیار کرنا چاہئے اور بدعت سحری الامکان بچنا چاہئے۔

قبض و بسط سختی و نرمی کے میان میں: بسط کے زمانہ میں حدودِ شرعیہ کو اچھی طرح ملحوظ رکھنا چاہئے اور حد سے

باہر نہیں جانا چاہئے اور قبض کے وقت امیدوار رہنا چاہئے دل تنگ اور یائوس نہیں ہونا چاہئے إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ اور قصد کرے کہ سختی و نرمی (تنگی و فراخی) میں یکساں رہے اور وجود و عدم (کسی چیز کے موجود ہونے یا نہ ہونے) کی حالت میں ایک ہی طرح پر رہے بلکہ عدم کی حالت میں آسودہ رہے اور وجود کی حالت میں بے چین رہے۔ لوگوں نے ابو سعید

اعرابی قدس سرہ سے فقراء کے اخلاق کے بارے میں پوچھا انھوں نے کہا فقراء کا اخلاق فقہ (کسی چیز کے ہونے) کی حالت میں

سکون اور وجود (کسی چیز کے ہونے) کی حالت میں اضطراب اور غموں کے وقت اُنس اور خوشیوں کے وقت وحشت ہے اور حوادث

میں تذبذب (ڈانوا ڈول) نہ ہو، لوگوں کے عیب پر نظر نہ کرے اور اپنے عیوب کو ہمیشہ نظر میں رکھے اور اپنے آپ کو کسی مسلمان پر فضیلت

نہ دے اور سب کو اپنے سے افضل سمجھے۔ سری سقطی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے مَا لِي عَلَى أَحَدٍ فَضْلٌ قِيلَ وَلَا عَلَى الْمُخْتَلِبِ

قَالَ وَلَا عَلَى الْمُخْتَلِبِينَ۔ اور مسلمانوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ایسا اعتقاد ظاہر کرے کہ میرے کام کا صل اس کی ذات

اور دعا سے ہو سکتا ہے اور اہل حقوق کا پابند رہے، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِيَذِي
حَقِّي أَسِيرٌ۔ حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ لَمْ يَأْتِ مِنْ ثَلَاثٍ فَهُوَ مُؤْمِنٌ حَقًّا، خِدْمَةَ الْعِيَالِ وَالْجُلُوسِ مَعَ
الْفُقَرَاءِ وَالْأَكْلِ مَعَ الْخَادِمِ۔ هَذِهِ الْأَفْعَالُ مِنْ عِلَامَاتِ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ وَصَفَهُمُ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ
وَلَيْكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا۔

سلف کے اتباع کے بارے میں :- سلف کی سیرتوں کو ہر وقت ملحوظ رکھے اور فقراء کی صحبت کا راغب
ہے اور کسی شخص کی غیبت نہ کرے بلکہ غیبت کرنے والے کو حتی الامکان روکے اور امر معروف و نہی منکر کو اپنا شعار بنائے اور
ال کے خرچ کرنے پر حریص رہے اور نیکوں کے بجالانے سے مسرور ہو اور گناہوں کے ارتکاب سے دُور رہے۔ لوگوں نے
محمد بن علیان رحمہ اللہ سے پوچھا کہ بتدہ سے حق تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامت کیا ہے؟ انہوں نے کہا نِشَاطٌ فِي
الطَّاعَاتِ وَتَثَاوُلُهُ عَنِ الْمَعَاصِي۔ حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ سَاءَتْ رُؤْيَا سَيِّئَتُهُ وَمَرَّتْ رُؤْيَا حَسَنَتُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ۔
فقیر سے ڈر کر تنگدستی نہ کرے الشَّيْطَانُ يُعِدُّ لَكُمْ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ۔ اور روزگار کی کمی سے غمگین نہ ہو کیونکہ
عیش کا وقت آگے آنے والا ہے اللَّهُمَّ لَنْ الْعَيْشَ عَيْشَ الْآخِرَةِ۔ اس جگہ کی تنگی وہاں کی وسعت کا ثمرہ دینے
والی ہے۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَلَّ رِزْقُهُ وَكَثُرَ عِيَالُهُ وَحَسُنَتْ صَلَوَتُهُ وَ لَمْ
يُغْتَبِ الْمُسْلِمِينَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ مَعِي كَهَاتَيْنِ۔ اور نیز آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
طُوبَى لِمَنْ بَاتَ حَاجًّا وَأَصْبَحَ غَازِيًا رَجُلٌ مَسْتُورٌ ذُو عِيَالٍ مُتَعَفِّفٌ قَانِعٌ بِالْبَيْتِ مِنَ الدُّنْيَا
يَدْخُلُ عَلَيْهِمْ ضَاحِكًا وَيَخْرُجُ مِنْهُمْ ضَاحِكًا، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُمْ هُمُ الْحَاجُّونَ
الْعَازُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ فقراء اور دینی بھائیوں کی خدمت سے اپنے آپ کو باز نہیں رکھنا چاہئے
جعفر خدری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے سَعَى الْأَحْرَارِ لِإِخْوَانِهِمْ كَالِإِنْفُسِهِمْ۔ ابو عبد اللہ خسیف فرماتے ہیں
دوستوں میں سے ایک دوست میرا مہمان ہوا، اتفاق سے اس کو سیٹ کی بیماری (جُلاب) لاحق ہو گئی اور میں نے
اس کی خدمت کرنا اپنے ذمہ لیا اور میں اس کی خدمت کرتا تھا اور تمام رات طشت اس کے سامنے سے اٹھاتا تھا
ایک دفعہ مجھ کو کچھ اونگھ آگئی اس نے مجھ کو کہا نِمْتُ لَعْنَتِكَ اللَّهُ يَعْنِي اللَّهُ تَجْمُورُ لَعْنَتِكَ كَرِهْتُ أَنْ تَكُونَ
مَجْهُدًا مَعِي فِي حَالِ لَعْنَتِكَ اللَّهُ كَمَا تَوَنَّى أَنْ تَكُونَ لَعْنَتِكَ اللَّهُ كَمَا تَوَنَّى أَنْ تَكُونَ لَعْنَتِكَ اللَّهُ
ایسا پایا جیسا کہ اس نے مجھ کو رَحْمَتِكَ اللَّهُ کہا ہے۔ اور جس حالت پر کہ تو نہیں پہنچا ہے بلا تقرب اس میں
کلام نہ کر۔ ابو عمر زجاجی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مَنْ تَكَلَّمَ فِي حَالٍ لَمْ يَصِلْ إِلَيْهِ، كَانَ كَلَامَهُ فِتْنَةً
لِمَنْ يَسْمَعُهُ وَدَعْوَى يَتَوَلَّدُ فِي قَلْبِهِ وَحَرَمَ الْبُلُوغَ إِلَى ذَلِكَ الْحَالِ وَالْوَصُولَ إِلَيْهِ۔

آدابِ مشائخ کے بیان میں :- مشائخ کی خدمت ادب کے ساتھ کرنا کہ تو ان کے برکات سے بہرہ و

ہو جائے، الطریق کلھا آدب آپ نے سنا ہو گا کہ کوئی بے ادب شخص خدائے تعالیٰ تک نہیں پہنچا ہے۔ دل میں ہے کہ اس بزرگ گروہ کے آداب کو علیحدہ تحریر کرے، ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں لکھا ہے اور پیر کے بعض ضروری آداب کو اس میں درج فرمایا ہے اگر میسر آجائے تو اس کا مطالعہ کریں۔ مختصر یہ کہ خاک و بے وجود ہو کر ان کی خدمت میں کئی طور پر پیش قدمی کرے ورنہ ان بزرگوں کی صحبت میں رہنے کی ہوس نہ کرے کیونکہ اس صورت میں ضرر کا احتمال غالب (اور) نفع مفقود ہے۔ — ابو بکر بن سعدان رحمہ اللہ نے کہا ہے مَنْ صَحِبَ الصُّوفِيَّةَ فَلْيَصْبِرْ وَلَا نَفْسٍ وَلَا قَلْبٍ وَلَا مِلْكَ فَمَتَى نَظَرَ إِلَى شَيْءٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ قَطَعَهُ ذَلِكَ عَن بُلُوغِ مَقْصِدِهِ یعنی جو شخص صوفیہ کی صحبت اختیار کرے تو ان کے ساتھ صحبت بے نفس و بے دل و بے اختیار ہونی چاہتے اور جس وقت وہ اپنی چیزوں میں سے کسی چیز کی طرف نظر کرے تو یہ اس کو مطلوب تک پہنچنے سے روک دیکر حق جل و علا کی طلب میں اپنے آپ کو آرام مت دے اور بے چین رہ۔ — ابو بکر طہستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تصوف اضطراب ہے جب سکون آگیا تو تصوف نہ رہے محبت کو محبوب کے بغیر آلام نہیں ہے اور اس کے سوا کے ساتھ انس و الفت نہیں ہے اور ہمیشہ اس کے باطن سے آواز نکلتی ہے۔

بچہ مشغول کم دیدہ و دل را کہ مدام دل ترمی طلبد دیدہ تر اے جوید

[میں آنکھ اور دل کو کس چیز میں مشغول کروں کیونکہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو ڈھونڈتی ہے]

مرید اس صفت کا ہونا چاہئے جو کہ اس آیت کریمہ میں (مذکور) ہے: حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَّتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَّتْ عَلَيْهِمُ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنْ اللَّهِ إِلَّا الْبَيْتَ [یہاں تک کہ جب زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آئے اور انھوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ (کی گرفت) سے اسی (کی طرف رجوع کرنے) کے سوا کہیں پناہ نہیں ہے] جب اس کی پیاس اس مرتبہ تک پہنچ جائے اور تمام روئے زمین فراخی کے باوجود اس پر تنگ ماریک ہو جائے تو امید ہے کہ رحمت کا سمندر جوش میں آئے اور اس شیفہ گھر بار برباد کئے ہوئے کو اس سے لے (یعنی وارفتہ کرے) اور اپنی وحدت خلوت خانہ میں جگہ عنایت فرمائے۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان گریانہ رسیدیم تو شاید برسی

[ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشان دہی کر دی ہے اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے]

آپ جیسے دوستوں سے اس مسکین کی التماس یہ ہے کہ اس قرقت زدہ گنہگار کو اپنی مقبول دعا سے فراموش نہ کریں اور اس تعالیٰ شانہ کے عام احسان سے یہ طلب کریں کہ یہ گنہگار تباہ کار کل قیامت کے روز رحمت کے ہوئے گنہگاروں کی قطار میں داخل ہو۔

کجا ما و کجا زنجیر زلفش عجب دیوانگی کا ندر سراقناد

[کہاں ہم اور کہاں اس کی زلف کی زنجیر، سر میں ایک عجب دیوانگی پیدا ہو گئی ہے]

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ تمت بالخیر

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کا مرتب شدہ رسالہ "اذکار معصومیہ" پیش کرنے کے بعد اب وہ اذکار و وظائف پیش کے جاتے ہیں جو حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کے بعض مکاتیب میں موتیوں کی طرح پکھرے ہوئے ہیں :- (مؤلف)

اوراد و اشغال | پس چاہئے کہ طاعات و عبادات کے وظائف میں خوب مشغول رہیں اور اوقات کو ذکر و فکر سے آباد رکھیں، ذکر قلبی پر اس قدر مداومت کریں کہ دل کو ماسوائے حق سبحانہ سے کامل قطع تعلق پیدا ہو جائے اور ذکر و حضور دل کی صفت لازمہ بن جائے کہ ہرگز اس سے جدا نہ ہو، کلمہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کو دل کی حضوری کے ساتھ زبان سے بکثرت کہیں تسبیح کے ساتھ ہو یا تسبیح کے بغیر، اگر تسبیح و شمار کے ساتھ کہیں تو ایک ہزار سے پانچ ہزار تک جس قدر کہہ سکیں کہیں اور اگر زیادہ کریں تو بہتر ہے اور نماز تہجد و اشراق و فی زوال و نمازِ اوامین (نماز) قیام اللیل ادا کرتے رہیں اور ہر فرض نماز کے بعد اور نیت سوتے وقت آیت الکرسی پڑھیں اور نیت تینتیس بار سبحان اللہ اور تینتیس بار الحمد لله اور چونتیس بار اللہ اکبر پڑھیں اور نین یا رِ اسْتَغْفِرُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ پڑھیں اور سورہ اخلاص و معوذتین (سورہ الفلق و سورہ الناس) بھی پڑھیں۔ اور ہر صبح و شام سو سو بار سبحان اللہ و مجدہ پڑھیں۔ اور نیت ہر صبح و شام سو سو بار سبحان اللہ اور الحمد لله، لا اله الا الله اور اللہ اکبر پڑھیں۔ اور نیت ہر صبح و شام دس بار درود شریف اور دس بار لاجول ولا قوۃ الا باللہ اور سوتے وقت بھی دس بار لاجول ولا قوۃ الا باللہ کہیں اور غروب آفتاب کے وقت شہ بار سبحان اللہ کہیں اور نیت ہر صبح کو اللهم ما اصبحت بي من نعمته اواباحد من خلقك فمذك وحدك لا شريك لك فلك الحمد ولك الشكر، کہیں اور شام کے وقت (تذکرہ دعائیں) ما اصبحت بي بجائے ما امسى کہیں اور ہر روز یہ کلمات ایک بار پڑھیں سبحان القائم الدائم سبحان الحي القيوم سبحان الحي الذي لا يموت سبحان الله العظيم و مجدہ سبوح قدوس رب الملائكة والروح سبحان العلي الاعلى سبحانہ و تعالیٰ۔ اور نیت ہر روز سو بار لا اله الا الله الملك الحق المبين کہیں اور نیت چپیس یا ستائیس بار اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات کہیں اور یا استغفار بھی چپیس بار ہر روز کہیں استغفر الله الذي لا اله الا هو الرحمن الرحيم الحي القيوم الذي لا يموت و اتوب اليك يا غفر لي، بزرگوں نے اس جلیل القدر استغفار کی رور و شب مداومت کی ہے اور اس کے منافع و فوائد کو بہت زیادہ مشاہدہ کیا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اس استغفار کو ایک دن میں چپیس بار کہے گا وہ اپنے گھر میں اور اپنے آپ سے اور اپنے شہر سے کوئی ناپسندیدہ بات نہیں دیکھے گا۔ اور حاجات برآری و حل مشکلات کے لئے کلمہ لاجول ولا قوۃ الا باللہ پانچ سو بار کہیں اور اس کے اول و آخر درود شریف پڑھیں جو سو بار سے کم نہ ہو۔ (مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۳۳)

استغفار کی فضیلت | دیگر یہ کہ مصائب و شدائد کے دور کرنے کے لئے استغفار پڑھنا نفع بخش و مجرب ہے (اس کو) لازم پکڑنا چاہئے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے استغفار کو لازم پکڑا اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے استغفار کی کثرت کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا اور ہر غم سے کشادگی کا راستہ بنا دے گا اور وہ اس کو بے گمان جگہ سے رزق عطا فرمائے گا۔ یہ فقیر فرض نمازوں کے بعد ستر بار استغفار پڑھتا ہے اور حدیث شریفہ کے مطابق تین بار استغفر اللہ الذی لا الہ الا هو المحی القیوم واتوب الیہ۔ باقی استغفر اللہ استغفر اللہ۔ شیخ علی بن ابی بکر قدس سرہ نے معارج الہدایہ میں کہا ہے ”اور باثور و مشہور استغفار کی قسم میں سے وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے استغفر اللہ الذی لا الہ الا هو الرحمن الرحیم المحی القیوم الذی لا یموت واتوب الیہ رب اغفر لی پچیس مرتبہ کہا وہ اپنے گھر اپنے اہل و عیال اپنے محلے، اپنے شہر اور جس خطہ زمین میں وہ رہتا ہے ان میں کوئی ناپسندیدہ امر نہیں دیکھے گا۔ پس اس استغفار پر صبح و شام مداومت کرنی چاہئے پس ہمارے مشائخ و علماء میں سے ایک جماعت آپس میں ایک دوسرے کو اس کی تلقین کرتے تھے اور اپنے شاگردوں، اولادوں، خادموں اور اصحاب کو اس کی وصیت کرتے تھے اور اس پر مداومت و ہمیشگی کی ترغیب دلاتے تھے کیونکہ انھوں نے اس میں بہت زیادہ نفع اور بڑی برکت اور مصائب کا بہت زیادہ دفعیہ دیکھا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا | اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ وَأَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةً فِي قَوْمٍ فَتَوَقَّفْ فِي غَيْرِ مَفْتُونٍ وَأَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ حُبَّكَ وَحُبَّ عَمَلِ يُقَرِّبُنِي إِلَى حُبِّكَ [اے اللہ! بیشک میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور برے کاموں کے ترک کرنے اور مسکینوں سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو کسی قوم میں فتنہ (آزائش) کا ارادہ فرمائے پس تو مجھ کو فتنہ میں مبتلا کئے بغیر وفات دے اور میں تجھ سے تیری محبت اور اس شخص کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت کے نزدیک کر دے] پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ یہ حق ہے پس اس کو یاد رکھو پھر اس کو لوگوں کو سکھاؤ۔

تضرع سے سبکدوشی کی دعا | اللَّهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ [اے اللہ! مجھ کو حرام (رزق) سے حلال رزق کے ساتھ کفایت کر اور اپنے فضل کے ساتھ مجھ کو اپنے غیر سے بے نیاز کر دے] اس دعا کو تضرع سے سبکدوشی کے لئے اکثر اوقات تضرع کے ساتھ پڑھتے رہیں۔

۱۰ کتوبات معصومہ دفتر دوم ۸۰ ۱۱ ایضاً دفتر دوم ۵ ۱۲ ایضاً دفتر دوم ۸۴ -

آیت الکرسی کی فضیلت | ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھتے رہیں اس عمل کی فضیلت میں حدیث شریف میں یہ آیا کہ
لَمْ يَمَيِّعَهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتُ [اس شخص کے دخولِ جنت میں صرف موت حائل ہے] اور نیز حدیث شریف
میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی روح کو قبض کرنا اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ لہ

اب حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کی عادات و عبارات اور معمولات سے متعلق دوسری کتابوں سے
بھی ملاحظہ فرمائیں۔ (مؤلف)

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کا عمل سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عین مطابق تھا، بہت
مخاطب روایت کے مطابق عمل کرتے تھے، رخصت کو اعمال میں ہرگز دخل نہ دیتے تھے اور مریدوں کو بھی سخت تاکید کرتے
تھے کہ سنت نبوی پر عمل کریں اور بدعت کو بال برابر بھی دخل نہ دیں۔ سفر و حضر میں حضرت کا معمول تھا کہ رات کے
تیسرے حصے میں بیدار ہو جاتے، پوری احتیاط کے ساتھ وضو کر کے نماز تہجد ادا فرماتے اور اس میں سورہ یسین پڑھتے
بعد ازاں تھوڑی دیر کے لئے سو جاتے تاکہ دو خوابوں کے درمیان تہجد ہو۔ نماز تہجد میں ہی حضرت پر مقطعات قرآنی کے
اسرار ظاہر ہوتے۔ فجر کی نماز بہت سویرے ادا کر کے اجاب کے ساتھ حلقہ و مراقبہ کرتے۔ جب اچھی طرح دن نکل آتا
تو مراقبہ سے فارغ ہو کر دو سلام سے چار رکعت پڑھتے بعد ازاں خاص مریدوں کو القائے نسبت اور توجہ باطنی فرماتے
ایک ایک کو بلا کر زانو سے زانو بلا کر بٹھاتے اور مراقبہ کرتے پھر ہر ایک کو اس کے کمالات یا طنی کی خوشخبری دیتے، چاشت
کے وقت آٹھ رکعت نماز چار سلام سے ادا کر کے قرآن شریف کی تلاوت کرتے۔

حضرت کے منازلِ تلاوت یہ ہیں:۔ منزل اول، الحمد سے آیت کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ تَنكِ، دوم سورہ انعام تک،
سوم آیت وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ تَنْكِ، چہارم سورہ ابراہیم تک، پنجم سورہ انبیاء تک، ششم سورہ قصص تک،
ہفتم سورہ ص تک، ہشتم سورہ محمد تک، نہم سورہ ملک تک، دہم اخیر تک۔

تلاوت کے بعد دوپہر کے قریب محل کے اندر تشریف لے جاتے اور اہل و عیال کے ساتھ کھانا تناول فرماتے
حضرت کو مٹھائی اور صلوی وغیرہ کا بہت شوق تھا حضرت کے باورچی خانے میں دن رات کھانا پکتا رہتا۔
کھانا تقسیم کرنے پر لوگ علیحدہ مقرر تھے، ہر ایک کو گپیوں کی روٹی، چاول اور گوشت ملتا نیز دسترخوان پر
موسی پھل اور صلوی بھی ہوتے تھے۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ سنت نبوی کے مطابق دوپہر کے وقت تھوڑی دیر کیلئے قیلولہ کرتے بعد ازاں
آٹھ کر وضو کرتے چار رکعت نماز فی الزوال ادا کر کے نماز ظہر پڑھتے، ظہر کے بعد خاص مریدوں کو القائے نسبت فرماتے

لہ مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۱۶۶

بعد ازاں کبھی فقہ، کلام، حدیث اور تفسیر کا درس دیتے اور کبھی چار رکعت طویل قرأت کے ساتھ عصر کی نماز تک پڑھتے۔ عصر اور مغرب کے باہن حقیقت و معرفت کے اسرار اور نصیحت آمیز وعظ بیان فرماتے۔ پھر مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت نمازِ اوایین تین تین سلام سے ادا کرتے، اس نماز میں اکثر سورہ واقعہ پڑھتے۔ بعد ازاں احباب کو بلا کر ان کے احوال معلوم کرتے۔ جب رات کا تیسرا حصہ گزر جاتا تو عشا کی نماز ادا کرتے سنتوں کے بعد چار رکعت نماز قیام اللیل ادا کرتے۔ پہلی رکعت میں سورہ المسجدہ، دوسری میں سورہ حمد خان، تیسری میں سورہ ملک اور چوتھی میں سورہ قیامت پڑھتے، پھر وتر پڑھ کر بلند آواز سے سبحان الملك القدوس پڑھتے، پھر دیر تک فاتحہ پڑھتے رہتے، اس کے بعد اندرون خانہ تشریف لے جاتے اور کھانا تناول فرماتے، پھر وظائف پڑھ کر آرام کرتے۔

حضرت عروۃ الوثقی قدس سرہ منہی سالک کو کلمہ طیبہ کے تکرار کی تاکید کرتے تھے اور خود بھی پڑھتے رہتے تھے۔ فجر کی نماز فرض اور مغرب کی سنتوں کے بعد التجات کے جلسہ پر بیٹھے ہوئے دس مرتبہ کلمہ تجید پڑھتے اور مریدوں کو بھی اس کے پڑھنے کی تاکید کرتے۔ حضرت نے سات درود شریف کا انتخاب کیا ہے جن کو درود ہفتہ کہتے ہیں ان میں ہر روز ایک درود شریف پڑھتے۔ ذکر وظائف اور تسبیحات کو ہرگز چہرے نہیں پڑھتے، جمعہ کی نماز اپنی مسجد میں ادا کرتے، سنت احتیاط بھی پڑھتے، نماز جمعہ سے قبل سورہ کہف، سورہ ہود اور سورہ آل عمران پڑھتے تھے، نماز جمعہ کے بعد اکثر شہر سے باہر سیر کے لئے تشریف لے جاتے اور وہاں لوگوں کی طرح طرح کے میوے اور مٹھائیاں تقسیم کرتے تھے، دونوں عیدوں کی نماز کے لئے کثیر جماعت کے ہمراہ عید گاہ تشریف لے جاتے، عید الاضحیٰ کے موقع پر خود اپنے دست مبارک سے اونٹ اور بھیر بکری ذبح کرتے۔ ماہ رمضان المبارک میں تراویح کے اندر تین قرآن شریف ختم کرتے، پہلے عشرہ میں خود پڑھتے، دوسرے عشرے میں حضرت مروج الشریعہ پڑھتے اور حضرت سنتے، اور آخری عشرہ میں کوئی اور صاحب پڑھتے۔ حضرت ہر نماز فرض میں خود ایام بنتے اور رمضان المبارک کے آخری عشرے میں متکلف ہوتے۔ حضرت مریض کی بیمار پرسی اور میت کی تعزیت کے لئے تشریف لے جایا کرتے

۱۵ درود ہفتہ کوشش کے باوجود معلوم نہ ہو سکا ۲۵ روضۃ القیومیہ بلخصاً۔ رکن دوم ص ۱۵۳ تا ۱۵۶۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ

کے

کشف و کرامات

کشف و کرامات اور خوارقِ عادات سے متعلق حضرت عروۃ الوثقیٰؓ تحریر فرماتے ہیں کہ: «حضرت شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) کتاب عوارف (عوارف المعارف) میں خوارق و کرامات کے ذکر کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عنایات ہیں ایک جماعت کو اس کے ساتھ مشرف کرتے ہیں اور کبھی (ایسا) ہوتا ہے کہ ان سے بزرگ جماعت ہوتی ہے کہ ان کو ان خوارق و کرامات میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، اس کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ سب خوارق و کرامات ذات تعالیٰ کے ذکر سے حقیر ہیں اور قلب کے ذکر کے ساتھ تجوسر (یعنی ملکہ حضوری حاصل کرنے) سے کم درجے کے ہیں» ۱۷

تیر تحریر فرماتے ہیں: «خوارقِ عادات کا مدار بھوکا رہنے پر ہے معرفت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے» ۱۸ ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: «ہاں بعض اولیائے کرام بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر خوارق کے اظہار کا حکم کرتے اور اجازت دیتے ہیں» ۱۹

پس اسی حکم اور اجازت کی بنا پر تبرکاً حضرت عروۃ الوثقیٰ کے چند کشف و کرامات پیش کئے جاتے ہیں:-
 عزت کی خواہش کا کشف | حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کے ایک مرید کا بیان ہے کہ ایک روز عالمگیر بادشاہ توران سے آئے ہوئے میوے اپنے ہاتھ سے صاف کر کے حضرت عروۃ الوثقیٰؓ کو پیش کر رہے تھے اور حضرت کھارکے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت تو بارگاہِ الہی کے مقربین میں سے ہیں ان دنیاوی میووں کے کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر یہ میوے خود کھانے کی بجائے حضرت مجھے دیں تو بادشاہ کی نگاہ میں میری عزت ہو جائے۔ یہ خیال آتے ہی حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ جو کچھ میں کھاتا ہوں یا پہنتا ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرنا ہوں نہ کہ اپنے نفس کی رضامندی کے لئے۔ بعد ازاں جو میوے بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے حضرت کی خاطر

۱۷ مکتوبات معصومہ دفتر اول مکتوب ۱۳۲ ۱۸ ایضاً دفتر دوم ۱۱۰ ۱۹ ایضاً دفتر اول ۵۰۔

صاف کئے تھے مجھے مرحمت فرمائے اور فرمایا کہ دنیاوی یاد شاہوں کے ہاں عزت کی کیا خواہش کرتے ہو
کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت پاؤ۔

آپ کی دعا سے مفلسی کا دور ہونا | حضرت عروۃ الوثقیٰ کا ایک مرید بیان کرتا ہے کہ میں حد درجے مفلس تھا حتیٰ کہ
نانِ شبینہ سے محتاج تھا۔ میں نے اپنی حالت عرض کر کے حضرت سے استدعا کی کہ مجھے اس مصیبت سے بچائیے
آپ نے فرمایا دنیاوی جمعیت چاہتے ہو یا دینی؟ میں نے عرض کیا کہ دینی اور دنیاوی دونوں حضرت نے مسکرا
میرے حق میں دعا فرمائی اور پھر خوشخبری دی کہ حق تعالیٰ نے تجھے دین و دنیا کی جمعیت عطا فرمائی ہے۔ ابھی ایک
مہینہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ دنیاوی مال و اسباب بکثرت مل گیا اور امید ہے کہ آخرت میں بھی جمعیت
حاصل ہوگی۔

روپوں میں برکت ہو جانا | حضرت کے ایک مرید کا بیان ہے کہ مجھے افلاس نے بہت تنگ کیا تو میں نے پریشان ہو کر
حضرت کی خدمت میں فراخی کی درخواست کی۔ حضرت نے مجھے روپوں سے بھرا ہوا ایک بدنہ دیا اور فرمایا کہ
ان کو گنتا نہیں جس قدر ضرورت ہو اس میں سے خرچ کئے جاؤ۔ چنانچہ میں ایک عرصہ تک اس میں سے
خرچ کرتا رہا لیکن اس میں ذرا کمی نہ آئی۔ ایک روز میری بیوی نے وہ روپیہ گن لیا تو سات سو نکلا، اس
بعد جب ہم نے خرچ کیا تو ختم ہو گیا۔

تنگدستی کا فراخی سے بدل جانا | نقل ہے کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے ایک خادم کے ہاں چھ مہمان آئے لیکن اس کا
گھر میں کچھ موجود نہ تھا کہ ان کی خاطر مدارات کرنا۔ آخر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور خاموش بیٹھ گیا
اسی اثنائے حضرت کی خدمت میں کہیں سے آم آئے۔ حضرت کا معمول تھا کہ حاضرین کو دس دس آم
دیتے تھے چنانچہ حضرت نے اس شخص کو بلا کر دس آم دیئے اور فرمایا کہ یہ تمہارا حصہ ہے، پھر دس آم
اور دیئے اور فرمایا کہ یہ تمہارے ایک مہمان کا حصہ ہے پھر دس آم اور دیئے اور فرمایا کہ یہ تمہارے دو
مہمان کا حصہ ہے۔ غرض کہ چھ مہمانوں کا حصہ سہی طرح دیا، بعد ازاں چھ اشرفیاں جیب سے نکال کر دیئے
اور فرمایا کہ تم ہمارے فرزندوں کی طرح ہو جب بھی ضرورت ہو کرے بے تکلف خانقاہ سے لے لیا کرو
انشار اللہ یہ تنگدستی فراخی سے بدل جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ شخص بہت جلد بالدار ہو گیا۔
حفظ قرآن کی بشارت | حضرت عروۃ الوثقیٰ کے ایک مرید حافظ حامد بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت نے حج
ارادہ کیا تو میرے دل میں بھی حج کا شوق پیدا ہو گیا۔ چنانچہ سفر کی ضروریات ہم پہنچا لیں۔ اسی اثنائے ایک
روز حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ "حامد ہم تو حج کو جاتے ہیں لیکن تمہارا جانا معلوم نہیں ہوتا، اچھا

۱۵ روضۃ القیومین درم ۱۸۰ ۲۵ جواہر معصومہ ص ۳۱ ۳۵ روضہ رکن دوم ص ۱۲۸ ۳۵ حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۱۲۱

حج سے ہو آئیں اس عرصہ میں تم قرآن شریف حفظ کر لیتا۔ میں حیران رہ گیا کہ ہر طرح سے ساز و سامان کر چکا ہوں پھر میرا جانا کیونکر نہ ہوگا۔ لیکن چند روز بعد میں ایسا بیمار پڑا کہ سارا پروگرام رکھا رہ گیا اور اس قدر لاغر ہو گیا کہ چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی۔ اسی اثنا میں حضرت حج کے لئے روانہ ہو گئے اور میں بسبب عدالت رہ گیا۔ جب اس مرض سے افاقہ ہوا تو حضرت سمندر پار پہنچ چکے تھے لہذا میں نے قرآن شریف حفظ کرنا شروع کر دیا۔ جب حضرت حج سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو میں قرآن شریف حفظ کر چکا تھا۔

شعر گوئی کا ملکہ پیدا ہو جانا ناصر علی شاعر کا بیان ہے کہ مجھے شاعری کا بہت شوق تھا لیکن شعر بنتا ہی نہ تھا۔ ایک روز میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ وضو کر رہے تھے، ازراہ عنایت مجھ سے فرمایا کہ ناصر علی کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا زبان چاہتا ہوں۔ فرمایا ارے کم ہمت! اچھا! یہ میرے وضو کا بقیہ پانی پی لو، کافی ہوگا۔ حسب الارشاد میں نے وہ پانی پی لیا۔ بس اُس پانی کے پیتے ہی میرا سینہ معرفت الہی سے متور ہو گیا اور میری زبان سے ایسے عمدہ شعر نکلنے لگے کہ میں حیران رہ گیا۔

دو شعر ملاحظہ ہوں۔

بترس از من کہ مقبول الہم نیم شاعر گدائے بادشاہم
ز تیغِ غیر تم جاں را نگہدار سیر کن شرم و ایمان را نگہدار

حضرت کی توجہ سے صحیحاب ہونا صاحب حضرات القدس مولانا بدر الدین سرہندی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ یہ فقیر ایسا بیمار ہوا کہ زندگی کی امید نہ رہی ہر سہ حضرات مخدوم زادگان فقیر کی عیادت کے لئے تشریف لائے چونکہ صدر درجہ کمزوری تھی اس لئے خیال ہوا کہ حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ سے یہ التماس کروں کہ میرا خاتمہ بخیر ہونے کے لئے آپ دعا فرمائیں، بجز اس خیال کے آپ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر بیمار فلاں دعا کو بیماری کی حالت میں پڑھے تو اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ اس بارے میں بھی دعا فرمائیں۔ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ نے فرمایا ہم صحت کے لئے دعا کرتے ہیں، پھر دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بیماری کو صحت سے بدل دے۔ آپ سے اکثر ایسی کرامتیں دیکھی اور سنی گئی ہیں۔

بینائی کا واپس آنا حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کے ایک عزیز فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میری آنکھ میں درد ہوا بہت علاج کرایا لیکن بے سود رہا، سو اتفاقاً کہ ایک شخص ایک دوا لایا اور اس کی بہت تعریف کی، جب وہ دوا میری آنکھ میں ڈالی گئی تو میری بینائی بالکل جاتی رہی۔ کچھ عرصہ بعد جب حضرت سفر حج سے واپس تشریف لائے تو ایک شخص میرا ہاتھ پکڑ کر حضرت کی خدمت میں لے گیا اور حال بیان کیا

لہ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۲۶ لہ ایضاً ص ۱۳۶ لہ حضرات القدس دفتر دوم ص ۲۲۷

آپ نے بہت افسوس کیا اور تھوڑے تال کے بعد اپنا لعاب دہن میری آنکھوں میں لگا کر فرمایا کہ دونوں ہاتھوں سے آنکھیں بند کر لو اور گھڑ بھج کر کھول دینا۔ حسب الحکم گھڑ بھج کر آنکھیں کھولیں تو بالکل روشن تھیں۔
مضردوا کا مفید ہو جانا حضرت عروۃ الوثقیٰ کے ایک مرید نے کسی امیر کو ایک دوا دی وہ اتفاقاً موافق ہوئی امیر اس بات سے ناراض ہو کر درپے آزار ہو گیا۔ اس شخص نے حضرت کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ پہلے تو طبیب نہ تھے اب ہمارے کہنے سے طبیب ہو گئے، جاؤ اسی دوا کو دو انشاء اللہ فائدہ کریگی۔ چنانچہ اس شخص نے وہ دوا پھر اس امیر کو دی جس سے وہ صحتیاب ہو گیا، اس کے بعد جو دوا بھی کسی مریض کو دی شفا کے کامل نصیب ہوئی ۲

آگ کا گلزار ہو جانا نقل ہے کہ ایک جوگی جادو سے آگ باندھ دیتا تھا اور لوگوں کو اس شجرہ سے اپنا فریفتہ کر لیتا تھا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ کو یہ سن کر غیرت آئی اور بہت زیادہ آگ جلو کر یا نار کو دینی بزدل اور سداً علیٰ ابراہیم پڑھ کر دم کر دیا اور ایک شخص کو حکم دیا کہ اس میں بیٹھ کر ذکر کر۔ چنانچہ وہ بیٹھ کر ذکر میں مشغول ہو گیا اور آگ اس پر گلزار ہو گئی ۳

دوسری بیوی کا مر جانا حضرت عروۃ الوثقیٰ کے ایک داماد نے جو حضرت کا بھتیجا بھی تھا پوشیدہ طور پر ایک اور عورت سے نکاح کر لیا۔ حضرت کی صاحبزادی کو جب اس کا علم ہوا تو وہ بہت غمگین ہوئیں اور جب ضبط نہ ہو سکا تو حضرت سے خاوند کی شکایت کی۔ حضرت کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ وہ ضرور مرجائے گی۔ اب اس کے لئے دعائے خیر کرو تا کہ اس کا خاتمہ بخیر ہو۔ چنانچہ تیسرے روز اس کا انتقال ہو گیا ۴

اولاد ہونا حضرت کے ایک مرید کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی، ایک روز اس نے حضرت کی خدمت میں اس کے متعلق دعا کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا انشاء اللہ اسی سال تمہارے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جو صاحبِ معنی ہوگا۔ چنانچہ اسی سال اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جو سنِ رشد کو پہنچ کر حضرت کا مرید ہوا اور سلوک حاصل کر کے اعلیٰ مقامات پر پہنچا ۵

لاعلاج مریض کا شفا پانا مقامات معصومی لکھا ہے کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کا ایک مخلص امیر بیمار ہو گیا جس کو اطبانے لاعلاج قرار دیدیا جب وہ زندگی سے مایوس ہو گیا تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اطبا تو مجھے ناامید کر چکے ہیں اگر حضرت توجہ فرمائیں تو زسیت کی امید ہو سکتی ہے حضرت نے تسلی دی اور فرمایا خاطر جمع رکھو انشاء اللہ شفا ہو جائے گی اور وضو کا بچا ہوا پانی پینے کے لئے دیا چنانچہ اس کے مرض دور ہو کر شفا حاصل ہو گئی ۶

۱۔ روضہ رکن رقم ص ۱۲۵ حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۳۳۱ ایضاً ص ۳۱۸ ۲۔ روضہ ۲ ص ۱۳۶ ۳۔ روضہ ۲ ص ۱۳۸ ۴۔ روضہ ۲ ص ۱۳۶

حضرت عروة الوثقی

کی تعلیمات

آپ کے مکتوبات قدسی آیات کی روشنی میں

حضرت عروة الوثقی خواجہ محمد معصوم فاروقی سرسندی قدس سرہ چونکہ اپنے والد بزرگوار حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرسندی قدس سرہ السامی کے سچے جانشین اور الولد سرکلابیہ کے صحیح مصداق تھے اس لئے آپ نے اپنے مکتوبات شریفہ میں عقائد اہل سنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت کے ساتھ ساتھ شریعتِ مطہرہ کی پابندی اور بدعات سے اجتناب پر بہت زور دیا ہے۔ نیز تہذیب و نصح اور سوالات کے جوابات میں شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کے وہ حقائق و دقائق اور اسرار و نکات بیان فرمائے ہیں جو سالکانِ طریقت کے لئے ایک بیش بہا خزانہ ہیں۔ ہم حسب ذوق عوام و خواص سگستان سے کچھ پھول چن کر پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، امید ہے کہ قارئین کرام مکتوبات قدسی آیات کے ہر سے دفتر کی بیجا مع تلخیص پسند فرمائیں گے (مؤلف)

عقائدِ حقہ کی تعلیم

توحید کیا ہے؟ حضرت عروة الوثقی قدس سرہ فرماتے ہیں "شیخ ابواسحق گازرونی نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! توحید کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ تیرے دل میں گزرے یا تیرے خیال میں آئے، پس اللہ تعالیٰ اس سے ماورا رہے۔" لہ

توحیدِ عوام و توحیدِ خواص | آپ غور سے سنیں! توحیدِ دو قسم کی ہے: توحیدِ عوام اور توحیدِ خواص۔ توحیدِ عوام

۱۶۔ مکتوباتِ معصومہ دفتر سوم مکتوب ۱۶۔

کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے مضمون کی تصدیق اور کافروں کے باطل معبودوں کی نفی کرنا اور معبودِ برحق کا اثبات کرنا ہے حالانکہ (اس توحید میں) حق تعالیٰ جل و علا کو اس کے ماسوا کے ساتھ محبت و گرفتاری اور دید و دانش میں شریک کرنا اور نفسِ امارہ کا جو کہ اس کی فطرت میں ودیعت ہے انکار و نزاع پایا جاتا ہے اور توحیدِ خواص میں تصدیق مذکور کے باوصف دو درجے ہیں، پہلا درجہ دل کو ماسوی اللہ کی محبت و گرفتاری اور اس کی دید و دانش سے خالی کر دینا ہے۔

توحید بعرفِ صوفی صاحبِ سیر تخلصِ دل از توجہ اوست بغیر

[صاحبِ سیر صوفی کے نزدیک توحید (کے معنی) دل کو غیر اللہ کی طرف توجہ کرنے سے خالی کر دینا ہے]۔ (چند سطور کے بعد)

خواص کی توحید کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ نفسِ حاضر اور اس کا اپنا علمِ حضوری بھی زائل ہونا شروع ہو جاتا ہے اور انانیت، ہمسری اور شریکت کے دعویٰ میں خلل پیدا ہو جاتا ہے اور وہ خود کو 'آنا' سے تعبیر نہیں کر سکتا کیونکہ انانیت و خودی اس سے زائل ہو چکی ہے، اس وقت اگر توجہ و حضور ہے تو خود بخود کہیں گے عارف کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا ہے۔ اور اس کے یہ معنی نہیں کہ عارف اس وقت عین حق ہو گیا ہے اور اس سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایک ہو گیا ہے، آنا الحق کہنا اس مقام تک نہ پہنچنے کی وجہ سے ہے اس لئے کہ فنا و نیستی اور آنا کے زائل ہونے کی صورت میں آنا الحق کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور وہ سبحانی زبان سے نہیں کہہ سکتا۔

خیال کج مبرا ایں جا و بشناس کسے کو در خدا گم شد خدا نیست

(اس جگہ کج خیالی مت کر اور خوب پہچان لے کہ جو شخص خدا میں گم ہو گیا وہ خدا نہیں ہے)

مراتبِ توحید | برادرِ عزیزی کی خدمت میں عرض ہے کہ طالبانِ طریقت کو راہِ سلوک طے کرانے کے طریقے کا مختصر بیان اور کمال الکمال کی توضیح اپنی فہمِ قاصر کے مطابق تحریر کرتا ہوں غور سے سنیں :- لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کلمہ توحید ہے اور توحید (کے معنی) قدیم لذاتہ کو غیر قدیم لذاتہ سے جدا کرنا ہے اور اس کے کئی درجات مراتب ہیں: — پہلا مرتبہ کلمہ توحید کو دل کی تصدیق کے ساتھ زبان سے ادا کرنا ہے اور یہ مرتبہ عام مومنین کا ہے اور تمام زاہد و عابد اور علما جو کہ منازلِ سلوک طے نہیں کر رہے ہیں اور سیرالی اللہ کی وسعتوں میں داخل نہیں ہوئے وہ سب اس مرتبہ میں شامل ہیں۔

دوسرا مرتبہ اہل سلوک کے ساتھ مخصوص ہے جو کہ مراتبِ وجوب کی طرف متوجہ ہیں اور سیرالی اللہ میں داخل ہو چکے ہیں لیکن اس کی تکمیل کو نہیں ہیں۔

لہ مکتوبتِ معصومہ دفتر اول مکتوب ۲۳۔

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ ماسوا کو بھول جائے اور غیر اللہ کے علمی و حُجی تعلق سے رہائی حاصل کر لے اور قدیم کو حادث سے علم و محبت کی رو سے جدا کرے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ حضوری اس درجہ تک دل کا ملکہ (قدرت) ہو جائے کہ اگر کوشش سے بھی ماسوا کو یاد کرنا چاہے تو اس کو یاد نہ آئے، اور اگر بالفرض حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر اُس قلب والے کو دیدی جائے تو بھی ہرگز اس کے دل میں غیر اللہ کا خطرہ نہ آئے۔ اس حالت کو فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ سیرالی اللہ کی تکمیل سے وابستہ اور واجب تعالیٰ (اللہ تعالیٰ) کے افعال کے ساتھ واصل ہونے کا نتیجہ ہے۔

چوتھا مرتبہ وجود اور تمام صفات سے جو کہ نفسِ حاضر کے وجود کی تابع ہیں تمام تعلقات کی نفی کرنا ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ وجود اور اس کے تابع کمالات واجب تعالیٰ و تقدس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ مخصوص ہیں، اگر ممکن میں ظاہر ہیں تو اسی بارگاہِ قدس سے مستفاد و مستعار ہیں اور جو کچھ اس (ممکن کا ذاتی ہے وہ عدم ہے کہ اس نے کمالات کے انعکاس کے واسطے سے ایک طرح کا ظہور پیدا کر لیا ہے اور دوسرے عدما سے متمیز ہو گیا ہے اور ممکن نے اس نمود بے بود کے ساتھ اپنے آپ کو کامل اور خیر کا مبداء تصور کر کے شرکت و ہمسری کا دعویٰ ظاہر کیا ہے اور اپنی طرف متوجہ ہے اور اصل سے روگردانی کر لی ہے اور جب (اللہ تعالیٰ) اپنے فضل سے صاحبِ استعداد سالک کو اپنے قرب سے نوازا چاہتا ہے تو اس کو یہ معرفت عطا فرماتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے آپ سے روگردانی کرتا اور اس پاک بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

پانچواں مرتبہ افراد (انقطاع) کی حقیقت ہے اور نفی کرنے سے نفی ہو جانے کی طرف آنا ہے اور طریقت (کے ذریعے) سے حقیقت سے ملنا ہے اور عاریتی کمالات کو اصل کے ساتھ ملحق دیکھنا ہے اور خود کو جو کہ ان کمالات کا آئینہ تھا معدوم پانا اور بے حس و حرکت جماد تصور کرنا ہے۔ اس کمال کو فنائے نفس سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ تجلی صفات کا نتیجہ ہے۔

چھٹا مرتبہ یہ ہے کہ عدم کو جو کہ کمالات کا آئینہ تھا کمالات کے اصل کے ساتھ مل جانے کے بعد عدم مطلق کے ساتھ لاحق پائے۔ اس مرتبہ میں نفسِ حاضر کا کمال درجہ نوال ظاہر ہوتا ہے کہ نہ وجود کا حکم رہتا ہے اور نہ عدم کا اثر۔ لا یبقی و لا یتذکر (نہ اس کو باقی رکھے گا اور نہ چھوڑے گا) یہ کمال اگرچہ تجلی صفات کا انتہائی درجہ ہے لیکن اس کا حصول تجلی ذات کے پرتو کے بغیر نہیں ہے اس لئے کہ ہر مقام کی تکمیل اس سے اوپر کے مقام کے پرتو کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی۔

ساتواں مرتبہ ذات تعالیٰ و تقدس کو صفات و اسماء تعالیٰ و تقدس سے جدا کرنا ہے کیونکہ ذات سے

محبت کرنے والا صفات کی شرکت کو گوارا نہیں کرتا اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس کی صفات کا جدا ہونا منظور نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کسی وقت اور کسی حال میں بھی صفات سے الگ نہیں ہے لیکن المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے مقتضی کے مطابق ذات (سالک) کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایک ایسی معیت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہاں صفات میں سے کچھ بھی ملحوظ نہیں رہتا۔ پس ذات کا صفات سے الگ ہونا دید و محبت میں ہے جس کا ثمرہ معیت مذکورہ ہے اور بس، نہ کہ خارج اور نفس الامر میں سے

ومن بعد هذا ما يدق صفاته وما كتمنا حظي لذيروا جمل

(اس کے بعد وہ مقام ہے جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب ہے) توحید شہودی و توحید وجودی | آپ جان لیں کہ توحید و معنی میں ہے توحید شہودی و توحید وجودی: توحید شہودی یہ ہے کہ سالک کا مشہود حق سبحانہ کے سوا کوئی چیز نہ ہو اور شہود و وحدت کا غلبہ اس طرح پر ہو جائے کہ باطن کی نگاہ میں کثرت کا کوئی نام و نشان نہ رہے اور یہ معنی فنا کا ثمرہ ہے، اس کا فنا پر مقدم ہونا منظور نہیں ہے۔ اور توحید وجودی کہ تمام موجودات کو حق تعالیٰ و تقدس دیکھے اور ہمہ اوست کا ترانہ گانے لگے۔ یہ مشاہدہ اگر صورتوں کے لباس میں ہے تو اس کو تجلی صوری کہتے ہیں اور یہ تجلی فنا کرنے والی نہیں ہے، (یہ) فنا کے حاصل ہونے سے پہلے حاصل ہوتی ہے اور اگر یہ مشاہدہ معنی کے پردہ میں ہو یا صورت و معنی کے باور ہو اور یہ مشاہدہ سالک کے وجود کو فنا کرنے والا ہے تو اس کا حصول فنا کے ساتھ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز کو محیط ہے کی تشریح | آپ نے لکھا تھا کہ قرآن مجید میں آیا ہے: أَلَا إِنَّ رَبَّكَ لَبِئْسَ مَجِيطٌ (آگاہ رہو، بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے) پس وہ کس طرح اور کس طور پر محیط ہے۔ آپ جان لیں کہ احاطہ دو قسم پر ہے اگر احاطہ کو احاطہ علمی قرار دیں جیسا کہ محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے اور قرآن مجید بھی اس کو بیان کر رہا ہے: وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا [اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کا علم کے ساتھ احاطہ کیا ہوا ہے]۔ تو کوئی حیرت کا مقام اور شک کا محل نہیں ہے اور اگر ہم احاطہ علمی کے علاوہ کوئی اور احاطہ ثابت کریں تو ہم کہتے ہیں کہ حق جل و علا کا احاطہ و معیت "جسم کا جسم کے ساتھ احاطہ" کی قسم سے ہے جو کہ تنزیہ و تقدیس کے منافی ہے (لہذا) یہ احاطہ تشابہات میں سے ہے جیسا کہ (قرآن مجید میں) يَدٌ اور وَجْهٌ (اللہ تعالیٰ کے لئے) آیا ہے۔ ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ وہ تعالیٰ شانہ محیط ہے اور ہمارے ساتھ ہے اور (اس احاطہ کی) کیفیت (معلوم کرنے) میں مشغول نہ ہوں اور جو کچھ ادراک اور کشف میں آئے اللہ تعالیٰ کو اس سے منترہ و مبرا جائیں۔ ۳

۱۶ مکتوبات معصومہ قراول مکتوب ۴۔ ۱۷ ایضاً قراول مکتوب ۳۔ ۱۸ دفتر سوم مکتوب ۱۶۔

رویت باری تعالیٰ

رویت | آپ جان لیں کہ جو کچھ دنیا میں مشہور ہوتا ہے وہ ظلیت کی آمیزش کے بغیر نہیں ہے کیونکہ دنیا ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کے ظہور کی طاقت نہیں رکھتی اور اصل کے ظہور کا مقام آخرت ہے اور چونکہ اُن (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی دنیا نے آخرت کا حکم لے لیا تھا اس لئے جس چیز کا وعدہ آخرت میں ہے (وہ اُن کے لئے) اس دنیا میں جلوہ گر ہوگئی اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل سے کچھ حصہ حاصل ہوگیا۔ اور تیز ہو سکتا ہے کہ اس فانی دنیا کے بعض منافع جو کہ آخرت کے درجات کی کمی کا باعث ہیں ان کے حق میں اس طرح سے نہ ہوں بلکہ درجات کی ترقی کا باعث ہوں جیسا کہ آخرت کی نعمتیں کہ ان کے ساتھ نفع اٹھانا ترقی کا موجب ہے، اس کا بیان یہ ہے کہ بہشت کے اشجار و اہمار اور اسی طرح اس مقام کی حور و غلمان اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے تنزیہی و تجمیدی معانی کے مظاہر ہیں کہ اس دنیا میں وہی معانی حروف کے لباس اور کلمات کی صورتوں میں مثلاً سبحان اللہ اور الحمد للہ میں ظاہر ہوتے ہیں، اور جس طرح کہ ان کلمات کا استعمال اس دار دنیا میں ترقی کا سبب ہے اسی طرح بہشت میں ان میوؤں اور پھلوں سے فائدہ حاصل کرنا اور ان لذتوں اور نعمتوں کا استعمال کرنا درجائے بلند ہونے اور مقامات کی ترقی کا موجب ہے اور جب اللہ تعالیٰ نعم احسانہ کے کرم سے ان کی دنیا آخرت ہوگئی تو یقیناً اس جگہ (دنیا) کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنا اس جگہ (آخرت) کی لذتوں کے استعمال کی مانند ہوگیا — اور تیز ہو سکتا ہے کہ اس راستہ کا سالک وصول کی خواہ کتنی ہی منازل طے کر لے اور خواہ اصل اصول تک پہنچ جائے اور تجلیاتِ ثلاثہ سے مشرف ہو جائے اور باکیف دے کیفیت مشاہدات اور ولایت کے تمام لوازم حاصل کر لے لیکن جب تک اس دنیاوی زندگی کی قید میں ہے اور جسم کے کوچے میں مقید ہے وہ خیال کی رسی میں مقید ہے اور اس دنیا میں خیال سے بالکل رہائی ہونا محال ہے جیسا کہ مولانا نے روم قدس سرہ نے مرنے کے قریب فرمایا ہے ۵

من شوم عرباں ز تن اواز خیال تا خرام در نہایات وصال

[میں بدن سے عاری ہو جاؤں وہ خیال سے عاری ہو جائے تاکہ میں وصال کی انتہاؤں میں چل قدمی کروں] یعنی خیال کی قید سے رہائی (پانا) جسم کی تنگنائے سے رہائی حاصل ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے اور جب ان کی دنیا نے آخرت کا حکم حاصل کر لیا تو ناچار مطلوب اس دنیا میں خیال کی تراش خراش سے پاک اور وہم کی اختراع سے بری ہو کر جلوہ گر ہوگا — اور تیز ہو سکتا ہے کہ جس رویت کا وعدہ آخرت

میں کیا گیا ہے اور سرورِ دین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی اور شخص کے لئے اس کا کچھ بھی حصہ دنیا میں نہیں ہے اور ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) نے تحقیق کیا ہے کہ جو کمال بھی نبی کو حاصل ہے اس کے کمال متبعین کو بھی تبعیت و طفیل کے طور پر وہ ثابت ہے پس اگر اس خوشگوار نعمت کے دسترخواں کے بچے ہوئے کھانے میں سے بھی (کسی کو) کچھ حصہ عنایت فرمادیتے ہوں تو ہو سکتا ہے، اگرچہ وہ رویت نہیں ہوگی کیونکہ وہ اجماع امت کے (عقیدہ) مطابق (اس دنیا میں) ہوتے والی نہیں ہے لہذا اصل چیز کا حاصل ہونا اور چیز ہے اور اس سے کچھ حصہ پانا دوسری چیز ہے جیسا کہ حضرت عالی (قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ اگرچہ رویت نہیں ہے لیکن رویت کی مانند ہے پس تو سمجھ لے کیونکہ بیشک ہمارا کلام تیرے لئے اشارات و بشارات ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس عبارات شریفہ کا مورد یہ ہو کہ دنیا عمل اور کسب کی جگہ ہے اور آخرت جزا و اجر کا مقام ہے پس اس جگہ (دنیا) میں نفع دینے والے وہ اعمال ہیں جو کہ مقربات (نزدیک کرنے والے) اور ترقی بخشت والے ہیں اور افعال کے ثمرات میں سے جو کہ عمل کی جزا ہیں کوئی چیز اس دار (دنیا) میں عنایت فرمادیں تو وہ ضرور آخرت کے درجات میں کمی کا باعث ہوگی اور اسی لئے تو دیکھتا ہے کہ بعض بزرگ جن کو اس دنیا میں ثمرات اعمال دیئے گئے ہوں موت کے وقت تمنا کرتے ہیں کہ ان کو ان امور میں سے کوئی چیز نہ ملی ہوتی، اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے زیادہ احوال (کیفیات) ظاہر نہ ہونے میں ہی وہ ستر (بھید) تھا حالانکہ وہ ولایت کے بلند درجے میں ہیں۔ ۱۷

ردیت و شہود ذات کا مقام آخرت ہے | اگر یہ کہا جائے کہ شہود بے پردگی چاہتا ہے اور غیب پردہ میں ہے اس لئے شہود افضل ہے اور مطلوب تک پہنچاتا ہے اور غیب راستہ میں رہ جاتا ہے اور حجاب سے رہائی نہیں دیتا تو میں کہتا ہوں کہ رویت و شہود کا مقام آخرت میں ہے دنیا میں واقع نہیں ہے۔ اس دنیا کا حصہ یقین حاصل کرنا ہے جو کہ غیب سے قریب تر ہے اور یہ جو بعض طالبین کو شہود و مشاہدہ پیش آتا ہے وہ ذات تعالیٰ کا شہود نہیں ہے بلکہ صفات میں سے کسی صفت اور ظلال میں سے کسی ظل کا شہود ہے کہ جس کو اس نے ذات تصور کر لیا ہے حالانکہ ذات وراء الوراہ ہے، اللہ سبحانہ ہی جانتا ہے کہ کتنے حجابات ابھی درمیان میں ہیں۔

گر ز معشوق خیالے در سرست نیست معشوق آں خیالے دیگرست

(اگر تیرے سر میں معشوق کا کوئی خیال ہے تو وہ معشوق نہیں ہے بلکہ کوئی اور ہی خیال ہے)

پس ذات عزوجل سے نسبت رکھنے والی چیز غیب ہے اور شہود اس (ذات) میں وہم و شک ہے ۱۷

۱۷ مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۸۹۔ ۱۷ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۱۰۹۔

انسان کا شہود فرشتے کے شہود سے بلند ہے | جانتا چاہئے کہ بلائکہ کرام علی نبینا وعلیہم السلام اگرچہ اصل کا مشاہدہ کرنے والے ہیں اور ہمیشہ شہود کئی رکھتے ہیں لیکن جو شہود کہ انسان کو اس مرتبہ میں میسر ہوا ہے فرشتے کے شہود سے بلند ہے بلکہ جو شہود کہ عارف کو دنیا میں (حاصل ہوتا ہے) اگرچہ جزئی ہے لیکن وہ ایک ایسی خصوصیت رکھتا ہے جو کہ فرشتے کو حاصل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کے مشہود جزئی کو جزئی کی مانند کر دیا گیا ہے اور انسان کو اس کی ذات سے گزار کر اس جزئی کے ساتھ بقا بخش دی گئی ہے اور فرشتے کا مشاہدہ اس طرح کا نہیں ہے کیونکہ وہ باہر سے نظارہ کرتا ہے اور اپنے مشہود سے کوئی چیز حاصل نہیں کرتا۔

نشان مابین المشاہدین [ان دونوں مشاہدوں میں بہت فرق ہے]۔

کامل وصل آخرت میں ہوگا | کامل طور پر وصال کا وعدہ آخرت کے لئے ہے آیہ کریمہ مَن كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ (۲۹) [جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے تو (جان لے کہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] اس پر دلالت کرتی ہے، اور یہ جو بعض صوفیہ عالیہ سے اس دنیا میں شہود و مشاہدہ ثابت کیا جاتا ہے اور اس کو تجلیات و ظہورات قرار دیا جاتا ہے وہ سب ظلال سے وابستہ ہے اور شبہ و مثال کے ساتھ تسلی ہے، ذاتِ احدیث تعالیٰ کا طالب اس سے تسلی حاصل نہیں کرتا اور پانی سے سراب کی طرف مائل نہیں ہوتا اس ڈارِ ناپائیدار میں کوشش کی انتہا حجابات اور پردوں کا اٹھنا ہونا ہے نہ یہ کہ وہ مطلوب کو جال میں لے آئیں اور عنقا کو شکار کر لیں۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں کاینجا ہمیشہ باد بدست ست ام را

[عنقا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال اٹھالے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال کے ہاتھ میں ہوا ہے (یعنی اس کو کچھ حاصل نہیں ہے) ہاں خواص ان خواص بندوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان کی دنیا کو آخرت کا حکم دیدیا گیا ہے، وہ چیزیں جن کا وعدہ عالمِ آخرت کے لئے ہے اگر ان کے لئے اس دنیا میں ظہور فرمایا اور ان کو مراتبِ ظلال سے پوری طرح گزار کر ذاتِ بحت تک پہنچادیں اور اس بارگاہِ عالی سے کچھ حصہ (ان کو) عطا فرمادیں تو گنجائش رکھتا ہے۔

حدیث "خلق آدم علی صورتہ کی تشریح | آپ نے لکھا تھا کہ "حدیث شریف میں إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ [بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے] وارد ہوا ہے پھر (اللہ تعالیٰ کو) بے چون و بے نظیر اور بے نمونہ بھی کہتے ہیں، حیرانی کا مقام ہے" — (جواب) میرے مخدوم! کوئی حیرانی کا مقام نہیں ہے، دین کی جو بات یقین و تواتر کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے اس پر سچے اعتقاد رکھنا چاہئے اور

۱۸۵۔ مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب

اس قسم کے الفاظ کو ظاہری معنی سے پھیر دینا چاہئے یا اس کے علم کو حق سبحانہ کے حوالے کر دینا چاہئے اور جس اعتقاد پر جماع ہو چکا ہو اس میں شبہ کو داخل نہیں کرنا چاہئے۔ (درحقیقت) حق تعالیٰ نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے کمالات سے آراستہ اور اپنی صفات سے منصف فرمایا ہے اور ان کو ایک کامل نر آئینہ بنایا ہے پس کچھ مشارکت و مشابہت آدم علیہ السلام کو حضرت حق سبحانہ کے ساتھ پیدا ہوگئی اگرچہ وہ مشابہت اسم میں ہوگی یا وہ مشارکت صورت میں ہوگی نہ کہ حقیقت میں مثلاً ممکن کے علم کی واجب تعالیٰ کے علم کے سامنے کیا حقیقت ہے اور اس کی قدرت کی اس تعالیٰ شانہ کی قدرت کے بالمقابل کیا حیثیت ہے اور اسی پر دوسری تمام صفات کو قیاس کر لیا جائے پس اس صورتی مشابہت اور اسمی مناسبت کے اعتبار سے مجاز اور تشبیہ کے طور پر ان اللہ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهِ [بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا] کہہ سکتے ہیں۔ یہاں لفظ علی صُوْرَتِهِ میں ایک دقیق نکتہ ہے گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ مشارکت و مناسبت صورت و اسم میں ہے نہ کہ حقیقت میں، کیونکہ یہ کمالات و اوصاف جو کہ ممکن ہیں واجب تعالیٰ کی صفات و کمالات کے مقابلے میں اختلاف آتار کے اعتبار سے گویا ایک اور ہی حقیقت اور مختلف ماہیت رکھتے ہیں، سوائے نام اور صورت کے اور کوئی شرکت نہیں ہے، مَا لِلذُّرَابِ وَرَبِّ الْاَزْبَابِ [چنبٹ خاک رابا عالم پاک] لے

ایمان

افضل ایمان کیا ہے؟ [حضرت) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ایمان کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ کے لئے بغض رکھے اور اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رکھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ اور کیا؟ آپ نے فرمایا اور یہ کہ تو لوگوں کے لئے اس چیز کو پسند کرے جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے لئے اس چیز کو ناپسند کرے جس کو تو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔ اس کو امام احمد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الایمان الفصل الثالث)۔

اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ اہل معاصی کے ساتھ بغض رکھ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو اور ان لوگوں سے انقباض اور ترش روئی کے ساتھ ملو، اور ان لوگوں کے ساتھ ناراضگی و غصہ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی طلب کرو اور ان سے دوری اختیار کر کے اللہ عزوجل کا

عے بخاری و مسلم میں یہ روایت ان الفاظ سے ہے "خلق اللہ آدم علی صورتہ"

لے مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۱۶۔

قرب حاصل کرو۔ اس کو ابن شاہین اور دبلی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور الکنز الخفی میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ کیا تو نے کبھی میرے لئے کوئی عمل کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے اللہ میں نے آپ کے لئے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، صدقے دیئے اور آپ کا ذکر کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا، البتہ نماز تیرے لئے حجت ہے اور روزہ ڈھال ہے اور صدقہ سایہ ہے اور ذکر نور ہے تو پھر تو نے میرے لئے کونسا عمل کیا؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ یا اللہ! آپ مجھے اس عمل کی طرف رہنمائی فرمائیں جو آپ کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! کیا تو نے میرے کسی دوست سے دوستی کی اور میرے کسی دشمن سے دشمنی کی۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جان لیا کہ بیشک وہ عمل المحب فی اللہ والبغض فی اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دشمنی کرنا ہے)۔

عوام و خواص اور اخص الخواص | ایمان بالغیب یا عوام کو نصیب ہے یا اخص الخواص کا حصہ ہے کہ جنہوں نے
کمالات نبوت سے کچھ حصہ پایا ہے اور وہ نہایت نہایت سے بقدر استعداد
آگاہ ہیں، خواص و متوسطین شہود کی لذت کے ساتھ خوش ہیں اور وصال کے خیال کے ساتھ مطمئن ہیں
کسی نے خوب کہا ہے

بوقتِ صبح شود، پچو روز معلومت کہ باکہ باختہ عشق در شبِ دیگور

[صبح کے وقت تجھ کو دن کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ تو نے اندھیری رات میں کس کس کے ساتھ عشق بازی کی ہے] جو سوسہ تیرے دل میں آئے اور جو کچھ تیرے خیال میں گزرے پس اللہ تعالیٰ اس کے خلاف (باوراء) ہے۔ عوام کا ایمان بالغیب ظلمانی و نورانی پردوں کے پیچھے سے ہے اور خواص اگرچہ ظلمانی پردوں سے پوری طرح رہائی حاصل کر چکے ہیں لیکن نورانی پردوں سے پوری طرح نہیں نکلے اور ان میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان کے شہود کو مطلوب کا شہود تصور کر لیا ہے اور جو عشق بازیاں کہ صرف مطلوب سے کرنی چاہئیں ان کے ساتھ کرنے لگے ہیں، اور اخص الخواص کا ایمان بالغیب نورانی و ظلمانی پردوں سے گزرنے کے بعد ہے، یہ بزرگوار دوسرے گروہ کے شہود کو پس پشت ڈال کر ذاتِ وراء الوراء کے گرفتار ہیں انہوں نے

یقین کیا ہے کہ اس عالم میں اس مقدس مرتبہ سے یقین کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہے کیونکہ روایت (دیدارِ باری تعالیٰ) کا وعدہ آخرت میں کیا گیا ہے اگرچہ وہ کسی قسم کا پردہ حائل نہیں رکھتے لیکن بصرو بصیرت (ظاہری و باطنی نظر) کا ضعف شہود کے ادراک سے ملحق ہے، ان دونوں ایمانوں اور دونوں غیبوں کے درمیان بہت فرق ہے لہ

ایمان کے درجات | حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی منکر (خلافِ شرع کام) کو دیکھے تو اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے اس کو روک دے پس اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اس کو منع کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو اپنے دل سے اس کو بڑھا جائے اور یہ ایمان کا سب سے ضعیف درجہ ہے اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ نفسِ ایمان اور کمالِ ایمان کی وضاحت | انبیاء علیہم السلام کے ایمان اور عوام کے ایمان کو نفسِ ایمانیت میں شرکت و برابری ہے اور ایمانِ انبیاء کی فضیلت ایمان کو کامل کرنے والی صفات کی طرف راجع ہے کیونکہ جو ایمان کہ اعمالِ صالحہ کے ساتھ ملا ہوا ہے اور گناہوں اور مشتبہ امور سے پاک ہے وہ کچھ اور ہی صفائی اور علیحدہ تورانیت رکھتا ہے اور بہت بڑے نتائج و ثمرات لاتا ہے بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک دوسری نوع ہو جاتا ہے جیسا کہ افرادِ انسان جو کہ نفسِ انسانیت میں مشترک و مساوی ہیں اور صفات کے کمال و نقصان کے پیش نظر ان میں سے ایک جماعت کو (اللہ تعالیٰ نے) کَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ [وہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں] فرمایا ہے اور وہ حقیقتِ انسانی سے نکل گئے ہیں۔ اور یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے لَوْ تَزَنَ إِيمَانُ أَبِي بَكْرٍ مَعَ إِيمَانِ أُمِّئِي لَرَجَحَ [اگر حضرت ابو بکر کے ایمان کو میری امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو وہ ضرور بڑھ جائے گا] یہ (ایمان کا) بڑھ جانا بھی صفاتِ کاملہ کے باعث ہے جو کہ ایمان کی تورانیت و صفائی کو بڑھا دیتی ہیں اور میزان (ترازو) کے پلے کو راجح (بھاری) کر دیتی ہیں

کیونکہ صفات و اعراضِ میزانِ موعود (آخروی) میں وزن کی جائیں گی۔ اُن (ابو بکرؓ) کا ایمان بھاری کیوں نہ ہو جبکہ وہ موتِ قبل سے مشرف ہو چکے ہیں اور اس صفت میں وہ صحابہ کرام کے درمیان ممتاز ہوئے اور سبقت لے گئے ہیں اور امی لئے آيَةُ كَرِيمَةٍ وَالَّذِينَ مَعَهُ (اور جو اس (پیغمبر) کے ساتھ ہیں) اور آيَةُ كَرِيمَةٍ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے) کے مصداق معیت کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں اور اصحابِ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے درمیان اس

موت کی بشارت کے ساتھ جو کہ عین معرفت اور ایمان کو کامل کرنے والی ہے بشر ہوئے ہیں جیسا کہ ان کی شان میں وارد ہوا ہے: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَبِيتِ يَمِّشِي عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ ابْنِ أَبِي قُحَّافَةَ (جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی مہیت (مردہ) کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو اس کو ابو بکر ابن قحافہ کی طرف دیکھ لینا چاہئے)۔ اگرچہ تمام صحابہ بھی اس موت کے ساتھ متصف تھے لیکن اس بشارت کے ساتھ ان کی تخصیص اس صفت میں دوسروں سے زیادہ ان کے کمال کی خبر دینے والی ہے اور جو شخص کہ اس صفت میں زیادہ کامل ہے اس کا ایمان بھی اسی قدر زیادہ کامل ہے کیونکہ یہ موت (قبل از موت) اطمینان نفس کا ثمرہ دینے والی ہے اور اطمینان نفس ایمان حقیقی ہے جو کہ زوال سے محفوظ ہے۔ آیہ کریمہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر (حقیقی طور سے) ایمان لائے)۔ گویا اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے، اور شاید کہ حدیث اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِيمَانًا لَيْسَ بَعْدَهُ كُفْرٌ (اے اللہ! میں آپ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو) میں یہی ایمان مطلوب ہے۔ یہ وہ موت ہے جو کہ دائمی زندگی تک پہنچاتی ہے اور قرب و معرفت کے انوار کے ساتھ متصف کرتی ہے۔ آیہ کریمہ أَوْ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ (کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پس ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا) میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۷

(نیز فرماتے ہیں) حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ اس وقت تک صریح ایمان کا حق ادا نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کا یہ حال نہ ہو جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض کرے، پس جب اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے محبت کی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے بغض کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی ولایت کا مستحق ہو گیا، اس کو امام احمد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کی اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض کیا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دیا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے منع کیا تو بیشک اس نے ایمان کی تکمیل کر لی۔ اس کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے ۱۸

۱۷ مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۲۲ - ۱۸ ایضاً دفتر اول مکتوب ۲۹

رسالت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت | حقیقت آن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ حقیقتہً الحقائق ہے وہ کُل ہے اور دوسروں کے حقائق اس کے اجزا کے درجے میں ہیں اور یہ مسلم ہے کہ جو کمال جزو کے لئے ثابت ہے وہ کُل کے لئے بھی ثابت ہے، لیکن اس کے برعکس ثابت نہیں ہے، پس دوسروں کے کمالات میں ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرکت ثابت ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (مخصوص) کمال میں دوسروں کو شرکت نہیں ہوگی اور حدیث اُلی مع اللہ وقت [اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک خاص وقت بھی ہے] صادق و ثابت ہوگی۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جن لوگوں کے حقائق اسمائے کلی کی جزئیات ہیں یا ان اسماء کی جزئیات کی جزئیات ہیں ہمارے پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ان میں شرکت ہے اس لئے کہ جو شخص جزو کے جزو سے موسوم ہو وہ صاحب اسم جزئی کے دائرہ کے تحت ہے اور یہی نسبت صاحب اسم جزئی کو صاحب اسم کلی کے ساتھ ہے پس سمجھ لیجئے۔

ہمارے پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کو (اللہ تعالیٰ کی جانب سے) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے اتباع کا امر ہونے اور آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت (ابراہیم علیہ السلام) کی صلوٰۃ و برکات کی مثل صلوٰۃ و برکات طلب کرنے سے مقصوداً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مقام کا حصول ہے کہ جس مقام تک وصول حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مقام سے گزرے بغیر بیسر نہیں ہے اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مقام تک پہنچنا ان کی ملت کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ ان کی ملت کی متابعت کے بغیر اس مقام کے لئے راہ نہیں ہے اور ان دونوں مقامات میں سے ایک کی نسبت دوسرے کے ساتھ ایسی ہے جیسی کہ محراب کو مسجد کے ساتھ نسبت ہے اور (یہ) یقینی بات ہے کہ محراب تک پہنچنا جو کہ امام کا مقام ہے بقعہ مسجد کی مسافت طے کئے بغیر منظور نہیں ہے کیونکہ پہلا مقام مرکز ہے اور دوسرا مقام اس مرکز کا محیط ہے اور نظر کشفی میں اسی قسم کے محیط پر مرکز کو فوقیت ہوتی ہے اور مرکز تک پہنچنا محیط کی مسافت طے کئے بغیر بیسر نہیں ہے اور جب اس دعا کی قبولیت کا وقت آیا حضرت سید الاولین والآخرین علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے اس مقام سے کہ جس میں آپ تشریف فرما تھے عروج فرمایا یہاں تک کہ کامل شوق کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام میں پہنچے اور اس بزرگ مقام میں توقف فرمایا اور وہ امور پیش آئے جو ان اسرار میں سے ہیں جن کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہے، اس کے بعد آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس مقام میں داخل ہوئے جو کہ ملت حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی

۱۔ مکتوبات معصومہ دفتر اول مکتوب ۲۲۔

متابعت کے ساتھ وابستہ تھا وہ نادر مقام ایک نہایت عجیب مقام ہے کہ کسی رسول کا کوئی مقام اس مقام کی مانند نہیں ہے، جب اس مقام میں قرار پذیر ہو گئے تو جو نظر کہ پسماندگان کے حال پر رکھنے تھے بہت کم ہو گئی اور کلی طور پر بارگاہِ قدس کی طرف متوجہ ہو گئے اور خاص خلوت خانہ میں محبوب کے ساتھ خلوت پذیر ہو گئے اور نیز محسوس ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم عروج کے درپے تھے بعض اصحاب کرام علیہم الرضوان بھی آپ کی متابعت کی وجہ سے اس عروج میں شریک تھے، اور جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) مقامِ خاصہ میں داخل ہو گئے اصحاب کرام مقامِ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں اُن علیہ السلام کے زیرِ قدم رہ گئے اور انھوں نے مقامِ خاصہ میں گنجائش نہ پائی۔ اس کے بعد ظاہر ہوا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متوجہ ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقامِ خاصہ میں داخل فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تردد ہے کہ داخل فرمایا یا نہیں لیکن گمان غالب یہ ہے کہ ان کو بھی مقامِ خاصہ میں کچھ گنجائش ہو گئی۔ ۱۷

قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے اور اُن (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی امامت عام اور دائمی ہے اس لئے کہ ان کے بعد کوئی ایسا نبی مبعوث نہیں ہوا جو اُن کی ذریت (اولاد) میں سے نہ ہو، اور اور ان کی اتباع کا پابند نہ ہو (اگرچہ وہ اتباع فی الجملہ ہو، فی جمیع الاحکام نہ ہو) جیسا کہ آیہ کریمہ وَاتَّبِعْ حِلَّةً اِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا اس پر دلالت کرتی ہے لیکن یہ آیتیں آنسور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت میں کوئی کمی نہیں کرتیں، کیونکہ مفسرین نے کہا ہے یعنی توحید میں یا حق جل و علا کی طرف دعوت دینے کے طریقے میں ان (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی پیروی کر، جیسا کہ وہ نرمی و مدارات کے ساتھ درپے دلائل پیش کر کے اور ہر شخص کی سمجھ کے مطابق بحث کر کے دعوت دیتے تھے آپ بھی ایسا ہی کیجئے۔

صاحب تیسیر نے بیان کیا ہے کہ اتباع (پیروی) کرنا اس راہ پر چلنے کا نام ہے جس پر متبوع (جس کا اتباع کیا جائے) چلا ہے۔ پس آنسور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع کرنا اس بنا پر تھا کہ آپ اُن (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے بعد مبعوث ہوئے تھے، نہ اس لئے کہ آپ مرتبہ میں ان کم ہیں اور اَنَا الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ عَلٰی اللّٰهِ (میں اللہ کے نزدیک اولین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرم ہوں) کے ارشاد کے بموجب یہ بات مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے اکرم و افضل ہیں اور فضیلت میں آپ کا حصہ تمام انبیاء و اصفیاء سے بہت زیادہ اور بہت جامع ہے اور یہ جو فَبِهٰذَا اٰتَمُّهُمُ اقْتِدَاہُ (پس آپ اُن (انبیاء) کی روش کی پیروی کریں) وارد ہوا ہے، یہ بھی اسی قسم سے ہے کہ اس امر سے (بھی)

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ ان سب کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فاضل کو مفضول کی متابعت کا حکم دیتے ہیں اور متابعت کے حکم سے اس کی فاضلیت میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے **وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاٰمْرِ** (آپ ان (اپنے اصحاب) سے کام میں مشورہ کر لیا کریں)۔ اصحاب کرامؓ کے ساتھ مشورہ کرنے کا امر ان کی متابعت کے امر کو شامل ہونے سے خالی نہیں ہے (یعنی امر متابعت کو شامل ہے) ورنہ مشورہ کرنے کا کیا فائدہ ہوگا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے افضل ہونا اور صحابہؓ کا مفضول ہونا مسلمہ امر ہے) لہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وقت کے قطب ارشاد اور قیوم تھے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "کسی عبارت میں وارد ہوا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے وقت کے قطب ارشاد ہوئے ہیں، کیا اس وقت میں قیومیت کی نسبت کوئی رکھنا تھا؟ اگر آنسور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام رکھتے تھے تو آپ کو قیوم ہونے کے باوجود قطب ارشاد کیوں کہتے ہیں اور کونسا فائدہ اس میں ہے حالانکہ قطبیت کی نسبت قیومیت کی نسبت سے نیچے ہے"۔ (جواب) آپ جان لیں کہ لفظ قطب ارشاد و مدار وغیرہ اہل شرع کی زبان میں وارد نہیں ہیں اور صوفیائے کرام کی اصطلاحات و مکشوفات میں سے ہیں اور نسبت قیومیت حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کا مکشوف ہے، معلوم نہیں ہے کہ ان حضرت عالیؑ سے پہلے اولیاء اللہ میں سے کسی نے یہ بات کہی ہو (اور) اس کے اسرار کے ساتھ متحقق ہوا ہو۔ صوفیہ کے مطابق ولایت کے طریقوں میں کمال الکمال قطبیت ارشاد ہے جس کو بزرگوں نے آنسور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ساتھ نسبت دی ہے، نسبت قیومیت جبکہ اس زبان میں ظاہر نہیں ہوئی تھی وہ حضرات کہاں سے (اس کا) اطلاق کرتے، اب جبکہ ظاہر ہو گئی ہے، ہم کہتے ہیں کہ یہ نسبت عالیہ آنسور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے زبان میں آنسور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کو تفویض ہوئی تھی اور شایان بہتیں ہے کہ نسبت قیومیت اس وقت میں آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے ہو اور کسی دوسرے سے منسوب ہوئے

۱۔ مکتوبات معصومہ دفتر سوم مکتوب ۲۲۔ ۲۔ ایضاً دفتر دوم مکتوب ۶۷۔

سوال :- کھانا کھانے میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عادتِ شریفہ کیا تھی؟ — جواب: آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) بقدرِ ضرورت اور اس قدر کہ جس سے بدن قائم رہے تناول فرماتے تھے پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے اور (حضرت) عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی روایت سے ثابت ہے کہ حضرت (رسول اللہ) علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی شکم سیر نہیں ہوتے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتجیہ اپنے اہل میں (اس طرح رہتے) تھے کہ آپ ان سے کسی کھانے کا سوال نہیں کرتے تھے اگر وہ لوگ کھانا لے آتے تو آپ کھالیتے اور جو کچھ لے آتے آپ قبول فرمایا لیتے تھے اور مشروبات میں سے جو کچھ یہ لوگ دے دیتے آپ پی لیتے تھے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک سب سے مرغوب کھانا وہ ہوتا تھا کہ جس پر بہت سے ہاتھ (داخل) ہوں یعنی جماعت کے ساتھ کھاتے تھے تنہا نہیں۔ اور حدی کریمہ کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا کہ اولادِ آدم (انسان) کے لئے وہ چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو درست (قائم) رکھیں، پس اگر اس پر صیرتہ کر سکے تو اس کے پیٹ کا ایک تہائی حصہ اس کے پانی کے لئے ہو اور تہائی حصہ سانس لینے کے لئے ہو، کھانے کے شروع میں بسم اللہ کہتے تھے اور یہ عمل سنتِ موکرہ ہے۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص کھانا کھائے اور اس کے بعد کہے "الحمد لله الذی اطعمنی هذا الطعام ورزقنیہ من غیر حول متی ولا قوۃ" تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، اور ایک روایت میں کچھلے اور اگلے کا لفظ آیا ہے — اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سونا حدِ اعتدال پر اور قلیل تھا اس کے باوجود آپ کا دل مبارک نہیں سوتا تھا بلکہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوٰۃ والتجیہ کی آنکھ سوتی تھی — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کم کرنے (قصد لئے جانے) کی تاریخِ حسینے کی سترہ یا انیس یا اکیس تاریخ تھی — اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتجیہ کا لباس چند قسم کا ہوتا تھا نفیس بھی پہتا ہے یعنی رد نہیں فرمایا ہے اور اس کے علاوہ بھی پہتا ہے اور رونی کا (سوتی) کپڑا اکثر پہتا ہے اوریشمینہ (اونی کپڑا) بھی پہتا ہے مختصر یہ ہے کہ لباس کے بارے میں آپ کی عادتِ شریفہ تکلف کی نہیں تھی جس قسم کا حاضر ہو جانا قبول فرمایا لیتے اور کپڑا کاٹنے کے لئے کسی دن کا معین ہونا ثابت نہیں ہوا ہے۔ (درد دوم مکتوب ۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یومِ پیدائش و وفات و عمر شریف اور خیر البریہ علیہ الصلوٰۃ والتجیہ کا یومِ پیدائش و یومِ وفاتِ روشنہ (پیر) ہے، اس دن کے آخری حصہ میں وفات پائی اور اس روز جو کہ سہ شنبہ (منگل) تھا ان (کے جس مبارک) کی حفاظت کی گئی و ربوہ کی نصف شب اور ایک روایت میں اخیر شب میں آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکمل البرکات کو آرام کی نیند سلا دیا گیا۔ رباعی

يَا خَيْرَ مَنْ دُقِنَتْ فِي التُّرَابِ اعْظَمُ
فَطَابَ مِنْ طَيِّبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكْمُ
رُوحِي الْفِدَاءُ لِقَبْرِ اَنْتَ سَاكِتُهُ
فِي الْعَفَاكُ وَفِي الْجُودِ وَالْكَرَمُ

[لے وہ ذات جو ان لوگوں میں سب بہتر ہے جن کی ہڈیاں مٹی میں دفن ہو گئیں اور ان کی خوشبو سے میدان اور پہاڑیاں معطر ہو گئیں، میری روح اُس قبر (مبارک) پر فدا ہو جس میں آپ سکونت پذیر ہیں اس میں (در حقیقت) پاکیزگی، سخاوت اور بزرگی (مدفون) ہے]۔

آپ نے حضرت حبیب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عمر مبارک کے بارے میں پوچھا تھا۔ آپ جان لیں کہ اس بارے میں چند قول ہیں ایک قول کے مطابق ساٹھویں سال کے اوائل میں پردہ فرمایا اور ایک قول کے مطابق تریسٹھ سال میں اور یہ قول سب اقوال سے زیادہ صحیح ہے اور ایک قول کے مطابق پینسٹھ سال کی عمر میں اور علمائے ان اقوال میں اس طرح تطبیق کی ہے کہ جس تے تریسٹھ سال کہا ہے اس نے سال پیدائش اور سال وفات کو حساب میں نہیں لیا اور جس نے پینسٹھ سال کہا اُس نے سال ولادت و سال وفات کو بھی شمار کیا ہے اور جس نے ساٹھ سال کہی ہے اس نے عشرت (دہائیوں) کو شمار کیا ہے اور کسور (اکائیوں) کو شمار نہیں کیا۔ ۱۷

قدر خیر و شر

مسئلہ قضا و قدر | قضا و قدر کا مسئلہ اللہ جل شانہ کے اسرار میں سے ایک ستر ہے، اس مسئلہ میں باہم گفتگو کرنا اور چھان بین کرنا ممنوع ہے اس معاملہ میں ممانعت کی حدیثیں بہت ہیں جو کچھ ہم پر لازم ہے وہ اوامر کو بجالانا اور نواہی سے بچنا ہے اس مسئلہ میں غور کرنے کے لئے فرمایا نہیں گیا ہے بلکہ منع کیا گیا ہے، اس معاملہ کی حقیقت کو جل و علا کے علم کے حوالہ کرنا چاہئے، جس چیز کے ساتھ (ہمیں) مکلف کیا گیا ہے تنذہی و احسانندی کے ساتھ اس کے بجالاتے ہیں کوشش کرنی چاہئے۔ یہ ہے سب سے زیادہ سلامتی کا راستہ۔ میرے مخدوم! اس مسئلہ میں جو کچھ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے اس کے موافق اعتقاد درست رکھنا چاہئے اور شک میں ڈالنے والی باتوں اور چون و چرا میں نہیں جانا چاہئے کہ (یہ) منع ہے۔ آپ جان لیں کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ بتدہ کے تمام افعال خیر سہوں یا شر سب حق سبحانہ کی تقدیر و ارادہ سے ہیں والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ [اور اس کے خیر و شر کا مقدر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے] اور تقدیر خلق و ایجاد سے عبارت ہے اور (یہ بات) معلوم ہے کہ خالق و موجد اُس جل شانہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ لَّا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاَعْبُدُوْهُ (۱۶۱) [اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہر چیز کا خالق ہے پس اس کی عبادت کرو] اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ (۳۷) [اور اللہ تعالیٰ نے تم کو

۱۷ مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۵۱ -

اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا] (چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خیر و شر کی تقدیر اور نسبت خلق حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے کے باوجود بندہ کے ارادہ و اختیار کو بھی اس کے وجود و فعل میں دخل دیا گیا ہے، اول صرف ارادہ بندہ کی جانب سے ہوتا ہے اس کے بعد اس کے موافق حق تعالیٰ خلق (پیدا) فرماتا ہے اور ارادہ کے اس استعمال ہی کو کسب کہتے ہیں پس خلق حق جل و علا کا فعل ہے اور اس کا کسب بندہ کی طرف سے ہے۔ اور یہ جو آپ نے لا تتحرک ذرۃ الا بذنہ اس (اللہ تعالیٰ) کی اجازت کے بغیر کوئی ذرہ حرکت نہیں کرتا وغیرہ لکھا ہے تو یہ حق تعالیٰ کے پیدا کرنے کے اعتبار سے ہے اور مقتول کے عوض میں قاتل کو قتل کرنا اور گنہگار کو بلامت کرنا اور اس کو سزا کا عذاب دینا کسب کے اعتبار سے ہے۔^{۱۷} وتمامہ فیہ

مسئلہ قضا و قدر پر محل ایمان لانا چاہئے | میرے مخدوم بقضا و قدر کا مسئلہ دقیق مسائل میں سے ہے ہر شخص کی سمجھ اس مسئلہ تک نہیں پہنچتی بلکہ اس مسئلہ کی حقیقت کو جیسی کہ ہے حضرت علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) ہی بہتر جانتا ہے، محل طور پر اس قدر ایمان لانا چاہئے کہ اس (بندہ) کی قدر خیر و شر اللہ تعالیٰ (کی طرف) سے ہے اور لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اگر (وہ اعمال) خیر ہیں تو (بدلہ) خیر ہوگا اور اگر شر ہیں تو (بدلہ) شر ہوگا، اس پر ہمیں زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے علم کو حق سبحانہ کے سپرد کرنا چاہئے اور اس کے اوامر و نواہی کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہئے، اگر ایسا نہ کرے تو بندہ سرکش ہوگا اور مختلف قسم کی سزاؤں کا مستحق ہوگا ہم بدیہی طور پر اپنی وجہان سے یہ پلتے ہیں کہ ہم کو اس قدر قدرت دی ہے کہ اوامر و نواہی کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں اور گناہ کو بغاوت و سرکشی سمجھتے ہیں۔^{۱۸}

راضی بقضائہا چاہئے | لے اشفاق پناہ! جو کچھ بندہ پر گزرتا ہے وہ سب تقدیر و ارادہ ازلی سے ہے، آیہ کریمہ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا (۱۱۰) [کوئی مصیبت دنیا میں یا تمہاری جانوں میں نہیں آتی مگر یہ کہ وہ کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہوتی ہے قبل اس کے کہ ہم اس کو دنیا میں پیدا کریں] اس معنی پر دلالت کرتی ہے، رضا و تسلیم کے سوا چارہ و تدبیر نہیں ہے چونکہ (یہ سب) محبوب کا فعل ہے (اس لئے) محب کو چاہئے کہ اس سے لذت حاصل کرے اور خندہ پیشانی سے پیش آئے اور اس ضمن میں اس تعالیٰ شانہ کے الطاف و عنایات کا منتظر رہے۔^{۱۹}

(ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں) جو رنج و غم بھی (انسان کو) پہنچتا ہے چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور تقدیر سے ہے اس لئے رضا مندی کے سوا کوئی چارہ و تدبیر نہیں ہے، طاعات کے معمولات پر مستعد رہیں اور تکالیف و امراض پر صبر و تحمل کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عاقبت طلب کرتے رہیں

^{۱۷} مکتوبات معصومہ قزقم مکتوب ۸۳ ^{۱۸} ایضاً قزقم مکتوب ۱۳۷ ^{۱۹} ایضاً قزقم مکتوب ۸۷

اور مخلوق میں سے کسی کو درمیان میں نہ دیکھیں اور تمام امور کو حق سبحانہ و تعالیٰ ہی کی طرف سے جانیں اور اُس کے دُور کرنے کو بھی اُسی سے چاہیں کیونکہ اُس سبحانہ و تعالیٰ کی تقدیر کے بغیر کوئی شخص کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتا، اور اس کے ارادہ کے بغیر کوئی شخص ضرر (تکلیف) کو دُور نہیں کر سکتا، بندگی کا راستہ یہی ہے ۱۔

قضا و قدر پر راضی ہونا | حق سبحانہ و تعالیٰ کے بندہ کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کرنے سے مراد یہ ہے کہ جو تنگی بھی اس کے سینے میں ہو اُس کو دُور کر دے اور اس کے سینے میں کوئی تنگی بھی کسی طرح سے نہ رہے اور اوامر کے بجالانے اور نواہی سے باز رہنے میں پوری سہولت حاصل ہو جائے اور اس کی مرضی حق سبحانہ و تعالیٰ کی قضا و قدر کے اس حد تک تابع ہو جائے کہ اگر ایک دنیا ناراض ہو جائے یا اس کو سخت مصیبتوں اور شدید رنج و غم میں مبتلا کر دیا جائے تو ان امور سے اس کے باطن میں کوئی گدورت پیدا نہ ہو ان امور کو بالکل درست اور نہایت مناسب دیکھے اور پوری خوشی و رغبت کے ساتھ ان چیزوں سے راضی ہو جائے بلکہ جو بلا و مصیبت بھی پیش آئے اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے شمار کرے اور اس کے شکر میں کوشش کرے اور نیز خناس (شیطان) کا وسوسہ جو اس کے سینے میں قائم تھا اور وہاں (اپنا) آشیانہ رکھتا تھا دُور ہو جائے اور وہاں سے اس کے ٹھکانے کو ویران کر دیا جائے، جب اس اعلیٰ درجہ کی بزرگی اور بہت بڑی سعادت کے ساتھ عارفِ کامل کو نوازا دیا جاتا ہے تو وہ اللہ جل شانہ کی ہدایت کے ساتھ ہدایت یافتہ ہو جاتا ہے اور صراطِ مستقیم پالیتا ہے اور شرح صدر بھی اسی ہدایت پانے سے عبارت ہے ۱۔

مقامِ رضا | میرے مخدوم! چند روزہ زندگی کو جو کہ بہت قیمتی ہے سب سے قیمتی اشیاء میں صرف کرنا چاہئے اور وہ مولائے حقیقی جل سلطانہ کی خوشنودیوں کا حاصل کرنا ہے مگر بہت کم اس بزرگ کام میں کس کر باندھیں اور جو کچھ اس کے منافی ہے اس سے الگ ہو جائیں۔ بندہ کے حق میں کمال یہ ہے کہ اس کا مولا اس سے راضی ہو اور وہ اس (اپنے مولا) سے راضی ہو، اس لئے مقامِ رضا تمام مقامات سے اوپر ہوا۔ اس رضا کی علامت یہ ہے کہ بندہ اس تعالیٰ شانہ سے راضی ہو جائے اور ارادوں اور خواہشات میں اس تعالیٰ شانہ کی رضامندی کے خلاف اس سے ظاہر نہ ہو اور رنج پہنچنے کی حالت میں نعمت حاصل ہونے کی مانند کشادہ رُو رہے اور اس کے اوامر و نواہی میں اس کی ابرو پر پل نہ آئے اور تمام افعالِ واجبی (اللہ تعالیٰ کے افعال) میں شرح صدر کے ساتھ رہے اور اس عزت پر بلند ہو قضا و قدر کے ساتھ اطاعت و تسلیم اختیار کرے ۱۔

رضا کے دو اعتبار | رضا کے مقام میں جو کہ مقامات میں سب سے آخری مقام ہے دو اعتبار ہیں، پہلا اعتبار حق سبحانہ و تعالیٰ کا بندے سے راضی ہونا اور دوسرا اعتبار ہے بندے کا حق سبحانہ و تعالیٰ سے راضی ہو جانا

۱۔ مکتوبات معصومہ فتراول مکتوب ۷۲ ۱۔ ایضاً فتراول مکتوب ۷۲

دوسرا اعتبار پہلے اعتبار پر فوقیت رکھتا ہے اس لئے کہ پہلے حق تعالیٰ کی رضا ہے اس کے بعد بندے کی رضا، جیسا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ [اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے] لے

رضائی دو قسمیں | آپ نے لکھا تھا کہ انبیاء علیہم الصلوٰت والبرکات مقام رضا میں تھے تو پھر آیہ کریمہ **وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ** اور البتہ عنقریب آپ کا رب آپ پر خاص انعام فرمائے گا پس آپ خوش ہو جائیں گے [کس معنی میں ہے؟]۔ میرے مخدوم! رضا دو قسم پر ہے: ایک وہ رضا ہے جو عطیہ کے وجود سے پہلے ہے، انبیاء علیہم الصلوٰت والبرکات کو آج یہ رضا حاصل ہے، عطیہ و عدم عطیہ اور نعمت و نعمت اس رضا میں برابر ہیں جو کچھ اس (اللہ تعالیٰ کی) طرف سے پہنچتا ہے اور تقدیر ازلی اس پر جاری ہوتی ہے وہ (انبیاء علیہم السلام) اس پر راضی ہیں۔ اور ایک رضا عطیہ کے بعد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے روز جب بیشمار عطیات و انعامات یعنی امت کی شفاعت و مغفرت کا قبول ہوتا اور عرش پر جلو س فرمایا وغیرہ حاصل ہوں گے تو پیغمبر علیہ الصلوٰة والسلام فرمائیں گے ”بہت ہے میں راضی ہوا“

امام محمد باقر (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے انہوں نے کہا کہ ”لے اہل عراق! تم کہتے ہو کہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ امید والی آیت **لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ** [(۳۹) تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو] ہے اور ہم اہل بیت اس کے قائل ہیں کہ امید و لسوف **يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ** میں زیادہ ہے کیونکہ حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (اس بات سے) راضی نہیں ہونگے کہ آپ کی امت کا ایک شخص بھی دوخ میں ہے۔ میں کہتا ہوں ہو سکتا ہے کہ عام مخلوق کے اعتبار سے زیادہ امید والی آیت پہلی آیت ہو اور اس امت کے اعتبار سے زیادہ امید والی آیت دوسری آیت ہو، دونوں رضاؤں میں یہ فرق دو معلوموں کے حال کے فرق کے اعتبار سے دو علموں کے فرق کی مانند ہے اس لئے کہ حق سبحانہ تمام اشیاء کو علم ازلی سے جانتا ہے اس کے باوجود یہ فرماتا ہے **وَإِجْلَمَ اللَّهُ مِنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ** [(۵۴) اور نہ کہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ کون اس کی اور اس کے رسول کی غیب کے ساتھ مدد کرتا ہے] (نیر فرماتا ہے) **فَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَ لْيَعْلَمَنَّ الْكَذِبِينَ** [(۲۹) پس اللہ تعالیٰ (آزمائش کے ذریعہ) البتہ ان لوگوں کو معلوم کرے گا جو سچے تھے اور البتہ ان لوگوں کو (بھی) معلوم کرے گا جو جھوٹے تھے] وغیرہ، علم ازلی وجود اشیاء سے پہلے اشیاء کا علم ہے، اور دوسرا علم وجود اشیاء کے بعد کا علم ہے اور یہ دونوں علم مختلف ہیں، اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ **فَتَرْضَىٰ** کے معنی رضا میں اضافہ ہیں، اصل رضا پہلے حاصل تھی اور اب رضا میں اضافہ حاصل ہو جائے گا۔ اگر یہ کہا جائے کہ آن سرور

۱۰ مکتوبات معصومہ دفتر اول مکتوب ۶۲۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائمی رضا کے ساتھ منصف ہیں تو پھر امام (محمد باقرؑ) کا قول کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہیں ہوں گے کہ ان کی امت کا کوئی ایک شخص بھی دوزخ میں جائے، کس معنی میں ہے؟ اور رضا عدم رضا ایک مقام میں کس طرح جمع ہوں گی؟ — (جواب) میں کہتا ہوں کہ "راضی نہ ہوں گے" کے معنی یہ ہیں کہ شادماں و مسرور نہیں ہوں گے، مسرور نہ ہونا جو کہ حزن ہے رضا بقضائے منافی نہیں ہے کہ ایک وقت میں جمع نہ ہوں اس لئے کہ سخت مصائب میں مومن مسرور نہیں ہوتا بلکہ مغموم و محزون ہوتا ہے اس کے باوجود رضا بقضائے منافی ہے، الْعَيْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ وَاتَّابِعْ أَقْرَبَكَ يَا اِبْرَاهِيمَ كَمْ حَزُونًا لَكَ أَنْ تَكُونُ رَاضِيًا [انکھ روتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے اور اے ابراہیم! بیشک ہم تیری جدائی میں غمگین ہیں] نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے اور سورہ طہ میں رضا اسی معنی میں ہے لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ یعنی شاید کہ تو خوش ہو جائے اور سورہ والضحیٰ میں بھی اگر رضا کو مسرور خوشی کے معنی میں لیا جائے تو اصل سوال رفع ہو جاتا ہے ۱۷

آخرت

جنت کے درجات میں تفادوت [ہمارے حضرت (مجید الف ثانی قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ ہر شخص کی بہشت اس اسم الہی (جل شانہ) کے ظہور سے عبارت ہے جو اس شخص کا بدلتا ہے اور اس اسم نے اشجار و اہبار اور حور و قصور کے لباس میں ظہور فرمایا ہے، اسمائے الہی (جل شانہ) کی بلندی و پستی اور جامعیت و عدم جامعیت میں تفادوت و فرق کے مطابق جنت کے درجات میں بھی تفادوت و فرق ہے] ۱۸

حدیث "قبر جنت کا ایک باغ ہے" کی تشریح [حدیث شریف میں آیا ہے کہ القبر روضة من رياض الجنة] [قبر جنت کے باغوں میں۔ ایک باغ ہے قبر کے باغ ہونے سے مراد (بطاہر) یہ ہے کہ جو پردہ اور مسافت بقعہ قبر اور جنت کے درمیان واقع ہے دور ہو جاتی ہے اور ان دونوں مقاموں کے درمیان کوئی پردہ اور رکاوٹ باقی نہیں رہتی گویا زمین بقعہ قبر کو جنت کے ساتھ فنا و بقا حاصل ہو جاتی ہے، پس سمجھ لیجئے۔ اور یہی معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بھی ہیں ما بین قبری و منبری روضة من رياض الجنة] [میری قبر اور میرے منبر کے درمیان حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے] [جاننا چاہئے کہ اس طرح کا باغ اخص الخواص حضرات کے لئے مخصوص ہے ہر مومن کو میسر نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب مومنوں کی قبریں ایک طرح کی صفائی اور نورانیت پیدا کر لیتی ہیں تو ان میں اس بات کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ جنت کا عکس ان قبروں پر منعکس ہو جائے اور صفائی حاصل کئے ہوئے آئینہ کی طرح ہو جائیں ۱۹

۱۷ یہ ایک متفق علیہ حدیث کا ٹکڑا ہے جو مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب البکامیں مروی ہے۔

۱۸ مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۱۷ ۱۹ ایضاً دفتر اول مکتوب ۲۲ ۲۰ ایضاً دفتر اول مکتوب ۲۱۔

قبر کی فراخی و تنگی | میرے مخدوم! ارواح اور برزخِ صغریٰ کا معاملہ بہت نازک ہے اس بارے میں ظن و تخمین (انداز) کے ساتھ جرات نہیں کر سکتے، جو کچھ نصوص سے ثابت ہو چکا ہے اس پر محفلِ ایمان لانا چاہئے اور اس کی تفصیل کو اللہ تعالیٰ کے علم کے حوالہ کرنا چاہئے کیونکہ وَمَا أَوْحَيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا [۱۰۱] اور تم کو صرف تھوڑا سا علم دیا گیا ہے [نص قاطع ہے۔ ہم قبر کی فراخی و آسانی اور عذاب و سزا پر ایمان لائیں اور اس کی تفصیلات میں مشغول نہ ہوں کیونکہ ہم اس پر یامور نہیں ہیں، اور اسی طرح اموات (مردوں) کا آپس میں کلام کرنا (روایتوں میں آیا ہے، اور قبر کے عذاب میں مردوں کا چیخنا اور چلانا وارد ہوا ہے کہ جس کو ثقلین (انسانوں اور جنوں) کے سوا ہر وہ چیز جو مشرق و مغرب کے درمیان ہے سنتی ہے (اس کو) مان لینا چاہئے، یا تو روح مجرد چیختی ہے کہ ثقلین (انسان و جن) کے سوا سب سنتے ہیں یا جسدی آلہ (جسمانی اعضا) کے واسطے سے کہ جس نے ایک طرح کی حیات پائی ہے چیختی ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اگر وہ (ارواح) آلہ کی محتاج ہوں تو وہ عالمِ حدوث کو ابھی تک اپنے ساتھ رکھتی ہوں گی۔ میرے مخدوم! ممکن سے حدوث کا داغ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ہرگز زائل ہونے والا نہیں ہے۔

ثواب و عذابِ قبر کی کیفیت | سوال :- موت کے بعد جب بدن اور روح کو مفارقت و انقطاع حاصل ہو گیا تو ثوابِ قبر و عذابِ قبر جو کہ برحق ہے کس طرح ہوگا؟ — جواب :- قبر میں روح کو بدن کے ساتھ ایک تعلق و اتصال عطا کیا جاتا ہے جو کہ ثواب و عذاب کے ادراک کا سبب ہوتا ہے (وہ تعلق و اتصال) اس قدر نہیں ہوتا کہ حس و حرکت کا سبب بن سکے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ خواب میں آدمی لذت و الم حاصل کرتا ہے اور اس کے ظاہر پر لذت و الم کا کچھ بھی اثر پیدا نہیں ہوتا۔

ارکانِ اسلام

اسلام حقیقی | صوفیائے کرام کے طریقے میں اولین مطلوبِ اسلام حقیقی کا حاصل ہونا ہے جو کہ نفسِ امارہ کے مطیع ہونے کے ساتھ وابستہ ہے اور وہ اسلام جو اطمینانِ نفس سے پہلے محض تصدیقِ قلبی سے حاصل ہوتا ہے (صوفیہ) اس کو مجازی اسلام کہتے ہیں اور اس کو حقیقی اسلام کہتے ہیں۔

نماز کی تفصیلت | پس علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیدہم [اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے] کی صحیح آراء کے مطابق دینی عقائد جو کہ کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں ان کی تصحیح کے بغیر چارہ نہیں ہے اور فرض و واجبات کے ادا کرنے اور حرام چیزوں سے بچنے کے سوا گزارا نہیں ہے۔ اور سب سے بہتر عبادت اور سب سے معتبر طاعت نماز ہے جو کہ دین کا ستون اور مسلمان و کافر میں واضح طور پر فرق کرنے والی ہے اور جو

۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔

قرب الہی اس کے ادا کرتے وقت حاصل ہوتا ہے اس (نماز) کے باہر وہ نادر (بہت کم) ہے، پس نماز کو پانچوں وقت جماعت و جمعیت و تعدیل ارکان اور کامل وضو کے ساتھ مستحب اوقات میں داکرنا چاہئے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس بندے اور اس کے پروردگار کے درمیان کے حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں اور جب تک وہ ناک کی رینٹ نہ ڈالے جو رین اس کے سامنے رہتی ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ نماز پڑھنے والا بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ جو شخص ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹاتا رہتا ہے قریب ہے کہ وہ اس کے لئے کھول دیا جائے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ پانچ نمازوں کی مثال سیٹھے پانی کی جاری نہر کی مانند ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے پاس سے گذرتی ہے کہ وہ شخص اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہے پس اس سے (اس پر) کچھ بھی میل باقی نہیں رہے گا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک جس شخص نے ان پانچ فرض نمازوں پر جماعت (سے ادا کرنے) میں حفاظت کی وہ ان لوگوں میں سب سے پہلا شخص ہوگا جو پل صراط پر چکنے والی بجلی کی مانند (تیزی سے) گذریں گے اور اللہ تعالیٰ اس کو سابقین کے پہلے گروہ میں حشر فرمائے گا اور ہر دن اور رات میں ان نمازوں پر حفاظت کرنے والے کو ایک ہزار ایسے شہیدوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ہوں۔

(ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں) بیشک نماز مومن کی معراج اور کمال قرب کا مقام ہے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی راحت کو نماز میں تلاش کیا ہے اور قرۃ عینی فی الصلوۃ (میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے) فرمایا ہے اور جو لذت کہ فرض نماز میں پیش آتی ہے غیر فرض پر کمال فضیلت رکھتی ہے۔ سجدہ کے بارے میں کیا لکھے، سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اس کی طلب کرنا اور اس پر حرص ہونا چاہئے۔ اور نیز آیل ہے کہ "بندہ کی کوئی حالت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ اُسے سجدہ کرتے ہوئے دیکھے اور اس کا چہرہ خاک آلود ہو"۔ اور نیز وارد ہوا ہے کہ "بندہ سجدہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتا ہے"۔ کبھی کبھی چاہئے کہ نماز مٹی پر کسی واسطہ (مصلیٰ وغیرہ) کے بغیر ادا کی جائے اور سجدہ کیا جائے۔ اور نماز میں طویل قیام، طویل رکوع اور طویل سجدوں پر راعتب رہیں اور نوافل میں اگر چاہیں تو رکوع و سجدہ و قومہ کی ماثورہ دعائیں پڑھیں۔ (نیز فرماتے ہیں) حدیث شریف میں ہے کہ سب سے فضیلت والی نماز وہ ہے جس میں قنوت یعنی قیام طویل ہو اور قنوت (قیام طویل) سکرات موت کو ہلکا کرتا ہے اور اگر امام ہوں تو امام کے لئے جو مقدار مسنون ہے

۱۔ مکتوبات معصومہ دفتر دوم مکتوب ۱۱۔ ۲۔ ایضاً دفتر دوم مکتوب ۱۵۴۔

اس پر کتفا کریں اور مقتدیوں کا لحاظ کریں، ایک رکعت میں سورت کی تکرار کو توافل میں جائز کیا گیا ہے اور رکوع و سجود کی تسبیحات کی تعداد کی حد سات تک ہے اور بعض روایتوں میں نو اور گیارہ تک بھی آئی ہے اور اگر اس سے بھی طویل کرنا چاہیں تو رکوع و سجود کی جو دعائیں روایات میں آئی ہیں پڑھیں اور جس قدر بھی تکرار کریں گنجائش ہے۔ عوف بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ساتھ (نماز میں) کھڑا ہوا پس جب آپ نے رکوع کیا تو سورہ بقرہ (پڑھنے) کے بقدر کھڑے رہے اور اپنے رکوع میں سبحان ذی الجبروت والملكوت والکبریاء کہتے رہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ نے سجدوں میں بھی اس کی مانند کہا اور امام نووی نے ذکر کیا کہ صحیح مسلم میں (حضرت) حذیفہ (رضی اللہ عنہ) کی حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنے طویل رکوع میں جو کہ سورہ بقرہ و آل عمران و نسا کی قرأت کے قریب تھا سبحان ربی العظیم پڑھا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس رکوع میں سبحان ربی العظیم کا تکرار فرماتے رہے جیسا کہ سنن ابوداؤد وغیرہ میں واضح طور پر آیا ہے اور صحیح مسلم سے بھی ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں کاش کہ میں جان لیتا کہ اس حدیث کی اس وضاحت اور ان علماء کے قول میں تطبیق کی کیا صورت ہے جنہوں نے حکم کیا ہے کہ (رکوع و سجود میں) تسبیحات کی زیادہ سے زیادہ تعداد سات سے گیارہ تک ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ اکمل (درجہ) ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ان (علماء) کے نزدیک اس حکم میں کوئی بڑی وجہ اور معتبر سند ہے۔

نماز وغیرہ کے سنن آداب بمنزلہ فرائض ہیں | جانا چاہئے کہ وہ آداب و توافل جو کہ فرائض کو مکمل اور پورا کرنے والے ہیں وہ فرائض میں ہی شمار کئے جاتے ہیں ان کی رعایت جس قدر زیادہ کی جائے گی فرض کا نتیجہ اسی قدر زیادہ اچھا نکلے گا بلکہ مؤکدہ سنتوں میں بھی یہ نسبت اثر کرتی ہے کہ گویا وہ فرائض کو مکمل کرنے والی ہیں۔

نمازی کو کعبہ اور قرآن مجید کی صورت | آپ نے لکھا تھا کہ ”اگر کعبہ یا قرآن مجید کی طرف متوجہ ہو تو ان کی حقیقت کی طرف متوجہ ہونا چاہئے“ طرف متوجہ ہو، یا ان کی صورت کی طرف ہو، اگر ان کی حقیقت کی طرف متوجہ ہو تو جو شخص کہ ان کی حقیقت تک نہیں پہنچا ہے وہ کس طرح ان کی حقیقت کی طرف متوجہ ہوگا، اگر ان کی صورت کی طرف متوجہ ہو تو بات قرآن مجید کے بارے میں تو درست آسکتی ہے کیونکہ وہاں الفاظ و معانی اور قصص ہیں لیکن کعبہ میں ذرا بھی درست نہیں آتی کیونکہ محض سنگ و کلوخ کو قبلہ نہیں بنا سکتے خاص کر اس کے سامنے نہ ہوتے (کے وقت) میں۔۔۔ اے سعادت آثار! نمازی کو چاہئے کہ اس کی صورت کی طرف متوجہ ہو اگر وہ اہل حقیقت میں سے ہے تو وہ صورت سے حقیقت کی طرف چلا جائے اور حقیقت کو صورت میں دیکھتا ہے۔

۱۔ مکتوبات معصومہ فردوم مکتوب ۱۹۔ ۲۔ ایضاً دفتر اول مکتوب ۲۳۔

اور اگر وہ اہل حقیقت میں سے نہیں ہے تو صورت کی طرف متوجہ ہونا بھی اس کے لئے غنیمت ہے، اور یہ جو لوگوں نے پنچروں اور ڈھیلوں کو کعبہ کی صورت قرار دیا ہے ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر تپھر اور ڈھیلے درمیان میں نہ ہوں اور چھت اور دیواریں نہ ہوں کعبہ تب بھی کعبہ ہے اور مخلوقات کا مسجد الیہ ہے بلکہ صورت کعبہ ایک ایسا معنی ہے کہ عقلیں اس کو سمجھنے سے عاجز نہیں تو وہ حقیقت تک کیا پہنچیں گی، اور نیز ہم کہتے ہیں کہ کعبہ کی طرف متوجہ ہونا یہی ہے کہ کعبہ کی جانب نماز پڑھے، اس توجہ کے سمجھنے اور کعبہ کو خیال میں لانے کی کیا ضرورت ہے اس کی جہت کی طرف توجہ کرنے سے ہی کعبہ کی برکات سے فیض یاب ہو جاتا ہے اور اس کی حقیقت سے بہرہ مند ہو جاتا ہے۔

تنہا نماز میں بھی اذان و اقامت کہے | حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی جگہ (تنہا) ہو اور وہ نماز کیلئے (نکیر) اقامت کہے تو اس کے پیچھے دو فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور اگر وہ اذان دے اور اقامت کہے تو اس کے پیچھے اس قدر فرشتے نماز پڑھتے ہیں کہ ان کے دونوں طرف کے سرے نظر نہیں آتے وہ اس کے رکوع کے ساتھ رکوع کرتے ہیں اور اس کے سجدہ کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔

نماز میں ہنسی کی کیفیت | پہلے خط میں لکھا ہوا تھا کہ ظہر کی نماز میں چند مرتبہ کوئی چیز جو کہ ہنسی کی مانند ہوگی اس جانب سے اپنے باطن میں پانا تھا فرض نماز میں خاص طور پر اقامت کی حالت میں ایک ایسی لذت و فتنہ پیش آتی ہے کہ کیا عرض کرے۔ — لے سعادت آثار! ہنسی کا ظاہر ہونا کمالِ رضامندی کی خبرینے والا ہے خاص طور پر وہ جو کہ نماز میں پیش آتی ہے کہ وہ اصل سے تعلق رکھتی ہے اور لذت و فتنہ میں کیا کلام ہے کہ نماز مومن کی معراج اور کمالِ قرب کا محل اور رفعِ حجاب کا مقام ہے اور سب بڑا حجاب انسان کا نفس ہے۔

تلاوتِ قرآن مجید کی فضیلت

تلاوتِ قرآن مجید کی فضیلت | آپ نے لکھا تھا کہ ”جو ترقی کہ قرآن مجید کی تلاوت میں مفہوم ہوتی ہے (ایسی ترقی) دوسری چیزوں میں کم ہے خاص طور پر وہ تلاوت جو کہ نماز میں طویل قیام کے اندر کی جاتی ہے۔ — بیشک جب معاملہ اصول سے اوپر چلا جاتا ہے اور تمیز جاتی رہتی ہے تو اس مقام میں ترقی قرآن مجید کی تلاوت اور نماز کے ساتھ ہوتی ہے، کلام صفت حقیقیہ ہے اور اپنے موصوف سے کسی قسم کی علیحدگی و جدائی نہیں رکھتی اور اس کے ساتھ مل جانا اور اس کو اختیار کرنا اس کے موصوف کے ساتھ کمالِ تقرب کا سبب ہے۔ — (چند سطور کے بعد) حدیث شریف میں آیا ہے آگاہ رہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اشتیاق رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنا کرے۔ — اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اپنے رب سے بات کرے تو اس کو

۱۔ مکتوبات معصومہ دفتر دوم مکتوب ۱۱۹۔ ۲۔ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۶۔ ۳۔ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۱۔

قرآن پڑھنا چاہئے — اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ قرآن کے حاملین (اٹھانے والے) اولیاء اللہ ہیں پس جس نے اُن سے دشمنی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی اور جس نے اُن سے دوستی کی تو بیشک اس نے اللہ تعالیٰ سے دوستی کی — اور نیز حدیث شریف میں ہے اللہ عزوجل (قرآن مجید کی) جس آیت کو بھی نازل فرماتا ہے اس کا ظاہر و باطن ہوتا ہے اور ہر حرف کے لئے صد ہے اور ہر صد کے لئے مُطَّلَع ہے ۱۷

(نیز دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں) میرے مخدوم! تلاوت کے وقت قلب صفت کلام کے ساتھ متصف ہوتا ہے جو کہ اس تعالیٰ شانہ کی حقیقی صفت ہے اور معلوم ہے کہ صفت کو اپنے موصوف کے ساتھ کس قسم کا قرب و اختار ہے پس یہ کیفیت ولذت تمام کیفیات سے ممتاز ہے، کسی نے خوب کہا ہے —

اندر سخن دوست نہاں خواہم گشت تا بر لبِ اُبو سہ زخم چو نش بخواند

[میں دوست کے کلام میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لب پر بوسہ دوں]

کبھی تلاوت کے وقت میں تلاوت کرنے والا اپنی زبان کو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے درخت کی مانند پاتا ہے تلاوت کرنے والا گویا کوئی اور ہے اور اس کی زبان آلہ سے زیادہ نہیں ہے ۱۸

تلاوت قرآن مجید کی لذت | آپ نے لکھا تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں جو الفاظ کہ زبان سے نکلتے ہیں وہ بعینہ تمام اعضا سے (بھی) نکلتے ہیں گویا رُواں رُواں ایک زبان ہے اور بہت زیادہ لذت پیدا ہو جاتی ہے اور حرکات و سکنات اکثر اوقات اس بارگاہ کی طرف راجع ہو جاتی ہیں — میرے مخدوم! غلبہ ذکر کے وقت ہر عضو ذاکر ہو جاتا ہے دل اور تمام لطائف کے ساتھ (اس کی) خصوصیت نہیں رہتی، اگر تلاوت میں بھی یہ کیفیت پیش آجائے اور تمام اعضا تلاوت میں مشغول ہو جائیں تو گنجائش ہے اور نیز جب بندہ کلام الہی کے سننے کیلئے آمادہ ہو جائے اور اپنی کلیت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے تو حواسِ سَمْع (کان) کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا اگر تلاوت بھی اپنی کلیت کے ساتھ کرے تو کیا تعجب ہے شاید کہ اس معاملہ کا راز یہ ہے کہ ہر حکم جو اس بارگاہ اقدس سے منسوب ہے وہ کلیت کے ساتھ ہے کیونکہ حصے اور اجزا ہونا وہاں محال ہے اگر کلمہ ہے تو کلیت کے ساتھ ہے اگر استملاء ہے تو وہ بھی کلیت کے ساتھ ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کلی طور پر علم ہے، کلی طور پر قدرت ہے اور کلی طور پر ارادہ ہے اور صفوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے۔ تخلیق کے حکم کے مطابق عارف متخلق بھی اپنی کلیت کے ساتھ منظم اور اپنی کلیت کے ساتھ جامع ہو جاتا ہے علیٰ ہذا القیاس، کلام الہی کے ساتھ کلمہ کرتے ہیں یہ معنی بہت زیادہ واضح ہیں اس لئے کہ یہ وہی کلام ہے کہ حق سبحانہ جس سے کلیت کے ساتھ منظم ہے۔ ۱۹

۱۷ اس حدیث کی شرح مکتوبات امام ربانی قدس سرہ دفتر سوم مکتوب ۱۱۸ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۸ مکتوبات معصومہ دفتر دوم مکتوب ۶۷-۶۸ ایضاً دفتر دوم مکتوب ۱۵۲-۱۵۳ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۱۲۷۔

حفاظ کی فضیلت | حدیث شریف میں آیا ہے کہ حاملین قرآن اولیاء اللہ ہیں پس جس نے ان سے دشمنی کی تو بیشک اس نے اللہ سے دشمنی کی اور جس نے ان سے دوستی کی تو اس نے اللہ سے دوستی کی، فر۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے حاملین قرآن کی فضیلت غیر حاملین قرآن پر ایسی ہے جیسی کہ خالق کو مخلوق پر فضیلت ہے، فر۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ حاملین قرآن کا اکرام کرو، جس نے ان کا اکرام کیا تو اس نے اللہ کا اکرام کیا۔ خبر دار حاملین قرآن کے حقوق میں کمی مت کرو پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے مقام میں ہیں کہ قریب ہے کہ حاملین قرآن انبیاء ہوتے مگر ان کی طرف وحی نہیں کی جاتی، الدیلمی ۱۷

زکوٰۃ

اور بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چوپایوں کی زکوٰۃ اس کے مضارف میں احسان مندی اور رغبت کے ساتھ دیتی چاہئے، صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی اور معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ بدرے کی عزت بڑھاتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص سونے چاندی کا مالک ہو اور وہ اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرے تو قیامت کے روز (اس سونے چاندی کو گرم کر کے) اس کے تختے بنائے جائیں گے پھر ان تختوں کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پس ان کے ساتھ اس کے پہلو اور سپیٹھ کو داغ دیا جائے گا پھر ٹھنڈا ہوتے پر وہ تختے دوبارہ آگ میں ڈالے جائیں گے اور ان کو نکال کر داغ دیں گے، اور اس دن میں جس کی مقدار چاس ہزار سال ہے بار بار اس کے لئے یہی عمل کیا جائے گا حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائیگا پس ہر بندہ اپنا راستہ یا جنت کی طرف دیکھ لے گا اور یا دوزخ کی طرف دیکھ لے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تہایت کرم سے (بڑھنے والے مال پر) سال گزرنے اور اپنی ضروریات میں خرچ کرنے کے بعد جو کچھ باقی بچے اس میں سے چالیسواں حصہ (زکوٰۃ دینا) فرض کیا ہے۔ عجیب بے انصافی ہوگی اگر اس کے ادا کرتے میں تساہل کیا جائے اور جیلوں سے اس کو چھوڑ دے، جان و مال سب اس تعالیٰ شانہ کا ہے اگر وہ (اللہ تعالیٰ) تمام مال فقرا کو دینے کا حکم فرماتا اور جان طلب فرماتا تو اس کی بے نیاز بارگاہ کے شیدائی ابرو پر شکن لائے بغیر طرح سے پورے ذوق و شوق کے ساتھ جان و مال قربان کر دیتے اور اپنی سعادت اسی میں جانتے ۱۷

روزہ

اور باہ مبارک رمضان کے روزے ذوق و شوق کے ساتھ رکھنے چاہئیں اور اپنی سعادت اس بھوکا اور پیاسا رہنے میں سمجھنی چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اولادِ آدم کا ہر نیک عمل

۱۷ مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۳۰ - ۱۷ ایضاً دفتر دوم مکتوب ۱۱ -

(ثواب میں) دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے سوائے روزہ کے کہ بلاشبہ یہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا (یا یہ مطلب ہے کہ میں خود ہی اس کا بدلہ ہوں)۔ (روزہ دار شخص) اپنی خواہش اور اپنا کھانا (پینا) میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی اس کے روزہ افطار کے وقت ہے اور دوسری خوشی (آخرت میں) اپنے رب سے ملاقات کے وقت (حاصل ہوگی)۔ اور بیشک روزہ دار کے ممتحن کی بوائے تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ خوشبودار ہے۔ اور روزہ ڈھال ہے پس جب تم میں سے کسی کا روزہ کا دن ہو تو وہ فحش کلامی اور زینح پکار نہ کرے اور اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو اس کو چاہئے کہ یہ کہدے میں روزہ دار ہوں۔ متفق علیہ لے

شب قدر کی کیفیت | آپ نے لکھا تھا کہ ”میں ماہ رمضان میں معتکف تھا میں نے ستائیسویں شب میں طرح طرح کی چیزیں مشاہدہ کیں، خلاصہ یہ کہ وہ شب روشن، متور اور پُر نور تھی اچانک فقیر (مجھ) پر ایک حالت کیفیت رونما ہوئی، ایسا معلوم ہوا کہ یہ رات شب قدر ہے۔“ میرے مخدوم! اس فقیر اور دوسرے دوستوں نے بھی اسی (ستائیسویں) شب میں سجدانوار و برکات مشاہدہ کئے اور شب قدر کا گمان کیا، وَالْغَيْبُ عِنْدَ اللَّهِ [اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے] لے

حج

اور حج کی شرائط پائی جانے کی صورت میں خانہ کعبہ کا حج کرنا چاہئے اور گھر (کے واسطے) سے صاحب خانہ (اللہ تعالیٰ) کا قرب تلاش کرنا چاہئے اور اس کا پتہ لگانا چاہئے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ حج اور عمرہ پے درپے کرو (یعنی اگر عمرہ کیا ہے تو حج بھی کرو، یا حج کیا ہے تو عمرہ بھی کرو یا قرآن کرو) پس یہ دونوں تنگ دستی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہا، سونا اور چاندی کی میل کو دُر کر دیتی ہے اور جنت میں داخل ہونا ہی حج مبرور کا ثواب ہے لے

جہاد

جہاد کی قضیلت | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کے لئے تیار فرمایا ہے ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان ہے (اس کو بخاری نے روایت کیا ہے)۔ (چند سطور کے بعد تحریر فرماتے ہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں

لے مکتوبات معصومہ دفتر دوم مکتوب ۱۱ لے دفتر سوم مکتوب ۹۳ لے دفتر دوم مکتوب ۱۱۔

پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں (متفق علیہ) — (چند سطور کے بعد) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بہشت میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو دنیا کی طرف واپس آنا پسند کرے اور یہ کہ اس کے لئے زمین (دنیا) میں دلچسپی کی کوئی چیز ہو مگر شہید اس بزرگی (اور ثواب) کی وجہ سے جو وہ (بہشت میں) دیکھنا ہے آرزو کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹ جائے اور اس بار (یعنی بکثرت اللہ تعالیٰ کی راہ میں) قتل کیا جائے۔ (متفق علیہ) — (پھر چند سطور کے بعد) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو شہد کے مراتب پر پہنچا دیتا ہے اگرچہ وہ اپنے بستر پر ہی مرے (رواہ مسلم) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص مرا اور اس نے جہاد نہ کیا اور نہ ہی اس کے دل میں جہاد کا خیال تک گذرا وہ ایک قسم کے نفاق پر مراد (رواہ مسلم) — (نیز چند سطور کے بعد) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ہر میت کا عمل موت پر ختم ہو جاتا ہے (یعنی اس کا عمل اس کی زندگی تک ہے مرنے کے بعد اس عمل میں اضافہ نہیں ہوتا) سوائے اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرحد اسلام کی چوکیداری کرتے ہوئے مرا پس بیشک اس کے واسطے اس کا عمل قیامت کے روز تک بڑھایا جاتا اور وہ قبر کے فتنے سے محفوظ رہتا ہے لے

(ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں) اگر گوشہ نشین فقرا سالہا سال تک ریاضت کریں اور چلے کھینچیں (تو بھی) اس عمل کی گرد کو نہ پہنچیں جو طاعات و عبادات اس مقام میں ادا ہوتی ہیں گوشہ نشینی کی طاعات سے کئی گنا زیادہ (افضل) ہیں، اس جگہ کا ذکر و تسبیح کچھ اور ہی ثواب رکھتا ہے اور وہاں کی نماز علیحدہ مرتبہ رکھتی ہے اور اس مقام کے صدقات و نفقات کا درجہ بہت بڑا ہے اور اس معرکہ کے (اندراحق ہونے والے) امراض کا نتیجہ جدا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے جہاد فی سبیل اللہ کے دوران اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت کی پس بیشک اس کے لئے ہر کلمہ کے بدلے ستر ہزار نیکیاں ہوں گی ان میں سے ہر نیکی دس گنا ہوگی اس کے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس اور زیادہ ہوگا، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری مسجد میں نماز پڑھنا (کسی دوسری مسجد کی) دس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور مسجد کی حفاظت کی سرزمین میں ایک نماز پڑھنا بیس لاکھ نمازوں کے برابر ہے، اس کو ابوالشیخ وابن حبان نے روایت کیا ہے — اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد کی حفاظتی قیام گاہ میں ایک نماز پڑھنا پانسو نمازوں کے برابر ہے اور اس جہاد فی سبیل اللہ میں ایک دینار درہم کا خرچ کرنا اس کے علاوہ (کسی اور نیک راہ) میں سات سو دینار خرچ کرنے سے افضل ہے لے

لے مکتوبات معصومہ دفتر اول مکتوب ۲۹۔ ۳۰ ایضاً دفتر اول مکتوب ۶۴۔

سمندر میں جہاد کی مزید فضیلت | حدیث شریف میں ہے کہ سمندر کے کنارے پر ایک رات اللہ تعالیٰ کی راہ میں نگہبانی کرنا کسی آدمی کے اپنے اہل و عیال میں رہ کر ایسے ایک ہزار سال کے روزے رکھنے اور راتوں کو نماز میں قیام کرنے سے افضل ہے کہ جس کا ایک سال تین سو دن کا اور (ایک) دن ہزار سال کا ہو (رواہ ابن ماجہ) — اور نیز حدیث شریف میں ہے سمندر میں ایک غزوہ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنا) خشکی میں دس غزوات کی مانند ہے اور جس شخص کو سمندر میں (غزوہ کے لئے سفر کرتے وقت) دورانِ سرِ لختی ہوتا ہے وہ (خشکی میں) اللہ تعالیٰ کی راہ میں (قتل ہو کر) اپنے خون میں لبت پت ہونے والے کی مانند ہے (اس کو ابن ماجہ نے ام الدرداء سے روایت کیا ہے) ۱۷

شہدار | آپ نے دریافت کیا تھا کہ یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ شہدار کی ارواح سبز پردوں کے پوٹوں میں (رہتی) ہیں، یہ کس معنی میں ہے اور یہ کونسی بزرگی ہے کہ کالمین کی ارواح جانوروں کے پوٹوں میں رہیں — (جواب) (چند سطور کے بعد) حدیث شریف میں جو لفظ طائر ہے وہ طائر کی جمع ہے اور واحد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور خضرخ کی پیش اور ض کی جزم سے اخضر کی جمع ہے یعنی ان (شہداء) کی ارواح جب اپنے بدتوں سے جدا ہو جاتی ہیں تو ان کے لئے اس ہیئت (سبز پردوں کی شکل) کے جسم پیدا کر دیئے جاتے ہیں وہ روحیں ان جسموں سے تعلق حاصل کر لیتی ہیں اور یہ جسم ان (سابقہ) بدتوں کے نائب و قائم مقام و بدل ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد بَلْ اَجِئْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ (۱۳۹) بلکہ وہ اپنے پروردگار کے نزدیک زندہ ہیں | میں اسی کی طرف اشارہ ہے پس شہدار کی ارواح ان اجسام کے وسیلے سے لذاتِ حسیہ میں سے اس چیز کے حصول کی طرف پہنچتی ہیں جس کی وہ خواہش کرتی ہیں۔ اور حق جل و علا کا ارشاد یُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا اَنْتُمْ هُمْ اَللّٰهُ مِنْ قَضَلِهِمْ (۱۳۹) ان کو رزق دیا جاتا ہے وہ اس چیز کے ساتھ خوش و خرم ہیں جو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے دیتا ہے | اس معنی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ان پردوں یا ان ارواح شہداء کے لئے عرش کے ساتھ قندیلوں کی لٹکی ہوئی ہیں جو کہ پردوں کے گھونسلوں کی مانند ہیں وہ پردے سیر کرتے اور چمکتے ہیں اور جنت سے اس کے پھل اور اس لذتیں جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے اور چمکتے ہیں پھر اہی قندیلوں کی طرف واپس آجاتے ہیں پھر ان کا پروردگار ان کی طرف ایک خاص عناية اور مخصوص تجلی کے ساتھ نظر فرماتا ہے اور فرماتا ہے کیا تم کو کسی چیز کی خواہش ہے؟ تو وہ کہتے ہیں ہم اب کس چیز کی خواہش کریں جبکہ ہم جنت میں جہاں چاہیں سیر کرتے اور کھاتے پیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان سے تین دفعہ یہی دریافت فرمائے گا۔ جب وہ دیکھیں گے اور جان لیں گے کہ ان کو سوال کرنے سے چھوڑا نہیں جائے گا تو وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری ارواح کو ہمارے (سابقہ) اجسام میں لوٹا دیا جائے (اور ہمیں دنیا میں واپس بھیج دیا جائے) حتیٰ کہ ہم آپ کے

راستہ میں دوسری مرتبہ قتل (شہید) کر دیئے جائیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ اُن کو (جنت میں) اور کوئی حاجت نہیں ہے تو ان کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔

(چند سطور کے بعد) دوسری وجہ یہ ہے کہ کہا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ ارواح سبز پرندوں کی صورتوں میں تشکل ہو جائیں جیسا کہ فرشتہ آدمی کی صورت میں تشکل ہو جاتا ہے پس (وہ) اجسام ارواح کے ماسواہت میں بلکہ جسم اختیار کی ہوئی ارواح ہیں۔

(پھر چند سطور کے بعد) تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ اجسام انسانی اجسام کی صفت پر ہیں اور اگرچہ پرندوں کی شکل میں ہیں لیکن پرندوں کی صفات پر نہیں ہیں اور قابل اعتبار صفات و معانی میں نہ کہ صورت و ظاہر۔ جعفر طیار رضی اللہ عنہ دو بار اور رکھتے ہیں اور اڑتے ہیں (ان کے متعلق) یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ انسانی بدن سے نکل کر پرندوں کے بدن میں آگئے ہیں اور بعید نہیں ہے کہ ان (ارواح) کا نام پرندے اس لئے ہو کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پرندوں کی ہیئت پر منتقل ہوتی ہوں نہ کہ قدموں پر چل کر جیسا کہ آدمی دنیا میں پھرتا ہے پس ان کے درجہ میں کوئی پستی و کمی لازم نہیں آتی۔ اور تناسخ کا گمان بھی باطل ہے کیونکہ یہ اجسام ارواح کا دائمی ٹھکانا نہیں ہیں کہ جس سے حشر و نشر کی نفی لازم آئے جیسا کہ اہل تناسخ اس کے قائل ہیں بلکہ (اُن کے) یہ اجسام حشر کے دن تک کے لئے ہیں۔ (الی آخر المکتوب) ۱۷

انبیاء علیہم السلام کو تمام افراد امت پر تیسرا سوال یہ ہے کہ ”یہ بات مسلم و واضح ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کئی فضیلت حاصل ہے۔“ تمام افراد امت پر کئی فضیلت ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ بعض

کمالات بعض افراد امت میں (ایسے) ہیں جو کہ انبیاء علیہم السلام پر فضیلت رکھتے ہیں جیسا کہ شہداء بر فی سبیل اللہ غسل کی حاجت نہیں رکھتے اور وہ موتی (مردہ) کے لفظ سے نہیں پکارے جاتے اور انبیاء (وقات کے بعد) غسل کے مخرج ہیں اور ان کے لئے موتی کا لفظ بولا جاتا ہے۔ — جواب: — فضیلت جزئی فضیلت کی طرف راجع ہے کہ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے ہر ایک جُلاہا اور حجام اپنے ہنر و پیشہ کے اعتبار سے صاحبِ فنون عالم پر فضیلت رکھتا ہے اور کئی فضیلت انبیاء اور عالم کے لئے ہے ۱۸

جیاتِ انبیاء و شہداء | سوال: ”انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات قبور کے اندر جیات رکھتے ہیں یا نہیں اور اگر رکھتے ہیں تو کیا ایسی جیات رکھتے ہیں جیسی کہ دنیا میں رکھتے تھے یا کسی اور طرح کی ہے؟“ — جواب: جیات رکھتے ہیں، الا ان اولیاء اللہ لا یموتون ولكن ینتقلون من دار الی دار [آگاہ رہو کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں

۱۷ مکتوبات معصومہ دفتر سوم مکتوب ۵۔ ۱۸ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۲۲۔ ۱۹ ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا نفقوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات الایہ۔ ۲۰ ارشاد باری تعالیٰ ہے انک میت وانھم میتون۔

لیکن ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں [لیکن (وہ حیات) دنیوی حیات کی طرح نہیں ہوتی کیونکہ وہ دنیا سے انتقال کر کے آخرت سے جا ملے ہیں اور قرب کے درجات میں لطف اندوز و خوش ہیں۔ انبیاء یصلون فی قبورہم] انبیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں [آپ نے ساہوگا اور (روایات میں) جہاں کہیں ان بزرگوں پر موت کا لفظ استعمال ہوا ہے ان کے اس دار فانی سے انتقال فرمانے کے اعتبار سے ہے اور شہداء اس بارے میں سبقت رکھتے ہیں اور ان کی حیات (کا ثبوت) زیادہ قوی ہے، انبیاء علیہم الصلوٰت والبرکات پر (لفظ) اموات کا اطلاق استعمال وارد ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں شہید ہونے والوں پر (اس لفظ کا استعمال) وارد نہیں ہوا ہے ۷

اتباع سنت و رد بدعت

اتباع سنت کی افادیت | سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو، دونوں جہان کی سعادت کی منلغ سید کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی پر موقوف ہے، اگر دوزخ سے نجات مقصود ہے تو وہ بھی سید البرار صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے وابستہ ہے اور اگر دارالقرار یعنی جنت میں داخل ہونا ہے تو وہ بھی پیشوائے صالحین کے اتباع پر منحصر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کا حاصل ہونا ہے تو وہ بھی رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ساتھ مشروط ہے، توبہ و زید و توکل اور دنیا سے قطع تعلق کرنا آپ کی متابعت کے بغیر مقبول نہیں ہے، اور آپ کے توسل کے بغیر اذکار و افکار اور اشواق و ادواق کی امید نہیں کی جاسکتی، انبیاء علیہم السلام آپ کے سرچشمہ آب حیات کے ایک پیالہ سے سیراب و مستفید ہیں اور اولیاء اللہ آپ کے بے پایاں سمندر کے ایک گھونٹ پر قانع اور منتفع ہیں، فرشتے ان کے طفیلی اور آسمان ان کی حویلی ہے وجود کا رشتہ ان کے ساتھ نسلک اور ایجاد کا سلسلہ ان کے ساتھ مربوط اور ربوبیت کا ظہور ان کے ساتھ وابستہ ہے، جملہ کائنات ان ہی کے پیچھے ہے اور کائنات کا بنانے والا (اللہ) تعالیٰ ان کی رضا کا طالب ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا: انا اطلب رضاك يا محمد [اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم] میں تیری رضا چاہتا ہوں]

دچند سطور کے بعد پس سعادت مند جوانوں اور ہوشمند طالبوں پر لازم ہے کہ ظاہر و باطن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں کوشش کریں اور جو چیز اس دولت (اتباع رسول) کے منافی ہے اس سے ظاہر اور باطن کی آنکھ بند کر لیں۔ اور یقیناً طور پر جان لیں کہ اگر کوئی شخص ہزار ہا فضائل و خوارق رکھتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں سستی کرتا ہو تو اس شخص کی صحبت و محبت زہرِ قاتل ہے اور جو شخص کہ

۷ یہ جزئی فضیلت کی طرف راجع ہے اور کلی فضیلت انبیاء علیہم السلام کے لئے ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے (مؤلف) ۷ مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۳۶ -

ان خوارق و فضائل میں سے کچھ بھی نہ رکھتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ثابت قدم ہو اس کی صحبت و محبت نفع دینے والی تریاق ہے۔

محال است سعدی کہ راہِ صفا تو اں رقت جز در پئے مصطفیٰ

[اے سعدی! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر پینہ زنگاری کے راستہ پر چلنا محال ہے]۔

انسان کا جمال و کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم | شیخ علی بن بکر قدس سرہ نے معراج الہدایہ میں فرمایا کہ تو اس بات کو حق جان لے
کی اتباع میں ہے۔ اور سچی سمجھ لے کہ ہر انسان کا حسن و کمال اور زینت و جمال تمام امور میں

بلحاظ ظاہر و باطن، اصول و قروع، عقل و فعل، عادت و عبادت، اخلاق و اطوار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کامل اتباع میں ہے کیونکہ تمام سعادتیں سنت کے اتباع یعنی اخلاص کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور امر کے بجالانے اور خوف کو ملحوظ رکھتے ہوئے مہیات کو بُرا جاننے (یعنی ان سے بچنے) میں ہیں بلکہ تمام افعال و اطوار و حرکات و سکنات میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نقوشِ قدم پر چلنے میں ہیں یہاں تک کہ نفس کو شریعت کی لگام دی جائے اور قلب میں حقیقت کے حقائق جلوہ نما ہوں، اور یہ بات اس کے بغیر حاصل نہیں ہوتی کہ بُری عادتوں سے سنت کے قانون کے مطابق قلب کی صفائی کی جائے اور ذکر و تلاوت و معرفت اور اچھے اخلاق کے ساتھ اس (قلب) کو متور کیا جائے اور اس میں اس طرح اعتدال پیدا کیا جائے کہ اعضا کی تمام حرکات اعتدال کے طریقہ پر جاری ہوں یہاں تک کہ اس میں ان (امور) کے ساتھ اعتدال کی ہستیت پیدا ہو جائے اور وہ حقائق کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے اور عنایاتِ الہی کی ہوا کے جھونکوں کی صلاحیت پیدا کر لے جو کہ احسن طریق کے سلوک کے لئے مخصوص ہیں۔

اہل سنت و جماعت کی فضیلت | حضرت خواجہ احرار (قدس سرہ) سے منقول ہے وہ فرماتے تھے کہ اگر تمام احوال و مواجید (کیفیات و جد) ہم کو دیدیے جائیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ آراستہ نہ کریں تو ہم اس کو خرابی کے سوا اور کچھ نہ جانیں گے اور اگر تمام خرابیاں ہم میں جمع کر دی جائیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ تو آراستہ دیا جائے تو ہمیں خوف نہیں ہے۔

کام کا مدار شریعت کے اتباع پر ہے | (یہ فقیر) دوبارہ لکھتا ہے کہ آدابِ نبوی میں سستی کرنے والے اور سننِ مصطفوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام کے ترک کرنے والے کو ہرگز عارفِ حقیقی نہ کریں اور اس کے ترک دینا قطعاً تعلق اور خوارقِ عادات پر فریفتہ نہ ہوں اور اس کے زہد و توکل اور معارفِ توحیدی کے شیدائی نہ بنیں کیونکہ باطل فرقے مثلاً یہود و نصاریٰ، جوگی اور برہمن ان امور میں حقانی فرقوں کے ساتھ شرکت رکھتے ہیں۔

۱۔ مکتوباتِ معصومہ دفتر اول مکتوب ۱۰ - ۱۱۔ ایضاً دفتر دوم مکتوب ۱۱۰ - ۱۱۱۔ ایضاً دفتر اول مکتوب ۲۹ -

چند سطور کے بعد، کام کا مدار شریعت کے اتباع پر ہے اور نجات کا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے سے وابستہ ہے، حق و باطل میں صحیح فرق کرنے والی چیز یہی پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آہ وسلم کا اتباع ہے، زہد و توکل اور دنیا سے قطع تعلق آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کے بغیر مقبول نہیں ہے اور اذکار و افکار و اشواق و اذواق آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسل کے بغیر بے نتیجہ ہیں، خوارقِ عادات کا مدار بھوکا رہتے اور ریاضت پر ہے معرفت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

پھر چند سطور کے بعد لوگوں نے سلطانِ وقت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ سے کہا فلاں شخص پانی پر چلتا ہے، آپ نے فرمایا آسان ہے ایک تنکا بھی پانی پر چلتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے، فرمایا ایک چیل اور لکھی بھی ہوا میں اڑتی ہے۔ انہوں نے عرض کیا فلاں شخص ایک لمحہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں چلا جاتا ہے، فرمایا شیطان بھی ایک سانس میں مشرق سے مغرب تک جاتا ہے، اس قسم کی چیزوں کی کوئی زیادہ وقعت نہیں ہے، مردِ (حق) وہ ہے جو مخلوق کے درمیان بیٹھے، لین دین کرے اور شادی کرے اور مخلوق کے ساتھ میل جول رکھے اور ایک لمحہ اپنے خدا عزوجل سے غافل نہ ہو۔

اہلِ شریعت، اہلِ طریقت اور اہلِ حقیقت کو اگر مراد یہ ہے کہ اہلِ طریقت، شریعتِ حقہ کے دائرے سے باہر آچکے احکامِ شرعیہ کے بجالانے سے چارہ نہیں ہے اور تکالیفِ شرعیہ سے آزاد ہو چکے ہیں اور بندگی کے حلقہ سے سر باہر نکال چکے ہیں تو یہ ناقابلِ قبول و ناقابلِ سماعت ہے اور اس کا معتقد ملحد و زندق ہے، آسمانی (خداوندی) احکام تمام لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں بعض اشخاص کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتے اور عوام و خواص احکامِ شرعیہ کے بجالانے میں برابر ہیں، اہلِ شریعت و اہلِ طریقت و اہلِ حقیقت کو قرآنِ انص کے بجالانے اور محرمات سے پرہیز کرنے سے چارہ نہیں ہے اور کوئی شخص بھی واجبات کے ترک اور ممنوعات کے ارتکاب میں کسی طرح معذور نہیں ہے۔

کوئی کمالِ شریعت کے دائرہ سے باہر نہیں ہے | میرے مخدوم! کمالاتِ ولایتِ شریعت کی صورت (ظاہر) کا نتیجہ ہیں اور کمالاتِ نبوتِ شریعت کی حقیقت (باطن) کا پھل ہیں، پس ولایتِ نبوت کے کمالات میں سے کوئی کمال ایسا نہیں ہے جو کہ شریعت کے دائرہ سے باہر ہو اور وہ اس (شریعت) سے بے نیاز ہو۔

شریعت پر عمل کرنا ہر خاص و عام | (بھلا) طریقت کا شریعت سے کیا مقابلہ اور کونسی مساوات ہے، شریعتِ منورہ ایسی کے لئے ناگزیر ہے | وحیِ قطعی سے ثابت ہوئی ہے کہ جس میں شک و شبہ کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں ہے اور اس کے احکام کے لئے ہرگز نسخ و تبدیلی نہیں ہے قیامت قائم ہوتے تک یہ احکام باقی ہیں اور اس شریعت کے

۱۱۰۔ ایضاً دفتر اول مکتوب ۳۹۔ ایضاً دفتر اول مکتوب ۶۰۔

مقتضی پر عمل کرنا ہر خاص و عام کے لئے ضروری و لازمی ہے طریقت اس کے احکام کو ہرگز رفع (منسوخ) نہیں کر سکتی اور اپنے اہل (اہل طریقت) کو تکالیف شرعیہ سے آزاد نہیں کر سکتی۔ اہل سنت و جماعت کے قطعی (یعنی مسلمہ) عقیدہ میں سے (یہ عقیدہ بھی ہے) کہ بندہ (ہوش و حواس کی حالت میں) ہرگز ایسے مقام کو نہیں پہنچ سکتا کہ تکالیف شرعیہ اس سے ساقط ہو جائیں (اس پر فرض و واجب نہ رہیں) جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ اہل سنت کے گروہ سے خارج ہے ۱۷

نسبت باطن کا قوی ہونا | عجب معاملہ ہے کہ جس قدر یہ نسبت عارف پر غالب آتی ہے اس کے احکام احکام شرعیہ کی پابندی کو بڑھاتا ہے | شرعیہ کے ساتھ آراستہ ہونے میں زیادتی کا سبب بن جاتی ہے اس لئے کہ نفس امارہ جو کہ ذاتی طور پر احکام شرعیہ کا منکر ہے (اس وقت) میطیع ہو جاتا ہے اور (احکام شرعیہ کے ساتھ) آراستگی کا کمال (نفس کے) مطمئن ہو جانے سے وابستہ ہے اور شریعت (کے کاموں) میں سستی کرنے والا شخص جو اس نعمت کا دعویٰ کرتا ہے وہ نسبت کی حقیقت سے بے بہرہ ہے، پوست کے ساتھ (رہ کر) مغز سے عاجز رہ گیا ہے کیونکہ اس نسبت کا کمال اطمینان تک پہنچاتا ہے اور اطمینان کی علامت نازل شدہ احکام کا کمال اتباع ہے اور حجب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں ہے ۱۸

شریعت کے تین جزو | شریعت کے تین جزو ہیں: علم، عمل اور اخلاص، علم و عمل کے ذمہ دار علمائے ظاہر ہیں اور اخلاص کی حقیقت جو کہ تیسرا جزو ہے معرفت سے مربوط اور صوفیائے کرام سے وابستہ ہے جو کہ علمائے باطن ہیں۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ "اخلاص کی حقیقت الخ" یہ اس لئے کہ اخلاص کی صورت عوام کو بھی حاصل ہے، اخلاص کی صورت یہ ہے کہ عمل میں تصنع و تکلف کا محتاج نہ ہو اور نیت کے حاضر کرنے پر قنوت ہو، اس اخلاص کے لئے دوام نہیں ہے، اس (اخلاص) کا حامل کبھی اخلاص کے ساتھ ہو اور کبھی اخلاص کے بغیر مخلص (بکسر لام) ہے، والمخلصون علی خطر عظیم [اور مخلص بہت بڑے خطرہ میں ہیں] آپ نے سنا ہوگا۔ اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ (وہ عمل) کسب و تصنع سے خالی ہوتا اور تکلف سے بے نیاز ہو کر دوام حاصل کر لیتا ہے۔ اس اخلاص کا حامل جو کہ لام کی زبردستی کے ساتھ مخلص ہے نیت کے صحیح کرنے کا محتاج نہیں ہے اور اس کی نیت فنا و بقا کے ساتھ درست ہو چکی ہے، اس کا نفس امارہ جو کہ صفات ذمیمہ (بری صفات) کا مقام ہے اپنے مولا پر قربان ہو چکا ہے اور اطمینان کے ساتھ جا ملا ہے ۱۹

سنت کو زندہ کرنا بڑا کام ہے | پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی سنت کو زندہ کرنے میں کمر ہمت باندھیں
بدعت کے اندھیروں میں کہ جنھوں نے دنیا کو گھیرا ہوا ہے خاص طور پر ایسے وقت میں سنت کو زندہ کرنا ایک
بہت بڑا کام ہے من اجیاسنتی بعد ما امینت فلہ اجر ما ئتہ شہید [جس نے میری کسی سنت کو جو مردہ ہو چکی ہے
زندہ کیا تو اس کے لئے سو شہیدوں کا اجر ہے] آپ نے سنا ہوگا۔ اور بالداروں کی صحبت کی طرف راغب نہ ہوں اور
فقر و نامرادی کو عزیز نہ جانیں اور ورع و تقویٰ (پرہیزگاری) کو جان کے ساتھ طلب کریں اور گناہ کو تھوڑا نہ جانیں۔
بدعتِ طریقت کی مذمت | میرے مخدوم! دین اور طریقت میں نئے پیدا شدہ امور سے بچنا ضروری ہے، طریقت میں
کوئی ایسی نئی بات لوگ پیدا کریں جو کہ بزرگوں میں نہیں تھی وہ اس بدعت کی مانند ہے جو مکمل دین میں نئی پیدا
کی جائے، طریقت کی برکتیں اس وقت تک جاری رہتی ہیں جب تک لوگوں نے اس طریقت کو نئے پیدا کئے ہوئے
امور سے آلودہ نہ کیا ہو۔

بدعت کی مذمت | آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دین میں کوئی نئی بات پیدا کی یا دین
میں نئی بات نکالنے والے کسی (بدعتی شخص) کو پناہ دی تو اس شخص پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی
لعنت ہے اور اس شخص سے نہ کوئی صرف قبول کیا جائے گا اور نہ عدل "صرف" سے فریضہ اور عدل سے
نافلہ مراد ہے۔

ردِ بدعت | حدیث شریف میں ہے جس شخص نے صاحبِ بدعت کو مرعوب کیا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو
امن و ایمان سے بھر دے گا اور جس شخص نے صاحبِ بدعت کو جھڑکا اللہ تعالیٰ اس کو فزعِ اکبر (قیامت کے
دن کی گھبراہٹ) سے امن میں رکھے گا اور جس نے صاحبِ بدعت کی اہانت کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت
میں ایک درجہ بلند فرمائے گا اور جس شخص نے صاحبِ بدعت سے ملاقات کے وقت خذہ پیشانی کے ساتھ تواضع
کی تو اس نے شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی۔ (ابن عساکر عن ابن عمر رضی اللہ

بدعت سے پرہیز اور معرفت کی ترغیب | بزرگوں کے طریقہ پر استقامت رکھیں اور ان کے مقام کا اچھی طرح خیال
رکھیں اور فقرا و طالبین کی خدمت بطریقِ احسن بجالائیں اور شریعت کے راستہ پر قائم رہیں اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے پکڑیں اور بدعت سے بچتے رہیں اور بدعتی کے ساتھ صحبت
نہ رکھیں اور اس سے بچتے رہیں اَہْلُ الْبِدْعَةِ کِلَابٌ اَہْلُ النَّارِ [بدعتی لوگ اہلِ دوزخ کے کتے ہیں] آپ نے سنا
ہوگا اور بزرگوں کے طریقے میں کوئی نیا امر پیدا نہ کریں کیونکہ طریقت کی برکات اس وقت تک جاری رہتی ہیں
جب تک اس کو امورِ محدثہ (دین میں نئے پیدا کردہ امور) سے ملوث نہیں کیا جاتا اور حقِ جل و علا کی طلب سے

۱۷ مکتوبات معصومیہ مخدوم مکتوب ۲۵ ۱۷ ایضاً دفتر اول مکتوب ۱۳۳ ۱۷ دفتر اول مکتوب ۲۹ -

قارغ نہ بیٹھیں اور اس تعالیٰ شانہ کی معرفت کی طرف راستہ تلاش کریں اور جہاں کہیں سے اس نعمت کے باغ کی خوشبو درملغ میں پہنچے اس کے حصول میں لگ جائیں، اس فانی دنیا میں مطلوب اس نعمت کا حصول ہے اور انسان کی پیدائش سے مقصود معرفت کا حاصل کرنا ہے افسوس ہے کہ جو کچھ اس (انسان) سے طلب کیا گیا ہے وہ اس کو بجا نہیں لاتا اور دوسرے امور میں مشغول ہوتا ہے لہ

سلسلہ نقشبندیہ کی فضیلت

سب سے بہتر طریقہ نقشبندیہ ہے | جانا چاہئے کہ راہ حق جل و علا کا سلوک طے کرنے اور دوسروں کو کرانے کے لئے سب سے بہتر طریقہ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہا لیلہ ہے کیونکہ اس طریقہ کے اکابر نے سنت پر عمل کرنا اور بدعت سے بچنا اختیار کیا ہے اور (اللہ تعالیٰ سے) ایک ایسا طریقہ طلب کیا ہے جو سب طریقوں سے اقرب ہو اور بلاشبہ (اللہ تعالیٰ کے قرب تک) پہنچانے والا ہو اور اس کی ابتدا میں انتہا درج ہو اور کمال کے درجے پر پہنچنے کے بعد ان کی آگاہی (حضور و معرفت) دوسروں کی آگاہی سے اوپر ہو۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اتند کہ برند از رہ پتہاں بحرم قافلہ را

[حضرات نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار ہیں کہ یہ قافلہ کو خفیہ راستہ سے حرم میں لے جاتے ہیں]

پس طالب حق جل شانہ کو اس طریقہ عالیہ کا اختیار کرنا سب سے زیادہ مناسب و اولیٰ ہے کہ یہ راستہ نزدیک ہے اور بلاشبہ پہنچانے والا ہے، اللہ تعالیٰ ہم فقرا کو ان اکابر کی برکات سے بہرہ ور کرے اور ان کے سرچشمہ فیض سے سیراب فرمائے۔ ۷

طریقہ نقشبندیہ کا شرعی ثبوت | آپ نے ہم سے دریافت کیا ہے کہ ”اس طریقہ نقشبندیہ میں جو تمام اوقات میں احدیت صرفہ کی طرف متوجہ رہنا پھر (ذکر) نفی و اثبات و مراقبہ کرنا اگر آنحضرت علیہ و علیٰ آلہ من الصلوٰۃ افضلہا و من التسلیمات اکملہا اور اصحاب کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں ہوتا تو ان کے بعد کے حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور آپ کے بعد خلفائے راشدین ہدیہ میں کی سنتوں پر مشتمل مدونہ کتابوں میں ان امور کو ضرور نقل کرتے کیونکہ یہ حضرات ان (مسنون) امور کی طرف از حد راغب تھے اس لئے یہ امور محض اولیائے عظام کی اختراعات میں سے ہیں، پس اس طریقہ عالیہ میں ہر قسم کی بدعات سے اجتناب کا دعویٰ کرنا اور یہ کہنا کس طرح صحیح ہے کہ بدعت میں نہ کوئی خوبی ہے اور نہ کوئی نوری ہے اور نہ اس میں بیمار کے لئے کوئی شفا ہے اور نہ اس میں کسی بیماری کا علاج ہے“ — پس ہم جواب میں کہتے ہیں کہ بلاشبہ ظاہری کمالات اور باطنی مقامات سب کے سب بارگاہ نبوی علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے مستفاد ہیں پس بدنی (ظاہری) احکام و اعمال

۷ مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۳۴ ۷۲ ایضاً دفتر دوم مکتوب ۱۱ -

ہم تک علمائے کرام کی روایت سے پہنچے ہیں اور اسرار و باطنی معاملات صوفیائے عظام کی روایت سے پہنچے ہیں۔

وکلّمہم فکلّمہم من رسول اللہ ملقمس عرفان البحر اور شحامن اللدید رشفنا
 [پس سب انبیاء علیہم السلام] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہی) سے سمندر کے کچھ چلو یا بارش کا کچھ پانی مانگتے ہیں [حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے (علم کے) دو ظروف یاد کئے پس البتہ ان میں سے ایک کو تو میں تم لوگوں میں پھیلانا ہوں اور دوسرے کو اگر میں پھیلاؤں تو یہ (میرا) گلا کاٹ دیا جائے۔ اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ جب (حضرت) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گئے تو ان کے صاحبزادے عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے ان کی ماتم پر سی کے ایام میں صحابہ کی مجلس میں کہا کہ دس میں سے تو حصے علم مر گیا، پھر جب انھوں نے بعض کی طرف سے اس بارے میں توقف دیکھا تو کہا میری مراد علم باللہ (باطنی علم) ہے جسے حیض و نفاس کا علم مراد نہیں۔ پس تمام سلسلے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف متسوب (اوپر) آپ ہی تک پہنچتے ہیں، پس مشائخ و اہل سلاسل نے نسبت باطنی اپنے شیوخ کے واسطے سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کی ہے پس ان کی نسبت ان کی خود ساختہ نہیں ہے البتہ اس نسبت کو فنا و بقا، جذبہ و سلوک اور سیر الی اللہ وغیرہ سے موسوم کرنا صوفیہ کی اختراعات میں سے ہے۔ نفحات میں ہے کہ سب سے پہلے جس نے فنا و بقا کے الفاظ استعمال کئے ابو سعید الخدری قدس سرہ ہیں، پس اصل نسبت مشکوٰۃ نبوت سے لی گئی ہے اور اس نسبت کے لئے نام کا وضع کرنا بعد کی اختراع ہے اور ذکر قلبی بھی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) مروی ہے جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بعثت سے پہلے ذکر قلبی میں مشغول رہتے تھے۔ اور ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ احادیث صرفہ کی طرف متوجہ رہنا اور نفی و اثبات و مراقبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زیانہ میں نہیں تھا اور نہ صحابہ کرام کے زیانہ میں تھا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سکوت (تفکر) ان امور سے ہرگز خالی نہیں تھا اگرچہ وہ ان ناموں سے موسوم نہیں تھا۔ آنحضرت علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام ذکر اور آپ کا سکوت فکر ہے اور توجہ و مراقبہ وغیرہ فکر میں داخل ہے، تفکر (کے معنی) باطل سے حق کی طرف جانا ہے، ایک ساعت (مختصری دہر) کا تفکر ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ پس تعجب ہے کہ ان امور کے صدیوں میں ہونے کی نفی کس طرح کی گئی ہے اور اس پر کیا دلیل ہے۔ پس اس (مکتوب الیہ) کا یہ کہنا کہ یہ امور محض اولیاء کے مخترعات میں سے ہیں ناقابل تسلیم ہے۔ اور نقل کیا گیا ہے کہ جس دم (سائنس روکنا) کے ساتھ نفی و اثبات کا ذکر جو ہمارے طریقہ میں معروف ہے

اس کو حضرت خضر علیہ السلام نے خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہ کو سکھایا تھا اور ظاہر ہے کہ وہ (حضرت خضر علیہ السلام ایسی بدعت کی چیز نہ سکھاتے جس میں نہ کوئی نور و ضیاء ہو اور نہ اس سے بیمار کیلئے کوئی شفا ہو لے

سلسلہ نقشبندیہ کا انتساب حضرت صدیق اکبرؓ (آپ نے دریافت کیا ہے) اور سلسلہ نقشبندیہ کے سوا (تمام سلسلوں کا) کی طرف کس معنی میں ہے | انتساب (حضرت) علی کرم اللہ وجہہ کی طرف اور اس سلسلہ عالیہ کا انتساب۔

(حضرت) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کس معنی سے ہے۔ (اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مشائخ کرام) کے سلسلے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہیں اور امام (موصوف) کے لئے دو نسبتیں ہیں ایک نسبت آپ کے آباء کرام کی طرف سے ہے جو (حضرت) علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچی ہے اور ایک نسبت ماں کی جانب سے ان کے اجداد (نہیال کے واسطے سے) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ماخوذ ہے اور ظاہری و باطنی دونوں ولادتوں کے اعتبار سے امام (موصوف) نے کہا ہے کہ مجھ کو ابو بکرؓ کی دوہری اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے، اور (یہ) دونوں نسبتیں امام (موصوف) میں ممتاز ہیں اور امام (موصوف) سے مشائخ نقشبندیہ تک صدیق اکبرؓ کی نسبت پہنچی ہے اور (دوسرے) تمام سلاسل کے مشائخ کے لئے ان (امام موصوف) سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اخذ کی ہوئی نسبت پہنچی ہے۔ ۲

نقشبندیہ طریقہ مضبوط حلقہ ہے | حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ مضبوط حلقہ ہے جو کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کے دامن کو پکڑنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کی اقتدا کرنا ہے، اس طریقہ میں تھوڑے عمل سے بہت زیادہ کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں اور جو شخص ہمارے اس طریقہ سے روگردانی کرتا ہے اس کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ ۳

نسبت نقشبندیہ کا حضور | جان لیں کہ نسبت نقشبندیہ اور ان حضرات کا حضور ایک ایسا شہود ہے جو شاہری و شہودی کے وصف سے بری (پاک) ہے اور ایک ایسا حضور ہے جو حاضر اور حاضریت کی نسبت سے برتر ہے کیونکہ حیرت سے تعلق رکھتا ہے اور اس مقام میں حق سبحانہ کا شہود خود بخود ہے، اور اس حضور کو حضور بے غیبت بھی کہتے ہیں، ۴

طریقہ نقشبندیہ کا مدار سنت پر عمل کرنے | اس طریقہ عالیہ کا مدار سنت کو لازم پکڑنے اور بدعت سے اجتناب اور بدعت سے بچنے پر ہے | کرتے پر ہے، اس طریقہ کے اکابر حتی الامکان عزیمت پر عمل کرنے کو

ترک نہیں کرتے اور رخصت پر رائل نہیں ہوتے، کیفیات و معارف کو علوم دینیہ کا خادم جانتے ہوئے شریک کے نفیس جواہرات کو بچوں کی مانند وجود و حال کے جوڑ و مویر (اخروٹ و منقی) کے عوض نہیں دیتے اور

۱۲۵ مکتوبات معصومیہ فردوم مکتوب ۵۹ ۳ دفتر اول مکتوب ۲۹ ۴ دفتر اول مکتوب ۱۱۹۔

صوفیوں کی خرافات پر دھوکا نہیں کھاتے، نص سے قص کی طرف مائل نہیں ہوتے اور فتوحاتِ مدنیہ (قرآن و حدیث) سے فتوحاتِ بکیہ (شیخ ابن عربی کی کتاب) کی طرف التفات نہیں فرماتے، یہی وجہ ہے کہ ان کا وقت دائمی ہے اور ان کا حال استمراری ہے، ماسویٰ کے نقوش ان کے باطن سے اس طرح مٹ جاتے ہیں کہ اگر وہ ہزار سال تک ماسوا کا خیال دل میں لانے کے لئے تکلف کریں تب بھی بیسرنہ ہو، وہ تجلی ذاتی جو کہ دوسروں کے لئے برق کی مانند ہے ان بزرگوں کے لئے دائمی ہے وہ حضور کہ جس کے پیچھے غیبت ہو ان بزرگوں کے نزدیک احاطہ اعتبار سے ساقط ہے لہ

ذکر

کلمہ طیبہ کے فضائل | کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا ایک ہزار سے پانچ ہزار تک جس قدر ہو سکے تکرار کریں، تمام صوفیہ اس بات پر متفق ہیں کہ باطن کو منور کرنے میں یہ کلمہ ذکر قلبی کی مانند بہت مفید ہے لہ (بیر ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں) کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا تکرار بہت کریں کہ (یہ) باطن کو منور کرنے میں بڑا اثر رکھتا ہے اور اس نسبت کے حصول اور اس کی کیفیت کو بڑھانے میں پورا دخل رکھتا ہے۔ اس (کلمہ طیبہ) کا پہلا جزو (یعنی لا الہ) حق جل و علا کے ماسوا کی نفی کرتا ہے اور وجودِ بشریت کے پہاڑوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے اور اس کا دوسرا جزو (یعنی الا اللہ) معبودِ برحق کا اثبات کرتا ہے جو کہ سیر و سلوک کا حاصل اور فنا و بقا کے حصول کا ذریعہ ہے اس کے برابر کوئی آرزو نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی گوشہ میں تنہا ہو اور وہ اس مبارک کلمہ سے تر زبان رہے اور اس کے اسرار کے سمندروں سے سیراب شاداب ہوتا رہے، مطلوب کی کھڑکی کھلی ہوئی ہے اور مقصود کی طرف راستہ ظاہر ہو گیا ہے امیدوار رہیں لہ

کلمہ طیبہ کے ذکر میں مشغول رہنے کی تاکید | میرے مخدوم! ہمارے طریقہ کا بدارِ صحبت پر ہے بہر حال ملاقات حاصل ہونے تک کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے تکرار میں مشغول رہیں اور اس ذکر کو جس قدر بھی کہہ سکیں دل کی موافقت کے ساتھ کہیں اگر خلوت میں کہا جائے تو بہتر ہے، یہ کلمہ مبارک باطن کو پاک کرنے میں بہت بڑی تاثیر رکھتا ہے اس کا ایک جزو حق جل و علا کے ماسوا کی نفی کرتا ہے اور دوسرا جزو معبودِ حقیقی کا اثبات کرتا ہے جو کہ سیر و سلوک کا حاصل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے افضل الذکر لا الہ الا اللہ [سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے] لہ

کلمہ طیبہ میں نفی و اثبات کی تشریح | آپ نے لکھا تھا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ دو جزو پر مشتمل ہے ایک نفی دوسرے اثبات، کیا اس نفی سے ماسویٰ اللہ کی نفی مراد ہے یا باطل خداؤں کی نفی مراد ہے؟

لہ مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۱۲۱۔ ایضاً سوم مکتوب ۱۷۳ ایضاً فرسوم مکتوب ۷۶ لہ ایضاً دوم ۱۰۶۔

میرے مخدوم! دونوں معنی جائز و درست ہیں، اس راستہ کے سالکین زیادہ تر پہلے معنی کا تکرار کرتے ہیں اور وہ اس کلمہ طیبہ کے ذریعہ اپنے آپ سے وجود اور اس کے تابع کمالات کی نفی کرتے ہیں اور مستی مومہوم سے خالی ہو کر نستی و عدمیت ذاتی کے ساتھ منصف ہو جاتے ہیں اور فنا کو جو کہ ولایت کا رکن اعظم ہے حاصل کر لیتے ہیں ۱۷

دوام ذکر کی فضیلت | بندہ جب حق تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو حق سبحانہ و تعالیٰ بھی اس بندہ کو یاد فرماتا ہے
فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ (پس تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا) اس جانب سے دوام ذکر کی صورت میں اس جانب سے بھی دوام ذکر ہوگا اور اس سے زیادہ اور کونسی سعادت ہوگی کہ مالک و مولائے حقیقی جلت عظمہ ہمیشہ بندہ کو یاد کرے اور بندہ ہمیشہ اس تعالیٰ شانہ کا مورد فیض رہے ۱۸

ذکر کی مداخلت پر ترغیب | اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں اور مولائے حقیقی جل شانہ کی خوشنودیوں کو حاصل کرتے ہیں جان لگا کر کوشش کریں اور فرصت کو غنیمت جانیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں، قلبی ذکر پر اس قدر مداومت کریں کہ ذکر و حضور دل کا ملکہ اور اس کی لازمی صفت ہو جائے کہ نفی کرنے سے اس کی نفی نہ ہو جیسا کہ سنا قوتِ سامعہ کی صفت ہے اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے اور دل کو ماسوا سے کامل بے تعلقی حاصل ہو جائے اور اس تعالیٰ شانہ کے ماسوا کو اس حد تک بھلا دیں کہ اگر تکلف کے ساتھ بھی ماسوا اس کو یاد دلائی تو بار نہ آئے اس حالت کو فائے قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ریہ (منازلِ و سوں کی پہلی منزل) ۱۹

بندی فرائض و سنن کے علاوہ ذکر میں مشغول رہے | بتدی اپنے اوقات کو ذکر کے ساتھ اس طرح معمور رکھے کہ فرائض و سنن مؤکدہ کی ادائیگی کے علاوہ اور کسی چیز میں مشغول نہ ہو، نفلی عبادتوں کو بھی موقوف رکھے۔ یہ درست ہے لیکن آپ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، یہ حکم بتدیوں کے لئے خاص ہے آپ تو امور تذکورہ میں سے وقت جس کا متقاضی ہو اور جو زیادہ جمعیت بخشنے اور زیادہ کیف لائے اسی میں مشغول رہیں ۲۰

اچھی نیت کے ساتھ انسان کا ہر عمل | ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ”اگر کوئی سعادت مند بندہ تمام عمر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہا پھر اُس نے ایک لحظہ بھر کے لئے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی تو جو ذکر میں داخل ہو

کچھ اس نے کھویا وہ اس سے زیادہ ہوگا جو اس نے پایا تھا“ لیکن کیا کیا جائے (کہ) تمام آرزوئیں سیر نہیں ہیں جسمانی تقاضوں اور مخلوق کے ساتھ میل جول سے چارہ نہیں ہے ہاں اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ ظاہر کی اس غفلت کو جو کہ لازمی ہے اگر اچھی نیت کے ساتھ ملا لیا جائے تو غفلت سے نکل جاتی ہے اور ذکر کے ساتھ مل جاتی ہے مثلاً بندہ جو کہ سراسر غفلت ہے اگر عبادت میں مستی دور ہونے کی نیت کے ساتھ مل جائے تو

۱۷ مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۷۔ ۱۸ موم مکتوب ۱۲۵۔ ۱۹ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۱۰۔ ۲۰ دفتر سوم مکتوب ۱۹۰۔

ذکر ہو جاتی ہے، نوم العلماء عبادة [علماء کی تین عبادت ہے] تو آپ نے سنا ہی ہوگا۔ اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی نیت سے ان کے ساتھ میل جول رکھنا بھی ذکر ہے کیونکہ یہ واجب و مستحب کو ادا کرنا ہے علیٰ ہذا القیاس [اور چیزوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیجیے] ذکر زبانی ذکر میں ہی منحصر نہیں ہے (بلکہ) ہر وہ عمل کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھا گیا ہو ذکر میں داخل ہے، اِنَّ هَذِهِ تَذَكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اخْتَذِ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا (۳۹) بیشک یہ ایک نصیحت ہے پس جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے [۳۹]

طریقہ ذکر تہلیل لسانی | آپ نے دریافت کیا تھا کہ "کلمہ طیبہ نفی اثبات کے تکرار کے وقت کلمہ مبارکہ محمد رسول اللہ کو بھی اس کے ساتھ ملائے یا نہ ملائے، اور اگر ملائے تو کتنی مرتبہ کے بعد ملائے" — جواب: (کتنی) مرتبہ کا کوئی تعین نہیں ہے ہر دس یا بیس یا ہر چالیس یا سو کے بعد ملائیں اور اس کلمہ کے تکرار سے اپنے مقاصد اور ارادوں کی نفی کریں تاکہ اپنے ارادوں سے پوری طرح خالی ہو جائیں اور واحد حقیقی و مطاب حقیقی کے سوا کچھ مقصود نہ رکھیں، اپنی مراد تلاش کرنا بندگی کے مقام کے لائق نہیں ہے۔ ۲۵

ذکر قلبی میں دل کی حرکت ضروری نہیں | میرے مخدوم! اگر ذکر قلبی سے دل کی حرکت و جنبش مراد لی جائے تو اس کی ہمیشگی قطعی ضروری نہیں ہے نہ فنا کی حالت میں اور نہ حالت فنا کے بغیر، جو چیز کہ دائمی و لازمی ہے وہ دل کی توجہ اور حضور قلبی ہے خواہ حرکت ہو یا نہ ہو آپ نے فنا کی اور کوئی علامت تحریر نہیں کی تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس قسم کی فنا حاصل ہو رہی ہے، فنائے جذبہ یا فنائے سلوک، فنائے جسدی یا فنائے لطائف، فنائے قلب یا فنائے نفس ہر ایک کے لئے آثار و علامات ہیں، اور فنا میں معتبر وہ ہے جو دوام قبول کرے (ہمیشہ رہے) اور جو دوام نہیں رکھتی وہ معتبر نہیں ہے سوائے فنائے جذبہ کے۔ ۳۵

ذکر نفی و اثبات کے فوائد | آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ "ذکر نفی و اثبات کے فوائد کچھ عرصہ تک اسم ذات کے ساتھ وابستہ ہو گئے تھے اور نفی و اثبات سے میری احتیاج زائل ہو گئی تھی اور اب اسم ذات سے بھی احتیاج زائل ہو گئی ہے اور محض توجہ و مراقبہ اس کا قائم مقام ہو گیا ہے" — جواب: یہ ہے کہ یہ سب طریقے موصول (اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے) ہیں پس جس طریقے سے بھی شرح صدر ہو جائے اور ترقی حاصل ہو جائے اسی میں مشغول رہے لیکن نفی و اثبات کی تکرار ترک نہ کرے اس لئے کہ اس کے فوائد بعد میں بھی متوقع ہیں اور وہ پورے نہیں ہوتے۔ ۳۵

ذکر و افاضہ و توجہ کا ثبوت | سوال: اس طرز کا ذکر و افاضہ (فیض پہنچانا) و توجہ جو کہ اس طریقے میں معہود (مقرر) ہے سب سے پہلے کن مشائخ سے شروع ہوا ہے۔ حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کے وقت میں بھی تھا

۳۵ مکتوبات معصومیہ، فتراول ۱۶۰، ۳۵ ایضاً و فتراول مکتوب ۱۴۲، ۳۵ ایضاً اول ۳۷، ۳۵ دفتر دوم مکتوب

یا نہیں، اور اگر نہیں تھا تو پھر یہ طریقہ ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کیوں منسوب ہو گیا —
 جواب :- حضرت خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے سرسلسلہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (قدس سرہ)
 ہیں اور ان بزرگوں کا جذبہ جو کہ صفتِ قیومیت میں فنا ہو جانے کے ذریعہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو اس طریقہ
 میں جذبہ قیومیت کہتے ہیں حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) سے حضرت خواجہ کو پہنچا ہے اور ان سے اس جذبہ
 حاصل ہونے کے لئے ایک طریقہ منقول ہے اور وہ طریقہ وقوفِ عددی ہے پس اصل نسبت حضرت صدیق
 سے ہے اور اس کے وصول کا طریقہ حضرت خواجہ سے ہے اور اس نقل کے مطابق جو کہ ہمارے حضرت خواجہ
 بہاؤ الدین نقشبند (قدس سرہ) کے ملفوظات سے بیان ہو چکی ہے ذکر بھی حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
 سے پہنچا ہے اور ہو سکتا ہے کہ حضرت خضر (علیہ السلام) کو حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) سے پہنچا ہو اور
 ان سے حضرت خواجہ عبدالخالق (غجدوانی قدس سرہ) کو (پہنچا ہو) جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، اور دوسرا
 جذبہ جو کہ معیتِ ذاتیہ کے واسطے سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو اس طریق میں جذبہ معیت کہتے ہیں اس کے ظہور
 کا مبداء حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ ہیں۔

ذکرِ جسِ دم کا بیان | اور ذکرِ نفی اثبات کی تعداد و وقت معین نہیں ہے جس وقت چاہے کرے اور جب تک
 سانس (روکنا) ساتھ دے کہتا رہے خواہ کسی عدد تک پہنچے لیکن طاق کہے جفت نہ کہے اور اسی وجہ سے
 اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں اور اگر کسی وقت جس دم (سانس روکنا) نہ کر سکے تو جس دم کے بغیر کہے
 کیونکہ جس دم لازمی شرط نہیں ہے۔ اس ذکر پر اس قدر مداومت کریں کہ سینہ کی وسعت میں حق سبحانہ کے سوا
 کوئی مراد و مقصود نہ رہے اور اس تعالیٰ شانہ کے مقصود ہونے کے سوا کوئی اور مراد نہ ہوتا کہ بندگی کی حقیقت
 ظاہر ہو جائے، و بدو نہ حرط القتاد [اور اس کے علاوہ بیقاہدہ کوشش کرنا ہے]۔

ذکرِ جسِ دم بدعت نہیں ہے | سوال :- ذکر میں جس دم (سانس روکنا) بدعت ہے یا نہیں اور اگر بدعتِ حسنہ
 کہیں تو حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ سرہ کے مطابق کسی بدعت میں حسن (خوبی) نہیں ہے پس بدعت ہونے
 سے یہ عمل کس طرح باہر ہو سکتا ہے — جواب :- ذکر فی حرزائے مستون و حسن ہے اس میں سانس کا
 روکنا اس وقت بدعت ہو گا جبکہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ عمل صدرِ اول (شروعِ زمانہ اسلام) میں نہیں تھا اور
 ایسا ثابت ہونا ناقابلِ تسلیم ہے اور نیز اس طریقہ جس دم کو حضرت خضر (علیہ السلام) نے حضرت خواجہ
 عبدالخالق کو جو کہ حضرات خواجگان کے سردارِ سلسلہ ہیں تعلیم کیا ہے اور ان کے عمل کو بدعت کا حکم نہیں دے سکتے
 ہمارے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند (قدس سرہ) کے ملفوظات میں منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ سلسلہ چشتیہ

۱۰ مکتوبات معصومہ دفتر دم مکتوب ۳۶ ۱۰۰ ایضاً دفتر دم مکتوب ۴۳

سہروردیہ میں حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے خرقہ کے بارے میں معنی سند بیان کرتے ہیں اور انھوں نے ذکر کی سند معنی بیان نہیں کی ہے لیکن سلسلہ نقشبندیہ و کبرویہ میں حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت صدیق اکبر و حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہما کے واسطے سے ہمارے اس آج کے دن تک ذکر معنی پہنچا ہے اور واسطوں میں کوئی فتور واقع نہیں ہوا ہے۔ اسی اثنا میں حاضرین میں سے کسی شخص نے سوال کیا کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں رابطہ کا طریقہ حضرت صدیق اکبر سے اور ذکر کا طریقہ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہما سے پہنچا ہے (تو یہ کس طرح پہنچا ہے؟ آپ نے فرمایا جو ذکر کہ اس سلسلہ عالیہ) میں ہے جس کو وقوفِ عدوی کہتے ہیں مقررہ طریقے مثلاً جس دم اور محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ساتھ ملانے کا طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے معنی پہنچا ہے اور طریق صحبت بھی ان سے پہنچا ہے کیونکہ وہ (حضرت صدیق) سفر و حضر میں آنسو و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہتے تھے اور صحبت کے ذریعہ فیض حاصل کرتے تھے۔

جس دم کے ساتھ آپ نے ذکر (نقی و اثبات کا طریقہ طلب کیا تھا لکھا جاتا ہے اس کے مطابق عمل میں ذکرِ نقی و اثبات کا طریقہ لائیں اور اس کی برکات کے امیدوار رہیں اگرچہ نمایاں ترقی اور کامل تاثیر صحبت و توجہ پر موقوف ہے لیکن مال لا یدرک کلمہ لا یتدرک کلمہ [جو چیز کامل طور پر حاصل نہ ہو اس کو بالکل ترک نہیں کرنا چاہئے] نقی و اثبات کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگالیں اور ہونٹوں کو بند کر لیں اور سانس کو ناف کے نیچے روک لیں اور لفظِ آلا کو خیال کے ساتھ ناف سے کھینچیں اور سر کے اوپر پہنچائیں اور لفظِ اللہ کو سر سے دائیں کندھے تک لیجائیں اور لفظِ آلا اللہ کو دائیں کندھے سے دل پر لیجائیں اور سانس رکا رہے اور اس کلمہ کے ساتھ اس کلمہ کے معنی کو بھی خیال میں لائیں اس طرح پر کہ ذات پاک (اللہ تعالیٰ) کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے، آلا کے ساتھ نہیں ہے کا تصور کریں اور اللہ کے ساتھ کوئی معبود کا خیال کریں اور آلا اللہ کے وقت "مگر اللہ تعالیٰ ہے، سمجھیں، ہر سانس میں طاق عدد کہیں (یعنی) ایک دفعہ یا تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ کہیں اور اسی طرح بتدریج زیادہ کریں جہاں تک کہ سانس برداشت کر سکے اور اسی وجہ سے اس ذکر کو وقوفِ عدوی کہتے ہیں یعنی (ایک سانس میں) ذکر کی تعداد پر واقف رہنے تاکہ ہر سانس میں طاق عدد کہے جفت نہ کہے۔

ایک سانس میں ذکرِ نقی و اثبات کی تعداد | آپ نے لکھا تھا کہ میں نے ذکرِ نقی و اثبات کو ایک سو ایک تک پہنچایا ہے اگر حکم ہو تو اس پر اضافہ کروں۔ میرے مخدوم آپ نے بہت محنت کی ہے حق تعالیٰ اس پر اثر مرتب فرمائے۔

۱۰ مکتوباتِ معصومہ رقم مکتوب ۳۶۳۷ ایضاً رقم مکتوب ۴۷۔

اگر آپ تکلف کے بغیر اضافہ کر سکتے ہیں تو اضافہ کریں، بعض دوست اس سے (بھی) زیادہ کہتے ہیں ۱۵
ذکر حبس دم کا اعلیٰ درجہ اور یہ جو آپ نے سابقہ مکتوب میں لکھا تھا کہ ”راقم نفی اثبات کے ذکر میں مشغول ہے
پچیس مرتبہ تک تکلف کے ساتھ کہتا ہے اور کبھی کبھی (بے تکلف) بھی کہا جاتا ہے — میرے مخدوم! —
جس قدر تکلف و تشویش کے بغیر کہا جائے کہیں، کمیت (تعداد) سے کیفیت اور حصول اثر کی طرف زیادہ مشغول
ہوں جو کہ ماسوا کی نفی ہونا ہے کیونکہ نفی کرنے کا نتیجہ نفی ہوتا ہے اس قدر ہے کہ ذکر کہنے میں رکیں نہیں جلدی جلدی
کہیں اور تیزی کے ساتھ خیال کریں، خیال ایک لمحہ میں زمین سے آسمانوں تک پہنچ جاتا ہے اس صورت میں سہولت
کے ساتھ بہت زیادہ کہا جاتا ہے۔ بعض دوست ایک سانس میں ہزاروں تک پہنچاتے ہیں لیکن مدار کیفیت اور
اثر کے حاصل کرنے پر ہے ۱۵

اسباق و مقاماتِ نقشبندیہ مجددیہ

طریقہ توبہ و ذکر | آپ نے طریقہ کی خواہش کی تھی میرے مخدوم! کام کا مدار ہمارے طریقہ میں صحت پر ہے پیر کامل
کی صحت و توجہ سے طالب صادق ترقیات حاصل کرتا ہے اور مدارِ جِ قرب میں عروج کرتا ہے، یہ معاملہ نامہ و پیام
سے درست نہیں ہوتا، بہر حال طریقہ لکھا جاتا ہے عمل میں لائیں خالی رہنے سے بہتر ہے، ۱۵

گر ندرام از شکر جز نام بہر زیں بے بہتر کہ اندر کام زہر

[اگر میں شکر سے سوائے نام کے کچھ حصہ نہیں رکھتا تو اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ میرے حلق میں زہر ہو۔]

آپ جان لیں کہ اس راستہ کی پہلی شرط توبہ ہے کہ توبہ کریں اور کہیں، اے اللہ! جو گناہ و قصور مجھ سے سرزد
ہوئے ہیں دانستہ طور پر ہوئے ہوں یا نادانستہ طور پر، میں نے ان سب سے توبہ کی اور آپ کی طرف رجوع کیا
اور تین بار یہ استغفار پڑھیں: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ
اِلَيْهِ ط اس کے بعد زبان کو تالو سے لگالیں اور ہونٹوں کو بند کر لیں اور قلبِ صنوبری کی طرف جو کہ قلب کی
حقیقتِ جامعہ کا آشیانہ ہے اور اس کا مقام بائیں پہلو میں بائیں پستان کے نیچے ہے متوجہ ہو جائیں اور
دل کی زبان سے لفظِ مبارک اللہ اللہ کی تکرار کریں جس طرح کہ دل میں کوئی بات گزارتے ہیں اس ذکر
میں سانس نہ روکیں اور نہ ذکر میں سانس کا دخل ہونے دیں اور سانس اپنے طور پر آتا رہے اور زبان کو
ہرگز حرکت نہ دیں اور اس ذکر پر ہمیشگی کریں، بیٹھے اٹھنے، کھانے سونے کی حالت میں (اور) وضو ہو یا نہ ہو
ہر وقت ذکر کرتے رہیں۔ بزرگوں نے کہا ہے ”دست بکار دل بیار“ (ہاتھ کام میں اور دل یار میں رہے)
مولیٰ (جل شانہ) کا محلِ نظر دل ہے، دل کو پاک رکھنا چاہئے اور حق سبحانہ کے ماسوا کی طرف متوجہ

۱۵ مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۳۲۔ ۱۵ ایضاً دوم مکتوب ۱۳۷۔

ہونے سے بے تعلق کر دینا چاہئے۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان ست پاکی دل ز ذکر رحمان ست

[جنگ تیری زندگی ہے ہر وقت ذکر گزارہ، دل کی پاکیزگی رحمن (اللہ تعالیٰ) کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے] لہ
ذکر کا طریقہ ہمیشہ عقیقہ نے اس ناکارہ سے درخواست کی ہے کہ اس طریقہ عالیہ کے ذکر اور باطنی شغل کا
طریقہ احاطہ تحریر میں لائے۔ درخواست کو قبول کرتے ہوئے لکھا جاتا ہے، غور سے سنیں کہ باطنی شغل ہمارے
طریقے میں چند قسم کا ہے۔

قسم اول :- ذکر اسم ذات ہے اور اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ طالب کو چاہئے کہ اپنی زبان کو تالو سے
لگا لے اور پوری توجہ کے ساتھ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو جائے جو کہ بائیں پہلو میں واقع ہے اور یہ
قلب صنوبری قلب حقیقی کا آشیانہ ہے جو کہ عالم امر سے ہے اور اس کو حقیقت جامعہ بھی کہتے ہیں اور لفظ
مبارک اللہ کو دل میں خیال کے طور پر گزارے اور دل کی زبان سے اس بزرگ لفظ کو دل کی صورت کا
تصور کئے بغیر کہے اور سانس کو نہ روکے اور ذکر کہنے میں زبان کو کسی طرح کا دخل نہ دے سانس حسب
معمول آتا رہے اور لفظ مبارک اللہ سے بے مثل ذات مراد لے اور اس کی کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھے تاکہ
ذات کی بلندی سے صفات کی پستی میں نہ آجائے اور تنزیہ سے تشبیہ کی طرف مائل نہ ہو جائے۔

جانتا چاہئے کہ جس طرح قلب بائیں ہاتھ کی جانب سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا (لطیف)
روح دائیں ہاتھ (کی جانب) سے تعلق رکھتا ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور سینہ کا درمیانی حصہ جو کہ سر و خفی
داخلی کا مقام ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور نفس و حواس باطن کی جگہ دماغ ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام ہے
اور جب ذکر غالب آجاتا ہے تو تمام بدن کا احاطہ کر لیتا ہے اور بدن کا ہر جزو دل کی طرح ذکر ہو جاتا ہے
اور اس کو سلطان الذکر کہتے ہیں۔ طالب کو چاہئے کہ ذکر پر اس قدر ہمیشگی کرے کہ ذکر و حضور دل کا
ملکہ ہو جائے اور اس کی صفت لازمہ بن جائے جیسا کہ سنا قوت سامعہ کی صفت اور دیکھتا، قوت
یاصرہ کی صفت ہے چنانچہ اگر ذکر و حضور کو تکلف کے ساتھ بھی دل سے دور کرے تو دور نہ ہو۔

قسم دوم :- ذکر نفی و اثبات یعنی لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو
تالو سے لگائے اور سانس کو ناف کے نیچے روکے اور کلمہ لا کو ناف سے کھینچے اور سر کے وسط تک پہنچائے
اور اللہ کو وسط سر سے دائیں کندھے پر لائے اور الا اللہ کو دائیں کندھے سے دل صنوبری پر جو بائیں
پہلو واقع ہے لائے، اس مجموعہ کا نقش لائے معکوس کی صورت پر (۸) ہو جاتا ہے اور ان کلمات کو

لہ مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۹۔

ایک مقام سے دوسرے مقام تک لے جانا خیال کے ساتھ ہونا چاہئے اور اعضا اور سانس کو حرکت نہ دے اور سانس ناف کے نیچے رکھا ہے اور سانس کو جب تک روک سکے اس کلمہ کو کہتا رہے لیکن ہر سانس میں طاق عدد کہے جفت نہ کہے اسی لئے اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں اور جب سانس میں تنگی محسوس ہو اس کو چھوڑ دے اس کے بعد پھر سانس روکے اور سابقہ طریقوں کے مطابق ذکرِ نذکور کہے پھر اسی طرح کرے پھر اسی طرح کرے (اور پھر اسی طرح کرے)، اور اس کلمہ کے معنی کو اس طرح تصور کرے کہ ذاتِ پاک (اللہ تعالیٰ) کے سوا اور کچھ مقصود نہیں ہے۔ اس ذکر کو اولاً حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدانی (قدس سرہ) کو جو کہ حضراتِ خواجگانِ قدس اسرارِ ہم کے سرسلسلہ میں تعلیم کیا ہے حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خواجہ سے فرمایا کہ آپ پانی میں غوطہ لگائیں، انھوں نے پانی میں یہ ذکر تعلیم کیا شاید کہ پانی میں غوطہ لگانا اس لئے ہو گا کہ سانس برفراہ ہے اور جنبش نہ کرے۔

قسم سوم :- وقوفِ قلبی ہے اور یہ اس سے عبارت ہے کہ سالک ذکر کئے بغیر دل کی طرف متوجہ واقع رہے اور اس (دل) پر نگاہ رکھے تاکہ ماسوا کا خیال دل پر گزرنے کا راستہ بند ہو جائے اور پرانگی خیال اس میں راہ نہ پائے اس کے بعد دل کو مطلوبِ حقیقی کی طرف توجہ پیدا ہو جائیگی کیونکہ دل کے حق میں بیکار رہنا مفقود ہے جب ماسوا کا راستہ بند ہو جائے تو اس کے لئے بارگاہِ مقدس کی طرف متوجہ ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ دل کو دشمن سے خالی رکھ دو ست کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قسم چہارم مراقبہ ہے اور مراقبہ ترقب سے مشتق ہے اور وہ انتظار ہے پس مراقبہ مطلوب کے انتظار میں ظاہری و باطنی حواس کو جمع کرنا ہے اور مراقبہ کے ایک اور معنی (بھی) ہیں اور وہ ظاہر و باطن پر حق سبحانہ کے ہمیشہ مطلع ہونے پر بندہ کی آگاہی و علم ہے یعنی سالک تصور کرے کہ حق تعالیٰ ہمیشہ اس کے ظاہر و باطن پر مطلع ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ (سالک) مراقبہ سے وزارت اور ملک و ملکوت میں نصرت کے مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے اور دلوں کی باتوں پر مطلع ہوتا اور باطن کا منور ہونا اور وساوس سے سکون اور دلوں کا دائمی قبول مراقبہ سے حاصل ہوتا ہے۔

قسم پنجم رابطہ ہے (یعنی) دل میں پیر کی صورت کا تصور کرے۔ بزرگوں نے کہا ہے ع

سایہ رہبر بہ است از ذکر حق [رہبر پیر کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے]

یعنی پیر کی صورت کو ذہن میں رکھنا مرید کے لئے ذکر سے زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ پیر مرید کیلئے حق سبحانہ کی بارگاہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے پس مرید پیر کے ساتھ جس قدر زیادہ اسباب رکھتا ہو گا اس کے باطن سے اسی قدر زیادہ فیض اخذ کرے گا اور بہت جلد مطلب کو پہنچ جائیگا مرید کو چاہئے کہ اول پیر میں فنا (فنائی الشیخ) ہو جائے اس کے بعد وہ فنا فی اللہ کو پہنچے گا۔

(مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۱۳)

لطیفہ قلب کی تشریح | میرے مخدوم! کبھی (لفظاً) قلب بولتے ہیں اور (اس سے) قلب کی حقیقت جامعہ مراد لیتے ہیں جو کہ عالم امر سے ہے اور ذکر و تاثر و التذاذ و سکر و فنا و استہلاک جو کہ یکے بعد دیگرے آتے ہیں (یہ سب) اس کا کام ہے اور کبھی (یہ لفظ) بولتے ہیں اور (اس سے) وہ مضغہ (گوشت کا ٹکڑا) کہ عالم خلق سے ہے مراد لیتے ہیں جو بائیں پہلو میں واقع ہے اور قلب کی حقیقت جامعہ کو اس مضغہ کے ساتھ خاص تعلق ہے کہ گویا اس کا آشیانہ و مسکن اور ٹھکانا ہے اور ایک قسم کا اتحاد ان کے درمیان موجود ہو گیا ہے کہ امتیاز گویا مفقود ہو گیا ہے اور بعض احکام میں شرکت حاصل ہو گئی ہے اور حقیقت جامعہ کے ذکر سے مضغہ میں بھی حرکت پیدا ہو گئی ہے، روح کی طرح جو کہ عالم امر سے ہے اور بیچونی سے کچھ حصہ رکھتی ہے (اور وہ) بدن کے ساتھ عشق و محبت ہونے کی وجہ سے بدن میں فانی ہو گئی ہے اور بدن کے احکام کے ساتھ ہم رنگ و ہم صفت ہو گئی ہے اور بدن کے توسط سے سمع و بصیر و متکلم ہو گئی ہے اور بدن کی لذت کے ساتھ لذت یاب اور اس کے غم کے ساتھ غمزدہ اور اس کی حرکت و سکون کے ساتھ متحرک و ساکن ہو گئی ہے، پس جو ذکر قلبی کہ بتدیوں کو حاصل ہوتا ہے وہ حقیقت جامعہ کا ذکر ہے شروع میں اس کے وسیلہ و ہمسائیگی کی وجہ سے مضغہ (جسمانی دل) بھی ذاکر و متحرک ہو جاتا ہے مختصر یہ ہے کہ ایک ذکر ہے جو کہ دونوں سے منسوب ہے اور ان کے اتصال و اتحاد اور عدم امتیاز کی وجہ سے ایک کا ذکر دوسرے کی طرف منسوب ہو گیا اور ایک کی حرکت کے ساتھ دوسرا متحرک ہو گیا ہے لہ

مدارج نفس | آپ جان لیں کہ آدمی دس لطیفوں سے مرکب ہے، پانچ لطیفے عالم خلق سے اور پانچ عالم امر سے ہیں، ان لطیفوں میں سے ایک نفس ہے اور نفس عالم خلق سے شمار کیا گیا ہے اور لطیفہ روح عالم امر سے ہے پس (یہ) دونوں لطیفے مختلف ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ تمام لطائف کی طرح جدا معاملہ ہے اور ہر ایک کی ولایت و سیر و سلوک جدا ہے اور جس کسی نے متحد کہا ہے وہ کام کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے اور نفس امارگی کی حالت میں بھی اور اطمینان کی حالت میں بھی لطائف کا سردار ہے اور لفظاً انا سے بھی ہر شخص کی مراد وہی ہے اور وہ بالذات آسمانی احکام کا منکر ہے اور انانیت (میں پن) و خودی و رفعت پسندی اور تکبر کرنا اس کی ذات میں فریعت ہیں اور وہ بُرائی و بدکاری کی طرف بہت ہی زیادہ امر کرنے والا ہے، حدیث قدسی میں آیا ہے عادنفسک فانھا انتصبت بمعاداتی [تو اپنے نفس سے دشمنی کر بیشک وہ میری دشمنی پر کمر بستہ ہے]۔ صوفیائے کرام کے طریقہ پر چلنا اور اہل اللہ کی خدمت کرنا، اس (نفس) کی اصلاح اور اسے مطیع کرنے کے لئے ہے، جب اللہ جل شانہ کے فضل سے نفس اپنی صفاتِ رذیلیہ سے خالی ہونے لگتا ہے اور اسلام (قرمانبرداری) قبول کر لیتا ہے تو لوامہ ہو جاتا ہے اس کے بعد ملہمہ پھر بتدریج فنا کے کامل و بقائے اکمل کے واسطے سے

لہ مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۷۰ -

مطمئن ہو جاتا ہے اس وقت وہ اپنے مولیٰ (اللہ تعالیٰ) سے راضی اور مولا اس سے راضی ہو جاتا ہے اور وہ اپنے جہلِ مرکب سے جو کہ وہ رکھتا تھا نکل کر اللہ جل شانہ کی معرفت و قرب تک پہنچ جاتا ہے پس یہ سب نفس کی صفات ہیں جو کہ اس پر بدلتی ہیں۔ اور نفس کا مارنا اور اس کا مرجانا اس کا صفاتِ رذیلہ سے نکل جانا ہے پس وہی نفس ہے جو کہ بعد و دوری کے بعد قرب و معرفت سے مشرف ہو جاتا ہے ۱۵

لطائف کی فنا | آپ جان لیں کہ فنا کے قلب اس سبحانہ و تعالیٰ کے ماسوا کے سیان اور غیر اللہ کا خیال دل میں نہ آنے سے عبارت ہے یہاں تک کہ اگر تکلف کے ساتھ بھی غیر اللہ کا خیال دل میں لائے تو وہ دل میں نہ آئے، اُس (قلب) کی بقا اس چیز کے ساتھ ہے کہ جس کے ظہور سے اس (قلب) کی فنا حاصل ہوئی ہے اور وہ چیز دل پر حق سبحانہ کی تجلی فعل کا ظہور ہے، اگر کہا جائے کہ فنا کے بعد اُس تجلی کا ظہور ہوتا ہے یا اس تجلی کے بعد فنا حاصل ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ دونوں لازم و ملزوم بھی ہیں، وہی شیخ الاسلام انصاری (قدس سرہ) کا قول ہے کہ ”جنتک تو (اس کو) نہیں پائے گا رہائی نہیں پائے گا اور جنت تک رہائی نہیں پائے گا (اس کو) نہیں پائے گا، میں نہیں جانتا کہ (ان دونوں میں) کون مقدم ہے توڑنا یا جوڑنا“

جب تجلی فعل کے ظہور سے قلب فانی ہو جاتا ہے اور اس فنا میں سالک کے فعل کی نفی ہوتی ہے اور وہ اپنے آپ کو مسلوب الفعل پاتا ہے اس کے بعد حق سبحانہ کے فعل کے ساتھ باقی ہو جاتا، اور اپنے فعل کو حق سبحانہ کا فعل پاتا ہے، اس کے بعد فنا کے روح ہے اور فنا کے روح اس تعالیٰ شانہ کی تجلی صفات کے ظہور سے حاصل ہوتی ہے اور بقائے روح بھی اہی صفاتِ قدس کے ساتھ ہوتی ہے، اس کے بعد فنا کے ستر ہے کہ جس کو فنا کرنے والے شیونات و اعتبارات صفات ہیں اور اس کی بقا ان شیونات و اعتبارات میں اس کی فنا کے بعد (حاصل ہوتی) ہے، اس کے بعد فنا کے حقی ہے جس کو فنا کرنے والی صفاتِ سلبیہ تنزیہیہ ہیں اور اس کی بقا ان (صفاتِ سلبیہ) کے ساتھ ہے، اس کے بعد فنا کے اخفی ہے اور اس کو فنا کرنے والا وہ مرتبہ ہے جو کہ مرتبہ تنزیہی و (مرتبہ) احدیت مجرّم کے درمیان برزخ (حدِ فصل) واسطہ کی مانند ہے اور بقائے اخفی اس مرتبہ مقدسہ میں فنا کے بعد ہے۔

جب میرہا تک پہنچ جاتی ہے تو ولایتِ عالمِ امر کے درجات اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں کہ یہ لطائفِ خمسہ مرتبہ ولایت میں ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فضل مدد فرمائے تو عالمِ خلق کے لطائفِ خمسہ کے کمالات میں سیر شروع ہو جائیگی جو کہ نفسِ انسانی اور عناصرِ اربعہ میں اور عالمِ خلق کے یہ لطائفِ خمسہ عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ کی اصل ہیں، لطیفہ نفس کا معاملہ قلب کے معاملہ کی اصل ہے اور لطیفہ بادِ ربّوا کا معاملہ لطیفہ روح

۱۵ مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۳۷ یعنی ابوالسّمعیل، حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے اور اکابر محدثین میں سے ہوتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے تین سو ساتذہ سے حدیث لکھی ہے جو سب سنی تھے۔

کے معاملہ کی اصل ہے اور یہ لطیفہ آب (پانی) کا معاملہ لطیفہ سر کے معاملہ کی اصل ہے اور لطیفہ نار (آگ) کا معاملہ لطیفہ خفی کے معاملہ کی اصل ہے اور لطیفہ خاک کا معاملہ لطیفہ اخفی کے معاملہ کی اصل ہے۔

فتا کا فائدہ | جاننا چاہئے کہ فتا کا فائدہ صفات بشریہ کا زائل اور شرک خفی کا رفع ہونا ہے اگرچہ سر، خفی اور اخفی شرعی احکام کے ساتھ مکلف ہتیں ہوئے ہیں اور ان کے شرک کا اسلام میں کوئی اعتبار نہیں کیا گیا ہے لیکن ولایت خاصہ کے مرتبہ میں اس شرک خفی کے رفع سے چارہ نہیں ہے اور حسب قدریہ (لطائف) زیادہ لطیف توراتی ہوں گے ان کا شرک اسی قدر زیادہ خفی ہوگا اور اس شرک کا رفع کرنا اسی قدر زیادہ دقیق ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ بعض اشخاص کو فناء قلب و روح حاصل ہو جائے اور فناء سر حاصل نہ ہو اور بعض کو فناء سر حاصل ہو جائے اور ان دونوں لطیفوں (خفی و اخفی) کی فتا حاصل نہ ہو جو کہ اس کے بعد ہیں اور اس کو ابھی (تین لطیفوں) لطیفہ قلب، روح اور سر پر کتفا ہو اور وہ شخص اولیا راشد میں سے ہو، لیکن جب کل (قیامت کے روز) ان لطائف میں سے ہر ایک لطیفے کے حقائق جلوہ گر ہوں گے تو جو لطائف کہ اس دنیا میں فتا و بقا کی دولت سے مشرف نہیں ہوئے ہوں گے وہ (وہاں پر) اس فتا و بقا کے مناسب ثمرات و نتائج سے کامل فائدہ حاصل نہیں کریں گے۔ وَمَنْ كَانَ فِي هِدَاةٍ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَصْلُهُ سَبِيلًا [۱۶/۱۰۱] جو شخص اس (دنیا) میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستہ سے بہت بھٹکا ہوا ہوگا] لہ

تشریح سے دائرہ ولایت کبریٰ و حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بذات خود موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ خواہ وہ وجود یکفیس و مراتب پنچگانہ عالم امر | عیناً (عین ذات کے طور پر) ہو یا زائداً ہو، اور اسی طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کے ساتھ موجود ہیں نہ کہ وجود کے ساتھ کیونکہ اس بارگاہِ قدس میں وجود کے لئے گنجائش نہیں ہے اور اسی طرح وجوب و امکان (کو) بھی) اس بلند مرتبہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں (وجوب و امکان) وجود اور باہیت کے درمیان نسبتیں ہیں پس جبکہ وہاں وجود ہی نہیں ہے تو وجوب امکان بھی نہیں ہے۔ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ "حسب قدر گہری نظر سے دور دُور تک پہنچا جاتا ہے محسوس ہوتا ہے کہ اس مرتبہ عالیہ میں ذات ایسی آٹھ صفات کے ساتھ ہے جو کہ ایک دوسرے سے متمیز ہیں حقیقت میں اس کے علاوہ کوئی اور امر خواہ وجود ہو یا وجوب نہیں پایا جاتا، اس مرتبہ کے اوپر ایک ایسا مرتبہ ہے جہاں یہ صفات حضرت ذات تعالیٰ و تقدس میں محض اعتبارات ہیں اور وہ ذات تعالیٰ پر زائد نہیں ہیں، ہاں صرف اس قدر ہے کہ ان اعتبارات کو اس مرتبہ میں ایک دوسرے کے ساتھ متمیز ثابت ہے

اور اس مرتبہ کے اوپر ایک ایسا مرتبہ ہے کہ وہاں یہ تمیز بھی موجود نہیں ہے اور محض اعتبارات کے سوا کوئی اور امر مفہوم نہیں ہوتا۔ اور اس مرتبہ کے اوپر وہ مرتبہ مقرر ہے جہاں کوئی اعتبار بھی ملحوظ نہیں ہے اور جہل و حیرت اس مقام کے لئے لازم ہے۔ — جانتا چاہئے کہ پہلے تینوں مرتبوں میں چونکہ ذات تعالیٰ صفات کے ساتھ ملحوظ ہے (اس لئے) مثالی صورت دائرہ کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور دو قوس ظاہر ہوتی ہیں ان میں سے ایک قوس سے ذات مراد ہے اور دوسری قوس صفات سے عبارت ہے اور آخری مرتبہ میں چونکہ کوئی اعتبار و اضافت ملحوظ نہیں ہے لازماً مثالی صورت میں نصف دائرہ جو کہ ذات کی ایک قوس سے کتایہ ہوگا ظاہر ہونا ہے اور یہی ستر ہے کہ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے طریقہ کے بیان والے مکتوب میں لکھا ہے کہ ”اس مرتبہ میں ایک قوس کے علاوہ ظاہر نہیں ہوا یہاں کوئی ستر (بھید) ہوگا کہ جس پر اطلاع نہیں دی گئی۔“ جانتا چاہئے کہ ان چاروں قسم کے مراتب میں سے پہلا مرتبہ جو کہ مرتبہ صفات ہے لطیفہ روح کے نصیب ہے اور دوسرا مرتبہ جو کہ شیونات کا مقام ہے لطیفہ سر کے نصیب ہے اور تیسرا مرتبہ جو کہ تشریح و تقدیس کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے لطیفہ خفی کے نصیب ہے اور چوتھا مرتبہ اخفی کے نصیب ہے اور قلب کا نصیب مرتبہ افعال سے ہے جو کہ ان (چاروں) مراتب سے نیچے ہے عالم امر کے ان چاروں قسم کے مرتبوں سے گزرنے کے بعد معاملہ عالم خلق کے ساتھ جا پڑتا ہے ۱۵

ولایت صغریٰ و کبریٰ و علیا و کمالات نبوت | اور تجھے جان لینا چاہئے کہ ولایت صغریٰ کے کمالات حاصل کرنے میں عمدہ چیز مراقبہ اور قلبی اذکار یعنی اسم ذات و نفی اثبات کا ذکر ہے اور آخری

دو دنوں ولایتوں (ولایت کبریٰ و علیا) کے حاصل کرنے میں نفی اثبات کا زبان کے ساتھ ذکر کرنا (تہلیل لسانی) ہے اور جو کمالات مرتبہ نبوت کے ساتھ وابستہ ہیں ان کے حصول میں مدد دینے والی چیز قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور نمازیں پڑھنا بالخصوص فرض نمازیں پڑھنا ہے پھر اس کے بعد وہ مقام آتا ہے جس میں نہ عمل کے لئے کوئی نتیجہ ہے اور نہ ہی اعتقاد کے لئے کوئی اثر ہے وہاں ترقی محض فضل و احسان کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ مقام اصالت کے طور پر انبیائے مرسلین علیہم السلام و البرکۃ کے ساتھ مخصوص ہے اور ان کے تبارع ہو کر دوسروں کے لئے بھی اس مقام سے حصہ ہے، پھر اس کے اوپر وہ کمال آتا ہے جس میں تفضل سے محبت کی طرف ترقی ہوتی ہے پس اس کمال کے حصول میں ترقی کرنا محبت صرفہ (خالص محبت) پر موقوف ہے اور محبت میں بھی محبت و محبوبیت دو کمال ہیں پس محبت ذاتیہ کے کمالات کا ظہور اصالت کے طور پر کلیم (حضرت موسیٰ) علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور محبوبیت ذاتیہ کے کمالات پہلے تو حبیب خدا علیہ و علیٰ آلہ

افضل الصلوات واکمل التجات کے ساتھ مخصوص ہیں اور پھر ان دونوں (کلیم وحبیب علیہما الصلوٰۃ والسلام کے طفیل سے دوسروں کے لئے ان دونوں کمالوں کی امید ہے لہ

ولایتِ سہ گانہ و کمالاتِ نبوت وغیرہ | ولایاتِ سہ گانہ کے کمالات میں ترقی غالب طور پر قرآن مجید کے سوا کے متعلق اذکار و اعمال (باقی) اذکار کے ساتھ وابستہ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ولایتِ ظلی میں

جو کہ ولایتِ صغریٰ ہے مراقبات اور قلبی اذکار بہت زیادہ مناسبت رکھتے ہیں اور دوسری دو ولایتوں (ولایتِ کبریٰ و ولایتِ علیا) میں کہ (ان دونوں میں سے) ہر ایک اصل سے تعلق رکھتی ہے اور ظل سن کر چل چکی ہے ذکرِ لسانی اور کلمہ بطیبہ کا تکرار بہت زیادہ ترقی بخشنے والا ہے اور جب معاملہ کمالاتِ نبوت میں واقع ہوتا ہے تو اس مقام میں قرآن مجید کی تلاوت اور نماز، خاص طور پر فرض نمازیں فائدہ مند و نفع بخش ہیں اور جب معاملہ اس سے بھی اوپر چلا جاتا ہے تو ایک ایسا مقام پیش آتا ہے کہ عمل و اعتقاد کا جہاں کوئی اثر نہیں ہے اس مقام میں ترقی محض فضل و احسان سے ہے، یہ مقام انبیائے مرسلین علیہم الصلوات والبرکات کے ساتھ مخصوص ہے اور ان کے طفیل اُنہوں میں سے جسے چاہتے ہیں نواز دیتے ہیں۔ اور جب اس مقام سے بھی ترقی واقع ہوتی ہے تو معاملہ فضل و احسان سے محبت کی طرف مائل ہو جاتا ہے اس مقام میں کمالات کا حصول و ترقی صرف محبت پر موقوف ہے، اور محبت میں بھی دو کمال ہیں محبت و محبوبیت، کمالاتِ محبت کا ظہور حضرت کلیم (موسیٰ) علیہ السلام کے ساتھ وابستہ ہے اور کمالاتِ محبوبیت ذاتیہ اولاً حبیب رب العالمین علیہ افضل الصلوات واکمل التجات کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان دونوں اکابر کے طفیل دوسرے بھی ان دونوں (قسم کے) کمال کے امیدوار ہیں لہ

ولایت کے پانچ درجے | آپ جان لیں کہ ولایت کے پانچ درجے ہیں جو کہ عالمِ امر کے پانچ لطائف کے طے کرنے اور ان لطائف میں سے ہر ایک کے مناسب کمالات تک وصول اور ہر ایک کی فنا و بقا کے حصول سے وابستہ ہیں اگرچہ نفسِ ولایت ان لطائف میں سے بعض کی فنا کے ساتھ وابستہ ہے لیکن اس کا کمال لطیفہ اخفی کی فنا پر موقوف ہے، نیز ہو سکتا ہے کہ لطیفہ قلب و روح کی فنا حاصل ہو جائے اور ولایت (بھی) حاصل ہو جائے اور لطیفہ سرفنا کی دولت سے بے بہرہ ہو، اور فنا سے حاصل ہو جائے اور فنا سے اخفی حاصل نہ ہو جب کل کو (قیامت میں) حقائقِ اشیا ظہور کریں گے تو وہ لطیفہ جو اس عالم (دنیا) میں فنا و بقا کو نہیں پہنچا ہے ان ثمرات و نتائج سے جو کہ فنا و بقا پر مرتب ہوتے ہیں بے بہرہ رہے گا اور اس کچے دانے کی طرح رہ جائیگا جو نچتہ دیگ میں رہ گیا ہو لہ

لہ مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۳۷- ۱۳۸ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۶۷- ۶۸ ایضاً دفتر اول مکتوب ۲۱۳-

مقاماتِ ولایت کا علم وہی ہے | آپ نے لکھا تھا کہ اس بات کا علم کہ مریدِ صغریٰ یا کبریٰ یا علیا وغیرہ کو نسبی اور بعض کو حاصل ہوتا ہے | ولایت میں ہے الخ — میرے مخدوم! ان اشیاء کا علم خود ان اشیاء کی طرح

وہی ہے اگرچہ ان کے مقدمات (واردات) کسی ہیں، صاحبِ معاملہ اگر صاحبِ تفصیلِ علم ہے تو اپنے وجدان سے ان ولایتوں کو پہچانتا ہے اور ایک ولایت سے دوسری ولایت میں اپنا منتقل ہونا پاتا ہے اور اسی طرح صاحبِ علم پیر (بھی) مرید کی ولایت کو اور اس کے ایک ولایت سے دوسری ولایت میں منتقل ہونے کو مشاہدہ کرتا ہے اور اگر مرید صاحبِ علم نہیں ہے تو اس کو پیر کا علم کافی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ولایت حاصل ہونی چاہئے اگر اس کا علم بھی دیدیں تو ایک نعمت ہے ورنہ (عدمِ علم) نفسِ ولایت میں کچھ نقص نہیں رکھتا۔ فنا من علم و منہا من جہل | میں ہم میں سے وہ لوگ بھی ہیں جن کو علم ہے اور وہ بھی ہیں جن کو علم نہیں ہے | ۱۷

باطنی احوال کا علم ہر سالک کو نہیں ہوتا | اربابِ علم و اربابِ جہل نفسِ وصول و قرب میں برابر ہیں، فرق صرف وصول و قرب کے علم کے ہونے یا نہ ہونے کا ہے جو کہ زائد خوبیوں میں سے ہے اگر آپ کو (نسبت کا) علم کم ہے تو کسی دوسرے کے علم کو کافی جانیں اور خواب و خیال کے عدم اور استخارہ میں کسی امر کے ظاہر نہ ہونے سے غمزدہ نہ ہوں کیونکہ ولایت و قرب اس کے ساتھ وابستہ نہیں ہے اور ان میں سے کسی ایک کے نہ ہونے سے کمال میں نقصان نہیں آتا اور بہت بلند رکھیں اور مقصدِ اعلیٰ میں لگ جائیں زائد خوبیاں اگرچہ نہ پائی جائیں ۱۸

سیر و سلوک کے متعلق آیہ کریمہ | اس گروہ والوں کے سیر و سلوک کے بارے میں سب سے کامل عبارت یہ آیہ کریمہ ہے مَا عِنْدَكُمْ يَنْقُذُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ يَاقُ (۱۱۶) جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے | طالبِ صادق جب تک منتہیات سے خالی نہ ہو جائے اور وجود اور تمام کمالات کو جو کہ اس تعالیٰ شانہ کے کمالات کا پرتو ہیں اصل کے حوالہ نہ کر دے اور اس بارگاہِ قدس کے سپرد نہ کر دے انوارِ لایزال کے ساتھ تقابلاً نہیں پاتا ۱۹

سلوک کی ترقی رک جانے کے اسبابِ علاج | آپ نے ایک عزیز کے رک جانے کے بارے میں لکھا تھا کہ جس کی توجہ کے واسطے سے لوگوں میں عظیم تاثرات ظاہر ہوتی تھیں۔ میرے مخدوم! رک جانے کا سبب یا الغرض کا صادر ہونا اور گناہ کا ارتکاب ہے اس کا علاج توبہ و انابت اور پیر کی توجہ ہے، یا (اس کا سبب) طلب و شوق کا جانا رہتا ہے اس کا علاج بھی پیر کی توجہات ہیں کہ ان کی برکت سے شوق و طلب بھی میسر ہو جاتا ہے اور ترقیات بھی حاصل ہو جاتی ہیں، یا (اس کا سبب) قوق کی طرف استعداد کی مناسبت کا نہ ہونا ہے اس کا علاج بھی پیر کے ساتھ صحبت اور کامل محبت کا ہونا ہے تاکہ قوق سے کچھ حصہ پائے (تیر) پیر کی توجہ و مہربانی کا ہونا ہے تاکہ

۱۷ مکتوباتِ معصومیہ قردوم مکتوب ۶۲ ۱۸ ایضاً قردوم مکتوب ۷۲ ۱۹ ایضاً قردوم مکتوب ۲۱۵ -

اس کی برکت سے اپنی استعداد سے اوپر جائے اور محبت کی کشش سے پیر کے پوشیدہ معانی حاصل کرے یہ سیر قسری (کشاں کشاں لے جانا) ہے نہ کہ طبعی، یا (اس کا سبب) اعتقاد میں خلل (واقع) ہونا ہے اور اس کا کوئی علاج نہیں ہے وہی عقیدہ کی کمزوری جو کہ ایک طاقتور ناسور ہے اس کی سدا رہا ہے جنگ کامل اعتقاد اور فنا فی الشیخ حاصل نہ کرے (اس وقت تک) ترقی صورت پذیر نہیں ہوتی اور وہ شخص دائمی رکاوٹ میں گرفتار رہتا ہے۔ فقیر نے اس تحریر کے وقت اس عزیز کی رہائی کے بارے میں توجہ کی اس کی رہائی معلوم ہوئی، امید ہے کہ پھر رکاوٹ میں گرفتار نہیں ہوگا۔

لطائف عالم امر کے مقامات کا تعین | آپ نے پوچھا تھا کہ "حق سبحانہ نے روح کے بارے میں فرمایا ہے مثل
الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي" (۱۸) آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے [کس معنی میں ہے؟]

اور دوسرے لطائف بھی اسی طریق پر ہیں، پس عالم امر کے پانچوں لطائف کے مقامات کا تعین جو کہ اس سلسلہ عالیہ میں ثابت ہے کس معنی میں ہوگا۔ آپ جان لیں کہ عالم امر کو لامکانی کہتے ہیں اور وہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتا ہے اور اس (عالم امر) کے پانچوں لطائف کے ظہور کا محل عرش کے اوپر ہے جو کہ لامکانیت کے ساتھ موصوف ہے۔ جانتا چاہئے کہ عالم امر کی لامکانیت و بیچونی عالم خلق کی نسبت سے ہے جو کہ مکانیت اور چندی و چونی کے ساتھ داغدار ہے (لیکن) بیچون حقیقی جلّت عظمتہ کی نسبت سے عین چون ہے اور اس کی لامکانیت عین مکانیت ہے پس عالم امر مکانی و لامکانی اور چون و بیچون کے درمیان گویا برزخ ہے اور دونوں طرف کی خصوصیت رکھتا ہے اور (دونوں طرف سے) بہرہ مند ہے، اس رتبہ کے باوجود جو کہ عالم ارواح رکھتا ہے حق تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے اس کو عالم خلق کے ساتھ ایک عشق دیا ہے اور اسی وجہ سے اس کو بدنِ معضری کے ساتھ ایک خاص تعلق بیسر ہوا ہے اور لامکان ہونے کے باوجود برزخ ہونے کے باعث ایک مکان میں آرام لیا ہے، قلب کو بائیں ہاتھ کی جانب کے ساتھ جو کہ قلب کے گوشت کے ٹکڑے کا مقام ہے تعلق ہے اور روح کو دائیں ہاتھ کی جانب کے ساتھ، اور اسی طرح دوسرے لطائف کے مقامات معین ہیں اور اس تعلق سے اس کی لامکانیت میں کوئی نقص نہیں آتا اور جبکہ حقیقی بیچون و لامکان (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے "ولکن یسعی قلب عبدی المؤمن" [اور لیکن میرے مؤمن بندے کا دل میری وسعت رکھتا ہے] روح میں جو کہ برزخ ہے کیوں بعید ہو اگرچہ یہ وسعت بیچونی ہے اور نشا بہات کی قسم سے ہے کہ اس پر ایمان لانا چاہئے اور اسکی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے علم کے حوالہ کرنا چاہئے، اور عالم امر جو کہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتا ہے عالم خلق کے ساتھ اس کے اس تعلق کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے اور (یہ) اجسام کے اجسام کے ساتھ تعلق اور وسعت کے باور ہے۔ ۵۲

سلطانِ ذکر بزرگوں میں متواتر ہے | آپ نے لکھا تھا کہ ایک روز حضرت عالی (مجدد الف ثانی) کے حقائق و معارف کا ذکر مشہور ہوا تھا سلطانِ ذکر کے بارے میں بات چلی تو صدرِ مجلس نے سوال کیا کہ اب تک

اختراع نہیں ہے

اس نام کے ساتھ کوئی ذکر سنا نہیں گیا ہے اور کتابوں میں بھی نظر سے نہیں گذرا۔ کیا یہ بات اولیائے سابقین کی ہر یا ان کی کوئی حالت ہے؟ — میرے مخدوم! سلطانِ ذکر ہمارے طریقے میں مشہور و معروف اور عام ہے اور ہم اس کو اپنے پیروں سے سنتے آئے ہیں ہماری اختراع نہیں ہے جو کچھ بھی ہے بزرگوں کی طرف سے ہے، (قطب عالم) حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ، جو کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہا کے قریبی زمانے میں ہندوستان کے اکابر مشائخ میں سے گذرے ہیں، آخر عمر میں ان پر استغراق و بیخودی غالب آگئی تھی چنانچہ اکثر اوقات استغراق میں رہتے تھے، نماز کے اوقات میں ان کو بلند آواز سے بیدار کیا جاتا تھا، لوگوں نے ان سے اس کا راز دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے دل کو ذکر سے بہت گونٹا ہے اس لئے سلطانِ ذکر ہر وقت غالب رہتا ہے اور مجھ کو اپنے آپ سے بیخود کر دیتا ہے لے

عالمِ امر پر عالمِ خلق کی افضلیت | لے سعادت آثار! تفوقِ افضل ہونے کی دلیل نہیں ہے اور جائز ہے کہ کسی ایک شخص کا مکانِ طبعی کسی دوسرے شخص سے اوپر ہو اور وہ دوسرا شخص اپنے مکانِ طبعی کے نیچے ہونے کے باوجود افضل ہو، جیسا کہ فرشتہ جو کہ مکانِ طبعی کے اعتبار سے انسان سے اوپر ہے، یہ (انسان) زمین پر ہے اور وہ (فرشتہ) آسمان پر، یہ ولایتِ صغریٰ و کبریٰ میں ہے اور وہ ولایتِ علیا میں، اس کے باوجود افضلیت انسان کو ہے۔ پس حضرت مجدد کے ہر دو اقوال میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ حقیقتِ معاملہ یہ ہے کہ عالمِ امر کو عالمِ خلق پر فوقیت ہے اور وہ بالذات عالمِ قدس کے زیادہ قریب ہے اور عالمِ خلق جب مزلکی و مطہر ہو جاتا ہے اور اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو عالمِ امر سے اوپر چلا جاتا ہے اور اس جگہ پہنچ جاتا ہے کہ عالمِ امر کا عروج بھی وہاں نہیں پہنچتا، پس حال اور مکانِ طبعی کے اعتبار سے فوقیت عالمِ امر ہی کے لئے ہے اور عروج و انجام کے اعتبار سے افضلیت عالمِ خلق ہی کے لئے ہے۔ ان دونوں اعتبارات کے لحاظ سے تفوق و افضلیت کا حکم ان ہر دو عالم کے درمیان کسی تضاد اور ٹکراؤ کے بغیر دائر ہوتا ہے (اور ان سے باہر نہیں جاتا) لیکن کلی افضلیت عالمِ خلق کے لئے ہے کیونکہ فضیلت کا مدار قرب پر ہے اور جو قرب کہ عالمِ خلق کو کمال (حاصل ہونے) کے بعد ہے وہ عالمِ امر کو نہیں ہے اگرچہ وہ (عالمِ امر) اپنے کمال کو پہنچ جائے۔ ۵۲

۱۰ مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۲۳۱۔ ۵۲ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۲۔

غیر اللہ سے کُلّی قطع تعلق ہونا فنائے قلب ہے | آپ نے قلبی دوسو سے کے دور ہونے کی بابت لکھا تھا کہ ”اس طرح پر دور ہو گیا ہے کہ اگر ہزاروں سال گزر جائیں تو بھی ماسوی اللہ کا خیال دل پر نہ گزرے الخ — میرے مخدوم! دل سے غیر اللہ کا خیال بالکل دور ہو جانا فنائے قلب ہے اور ولایت کا پہلا درجہ ہے، بزرگوں نے کہا ہے جب تک نہ پلے رہائی حاصل نہیں ہوتی، قلب کو جو ماسوا سے کُلّی قطع تعلق حاصل ہوتا ہے اور تعلقات و مواعلات سے رہائی حاصل ہوتی ہے وہ یافت (پانا) اور معرفت کے بغیر نہیں ہے لہ

شرح صدر کی علامت | آپ نے لکھا تھا کہ ”ایک روز فجر کے حلقہ میں مراقبہ میں دیکھتا ہوں کہ سینہ دروازے کی مانند ہو گیا ہے، عجیب الشراح و نورانیت ظاہر ہوئی، گویا کوئی شخص کہتا ہے کہ شرح صدر یہی ہے اور اس خوشخبری کی بشارت دیکر وہ غائب ہو گیا“ — میرے مخدوم! شرح صدر ایک بڑا مقام اور بلند مرتبہ ہے اس کے حصول کی بشارت مبارک ہو لیکن اس معنی (حالت) کی ایک علامت ہے اس علامت کو اپنے اندر اچھی طرح غور کرنا چاہئے، رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ”نور جب سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ (سینہ) کشادہ ہو جاتا ہے، پس آپ سے کہا گیا کہ کیا اس کے لئے کوئی علامت ہے؟ آپ نے فرمایا (اس کی علامت) دارِ غرور (دینا) سے کنارہ کشی اور دارِ قرار (آخرت) کے لئے تیاری کرنا ہے لہ

مطلوب کی یافت آفاق و انفس سے ماوراء ہے | ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس اللہ سبحانہ، بسرہ کے نزدیک مطلوب کی یافت آفاق و انفس سے ماوراء ہے، اس تعالیٰ شانہ کے لئے جس طرح آفاق کے آئینوں میں گنجائش نہیں ہے انفس کے آئینے میں بھی گنجائش نہیں ہے۔ ع

در کد ام آئینہ در آید او [وہ کونسے آئینے میں سماتا ہے]

اس کو آفاق و انفس کے ماسوا تلاش کرنا اور دخول و خروج کے ماوراء طلب کرنا چاہئے، یہ ماوراء ہونا اقربیت کے اعتبار سے ہے جیسا کہ آفاق سے ماوراء ہونا بعد کی جانب میں ہے جو کہ وہم کی جولانگاہ ہے بلکہ شہودِ انفسی بھی وہم کی جولانگاہ ہے ان دونوں آئینوں میں مشاہدہ ہونے والی چیز وہم و خیال کی تراش سے بری نہیں ہے اس قرب و بعد سے باہر ہو جانا چاہئے اور اقربیت میں آ جانا چاہئے اگرچہ عقل اس کے تصور میں حیران ہے اور عقلمند لوگ اس کی صورت گری میں عاجز و پریشان ہیں، یہ معاملہ اور شہودِ خیال کی تراش خراش سے باہر اور وہم کی جولانگاہ سے بالاتر ہے، وہم و خیال اس جگہ عاجز اور پروبال شکستہ ہیں، اپنے سے نزدیک تر کو نہیں پاسکتے اور قریب ہے کہ اس کو محال جانیں اور حالانکہ وَفَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ [۱۴] اور ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں] نص قرآنی ہے جو معاملہ کہ اصل سے تعلق رکھتا ہے وہ

لہ مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۹۶ لہ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۷۹۔

آفاق و انفس سے باوراء اور اقربیت کے ساتھ وابستہ ہے، دائرہ ظلال انفس تک منتہی ہوتا ہے اور حجوت فنا، نیستی و استہلاک میں سے جو کچھ کہ ظاہر ہوتا ہے عمرہ و مبارک ہے، بشریت کے پہاڑ سے جس قدر بھی منہدم ہو جائے اور وجود بشریت سے (جس قدر بھی) گھٹ جائے بہت بڑی نعمت ہے، حق سبحانہ اس پہاڑ کو جڑ سے اکھاڑنے اور اس وجود مہموم کو درمیان سے اٹھارے لے

اصطلاحاتِ تصوف

اصطلاحاتِ تصوف | آپ نے قوم (صوفیہ) کے بعض اصطلاحی کلمات کی شرح طلب کی تھی، آپ جان لیں کہ جمع اس چیز سے عبارت ہے کہ مخلوق کو حق جل و علا سے جدا نہ دیکھے اور سُکر کی وجہ سے ایک کے احکام دوسرے پر جاری کرے اور اس کو کفرِ طریقت کہتے ہیں اور اکثر شیطانیات و سکریات جو کہ مشائخ سے صادر ہوئی ہیں وہ مقام جمع سے پیدا ہوئی ہیں، اس مقام میں (سالک) ذکر کو سُکر کے غلبہ کے باعث لقلقہ و وسوسہ جانتا ہے اور نماز کو شرک سمجھتا ہے اور بعد و دوی دیکھتا ہے اور کلمہ اَنَا الْحَقُّ اور سُبْحَانِی کا راگ الاپتا ہے۔ جمع الجَمْع کہ جس کو فرق بعد الجمع بھی کہتے ہیں یہ ہے کہ مخلوق کو حق سبحانہ سے جدا دیکھے اور عدم فرق کی حالت کے بعد جو کہ مقام جمع میں بھی فرق کرنے لگے اور سُکر کے بعد صحیح حاصل ہو جائے اور کفر کے بعد اسلام رونما ہو جائے اور ذکر و نماز میں مشغول ہو جائے۔ سیرِ آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈنا ہے اور سیرِ انفسی اپنے آپ میں آنا اور اپنے دل کے گرد پھرتا ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ سیرِ آفاقی بعد در بعد ہے اور سیرِ انفسی قرب در قرب ہے۔ یافت (پانا) اپنے اندر ہے اپنے سے باہر یافت نہیں ہے۔

ہچونا بینا مبرہر سوئے دست با تو در زہیر گلیم ست ہر چہ ہست

[تواندے کی طرح ہر طرف ہاتھ نہ لے جا، جو کچھ ہے وہ تیرے ساتھ ہی کیل کے نیچے ہے]

سیرِ الی اللہ اسمائے الہی جل و علا میں سے اس اسم تک ہے جو کہ سالک کا مبداءِ تعین ہے اس سیر میں دائرہ امکان کا طے ہونا ہے یہاں تک کہ (یہ سیر) اس اسم تک پہنچتی ہے جو مراتب و جوب سے ہے۔ سیر فی اللہ اُس اسم (مبداءِ تعین سالک) میں اور اس اسم کے اصول کے ظلال میں ہے پس سیر فی اللہ کے معنی اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات میں سیر ہے، یہ ہر دو سیر (سیرِ الی اللہ و سیر فی اللہ) مراتب و عروج میں کمال حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں، اور یہاں دو سیریں اور بھی ہیں جو کہ نزول و تکمیل سے تعلق رکھتی ہیں۔ سیر عن اللہ باللہ۔ و۔ سیر فی الاشیاء، تیسری سیر اثنائے نزول میں ہے اور چوتھی سیر نزول کا کمال ہے جو کہ دعوت کا مقام ہے۔ برزخ اس چیز کو کہتے ہیں جو کہ دو چیزوں کے درمیان

۱۔ مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۷۴۔

واسطہ ہو کہ دونوں طرف کا رنگ رکھتا ہو۔ حقیقتِ محمّدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو جو کہ مقامِ وحدت سے
 برزخِ کبریٰ کہتے ہیں کیونکہ یہ اطلاق ذات اور مرتبہ و احدیت کے تقیدات کے درمیان جو کہ اعیانِ ثابتہ
 اور ممکنات کے حقائق ہیں واسطہ ہے اور یہ مرتبہ وحدت اطلاق کا رنگ بھی رکھتا ہے اور نقید کا رنگ بھی
 وہ ایسا مطلق ہے جو کہ اطلاق کی قید کے ساتھ مقید ہے اور ایسا مطلق ہے کہ جس کی ضد تقید ہے اور مرتبہ
 فوق جو کہ مرتبہ لاتعین ہے اس کا اطلاق ایسا اطلاق ہے جو کہ اطلاق کی قید اور نقید کی ضدیت کے بغیر ہے
 اور اعیانِ ثابتہ کو وجود و عدم کے درمیان برزخ کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ وجود کا رنگ بھی رکھتے ہیں کیونکہ وہ
 علمِ الہی میں وجود رکھتے ہیں اور عدم کا رنگ بھی رکھتے ہیں کیونکہ وہ خارج میں معدوم ہیں اور بزرگوں کے قبر کو
 دنیا و آخرت کے درمیان برزخ کہا ہے اور وہ دونوں کے احکام رکھتا ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ
 [جو شخص مر گیا تو اس کی قیامت قائم ہو گئی] اور وہ (قبر) قیامت کے احکام یعنی عذاب و حساب و ثواب ہوتا اور
 اعمال کا منقطع ہونا رکھتی ہے اور دنیا کے احکام یعنی جمعہ کی راتوں اور جمعہ کے دن اور ماہِ رمضان میں کفار
 سے عذاب کا منقطع ہونا بھی رکھتی ہے۔ ولایتِ صغریٰ، ولایتِ کبریٰ اور ولایتِ علیا، یہ الفاظ
 ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی خاص اصطلاحات ہیں سے ہیں کہ یہ قوم (صوفیہ) کے کلام میں
 موجود نہیں ہیں۔ ولایتِ صغریٰ ولایتِ اولیاء ہے جو کہ اسماء و صفات کے ظلال سے تعلق رکھتی ہے۔
 ولایتِ کبریٰ ولایتِ انبیاء علیہم السلام ہے جو کہ اصل سے متعلق ہے۔ اور ولایتِ علیا ولایتِ ملا علی
 ہے جو کہ ان دونوں ولایتوں کے اوپر ہے۔ اور کمالاتِ نبوت وہ کمالات ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
 کی نبوت سے تعلق رکھتے ہیں اور تینوں قسم کی ولایات کے کمالات کے اوپر ہیں۔ اور تینوں قسم کی ولایات کے
 کمالات اور کمالاتِ نبوت کی تفصیل ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) کے مکتوبات شریف جلد اول (مکتوب ۲۶)

کے طریقہ کے بیان والے مکتوب میں (درج) ہے یہاں سے طلب فرمائیں۔
 اصطلاحاتِ نقشبندیہ کی تشریح (۱) سفرِ دروِطن سیرِ انفسی سے عبارت ہے کہ اس کو جذبہ بھی کہتے ہیں، ان
 بزرگوں کے معاملہ کی ابتدا اسی سیر سے ہے اور سیرِ آفاقی کہ سلوک اسی سے عبارت ہے اس سیر کے ضمن میں
 طے ہو جاتی ہے اور دوسرے سلسلوں میں کام کی ابتدا سیرِ آفاقی سے کرتے ہیں اور (ان کی) انتہا سیرِ انفسی پر ہے
 اور کام کی ابتدا سیرِ انفسی سے کرنا اس طریقہ کی خصوصیت ہے اور اندراجِ نہایت دریدایت (ابتدا میں انتہا کا
 درج ہونا) اسی معنی میں ہے کہ سیرِ انفسی جو کہ دوسروں کی نہایت ہے وہ ان اکابر کی ابتدا ہے، سیرِ آفاقی مطلوب کو اپنے سے
 باہر ڈھونڈنا اور سیرِ انفسی اپنے آپ میں آنا اور اپنے دل کے گرد گھومنا ہے، اس معنی میں بزرگوں نے کہا ہے

پہچونا بینا مبرہ سوتے دست با تو در زیرِ گلیم است ہرچہ ہست

[تواندھے کی طرح ہر طرف ہاتھ نہ لیجا، جو کچھ ہے وہ تیرے ساتھ ہی کبیل کے نیچے ہے]

(۲) خلوت در انجمن: یعنی انجمن (مجلس) میں جو کہ تفرقہ (جدائی) کی جگہ ہے، باطن کی راہ

مطلوب کے ساتھ خلوت رکھتا ہو اور باہر کا تفرقہ اندرونی حجرہ (باطن) میں راہ نہ پائے۔

از بروں در میان بازارم وز دروں خلوتے ست با یارم

[میں باہر سے (ظاہری طور پر) بازار میں ہوں اور اندر سے (باطنی طور پر) مجھ کو دوست کے ساتھ خلوت ہے]

ابتدایں یہ معنی تکلف کے ساتھ ہے اور انتہایں بلا تکلف ہے اور اس طریقہ میں چونکہ یہ معنی ابتدا میں حاصل ہو جاتا ہے

ان بزرگوں نے اس کو حاصل کرنے کے لئے ایک راستہ وضع کیا ہے (اس لئے یہ بات) اس طریقہ کی خصوصیات میں سے

ہے اگرچہ دوسرے طریقوں کے منتہیوں کو بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اسی معنی میں بزرگوں نے کہا ہے۔

از دروں شو آشنا و ز بروں بیگانہ وش این چنین زیبا صفت کم می بود اندر جہاں

[تو اندر سے آشنا ہو جا اور باہر سے بیگانوں کی طرح رہ، اس قسم کی اچھی صفت والا دنیا میں کم ہی ہوتا ہے]

من لم یملک عینہ فلیس القلب عندہ [جو شخص اپنی آنکھ کا مالک نہیں ہوا تو اس کے پاس دل نہیں ہے]

(۳) نظر بر قدم: اس چیز سے عبارت ہے کہ راستہ چلنے میں نظر قدم پر جمالی جائے اور طرح طرح کے

محسوسات کے ساتھ نظر کو پراگندہ نہ کرے تاکہ جمعیت کے زیادہ قریب ہو جائے کیونکہ ابتدا میں دل نظر کے تابع ہے

اور نظر کی پراگندگی دل میں اثر کرتی ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

بچہ مشغول کتم دیدہ و دل را کہ دمام دل ترا طیلم دیدہ ترا می جوید

[میں آنکھ اور دل کو کس چیز کے ساتھ مشغول کروں کہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرنا ہے اور آنکھ تجھ کو تلاش کرتی ہے]

(۴) ہوش در دم، اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے سانس کا واقف رہے تاکہ وہ غفلت سے باہر نہ آئے تیسرا کلمہ

(نظر بر قدم) اس تفرقہ کو دور کرنے کیلئے ہے جو کہ آفاق سے اٹھتا ہے اور چوتھا کلمہ (ہوش در دم) نفسی تفرقہ کو دور کرنے کیلئے ہے۔

(۵) یاد کرد اور یادداشت، سالک جب تک طریقت (تکلف و) تصنع میں ہے اور حقیقت و ملکہ

حضور کے ساتھ نہیں ملا ہے (اس وقت تک) یاد کر کے مقام میں ہے۔

دائم ہمہ جا یا ہمہ کس در ہمہ کار می دار ہفتہ چشم دل جانب یار

[ہمیشہ ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر کام میں دل کی آنکھ کو پوشیدہ طور پر یار کی جانب رکھ]

اور جب حضور دائمی ہو جائے اور یاد کرد کے تکلف سے رہائی پالیتا ہے اور ایسا ملکہ ہو جاتا ہے کہ نفی کرنے

سے بھی نفی نہیں ہوتا تو (یہ حالت) ”یادداشت“ ہوتی ہے۔

دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال در دل ز تو آرزو در دیدہ خیال

[میں ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر حال میں دل میں تیری آرزو اور آنکھ میں تیرا خیال رکھتا ہوں]

اور "یادداشت" کے دوسرے معنی بھی ہیں جو کہ نہایت اعلیٰ ہیں اور وہ معنی اس مکتوب کے لائق نہیں ہیں۔

(۷) وقوف قلبی یہ ہے کہ دل کا نگہبان و واقف رہے اور ایک توجہ و نظر اس پر رکھتا رہے اور ذکر کو ترک کرے تاکہ تفرقہ اس میں راہ نہ پائے اور وہ ماسوا کے نقوش کے ساتھ منقش نہ ہو جائے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ دل بیکار نہیں ہے یا باسوی کے ساتھ ملا ہوا ہے یا مطلوب کے ساتھ اٹکا ہوا ہے، آدمی جب تک بیدار ہے ظاہری حواس جو کہ جاسوس ہیں عالم (دنیا) کی خبریں دل کو پہنچاتے ہیں اور تفرقہ میں رکھتے ہیں اور جب سو جاتا ہے تو باطنی حواس یہ کام کرتے ہیں اور دل کو پریشان رکھتے ہیں اور جب صاحب دل شخص اپنے دل کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو گویا اس توجہ سے ایک قلعہ اس کے دل کے گرد پیدا ہو جاتا ہے اور عالم (دنیا) کی خبروں کو دل تک پہنچنے نہیں دیتا، اس وقت میں دل انتہائی مقصد کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے کیونکہ بیکاری اس کے حق میں ناپید ہے جب اس طرف سے روک دیا گیا تو اس طرف توجہ کے بغیر چارہ نہیں رکھتا، مذکور کے ذکر و توجہ کا محتاج نہیں ہے، دل کو دشمن سے باز رکھ، دوست کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے، آئینہ سے زنگ دور کر، نور کے ظہور کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میں نے حضرت عالی (مجدد ثانی) سے سنا ہے کہ اگر کسی کو قلبی ذکر اثر نہ کرے اور وہ شخص متاثر نہ ہو تو اس کو ذکر سے روک کر محض وقوف قلبی کا امر کیا جائے اور (اس پر) توجہات کرنی چاہئیں تاکہ ذکر اثر کر جائے۔

(۸) وقوف عددی سے مراد یہ ہے کہ ذکر نفی اثبات کے عدد پر اس طرح پر جو کہ اس طریقہ میں

مقرر ہے واقف رہے تاکہ ہر سانس میں طاق عدد کہے جفت نہ کہے۔

(۹) مراقبہ ترقیب سے مشتق ہے، ترقیب انتظار کو کہتے ہیں، پس مطلوب کے انتظار میں ظاہری و

باطنی حواس کو جمع کرنا مراقبہ ہے۔

ہمہ چشمیم تا بروں آئی ہمہ گوشیم تا چہ فرمائی

[ہم سب آنکھ ہیں (یعنی منتظر ہیں) تاکہ تو باہر آجائے اور ہم سب کان ہیں تاکہ (سینس) تو کیا فرماتا ہے]

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے مراقبہ بلی سے سیکھا ہے، اور مراقبہ کے ایک دوسرے معنی بھی ہیں اور

وہ حق سبحانہ کی دائمی اطلاع کے ساتھ بندہ کا آگاہ و باخبر ہونا اور اس کو اس تعالیٰ شانہ کا حضور ہے

خواجہ بزرگ قدس سرہ فرماتے تھے کہ مراقبہ کا طریق (راستہ) نفی و اثبات کے طریق سے اعلیٰ ہے اور جذبہ کے

زیادہ قریب ہے، مراقبہ کے طریق سے وزارت اور ملک و ملکوت میں تصرف کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے اور

خواطر (دل کی باتوں) پر آگاہی اور موہبت (بخشش) کی نظر سے دیکھنا اور باطن کو متور کرنا مراقبہ کی ہمیشگی سے (حاصل ہوتا) ہے، مراقبہ کے ملکہ (مشق) سے دلوں کی دائمی جمعیت (سکون) اور دلوں کی دائمی قبولیت حاصل (ہوتی) ہے اور اس معنی کو جمع و قبول کہتے ہیں۔

(۱۰) سلطانِ ذکر یہ ہے کہ ذکر تمام بدن کو محیط ہو جاتا ہے اور ہر عضو دل کی طرح ذکر اور مطلوب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

ہر دم یہ ہوائے تست دمساز ہر موئے زگیسوم بہ پرواز

[میں ہر دم تیری محبت میں سانس لے رہا (جی رہا) ہوں (اور) میرے گیسو کا ہر بال پرواز میں ہے]

(۱۱) رابطہ (سے مراد) دل میں پیر کی صورت کی حفاظت ہے۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرفنے

رابطہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس جگہ کہ انھوں نے فرمایا ہے ع

سایہ رہبر بہ است از ذکرِ حق [رہبر کا سایہ ذکرِ حق سے بہتر ہے]

یعنی یہ طریقہ (رابطہ) ذکر سے زیادہ نفع دیتے والا ہے، اس کی تشریح یہ ہے کہ مرید بیچارہ چونکہ عالمِ سفلی (دنیا) کا گرفتار ہے (اس لئے) عالمِ علوی (عالمِ بالا) سے مناسبت نہیں رکھتا تاکہ اس (اللہ تعالیٰ کی) بارگاہ سے بلا واسطہ فیوض و برکات حاصل کرے کوئی ایسا واسطہ بننے والا شخص ہونا چاہئے جو دونوں جانب کا مالک ہو کہ عالمِ علوی سے کچھ حاصل کر کے عالمِ سفلی کی طرف دعوت و ارشاد کے لئے رخ کئے ہوئے ہو اور پہلی مناسبت کی راہ عالمِ غیب سے فیوض اخذ کر کے دوسری مناسبت کی راہ سے جو کہ وہ عالمِ سفلی کے ساتھ رکھتا ہے ان فیوض کو صاحبِ استعداد لوگوں تک پہنچائے اور مرید کے حق میں وہ واسطہ پیر ہے کہ جس نے غیب الغیب (ذاتِ حق) کے ساتھ بے کیف اتصال پیدا کر کے عالمِ شہادت (دنیا) کی طرف رجوع کیا ہے پس مرید مناسبت کی جس قدر زیادہ صورتیں پیر کے ساتھ رکھتا ہوگا اس کے باطن سے اسی قدر زیادہ فیض اخذ کرے گا۔

زاں روئے کہ چشمِ تستِ احوال معبود تو پیرِ تستِ اول

[کیونکہ تیری آنکھ ایک چیز کو دودھ دیکھنے والی ہے (اس لئے) اول تیرا معبود تیرا پیر ہے]

اور جن چیزوں کے ذریعہ پیر کے ساتھ مناسبت حاصل ہوتی ہے وہ پیر کے ساتھ محبت و خدمت اور ظاہر و باطن میں اُس کے آداب کی رعایت اور عادات و عبادات میں اس کا اتباع اور اپنی مرادوں کو اس کی مرادوں کے تابع کرنا اور اپنے آپ کو اس کے حضور میں کالمبت بین یدی الغسال (مردہ بدست غسال کی مانند) دیکھنا اور پیر میں فانی ہو جانا ہے، اور اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ فتافی الشیخ فتافی اللہ کا مفت درمہ (تمہید) ہے، اور رابطہ کا طریقہ ان امور میں سب سے عظیم امر ہے اور (یہ) پیر کے ساتھ بہت ہی زیادہ مناسبت

پیدا کرتا ہے اور ان مذکورہ امور کو آسان کرنے والا ہے جو کہ مناسبت حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں اور رابطہ کی نسبت غالب آجاتی ہے تو (سالک) اپنے آپ کو عین پیر پاتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے لباس و صفت کے ساتھ موصوف پاتا ہے اور جہدِ صوفیہ کی صورت کو دیکھتا ہے۔

درود پوار چو آئینہ شدا ز کثرتِ شوق ہر کجای نگر م روئے ترا می بیتم

[کثرتِ شوق کی وجہ سے درود پوار آئینہ کی مانند ہو گئے ہیں جس طرف بھی دیکھتا ہوں تیرا ہی چہرہ نظر آتا ہے]

ماسوی اللہ کی طرف التفات کرنے اور غیر اللہ کے شہود و شعور سے دل کو یگانہ (خالی) کر دینا توحید ہے۔

توحید عرفِ صوفی صاحبِ سیر تخلیص دل از توجہ اوست بغیر

[صاحبِ سیر صوفی کی اصطلاح میں دل کو غیر اللہ کی طرف توجہ کرنے سے آزاد کرنا توحید ہے]

(۱۳) عدم (کا مطلب) جذبہ کی جہت میں فنا ہے اور یہ اپنے ساتھ اور اپنے اوصاف کے ساتھ شعور نہ ہونے سے عبارت ہے۔ — (۱۴) وجودِ عدم، ایک بقا ہے جو کہ اس فنا پر مرتب ہوتی ہے، یہ فنا و بقا چونکہ اس جذبہ کی جہت میں ہے کہ جس کے ساتھ سلوک شامل نہیں ہوا ہے اس لئے وجودِ بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ نہیں ہے پس اس کے ساتھ ولایت حاصل نہیں ہوتی، اور فنا و بقا حقیقی ہی ہے کہ جس کے ساتھ ولایت وابستہ ہے اور عودِ مذکور سے محفوظ ہے اور دوام اس کے لئے ضروری ہے۔ — (۱۵) فنائے حقیقی، اس (اللہ) تعالیٰ کے ماسوا کا تیان اور غیر اللہ کے علم کا زوال ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اگر اختیار کے علمِ حصولی کا زوال ہے تو (یہ) فنائے قلبی ہے اور اگر علمِ حضوری کا زوال ہے کہ جس سے مراد نفسِ حاضر (سالک کی اپنی ذات) ہے تو فنائے نفس ہے۔ — (۱۶) اور وجودِ فنا وہ بقا ہے جو کہ اس فنا پر مرتب ہوتی ہے اور (سالک) ولادتِ ثانیہ سے وجودِ مہبوب کے ساتھ موجود ہو جاتا ہے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے اسی معنی میں فرمایا ہے کہ وجودِ عدم وجودِ بشریت کی طرف عود کرتا ہے لیکن وجودِ فنا وجودِ بشریت کی طرف عود نہیں کرتا۔ — (۱۷) بازگشت سے مراد یہ ہے کہ نفی و اثبات کے ذکر کے بعد مقررہ طریقہ پر زبان دل سے کہے کہ "اے اللہ! میرا مقصود تو یہی ہے اور میری رضا تجھ ہی سے ہے"۔

عدم و وجودِ عدم و فنائے حقیقی | عدم جو اس سلسلہ عالیہ کے اکابر کی عبارتوں میں آتا رہتا ہے اس سے مراد وجودِ فنا کی تشریح ہے کہ جو اسمِ الہی جل سلطانہ عارف کا مبداء تعین ہے اس اسمِ الہی کی ہستی کا

پردوں کے پیچھے سے سالک کی قوتِ مدرکہ پر جذب و محبت کی راہ سے اس طرح وارد ہوتا ہے کہ سالک کی ہستی اس کے پہلو میں چھپ جائے اور سالک اپنے آپ کو اپنی صفات کو گم کر دے اور نہ پائے۔

اور وجودِ عدم سے مراد اس ہستی (اسم الہی) کے ساتھ متحقق ہوتا ہے یعنی (وجودِ عدم سے مراد) وہ وجود اور بقا ہے جو کہ عدم پر مرتب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وجودِ عدم سے مراد حالتِ عدمیہ کے ساتھ متحقق ہونا ہو یعنی سالک میں صفتِ عدم کا پیدا ہونا اور یہ عدم اور وجودِ عدم پہلے معنی کے لحاظ سے جذبہ کی جہت میں فنا و بقا ہے اس ظہور کو دوام نہیں ہے پس جو فنا و بقا اس پر مرتب ہوگی وہ بھی دائمی نہیں ہوگی اور وجود بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ آہوگی جب تک وہ ظہور کائن (ہو رہا) ہے سالک کی ہستی پوشیدہ ہے اور جب وہ ظہور پوشیدہ ہو جائے گا بشریت کا وجود لوٹ آئیگا۔ فنا کے حقیقی سے مراد عارف پر مطلوب کی ہستی کا غالب آنا ہے کہ عارف اپنے اخلاق و اوصاف کو مطلوب کے اخلاق و اوصاف کا پر تو پائے یہاں تک کہ اپنے سب اخلاق و اوصاف کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں پوری طرح حوالہ کر دے اور ہر قسم کے انتسابات سے خالی ہو جائے اور کوئی نسبت بھی اس کی طرف راہ نہ پائے۔

وجودِ فنا اس بقا سے عبارت ہے جو اس فنا پر مرتب ہوتی ہے اور (سالک) ولادتِ ثانیہ کے ساتھ وہی وجود سے موجود ہو جاتا ہے، اس فنا اور بقا کے لئے دوام لازم ہے اور وجودِ بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ ہے۔ پہلی صورت میں سالک کا پوشیدہ ہو جانا ہے اور دوسری صورت میں سالک کا نفی ہونا ہے اور ان دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے اس لئے کہ چھپی ہوئی چیز کبھی کبھی ظاہر ہو جاتی اور عود کرتی ہے اور جو چیز زائل ہوگئی وہ عود نہیں کرتی، پہلی قسم کی فنا مقصود نہیں اور ولایت اس سے وابستہ نہیں ہے اور دوسری قسم کی فنا مقصود ہے اور ولایت اس کے ساتھ مشروط ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ طالب پہلی قسم کی فنا کو دوسری قسم کی فنا کے ساتھ خلط ملط کر دیتا ہے اور خود کو وجودِ عدم کے ساتھ حقیقی فانی تصور کرتا اور کامل جانتا ہے اور اس کو اس فرق کی طرف ہدایت حاصل نہیں ہوتی اور یہ مقام بھی منجملہ ان مقامات کے ہے جن میں سالک کا قدم ڈگمگا جاتا ہے، اس حالت میں اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کی عنایت سے ایسا پیر کامل و مکمل ہونا چاہئے جو کہ جذبہ و سلوک دونوں طریقوں سے تربیت پا کر (اس راہ کی انتہا تک پہنچا ہوا ہوتا کہ اس بیچارے بے دست و پا کو اس گرداب سے نجات دلائے اور اس کے نقص کی نشاندہی کرے اور فنا کے حقیقی کی طرف رہنمائی کرے۔

عدم و فنا میں فرق | عدم وہ فنا ہے جو اس جذبہ کی جہت میں ظاہر ہوتی ہے جس کے ساتھ سلوک ملا ہوا نہیں ہے اس وقت میں وہ اپنے آپ کو اور اپنی صفات کو نہیں پاتا اور گم کر دیتا ہے۔ وجودِ عدم سے مراد وہ بقا ہے جو کہ اس فنا و عدم پر جہتِ مذکورہ (جذبہ بے سلوک کی جہت) میں مرتب ہوتی ہے اور فنا سے

مراد مطلوب کی ہستی کا عارف پر اس قدر غلبہ ہو جاتا ہے کہ عارف اپنے اوصاف و اخلاق کو مطلوب کے اوصاف و اخلاق کا پرتو پاتا ہے اس حد تک کہ سب کو اس بارگاہِ قدس کے بالکل حوالہ کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو سب سے خالی پاتا ہے پس پہلی صورت (یعنی عدم) میں اوصاف کا استتار (چھپ جانا) ہے جو کہ فنا کرنے والا نہیں ہے اور دوسری صورت (فنا) میں (اوصاف کا) ازالہ (زائل کرنا) ہے جو کہ فنا کرنے والا ہے غایت ازلی کے بغیر دشوار ہے کہ سالک اس فرق کی طرف ہدایت پاسکے اور استتار کو ازالہ سے جدا کرے ۱۵

فناء لطائف و فناء الفناء کی تشریح | فناء قلب کا کمال تجلی افعال کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کا ان میں فنا ہونا اور ان کے ساتھ بقا حاصل کرنا ہے، اس فنا کے حاصل ہونے کے بعد دل کو ماسوائے حق سبحانہ سے نسیان اس قسم کا ہو جاتا ہے کہ اگر وہ برسوں تک ماسوا کو یاد کرے تو وہ ہرگز یاد نہ آئے اور (لطیفہ) روح کا کمال تجلی صفاً اور اس میں فنا و بقا کے ساتھ وابستہ ہے اور (لطیفہ) سر کو شیون کے ساتھ مناسبت ہے جو کہ صفات کے اصول ہیں، اور (لطیفہ) خفی کو مرتبہ تنزیہات و تقدیسات کے ساتھ مناسبت ہے اور (لطیفہ) اخفی کو اس مرتبہ کے ساتھ مناسبت ہے جو کہ تنزیہات سے اوپر اور مرتبہ ذات تعالیٰ و تقدس سے بہت نیچے ہے اور ان تین قسم کے لطیفوں (سر و خفی و اخفی) کا کمال ان میں سے ہر ایک کے مناسب کمالات ذاتیہ تک پہنچنے سے وابستہ اور اس معنی کے ساتھ فنا و بقا کا حاصل ہوتا ہے۔

آپ نے فنا و الفناء اور وحدت الوجود کے بارے میں پوچھا تھا۔ آپ جان لیں کہ فنا حق سبحانہ و تعالیٰ کی ہستی کے باطن پر اس حد تک غالب آجانے سے عبارت ہے کہ ماسوا سے پوری طرح رہا کر دے اور اس کو بھلا دے، اگر سالک کو اپنی فنا کا علم ہے تو اس کو فنا کہتے ہیں اور اگر یہ علم بھی زائل ہو جائے اور باقی نہ رہے تو یہ فناء فنا ہوگی۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ فناء فنا داخل فنا ہے کیونکہ فنا کا علم ماسوا کے علم میں داخل ہے پس اس علم کے باقی رہنے کی صورت میں ماسوا کا نسیان کلی طور پر نہیں ہوتا اور فنا حاصل نہیں ہوتی اور وحدت وجود صوفیہ عالیہ کے طریق پر یہ ہے کہ ممکن کے وجود کو واجب تعالیٰ کے وجود کے ساتھ متحد دیکھے اور فرق مطلق اور مقید ہونے کے ساتھ سمجھے ۱۵

تجلی ذات تجلی صفات کے میان فرق | آپ نے تجلی ذات و تجلی صفات کے درمیان فرق دریافت کیا تھا۔ میرے مخدوم! تجلی صفات یہ ہے کہ اپنی صفات کو صفاتِ واجبی (تعالیٰ) کے ظلال و عکس پائے اور اس تجلی کا کمال یہ ہے کہ یہ ظلال و عکس اپنے اصول کے ساتھ مل جائیں اور اپنے آپ کو جو کہ ان کمالات کا آئینہ ہے عدم صرف کے ساتھ ملتی پائے اس وقت نفس انانیت (میں پن) و سرکشی و مارگی سے پاک اور فنا سے

۱۵ مکتوبات معصومیہ دفتر ازل مکتوب ۱۸۲ ۱۵۲ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۷۳ -

مشرف ہو جاتا ہے۔ ع

ایں کارِ دولت ست کنوں تا کراد ہند [پنصیب کی بات ہر دیکھے اب کس کو عنایت کرتے ہیں] تجلی ذات کے بارے میں کیا لکھے کہ (یہ) ذوقی و وجدانی ہے صحیح طور پر بیان نہیں کی جاسکتی۔ شیخ علی محی الدین ابن عربی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ تجلی ذات متجلی لہ کی صورت کے بغیر نہیں ہوتی پس متجلی لہ حق کے آئینے میں اپنی صورت کے سوا نہیں دیکھتا اور وہ حق (سبحانہ) کو نہیں دیکھتا اور ممکن نہیں ہے کہ وہ اس (حق سبحانہ) کو دیکھے۔ اور ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ، سرہ نے لکھا ہے کہ "وہ تجلی (جس کو شیخ ابن عربی قدس سرہ نے تجلی ذات کہا ہے) تجلی ذات کی دہلیز ہے (تجلی ذات نہیں ہے) تجلی ذات اس کے ماوراء ہے کیونکہ یہ تجلی شیونات ذات میں سے ایک شان ہے اور یہ آئینہ کہ جس میں اس نے اپنی صورت کو دیکھا ہے شیون میں سے ایک شان ہے نہ کہ ذات تعالیٰ" لہ

محبت ذاتی و صفاتی و افعالی | آپ نے محبت ذاتی و صفاتی و افعالی و محبوبیت و محبت کے بارے میں پوچھا تھا آپ جان لیں کہ (جس طرح) حضرت حق جل و علا اپنی ذات کو دوست رکھتا ہے اسی طرح اپنی صفات و افعال کو بھی دوست رکھتا ہے اور اپنے اسماء و صفات کے ظلال کو بھی دوست رکھتا ہے اور ان افرادِ محبت میں سے ہر ایک فرد کو اعتبار رکھتا ہے محبوبیت و محبت، کمالاتِ محبوبیتِ ذاتیہ کا ظہور حضرت حبیب (محمد مصطفیٰ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں ہے اور کمالاتِ محبتِ ذاتیہ کا ظہور حضرت کلیم (موسیٰ) علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں ہے اور محبوبیتِ اسماء و صفات کا ظہور ان کی محبت کی طرح دوسرے انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام و التسلیمات و البرکات میں ثابت ہے اور محبوبیت و محبتِ ظلالِ اسماء و صفات کا ظہور محبوبین و محبین اولیاء میں موجود ہے لہ

عروج و نزول، سیرالی اللہ فی اللہ | آپ نے عروج و نزول اور سیرالی اللہ فی اللہ کے معنی دریافت کئے تھے اور سیر علی اللہ و سیر فی الاشیاء باللہ | آپ جان لیں کہ عروج و سیر ہونے کو اور نزول و خلق ہونے کو کہتے ہیں، سیرالی اللہ چونکہ دائرہ امکان کا طے کرنا ہے اور سیر فی اللہ اسماء و صفات واجب تعالیٰ و تقدست میں سیر ہے اس لئے یہ دونوں (قسم کی) سیر جانبِ عروج میں ہے اور دوسری (قسم کی) سیر یعنی سیر علی اللہ باللہ و سیر فی الاشیاء باللہ جانبِ نزول میں ہے۔ دیگر فنا و بقا حقیقت میں صفاتِ ذمیمہ کا صفاتِ حمیدہ کے ساتھ بدل جانا ہے ورنہ بندہ کسی جگہ نہیں جاتا اور احکامِ بندگی اس سے ساقط نہیں ہوتے اور بقا کی جانب میں بھی بندہ حق (سبحانہ) نہیں بن جاتا۔ حقائق کا بدل جانا محال ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ فانی شخص فنا کے

۱۵ مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۳۷ ۱۵ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۱۳۷ -

اور کبھی دوسرے اسم کا مظہر (ہونا) ہے، لیکن قبض و بسط کا معاملہ اس وقت تک ہے جب تک کہ سالک احوال کی تلویحات میں ہے اور جب معاملہ تلویح سے تملکین میں آجاتا ہے تو قلب اور تمام لطائف عالم امر احوال کی تلویح سے رہائی پالیتے ہیں اور قبض و بسط کی لوٹ پھیر سے آزاد ہو جاتے ہیں اس وقت نسبت باطن زوال و ضل سے محفوظ ہو کر دوام وقت اور استمرارِ حال سے منصف ہو جاتی ہے اس وقت اگر قبض ہے تو ظاہر ہے اور وہ باطن و لطائف میں سرایت نہیں کرتا لہ

علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین | آپ نے علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے بارے میں پوچھا تھا۔ آپ جان لیں کہ علم الیقین اثر سے موثر کی طرف استدلال ہے اور عین الیقین کا موثر کا اثر کے پردہ کے بغیر شہود ہے اور شہود میں اس حد تک فنا اور معدوم ہونا ہے کہ شاہدی و مشہودی کی صفت سے خالی ہو اور حق الیقین اس سے منصف ہونا ہے اور یہ بقا و شعور کا مقام ہے جیسا کہ دھوئیں سے آگ کا پتہ لگانا (علم الیقین) اور آگ کا مشاہدہ کرنا (عین الیقین) اور عین آگ ہو جانا (حق الیقین) ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ علم و عین ایک دوسرے کے حجاب ہیں علم کے وقت عین نہیں ہے اور جب عین آگیا تو علم جاتا رہا اس لئے کہ فانی و مستہلک حیرت و جہل کے ساتھ متصف ہے جو کہ علم و دانش کے منافی ہے اور مرتبہ حق الیقین میں یہ حجابیت نہیں ہوتی اور شہود و علم آپس میں جمع ہوتے ہیں کیونکہ یہ شعور و بقا کا مقام ہے اور یقین کے یہ تینوں درجے اس وقت تک ہیں جب تک کہ سالک کی سیر اصول میں ہے جو کہ مقام ولایت سے تعلق رکھتے ہیں اور جب معاملہ اصول سے اوپر چلا جاتا ہے اور بساطت صرف پیش آتی ہے تو یہ درجات کوتاہی کرتے ہیں اور فنا و بقا راستہ میں رہ جاتی ہیں لہ

قرب نوافل و قرب فرائض کے معنی | (آپ) نے دریافت کیا ہے کہ قرب نوافل و قرب فرائض کے معنی کیا ہیں اور کفر شریعت و کفر طریقت کیا ہے اور ہر ایک کی علامات کیا ہیں؟۔ آپ جان لیں کہ قرب نوافل وہ قرب ہے جو عباداتِ نافلہ پر مرتب ہوتا ہے اور چونکہ نوافل میں عابد کا وجود درمیان میں ہے (اس لئے) جو قرب کہ اس پر مرتب ہوگا وہ ایسا قرب ہوگا کہ وجود سالک درمیان میں رہے گا یہ قرب فنا کرنے والا نہیں ہے اس لئے کہ صاحبِ قرب کا وجود ابھی تک درمیان میں ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ قرب نوافل وہ ہے کہ بندہ فاعل ہو اور حق جل و علا اس کے فعل کا آلہ ہو، حدیث قدسی میں آیا ہے: لَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَبَصَرًا وَوَيْدًا وَرِجُلًا [میرا بندہ نوافل کے ذریعہ ہمیشہ مجھ سے قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور

۱۔ مکتوبات معصومہ دفتر سوم مکتوب ۱۲۱۔ ۱۲۲ ایضاً سوم مکتوب ۱۳۷۔ ۱۳۸ یہ حدیث صحیح بخاری میں مروی ہے اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ نے اس کو اخصار کے ساتھ اور بالمعنی نقل کیا ہے۔

پاؤں بن جانا ہوں] اور اس کی تائید کا مضمون ایک اور روایت میں آیا ہے **فَبِي سَمْعٍ وَبِي بَصِيرَةٍ** پس وہ مجھ ہی سے سنتا ہے اور مجھ ہی سے دیکھتا ہے] اور قربِ فرائض میں چونکہ محض امرِ الہی تعالیٰ شانہ کی تعمیل ہے وجودِ عارف درمیان میں نہیں ہے، پس جو قرب کہ اس پر مرتب ہوتا ہے وہ ایسا قرب ہوتا ہے کہ عارف کا وجود اس کے درمیان میں نہیں ہوتا، اس لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ قربِ فرائض وہ ہے کہ حق تعالیٰ فاعل ہو اور بندہ اس فعل کا آلہ ہو، جیسا کہ وارد ہوا ہے **الْحَقُّ يَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ** [حق عمرؓ کی زبان پر بولتا ہے] بولنے والا حق ہے اور عمر رضی اللہ عنہ کی زبان آلہ سے زیادہ نہیں ہے اور نیز وارد ہوا ہے **لَتَقْوَا غَضَبَ عُمَرَ فَإِنَّ اللَّهَ يُغْضِبُ** [عمرؓ کے غصے سے ڈرو اس لئے کہ بیشک (ان کے غصہ کے وقت) اللہ تعالیٰ غصہ کرتا ہے] پس قربِ فرائض سالک کے وجود کو فنا کرنے والا ہے اور قربِ نوافل فنا کرنے والا نہیں ہے اور جمع بین القربین (دونوں قریبوں میں جمع) یہ ہے کہ فاعل و آلہ دونوں حق تعالیٰ ہی ہو اور بندہ درمیان میں کچھ نہ ہو اور آیہ کریمہ **وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ** [یہ، اور (کنکریوں کو) آپ نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے (ان کو) پھینکا] میں ان تینوں قسم کے قرب کی طرف اشارہ ہے لے

کفرِ شریعت اور کفرِ طریقت کی تشریح | کفرِ شریعت وہ ہے کہ بندہ کسی ایسے امر کا مرتکب ہو جس کا ارتکاب شریعتِ منورہ میں کفر ہو اور وہ شخص شریعت کے حکم سے کافر ہو جائے اور کفرِ طریقت مرتبہ جمع سے عبارت ہے کہ اس مقام میں اسلام کی خوبی اور کفر کی برائی میں تمیز سالک کی نظر سے اٹھ جاتی ہے اور وہ سب کو صراطِ مستقیم پر سمجھتا ہے۔ (چند سطور کے بعد) اس مقام میں سُکر ہر وقت دامنگیر ہے، محبت کی بچوردی کے باعث سالک اچھے اور بُرے کے درمیان تمیز نہیں رکھتا اور جب سُکر سے صحو میں آتا ہے اور بچوردی سے ہوش اور عدم تمیز سے تمیز کی طرف مائل ہوتا ہے تو (اُس وقت) اسلام کو اچھا اور کفر کو بُرا جانتا ہے اور اسلام حقیقی کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے اور کفر سے بیزاری ظاہر کرتا ہے پس کفرِ طریقت اسلام حقیقی کا زینہ ہوا لے

کمون و بروز کی کیفیت | آپ نے لکھا تھا کہ "دل میں بلکہ تمام اعضا اور بال بال میں تیری (حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی) صورت محبت کے ساتھ بلا قصد آتی ہے اور بہت زیادہ حلاوت و ذوق بڑھاتی ہے اس کے بعد میری صورت ہو پھو تیری صورت ہو جاتی ہے خاص کر توجہ کرنے کے وقت"۔ میرے مخدوم! اس کیفیت کے ساتھ متصف ہونا کمالِ مناسبت کی خبر دینے والا ہے، شاید کہ ایک حقیقت کا اتحاد اور دوسری حقیقت کے ساتھ کجوق ہونا حاصل ہوا ہے جو کہ صورت کے اتحاد کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے۔ ع۔ در عشق چنیں بوا العجبہا باشد۔ [عشق میں ایسی ہی بوا العجیباں ہوتی ہیں]۔ بزرگوں نے جو کمون و بروز فرمایا ہے وہ گویا اسی قسم سے ہے لے

۱۷۵ مکتوباتِ معصومہ دفتر سوم مکتوب ۱۳۷ لے ایضاً دفتر سوم مکتوب ۹۰ -

کمالاتِ نبوت اور منصبِ نبوت میں بڑا فرق ہے | امت کے بعض خاص افراد کو تبعیت و وراثت کے طور پر کمالاتِ نبوت کے حاصل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خاص فرد نبی ہو جائے یا نبی کے برابر ہو جائے کیونکہ کمالاتِ نبوت کا حاصل ہونا اور بات ہے اور منصبِ نبوت کا حاصل ہونا اور بات ہے جیسا کہ اس معنی کی تحقیق حضرت علی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے مکتوبات قدسی آیات میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے لے

قطبِ مدارِ قطبِ ارشاد و صاحبِ نسبتِ قیومیت الگ ہوتا ہے | آپ نے پوچھا تھا کہ صاحبِ نسبتِ قیومیت کے عہد میں قطبِ مدار اس کے علاوہ ہوتا ہے یا یہ منصب اسی کے سپرد ہوتا ہے۔ (جواب) آپ جانیں کہ قطبِ ارشاد اس کے علاوہ نہیں ہوتا، ہاں مختلف علاقوں کے اقطاب جو کہ جزوی اقطاب ہیں اگر اس کے عہد میں ہوں تو گنجائش رکھتا ہے بلکہ واقع ہے اور وہ (صاحبِ نسبتِ قیومیت) بمنزلہ کل ہے اور یہ (اقطابِ علاقہ) اس کے انوار و برکات سے مستفیض و مستفید ہیں لیکن قطبِ مدار اس کے علاوہ ہوتا ہے کیونکہ اس کے لئے گوشہ نشینی و تنہائی ناگزیر ہے، کہتے ہیں کہ آل سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں قطبِ مدار تھا اور وہ صحبت کے شرف سے بھی کبھی مشرف ہوتا تھا لیکن کوئی شخص اس کو نہیں پہچانتا تھا الا اشار اللہ تعالیٰ لہ

شیخ کے لئے ضروری امور

شیخ کیلئے ضروری آداب | آپ نے اپنے مریدوں کے بعض احوال تحریر فرمائے تھے، محمد ہاشم اور فاضل کے احوال سنجیدہ اور عمدہ ہیں، تھوڑے عرصہ میں بہت کم طالبین اس قسم کے احوال کی طرف ہدایت پاتے ہیں اس قسم کے طالبین کو بیکار نہیں چھوڑنا چاہئے اور کام (معمولات) پر پابند کرنا چاہئے اور ان کی تربیت میں پوری پوری کوشش ملحوظ رکھنی چاہئے، نفیس جوہر کیلئے ہونا ہے اس کی قدر کرنی چاہئے اور جو شخص شغل (ذکر وغیرہ) طلب کرے اس کو شغل میں لگا دیں اور حلقہ کو سرگرم رکھیں اور جس شخص کو ذکر اثر نہ کرے اس کو ذکر کرنے سے روک دیں اور محض وقوفِ قلبی کا امر کریں جب وہ کچھ عرصہ اس طریقہ پر مداومت کریگا امید ہے کہ ذکر سہولت کے ساتھ اثر کرے گا لیکن توجہات سے اس کو محروم نہیں رکھنا چاہئے اور اجابِ طریقہ کو بعض ضروری آداب کی طرف رہنمائی کرتے رہیں، طریقے کے فیوض و برکات کا حاصل ہونا آداب کی رعایت کے بغیر سیر نہیں ہے، آپ نے سنا ہوگا کہ کوئی بے ادب خدائے تعالیٰ جل و علائک نہیں پہنچا ہے، آداب کی رعایت نہ ہونے پر ضرر کا پلہ غالب ہے (اور) نفع رک جاتا ہے۔ دیگر چاہئے کہ اوقات کی پابندی میں کوشش کریں اور اہم کاموں میں صرف کریں ایسا نہ ہو کہ فضول کاموں میں صرف ہو جائیں اور لوگوں کے ساتھ زیادہ میل جول

لے مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۹۲۔ ۱۲۵ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۱۲۰۔

رکھنے سے پرہیز کرتے رہیں کیونکہ اس سے باطنی نسبت کی رونق جاتی رہتی ہے، نیک نیتی کے بغیر مخلوق کے ساتھ صحبت رکھنا خالق تعالیٰ سے قطع تعلق کا سبب ہے، کسی بزرگ نے کہا ہے: لا تصحب الا شرا ولا تقطع عن الله بصحبة الا خیاراً یعنی بڑوں کے ساتھ صحبت مت رکھو اور نیکوں کے ساتھ ایسی صحبت رکھو کہ تو حق جل و علا سے منقطع نہ ہو جائے اور آپ مریدوں اور طالبوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں کہ ان کی نظر میں باعرب اور باوقار معلوم ہوں، اس قدر شوخ و بے باک نہ ہو جائیں کہ جرأت و گستاخی کا سبب بن جائے اور ان کے معمولات میں خلل آجائے لہ

توجہ کرنے کا طریقہ | آپ نے لکھا تھا کہ تو نے توجہ کا طریقہ مجھ سے بیان نہیں کیا۔ میرے مخدوم! توجہ ایک واضح امر ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں جس طرح آپ اپنے دل کی جانب متوجہ ہوتے ہیں اسی طرح طالب کے دل کی جانب توجہ کرنی چاہئے، اجاب کے حلقہ میں بیٹھیں، خود کو درمیان میں نہ دیکھیں اور بزرگوں کے باطن کی طرف متوجہ رہیں۔ اوقات کو آباد رکھنے اور شہرت کے وجود کی نفی کرنے میں دل و جان سے کوشش کریں لہ

طریقہ توجہ کی ایک تشریح | دیگر یہ کہ مرشد (پیر) کا طالب کی طرف توجہ کرنا اسم ذات اور نفی و اثبات کے ذکر میں یکساں ہے اس کے باطن پر توجہ کرنی چاہئے، توجہ کرنے والے کو ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے اور جس کی طرف توجہ کی جائے اس کو جس طریقہ پر امر کیا گیا ہے اس میں مشغول رہنا چاہئے لہ

سیر و سلوک سے مقصود پیری مریدی نہیں | میرے مخدوم! اگرچہ صحبت بہت بڑی تاثیر رکھتی ہے لیکن غائبانہ محبت بھی بلکہ بندگی کا حق ادا کرنا ہے | باطنی کیفیات کو جذب کرتی ہے اور فیض کے راستے کو کھولتی ہے۔ ع

بوتے جنسیت کند جذب صفات [ہم جنس ہونے کی بوصفات کو جذب کرتی ہے]

معمولات عبادت پر اچھی طرح عمل کرتے رہیں اور مولائے حقیقی جل شانہ کی طاعت میں خوب ہمت سے کام لیں اور گوشہ نشینی کی طرف راغب رہیں اور ضرورت کے مطابق مخلوق کے ساتھ میل جول رکھیں بلا ضرورت ان کے ساتھ صحبت رکھنا زہرِ قاتل ہے البتہ طالبین کے ساتھ صحبت رکھیں اور افادہ و استفادہ کے مطابق ان کے ساتھ میل جول رکھیں۔ اور اپنے احوال کا علم نہ ہونے اور دوستوں کے احوال (معلوم ہونے) سے غمگین نہ ہوں کیونکہ مقصود احوال ہیں، احوال کا علم اگر دیدیا جائے تو نعمت ہے اور اگر نہ دیا جائے تو کوئی غم نہیں ہے جس کسی کا آپ سے حصہ ہے وہ ضرور آپ سے فیضیاب ہو جائے گا۔ سیر و سلوک سے مقصود پیری و مریدی نہیں ہے اس سے مقصود نفس کی روک ٹوک کے بغیر بندگی کے وظائف کا ادا کرنا ہے اور نیز

لہ مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۳ لہ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۲۵۱ لہ ایضاً دفتر دوم مکتوب ۱۳۱۔

مقصود فنائیت و محویت ہے اور نفس امارہ کی سرکشی اور خودی کا زائل ہونا ہے کہ معرفت اس سر و ابستہ ہے جو کوئی اس شخص کی طرف رجوع کرنا اور ثابت لانا ہے وہ اس کو حق سے باز رکھ کر اپنے ساتھ مشغول کرتا ہے اور جو کوئی (اس کی طرف) رجوع نہیں کرتا وہ اس کو حق کے ساتھ رکھتا ہے اس کا ممنون ہونا چاہئے لے

نفی اثبات کے معنی ہر زبان میں سکھا سکتے ہیں | آپ نے لکھا تھا کہ "بعض اہل ہند کے لئے نفی و اثبات کے معنی فارسی زبان میں مشتق کرنا دشوار ہے ہندی زبان میں کہنا جائز ہے یا نہیں؟" میرے محذوم! ابھی تک بزرگوں سے معلوم نہیں ہے کہ ہندی میں کسی شخص کو سکھایا ہو، ہم بھی اس قسم کے لوگوں کو جو فارسی میں سکھاتے ہیں تو وہ تھوڑی سی محنت سے یاد کر لیتے ہیں اگر کسی پر بہت زیادہ دشوار ہو تو ہندی میں بتادیں، اہل عرب کو جو ہم بتاتے ہیں تو عربی زبان میں بتاتے ہیں اور لا مقصوداً الا اللہ سے دلالت کرتے ہیں لے

اقسام اجازت طریقت | آپ جان لیں کہ طریقہ سکھانے کی اجازت دو قسم کی ہے ایک یہ کہ کسی کامل شخص کو خلافت دے اور مشیخت (پیر ہونے) کے مقام پر بٹھائے اور یہ وہ نہیں ہے جس کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں (اس لئے) شرائط کی ضرورت نہیں ہے۔ (اجازت کی) دوسری قسم یہ ہے کہ کوئی کامل بزرگ کسی ناقص شخص کو اجازت دے اور اس مجاز (اجازت یافتہ شخص) اور اس کے مریدوں کے بعض فائدے اس ضمن میں ملحوظ رکھے اس صورت میں تمام شرائط درکار نہیں۔ ہمارے حضرت قطب المتحققین (محمد دالف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسره اللاتس نے رسالہ مبداء و معاد میں تخریر فرمایا ہے "کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی کامل بزرگ کسی ناقص (مرید) کو طریقہ سکھانے کی اجازت دیتا ہے اور اس ناقص کے مریدوں کے اجتماع کے ضمن میں اس ناقص کا کام بھی تکمیل کو پہنچ جاتا ہے الخ" اور نیز اسی جگہ لکھا ہے کہ نقص اگرچہ اجازت کے منافی (خلاف) ہے لیکن (جب) کامل و مکمل بزرگ ناقص کو اپنا قائم مقام بناتا ہے اور اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ جانتا ہے (تو اس) نقص کا ضرر دوسرے تک تجاوز نہیں کرنا، واللہ اعلم بحقائق الامور کلہا | اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کی حقیقتوں کا زیادہ جاننے والا ہے | اور جو اجازت کہ آپ کو دی گئی ہے ان دونوں قسم کی اجازت سے نیچے درجے کی ہے جو کہ چند اشخاص تک محدود ہے تاکہ آپ شغل و مراقبہ میں اکیلے نہ رہیں اور کچھ لوگ شریک ہو جائیں کیونکہ اس طریقہ عالیہ میں یہ معنی (دل کر ذکر و مراقبہ کرنا) بہت بڑا اثر رکھتا ہے اور ایک دوسرے میں قنات ہونے کی شرط کے ساتھ صحبت مطلق تنہائی سے بہتر ہے کیونکہ صحبت میں ایک کے فیوض دوسرے پر فالض ہوتے ہیں، اس قسم کی اجازت کو جو کہ محض سفارت (پیغام رسانی) ہے آپ مشیخت (پیری) اور بہت بڑا کام تصور کر کے اس سے گریز کر رہے ہیں لے

لے مکتوبات معصومہ دفتر سوم مکتوب ۳۶ لے ایضاً دفتر سوم مکتوب ۱۲۸ لے ایضاً دفتر اول مکتوب ۶۱۔

اجازت کی ایک قسم | جس قسم کی اجازت آپ کو دی گئی ہے اس کے موافق عمل کریں، اس قسم کی اجازت اس لئے (دی گئی) ہے تاکہ چند اشخاص ایک جگہ بیٹھ کر ذکر میں مشغول رہیں۔ ہمارے طریقہ میں تنہا بیٹھنے سے یہ روش بہتر ہے تاکہ ایک دوسرے کا فیض آپس میں ایک دوسرے پر منعکس ہو (اس قسم کی اجازت) مجاز لہ، (جس کو اجازت دی گئی ہے) کے کمال پر موقوف نہیں ہے صرف اس قدر ہے کہ وہ سر حلقہ ہو جانا ہے، اس ضمن میں خود اس کی تربیت بھی ہے اور اس کے مربیوں کی تربیت بھی ہے۔

اجازت و بیعت کا معاملہ خواب و واقعہ سے | آپ نے لکھا تھا کہ ”اگر واقعہ (حال) میں پیر کسی سالک کو تلقین (ذکر سکھانے) صورت پذیر نہیں ہوتا بلکہ بیداری سے متعلق ہے | کی اجازت دیدے اور گزرے ہوئے بزرگوں کی ارواح بھی (اجازت) ظاہر ہو تو یہ اس سالک کے لئے تلقین کی اجازت ہے یا نہیں؟“ میرے مخدوم بطریقت کی تعلیم و تلقین کی اجازت ایک اہم معاملہ ہے خواب و واقعہ سے صورت پذیر نہیں ہوتا تا وقتیکہ بیداری میں اجازت نہ دیں صورت پذیر نہیں ہوتی، اور اسی طرح احوال و مواجید و قطبیت و فردیت و غوثیت وغیرہ جو کچھ کہ خوابوں اور واقعات (احوال) میں ظاہر ہو، ان کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔ احوال و مواجید میں سے جو چیز بیداری میں رونما ہو یہ شخص اس کا مالک ہے۔ قطب و غوث وہ شخص ہے جو کہ خارج و بیداری میں ان دونوں منصبوں کے ساتھ سر قرار ہو، اگر کوئی شخص اپنے آپ کو خواب میں بادشاہ دیکھے تو وہ بادشاہ نہیں ہو جاتا تا وقتیکہ خارج میں بادشاہ نہ ہو۔

مخلوق کا رجوع کمال کی دلیل نہیں | آپ نے لکھا تھا کہ مخلوق کا رجوع کرنا کمال کے ساتھ وابستہ نہیں ہے ہاں اسی طرح ہے جبکہ مخلوق میں مقبول ہونا خالق تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہونے کی دلیل نہیں ہوتی کیونکہ باطل چیزوں کو بھی مخلوق کی مقبولیت حاصل ہے تو (یہ) کمال کی دلیل کیسے ہو سکتا ہے ۳۔

مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے | میرے مکرم! مخلوق خدا کا رجوع اور ان کی کارگزاری جو کہ عالم اسباب میں آپ کے سپرد کی گئی ہے ایک بہت بڑا کام ہے ہمت کو جمع اور نیت کو صحیح کر کے اس بزرگ کام میں لگ جائیں اور اپنے مالک (اللہ تعالیٰ) کے غلاموں اور کتیزوں کے کام بنانے کی نیکی کو اہم کاموں میں سے تصور فرمائیں، رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرے۔ اور یہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ”فَاعِلِ حَقِيقِي اور کار سازِ مطلق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے آپ کو مطلق درمیان میں نہ دیکھے الخ“ یہ ایک نازک خیال اور تصوف کا خلاصہ اور معرفت کا مغز ہے اس کے مطالعہ نے باطنی لذت بخشی اور مطلوب کی بوشاقوں کے حلق میں پہچانی فَلِلّٰهِ دَرْقَائِلُہُ | [پس اس کے کہنے والے کو بشارت ہے] ۴۔

۱۔ مکتوبات معصومہ دفتر سوم مکتوب ۱۱ ۲۔ ایضاً دفتر اول مکتوب ۲۰۰ ۳۔ ایضاً دفتر اول مکتوب ۱۱۱ ۴۔ دفتر سوم مکتوب ۱۱۱

معرفت

معرفت حاصل کرنے پر نزعیاب | یہ اس زخمی دل خستہ و خراب کی جانب سے ہوشیار دوستوں کے لئے ایک یاد دہانی ہے
پس اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو۔ جان لیں کہ انسان کی پیدائش سے مقصود حق تعالیٰ جل و علا کی
معرفت حاصل کرنا ہے اور معرفت میں لوگوں کی استعدادات کے تفاوت کے اعتبار سے لوگوں کے قدم
مختلف ہیں (کہ) بعض کو بعض پر فوقیت ہوتی ہے۔ ہر شخص نے معرفت کے بارے میں اپنے عرفان کے
بقدر بات کی ہے لیکن جس بات پر اس بلند مرتبہ گروہ کا اجتماع ہے اور جو بات قدر مشترک ہے اور قرب کے
درجات میں ضروری ہے وہ یہ ہے کہ معروف میں فنا ہوئے بغیر معرفت حاصل نہیں ہوتی۔

(چند طور کے بعد) پس عقلمند دوستوں پر لازم ہے کہ اپنے کام کے نتیجہ اور موجودہ حالت میں اچھی
طرح غور فرمائیں جس کسی کو اوپر لکھی ہوئی معرفت حاصل ہے پس اس کے لئے سعادت و بشارت ہے
چاہے کہ اس (حاصل شدہ معرفت) کو ان امور میں صرف کرے جو حاصل نہیں ہوئے اور بہت اس بات پر
لگائے کہ اصل کو ظل کی طرح چھوڑ دے۔ اور جس شخص کے لئے معرفت کی راہ نہیں کھولی گئی اور اس دولت
کی طلب اور گم شدگی کا درد بھی نہیں دیا گیا پس اس کے لئے نہایت ہی افسوس ہے کہ جو کچھ اس کی پیدائش
سے مقصود تھا وہ اس نے ادا نہیں کیا اور اس عالم میں اس سے جو چیز طلب کی گئی تھی وہ اس کو بجا نہیں لیا
اور دوسرے کاموں میں مشغول ہو گیا اور اس سے جس چیز کی تخریب کا مطالبہ کیا گیا ہے اس نے اس کی تعمیر کی
اور عمر عزیز کے سرمایہ کو خواہش اور لالچ یعنی امور میں خرچ کر دیا اور اسباب حاصل ہونے کے باوجود اپنی استعداد
کی زمین کو بیکار چھوڑ دیا، نہایت شرمندگی ہے کہ اس قلیل فرصت میں مطلوب کو اس کی طرف سے دعوت
کے باوجود (اپنی) آغوش میں نہ لاکر اس دعوت گاہ سے سامان (سفر) باندھ لیتا ہے کل (قیامت کے روز) کس
منہ سے اس کی بے نیاز بارگاہ میں آئے گا اور کون سے جیلہ کے ساتھ عذر کی زبان کھولے گا، دُوری اور
محرومی دوزخ کے عذاب سے بھی بدتر ہے جیسا کہ قرب و وصال کی لذت جناتِ نعیم (بہشت) کی لذتوں
سے زیادہ ہے پس اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اس شخص پر حسرت ہے
جس نے احکامِ الہی سے تجاوز کیا دوبارہ دنیا میں آنا نہیں ہے: مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ اَعْمٰی فَهُوَ
فِي الْاٰخِرَةِ وَاَعْمٰی وَاَصَلُّ سَبِيْلًا (۱/۱۶۷) جو شخص اس (دنیا) میں اندھا رہا پس وہ آخرت میں بھی
اندھا اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہوگا] لے

معارف خوارق سے افضل ہیں | آپ نے پوچھا تھا کہ ”خوارق افضل ہیں یا معارف اور اگر معارف افضل ہیں تو تمام فاسق و فاجر معارف کہتے اور بیان کرتے ہیں اور خوارق اس قسم سے نہیں ہے“ — آپ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے معارف خوارقِ عادات اور مخلوقات میں سے غائب چیزوں کے کشف سے افضل ہیں کیونکہ معارف واجب تعالیٰ و تقدس کی ذات و صفات کے اسرار کا کشف ہے اور خوارقِ مخلوقات کے حالات کا کشف ہے پس جیسا کہ خالق و مخلوق میں فرق ہے معارف و خوارق میں ویسا ہی فرق تصور کرنا چاہئے کیونکہ پہلے (معارف) کا تعلق خالق تعالیٰ شانہ کے ساتھ ہے اور دوسرے (خوارق) کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے اور نیز صحیح معارف ایمان کے کمال میں داخل اور اس کی زیادتی کا سبب ہیں اور خوارق ایسے نہیں ہیں اور کوئی انسانی کمال ان سے وابستہ نہیں ہے صرف اتنا ہے کہ بعض کابلیں کو حاصل ہوتے ہیں اور نیز اہل اللہ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت معارفِ الہی جل سلطانہ کی وجہ سے اور ذات و صفاتِ تعالیٰ و تقدس کے اسرار منکشف ہونے کے ساتھ ہے نہ کہ کشف و کرامات کے ساتھ۔ اگر خوارقِ عادات معارفِ الہی سے افضل ہوتے تو جو گیوں اور پریموں کو جو کہ ریاضتوں کے ذریعے سے خوارق کا اظہار کرتے ہیں (ان) کا اہل اللہ سے افضل ہونا چاہئے جو کہ معارف میں مضبوط قدم رکھتے ہیں اور خوارق کے اظہار کی طرف التفات نہیں فرماتے اور خالق تعالیٰ و تقدس کی جانب توجہ رکھنے کے باوجود مخلوق کے احوال کے کشف کی طرف توجہ کرنے میں اپنا تنزل سمجھتے ہیں۔ آپ نے عجب عامیانہ سوال کیا ہے، خوارقِ عادات کمال و قربِ الہی کی کچھ بھی دلیل نہیں ہیں کیونکہ اہل باطل کو بھی حاصل ہیں، ان کا مدار بھوکا رہنے اور ریاضت پر ہے قرب و معرفت کے ساتھ ان کا کچھ بھی تعلق نہیں ہے اور کشف و کرامات کا طالب ماسوا کا طالب اور اس کا گرفتار اور قرب و معرفت سے بے نصیب ہے ۱۷

انسان کی عزت ایمان و معرفت سے ہے | ہم لوگوں کی عزت ایمان و معرفت سے ہے نہ کہ مال و جاہ سے، ایمان کی تکمیل میں کوشش کریں اور معرفت کے مراتب حاصل کرنے میں سعی کامل ملحوظ رکھیں، اس اعلیٰ مطلب کے حاصل کرنے میں جس قدر مشقت اٹھائیں مناسب و عمدہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ”جس شخص نے اپنے غموں کو ایک غم یعنی آخرت کا غم بنا لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام غموں سے کفایت کرے گا اور جس شخص کو دیوی حالات کے غموں نے پرگندہ کیا اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ ان (غموں) کی کسی بھی وادی میں مرے ۱۷

معرفت کی حقیقت و صورت | اس دنیائے فانی میں مطلوب حق جل و علا کی معرفت کا حاصل کرنا ہے اور معرفت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت ہے اس کی صورت وہ ہے جو علمائے کرام نے بیان کی ہے

۱۷ مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۵۰ ۱۷ ایضاً دفتر دوم مکتوب ۶۲

اور مطلق ایمان اس کے ساتھ وابستہ ہے اور معرفت کی حقیقت کہ اہل اللہ جس کے ساتھ ممتاز ہیں معروف میں فنا ہونے سے عبارت ہے اور اس (معرفت کی) صورت کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ یہ اس کے بغیر متصور نہیں ہوتی، اور ایمان حقیقی جو کہ زوال سے محفوظ ہے اس معرفت سے وابستہ ہے شاید کہ حدیث شریف میں اس ایمان کی طرف اشارہ ہے کہ وارد ہوا ہے **اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا لَیْسَ بَعْدَہُ کُفْرٌ** [اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہیں ہے] اور یہ فنا جس پر کہ معرفت کا مدار ہے ایک جدائی و ذوقی امر ہے جو کہ کہنے اور لکھنے میں نہیں آتا اور کتابوں کے درس و مطالعہ سے صورت پذیر نہیں ہوتا لے

(نیز ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں) میرے شفقت آثار مخدوم! اس فانی دنیا میں مقصدِ اعلیٰ حق جل و علا کی معرفت حاصل کرنا ہے، اور معرفت دو قسم کی ہے: قسم اول وہ معرفت ہے جس کو علمائے عظام نے بیان فرمایا ہے اور قسم دوم وہ (معرفت) ہے کہ جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں، پہلی قسم نظر و استدلال کے ساتھ وابستہ ہے اور دوسری قسم کشف و شہود سے مربوط ہے، پہلی قسم دائرہ علم میں داخل ہے جو کہ تصور تعقل (تفکر) کی قسم سے ہے اور دوسری قسم دائرہ حال میں داخل اور تحقق (منصف ہونے) کی جنس سے ہے پہلی قسم عارف کے وجود کو فنا کرنے والی نہیں ہے اور دوسری قسم سالک کے وجود کو فنا کرنے والی ہے کیونکہ معرفت اس طریقہ میں معروف (اللہ تعالیٰ) میں فنا ہونے سے عبارت ہے لے

قرب نے بالا و پستی رفتن است قرب حق از قید ہستی رستن است

[اد پر اور نیچے جانے کا نام قرب نہیں ہے، حق تعالیٰ کا قرب ہستی (وجود) کی قید سے رہائی پانا ہے]

پہلی قسم علم حصولی کی قسم سے ہے اور ادراک مرکب ہے اور دوسری قسم علم حضوری کی قسم سے ہے اور ادراک بسیط ہے کیونکہ اس مقام میں حاضر حق سبحانہ ہے بجائے نفس سالک کے کہ وہ فنا حاصل کر چکا ہے، قسم اول نفس کی مخالفت و انکار کے باوجود معرفت کا حصول ہے کیونکہ نفس اس مقام میں اپنی صفاتِ رذیلیہ پر قائم ہے، امارگی اور سرکشی سے جو کہ اس کی ذات میں ہے نہیں نکلا ہے اور ظلم و سرکشی سے جو کہ اس کی فطرت میں ہے باز نہیں آیا ہے اس مقام میں اگر ایمان ہے تو (وہ) ایمان کی صورت ہے اور اگر اعمالِ صالحہ ہیں تو اعمال کی صورت ہیں کیونکہ نفس ابھی تک اپنے کفر پر ہے اور اپنے آقا کی مخالفت پر قائم ہے، حدیثِ قدسی میں ہے **عاد نفسک فانھا انتصبت بمعاداتی** [تو اپنے نفس کی مخالفت کر کیونکہ بلاشبہ وہ میری مخالفت پر کمر بستہ ہے] اس لئے اس ایمان کو حجازی ایمان کہتے ہیں، یہ ایمان زوال و خلل سے محفوظ نہیں ہے (مجازی معنی) مجاز کی نفی ہو جاتی ہے]۔ اور معرفت کی دوسری قسم چونکہ سالک کے وجود کو فنا کرنے والی ہے اور نفس کے مطیع ہو جانے کا

لے مکتوباتِ معصومہ دفتر سوم مکتوب ۳۲ -

ثمرہ دینے والی ہے اس لئے اس مقام کا ایمان زوال سے محفوظ اور خلل سے مامون ہے، ایمان کی حقیقت اس جگہ میں ہے اور اعمال صالحہ کی حقیقت اس مقام میں ثابت ہے، حقیقت کی نفی نہیں ہوتی اور بقا اس کے لئے لازم ہے گو یا حدیث شریف میں اللہم انی اسئلك ایمانا لیس بعدہ کفر لے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو اور آیت کریمہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ الْاٰیۃ (۱۳۳) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ! میں اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے۔ امام احمد حنبل (رضی اللہ عنہ) اس معرفت کے طالب رہے ہیں کہ اس قدر علم و اجتہاد کے باوجود بشر حافی (رضی اللہ عنہ) کے ہم کاب جاتے تھے، لوگوں نے آپ سے سبب پوچھا، آپ نے فرمایا (کہ) وہ خدا (تعالیٰ) کو مجھ سے بہتر پہچانتے ہیں۔ شاید کہ امام اعظم کو فی قدس سرہ نے عمر کے آخری دو سال میں جو اجتہاد و استنباط ترک کر کے خلوت اختیار کی جیسا کہ انھوں نے خواب میں (کسی سے) فرمایا لولا السنن لهلك النعمان [اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا] وہ (آخری دو سال میں) اسی معرفت کی تحصیل و تکمیل اور اسی ایمان کے مکمل کرنے میں (مصرف) رہے جو کہ اس معرفت کا ثمرہ ہے ورنہ وہ اعمال میں بہت بلند درجہ رکھتے تھے، کونسا عمل ہے جو اجتہاد و استنباط کے درجہ کو پہنچتا ہے اور کونسی عبادت ہے جو تدریس و تعلیم کے مرتبہ تک جاتی ہے۔

اور جاننا چاہئے کہ کامل طور پر اعمال کی قبولیت کمال ایمان کے مطابق ہے اور اعمال کی تورانیت کمال اخلاص سے ہے ایمان جس قدر زیادہ کامل اور اخلاص جتنا زیادہ مکمل ہوگا اعمال کا تور و قبول و کمال کچھ اور ہی ہوگا، اور اس ایمان کا کمال اور اخلاص کی تکمیل معرفت کے ساتھ وابستہ ہے اور چونکہ یہ معرفت اور ایمان حقیقی فنا اور موت قبل الموت سے وابستہ ہے اس لئے جس شخص کا قدم فنا میں جتنا زیادہ راسخ ہوگا وہ ایمان میں اسی قدر زیادہ کامل ہوگا اسی لئے (حضرت) صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کا ایمان امت کے ایمان پر فوقیت لے گیا۔ لو اتزن ایمان ابی بکر مع امتی لرحم ایمان ابی بکر [اگر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ایمان کو میری امت کے ایمان سے وزن کیا جائے تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا ایمان بڑھ جائے گا] (حدیث) کیونکہ وہ فنا میں فرد کامل تھے۔ من اراد ان ینظر الی میت یمشی علی وجه الارض فلینظر الی ابن ابی قحافہ (حدیث) [جو شخص زمین پر چلتی پھرتی لاش کو دیکھنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ ابوقحافہ کے بیٹے (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو دیکھ لے]۔ (یہ حدیث) اس معنی کی تائید کرتی ہے کیونکہ تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم جمعین) میں حصول فنا کے باوجود (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی حصول فنا میں تخصیص بھی ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اس معنی (فنایت) کے کمال پر دلیل ہے۔

اس تحریر سے مقصود اور طول کلامی سے مطلوب یہ ہے کہ عقلمندوں اور ذہین لوگوں پر ضروری و

لازمی ہے کہ اپنے انجام کار (مستقبل) اور زمانہ حال کے بارے میں اچھی طرح غور کریں، جس کسی کو تذکرہ معرفت حاصل ہے تو اس کے لئے خوشی و خوشخبری ہے اور جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا وہ بجالایا اور اس نے آیہ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَهُ ای لبعرفون [د ۱۵۶] اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے یعنی تاکہ میری معرفت حاصل کریں] کے مطابق اپنی زندگی بسر کی کیونکہ عبادت کا کمال معرفت سے وابستہ ہے اور جس شخص کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے اس کو چاہئے کہ اس کی طلب میں جان کے ساتھ کوشش کرے اور جس جگہ سے مطلوب کی پوائے اس کا پیچھا کرے۔ افسوس ہے کہ اس دنیائے فانی میں جس چیز کا اس شخص سے مطالبہ کیا گیا ہے اس کو بجانہ لائے اور دوسرے امور میں مشغول ہو جائے اور جس چیز کی تخریب کے لئے (اس کو) امر کیا گیا ہے اس کی تعمیر کرے، کل (قیامت کے روز) کس منہ اور کون سے جیلہ سے عذر کی زبان کھولے گا۔

مشاہدہ ارواح

مشاہدہ ارواح کی کیفیت | آپ نے ارواح کے مشاہدہ کے بارے میں دریافت کیا تھا کہ "صورت کے بغیر ہے یا صورتوں کے ساتھ؟" — آپ جان لیں کہ ارواح کا مشاہدہ کبھی مثالی صورتوں کے لباس میں ہوتا ہے کیونکہ عالم مثال میں ہر چیز کی ایک صورت کائن (موجود) ہے حتیٰ کہ معانی کی بھی وہاں صورتیں ہیں کہ جن کے ساتھ وہ منکشف ہوتے ہیں۔ یہ دید (مشاہدہ) وسم وخیال سے باہر ہے کیونکہ عالم مثال عالم شہادت کی طرح موجودات میں سے ہے یا ارواح اجسام کے ساتھ متجسم ہو کر صورتوں کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں اور اس میں محذور (جس سے بچا جائے) نہیں ہے اور کبھی ان (ارواح) کا مشاہدہ صورتوں کے بغیر ہوتا ہے اور وہ روحانی ملاقات کی قسم سے ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے خود لکھا ہے اور یہ معنی اور نیز سابقہ معانی فقرا، کی جماعت میں کثیر الوقوع ہیں اور کلام کرتا، دیکھتا اور آوازوں کا سننا جیسا کہ روایتوں سے مفہوم ہوتا ہے ثابت ہے اور روحانی ملاقات کی قسم سے ہے، یا سابقہ دونوں طریقوں کی قسم سے ہے، اور واقعات میں آلات کی ضرورت نہ ہونے کو باننے کی صورت میں بعض کے لئے صورتوں کا واسطہ بننا سمجھنے اور سمجھانے کے لئے ہوتا ہے کیونکہ معانی اور باطنی احوال بھی مثالی صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں تاکہ قریب الفہم ہو جائیں۔

(ایک دوسرے مکتوب میں تخریر فرماتے ہیں) آپ نے لکھا تھا کہ "میں ایک روز اس بات کی فکر میں تھا کہ روح کس طرح کی ہوگی؟" میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص بندہ کے نزدیک بیٹھا ہے اس کے ہاتھ میں

۱۔ مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۶۱۔ ۲۔ ایضاً فتراول مکتوب ۱۸۲۔

سرخ رنگ کی چمکتی ہوئی کوئی چیز ہے جو بعینہ لعل بدخشاں ہے کہ جس کو بادشاہ اپنے سر پر رکھتے ہیں، وہ شخص مجھ سے کہتا ہے کہ روح پہ ہے، فقیر کے منہ کے قریب لایا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ابر کی طرح پھیل کر وجود کے اندر آجاتی ہے اور کھینچے جاتے وقت پھر اسی طرح سمٹ جاتی ہے۔ میرے مخدوم! آپ کا یہ خواب درست ہے، بزرگوں نے روح کے نور کو سُرخ قرار دیا ہے اس کی سرخی اسی لحاظ سے ہے اور اس کی چمک اس کی نورانیت کی وجہ سے ہے، روح بے چونی (بے کیفی) سے کچھ حصہ رکھتی ہے اس کا پھیلنا اور سمٹنا اس کے تشل کی رو سے ہے، بزرگوں نے کہا ہے کہ روح نہ بدن میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے اور نہ متصل ہے نہ منفصل، اس کو بدن کے ساتھ تدبیر و تصرف کا تعلق ہے، روح کی حقیقت کو جاننے والا اعلام الغیوب (اللہ تعالیٰ) ہے، وَأَوْثِقْتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (بخاری) اور تم کو اس کا محض تصور اساعلم دیا گیا ہے [۱۷۰]

ارواح کا مشاہدہ مراقبہ میں بہتر ہے یا صریحاً | آپ نے پوچھا تھا کہ ”ارواح کا مشہود (نزول و مشاہدہ) اور ان سے سوال و جواب کرنا مراقبہ میں بہتر ہے یا صریحاً دیکھنا بہتر ہے۔“ میرے مخدوم! صریحاً دیکھنا بہتر ہے اس کے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن مراقبہ کے بغیر اور آنکھ بند کئے بغیر بھی جو شخص دیکھے گا وہ باطن کی آنکھ سے دیکھے گا نہ کہ سر کی آنکھ سے اگرچہ معتد بہ (معتبر) کمال اس مشہود کے ساتھ وابستہ نہیں ہے [۱۷۱]

مشاہدہ ارواح کمال میں داخل نہیں | آپ نے لکھا تھا کہ ”اگر کسی طالب کو یہ دید پیش آجائے کہ وہ ظاہری آنکھ سے پاک روحوں کو مشاہدہ کرنے لگے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟“ میرے مخدوم! مشاہدہ ارواح خواہ چشم ظاہر سے ہو یا چشم باطن سے، کسی کمال میں داخل نہیں ہے اور منازل قرب میں سے کوئی منزل اس سے وابستہ نہیں ہے، کمال یہ ہے کہ باطن باسوا کی دید و دانش سے آزاد ہو جائے اور غیر کا کوئی نام و نشان دیدہ باطن میں باقی نہ رہے۔ [۱۷۲]

تو میاش اصل کمال ابن ست و بس [تو ہرگز نہ رہ (یعنی خود کو مٹا دے) کمال یہی ہے اور بس] اس قسم کی چیزیں جو سالکوں کو اثنائے راہ میں پیش آیا کرتی ہیں جیسا کہ علم بلاغت میں محسنات بدیعی ہوتے ہیں کہ وہ کلام میں حسن پیدا کرتے ہیں اور وہ بلاغت میں کوئی دخل نہیں رکھتے بلکہ یہ ارواح کا مشاہدہ محسنات سے بھی کم درجہ رکھتا ہے اس لئے کہ بسا اوقات اس قسم کے مشاہدات مقصد سے بازر رکھتے ہیں اور (سالک کو) کمال کے وہم میں مبتلا کر دیتے ہیں، اگر یہ امور (مشاہدات ارواح) اس نقصان سے خالی ہوں تو بھی ان کا فائدہ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ سالک کی طلب میں معاونت کرتے ہیں اور اس کے کام میں مددگار ہو جاتے ہیں [۱۷۳]

۱۷۰ مکتوبات معصومہ دفتر دوم مکتوب ۴۳ ۱۷۱ ایضاً دفتر اول مکتوب ۵۰ ۱۷۲ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۳۳

حال اور علم میں امتیاز (آپ نے دریافت کیا تھا کہ) حال اور علم کے درمیان کیا فرق ہے اور ان دونوں میں کونسا اور حال کی فضیلت بہتر ہے؟۔ جواب: حال علم سے اشرف ہے، علم حال کی تمہید ہے، علم خواص عوام کے لئے ہے اور حال اہل وجد و کمال کی خصوصیت ہے اگر علم کے مقتضی پر عمل نہ ہو تو وہ عالم پر حجت ہے اور اگر علم حال کے ساتھ تبدیل ہو جائے تو حجت ہونے سے نکل جاتا ہے یعنی حجت نہیں ہوتا۔

جو کشف شرع شریف کے موافق ہو اعتماد کے قابل ہی آپ نے لکھا تھا کہ "اعلام والہام کے حکم کے مطابق اس تعالیٰ شانہ کی بارگاہِ قدس میں متوجہ ہو کر بعض عوارض کے منکشف ہونے کی طلب کرتا ہوں تو اعلام والہام کے طور پر ظاہر کر دیا جاتا ہے" اس نعمت کا شکر بجالائیں، اللہ تعالیٰ خطا و غلطی سے محفوظ رکھے اس لئے کہ کشف میں اس (خطا و غلطی) کا احتمال واقع ہونا ثابت ہے، اگر امور کو نبیہ (حوادثِ یومیہ دنیویہ) کے کشف میں خطا ہو جائے تو معمولی بات ہے اور اسرارِ الہیہ اور ان کے مناسب امور یعنی اعتقادات و عبارات کے کشف میں کسی شریعتِ حقہ ہے جو کشف کہ شرعی قوانین کے موافق ہو اور ان سے متصادم نہ ہو وہ اعتماد کے قابل ہے اور جو ایسا نہیں ہے (بلکہ متصادم ہے) وہ قابلِ اعتماد نہیں ہے۔

کشف و خوارق حقیقی کرامت نہیں ہیں | کشف و خوارق عادات میں سے جس چیز کو تو نے کرامت خیال کیا ہے وہ کرامت نہیں ہے، کرامت حقیقی اس پر موقوف ہے کہ توحق پرست بنے اور شرک کے ذائقے سے باہر ہو جائے اور معرفت کی طرف راستہ پالے اور فنا و نیستی حاصل کرے کہ انسان کا کمال اس میں منحصر ہے اور جب تو یہ چاہے کہ کرامت و خرق عادت کا اظہار کرے اور مخلوق کو اپنا معتقد بنائے اور اس کے ذریعہ لوگوں سے ممتاز ہو جائے تو لازماً تکبر و ریا و عجب و ہستی ظاہر ہوگا اور قرب سے بُعد کے سوا (اور کچھ) اضافہ نہ ہوگا اور معرفت سے بے نصیبی حاصل ہوگی۔

خوابِ حال کی حقیقت | جاننا چاہئے کہ ایک جماعت خواب واقعہ میں اپنے آپ کو بادشاہ یا قطبِ وقت دیکھتی ہے اور بیداری میں ان میں سے کسی کیلئے یہ بات ثابت نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہت یا قطبیت کی صفت ان میں موجود ہے لیکن ضعیف ہے اس قابل نہیں ہے کہ عالم شہادت میں ظہور پائے، اس کے بعد یہ دو حال سے خالی نہیں ہے اگر اس صفت نے قوت حاصل کر لی اور اس قابل ہو گیا کہ عالم شہادت میں ظاہر ہو جائے تو وہ شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی قدرت سے عالم شہادت میں بھی بادشاہ ہو جاتا ہے اور قطب بھی بن جاتا ہے اور اگر اس قدر قوت پیدا نہ کی تو اسی مثالی ظہور کے ساتھ جو کہ بہت ہی ضعیف ظہور ہے کفایت کرتا ہے اور بقدر قوت ظہور پاتا ہے، وہ واقعات بھی اسی قسم کے ہیں جو کہ اس راستہ کے طالبان دیکھتے ہیں اور خود کو بلند مقامات میں پاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ اربابِ ولایت کے مناصب پر فائز ہو گئے ہیں۔

۱۔ مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۲۱۷ ۲۔ ایضاً دفتر سوم ۹۹ ۳۔ ایضاً سوم ۲ ۴۔ دفتر اول ۲۲ -

کشف خواب اعتبار کے لائق نہیں | میرے مخدوم! چونکہ کشف و منامات اور صحیح و صادق بشارات اور ان کے برعکس (یعنی غیر صحیح و صادق بشارات) میں فرق کرنا دشوار ہے (اس لئے) ان پر اعتماد نہیں رکھنا چاہئے اور ان کا چننا اعتبار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ معتد بہ کمال ان کے ساتھ وابستہ نہیں ہے جو کچھ اعتماد کے لائق اور بلاشبہ نجات دلانے والا ہے وہ کتاب و سنت ہے، چاہئے کہ ہمت اس پر لگا دیں کہ کتاب و سنت کے مقتضی پر عمل میسر آجائے۔ اور ذکر بھی شرعی احکامات میں سے ہے اس پر ہمیشگی کو ترک نہ کریں اور اوقات کو اس میں مشغول رکھیں اور جس کو اہل اللہ نے کمال قرار دیا ہے وہ صانع (اللہ) جل و علا کی معرفت ہے اور معرفت سے مراد معروف میں فنا ہو جانا ہے۔

تو مباشر اصلاً کمال این ست و بس رود و گم شو وصال این ست و بس
(تو ہرگز نہ رہ (یعنی خود کو مٹا دے) کمال ہی ہر اور بس، جا اس میں گم (فنا) ہو جا دصال ہی ہے اور بس) لہ

شوق و محبت پر ترغیب

عشق میں قدرے جنون درکار ہے | میرے مخدوم! عذر آمیز تمہیدات اسی وقت تک ہیں جب تک کہ شوق کی آگ اور طلب کا جنون دل میں پیدا نہیں ہوا ہے اور جب یہ آگ بھڑک اٹھتی ہے اور طلب کا جنون شعلہ زن ہوتا ہے سب تمہیدات پیچھے رہ جاتی ہیں اور عذر کی زبان بند ہو جاتی ہے اور جذب الہی جل شانہ اس کو بالوں سے کھینچ کر معشوق کی طرف لیجاتا ہے اور محبوب کے کوچے میں پہنچا دیتا ہے بیشک عشق کے راستے میں قدرے جنون بھی درکار ہے اور قیدِ عقل سے تھوڑی سی رہائی بھی ضروری ہے۔

دل اندر زلف لیلیٰ بند و کارار عقل مجنوں کن کناشوق رازیاں دارد مقالات خرد مندی

[دل کو لیلیٰ کی زلف میں قید کر دے اور مجنوں کی عقل سے کام کر، کیونکہ عقلمندی کی باتیں کرنا عاشق کے لئے نقصان دہ ہے] لہ
ایک روسی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: (گرا می نامہ نے پنچکر مسرور کیا اور آپ نے ولولہ شوق،
و فور محبت اور بے قراری و بے چینی کا جو کہ حد سے زیادہ ہے اظہار کیا تھا واضح ہوا بیشک ع

در عشق چنین بوالعجبہا باشد [عشق میں ایسی ہی بوالعجیباں ہوتی ہیں]

اس قسم کا شوق و محبت طالبین کی آرزو اور سالکین کی تمنا ہے جو مقصد کے چہرے سے پردہ ہٹاتا ہے اور برسوں کے معاملہ کو ساعتوں میں طے کر دیتا ہے گرفتار ان قیدِ عقل اس محبت کی قدر نہیں جانتے اور اس جنون کو عیب و علت سمجھتے ہیں اگر ان پر اس معما کا ایک بال برابر بھی پردہ کھل جائے تو وہ بھی اس جنون کے دیوانے ہو جائیں اور صد آرزو کے ساتھ قیدِ عقل سے کنارہ کش ہو جائیں۔

لہ مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۷۷ - لہ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۹۲ -

عقل گردانہ کہ دل در بند زلفش چون خوش است عاقلان دیوانہ گردند از پئے زنجیر پا
[اگر عقل جانتی کہ دل اس کی زلف کی قید میں کتنا خوش ہے تو عقلمند لوگ پاؤں کی زنجیر کے لئے دیوانہ ہو جاتے]

یہ جنوں سعادت کا سراپہ ہے اور قرب و معرفت کا ثمرہ دینے والا ہے حدیث شریفی میں ہے:

لَنْ يُؤْمِنَ أَحَدٌ كُمْ حَتَّى يُقَالَ إِنَّهُ مُجْتَمِعٌ [تم میں سے کوئی شخص کامل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اسے دیوانہ کہا جائے] ۱۵

محبت کی فضیلت | محبت کا تعلق ہی ہے جو کہ محبت کرنے والے کو ہمیشہ محبوب کے ساتھ رکھتا، اس کی صفات کاملہ

کے ساتھ منصف کرتا اور طالب کو مطلوب کے رنگ میں رنگ دیتا ہے اور عشق کا جوش ہی ہے جو کہ سالک کو

بشریت کے وجود سے ہلکا کر دیتا، انانیت (میں پن) اور سرکشی کے تنگ کوچہ سے رہائی دیتا اور اس کو اپنے آپ سے

بیخود کر دیتا ہے اور از خود رفتہ کو اس مقدس بارگاہ میں جگہ دیتا اور قرب کی منزلوں تک پہنچاتا ہے، بیشک پہلے

(ازل) سے ہی ہوتا آیا ہے۔ محبت ہی ہے جو کہ وجود کا سبب بنی ہے اور جس نے سلسلہ ایجاد کو حرکت دی ہے، محبت

ہی ظہور و اظہار کا باعث بنی ہے اور پوشیدہ خزانے کو ظہور کے میدان میں لائی ہے۔ اول جس چیز نے تعین کو

قبول کیا وہ محبت ہی ہے جو کہ سرور کائنات علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت ہے، اس محبت ہی سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رب العالمین (اللہ تعالیٰ) کے جیب بنے ہیں اور تمام کائنات جب کے تقاضے اور

محبت کے جوش سے وجود و ظہور میں آئی ہے ۱۶

گر عشق تبودے و غم عشق تبودے چندیں سخن نغز کہ گفتے کہ شنیدے

[اگر عشق نہ ہوتا اور عشق کا غم نہ ہوتا تو اسقدر تار در باتیں کون کہتا اور کون سنتا] ۱۷

کمال محبت | میرے مخدوم! کمال محبت کا مقتضا محب و محبوب کے درمیان سے دوئی کا دور ہو جانا اور بشریت

امکان اور ان دونوں کے احکام سے پوری طرح آزاد ہو جانا ہے کیونکہ جسقدر امکان و بشریت ممکن میں باقی ہے

اسی قدر وہ مطلوب کے لئے حجاب ہے اور دوئی سے خالی اور دور ہونا ممکن نہیں ہے ۱۸

صبر

بیٹے کی رحلت پر رضا و صبر کی تلقین | قرآن مجید گوشہ کے رحلت کر جانے سے رضا و صبر اختیار کریں بلکہ محبوب حقیقی کا

فعل ہونے کی وجہ سے اس سے لذت حاصل کریں اور فعل کو فاعل تک پہنچنے کا زینہ بتائیں، پیشانی پر شکن

لانے اور بے صبری کرنے کی کیا گنجائش ہے جس طرح بیٹے کے وجود سے فائدہ حاصل کرتے تھے اور اس کو حق جل و علا

کی نعمت کا ظہور تصور کرتے تھے اس کے جاتے رہنے سے بھی خوش وقت رہتا چاہئے اور اپنے حق میں صفات

جلالی کی تربیت جائیں اور اپنی سعادت اس درد و الم میں سمجھیں جو مالک حقیقی جل سلطانہ کی رضامندی کا

۱۵ مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۱۷، ۱۸ ایضاً دفتر اول مکتوب ۲۱، ۲۳ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۱۱۔

دیکھ ہے، اس جہان کی مصیبتیں اگرچہ بظاہر زخم کو چھیل دینے والی ہیں لیکن باطن پر نظر کرتے ہوئے مرہم و راحت ہیں اور قرب و ترقیات کا سبب ہیں۔

حکام کے ظلم و تشدد پر صبر | آپ نے لکھا تھا کہ حکام وغیرہ کی جانب سے (جو ظلم و تشدد پہنچتا ہے سب کو حق کی طرف سے جانتا ہے بلکہ اس تعالیٰ شانہ کا فعل یقین کرتا ہے اس کے باوجود طبیعت اس سے رنجیدہ ہوتی ہے اور غم لاحق ہو جاتا ہے حیرت رونما ہوتی ہے شاید یہ دید و ہمہ ہی ہے کیونکہ اگر کچھ حقیقت رکھتی ہوتی تو غم و غصہ کا باعث کیوں ہوتی۔ میرے مخدوم! یہ دید حقیقی ہے وہی نہیں ہے لیکن بشریت کے لوازم بندہ سے منقطع نہیں ہو جاتے، والقلب یحزن والعین تدمع وانا بفراقک یا ابراہیم لمحزونون [دل غمگین ہوتا ہے اور آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور اے ابراہیم! بیشک ہم تیری جدائی میں غمگین ہیں] (یہ حدیث) آپ نے سنی ہوگی، آخرت کا اجر اور باطن کی تورانیت اسی غم و اندوہ کے ساتھ وابستہ ہے، یہ دید اور حق جل و علا کے فعل سے فرحت و مسرت ہونا باطن کا کام ہے اور غم و اندوہ ظاہر سے وابستہ ہے جو باطن سے منزلوں دور ہے لَعْلَ وَجْهَةٌ هُوَ مَوْلَاهَا فَاَسْتَبَقُوا الْخَيْرَاتِ [۱۳۸] ہر شخص کے لئے ایک قبلہ جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے پس نیک کاموں کی طرف سبقت کرو۔ تنگی معاش پر صبر و رضا کی تلقین | میرے مخدوم! رزق کا تنگ اور کشادہ کرنا سب اس تعالیٰ شانہ کا ہی فعل ہے کسی کو اس میں دخل نہیں ہے، اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ [۱۳۹] اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے [مقبول بندہ وہ ہے جو اس (اللہ تعالیٰ شانہ) کے فعل، ارادہ اور تقدیر سے راضی ہو اور ہاتھ پریں نہ لائے اور کشادہ پیشانی و خوش و خرم رہے، یہ فقر و فاقہ اور معیشت کی تنگی اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو عنایت کرتا ہے کہ پیدائش سے مقصود یہی حضرات ہیں انسان کی سعادت ہے کہ وہ کسی امر میں ان بگڑیہ بندوں کے ساتھ شریک ہو جائے، اگر بندہ اس نعمت کی قدر جانے اور صبر و رضا کا راستہ اختیار کرے تو امید ہے کہ کل قیامت کے روز بھی ان بزرگوں کے اتوار و برکات میں شریک ہوگا اور ان کے پس خوردہ میں سے حاصل کریگا، دل تنگ اور اپنی زندگی سے بیزار نہ ہوں، جو زندگی کہ غفلت میں گزرے وہ (البتہ) بیزاری کے قابل ہے، دنیا میں عیش و تنعم کے لئے نہیں لایا گیا عیش کا مقام آگے ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَةِ [۱۴۰] اللہ! بیشک عیش (درحقیقت) آخرت کا عیش ہے] دنیا میں طاعت و عبادت کے لئے لئے ہیں اور مطلوب حق جل و علا کی معرفت ہے، اگر ان مطلوبہ امور میں خلل و نقصان آجائے تو افسوس کا مقام ہے، دنیا و دنیا میں اس قابل نہیں کہ اس کے نہ ہونے پر اس فانی دنیا سے تنگ آجائیں اس لئے کہ اس (دنیا) کی تنگی آخرت کی کشادگی کا سبب ہے۔

۱۴۰ مکتوبات معصومیہ خزانہ اول مکتوب ۱۴۶ ۱۴۵ ایضاً دفتر دوم مکتوب ۸۰ ۱۴۳ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۲۰۸ -

شکر

شکر کی تاکید | پس جس کو نعمت عطا ہوئی ہے اُس کو چاہئے کہ ظاہر و باطن سے اس عزوجل کے شکر میں مشغول رہے اور صورت و معنی میں حضوری کے ساتھ رہے اور اس کے غیر کے ساتھ اس کی اجازت کے بغیر مشغول نہ ہو، اس لئے فرمایا ہے وَذَرُوا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهُ (۱۱۳) اور تم ظاہری باطنی گناہ کو چھوڑ دو تاکہ ظاہری گناہ کے ترک سے ظاہری نعمتوں کا شکر ادا ہو اور باطنی گناہ کے ترک سے کہ منجملہ ان کے ماسوا کے ساتھ وابستگی والتفات ہی باطنی نعمتوں کا شکر حاصل ہوتا ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ شکر سے مراد بندہ کا ان تمام چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام فرمائی ہیں یعنی اپنے اعضا اور ظاہری و باطنی قوتوں کو ان مقاصد میں استعمال کرتا ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان (اعضا و قوی) کو پیدا کیا اور اس (بندے) کو عطا فرمایا ہے، اس کے باوجود اللہ جل و علا کی تدبیر سے بے خوف نہ رہے اور ڈرتا اور کانپتا رہے۔ (دفتروم مکتوب ۹۵)

توکل

توکل کی حقیقت | میرے مخدوم! اسباب کا استعمال توکل کے منافی نہیں ہے کیونکہ اگر تاثیر حق سبحانہ کی طرف سے جلنے اور اسی پر بھروسہ کرے اور یقینی سبب کو درمیان میں لائے تو عین توکل ہوگا، ہاں اگر مہومہ بعیدہ (غیر یقینی) اسباب کے ارتکاب کو توکل سے بعید کہیں تو گنجائش ہے لیکن یقینی اسباب سے چارہ نہیں ہی، آگ کو روشن کرے اور جلانے کی تاثیر حق تعالیٰ سے جلنے اور کھانا کھائے اور شکم سیری اس سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے سمجھے، اگر کوئی شخص ضرورت کے وقت میں اس قسم کے اسباب کو ترک کرے اور اس وجہ سے اس کو تکلیف پہنچے تو گنہگار ہوگا۔ اور اسباب تین قسم کے ہیں: اسباب مہومہ (غیر یقینی) ان کا ترک کرنا لازم ہے، اور اسباب یقینہ جن کو اختیار کرنا واجب ہے اور اسباب مشکوکہ و مظنونہ جو کہ جائز الطرفین ہیں (جن کا اختیار کرنا یا نہ کرنا دونوں جائز ہیں) حق سبحانہ نے مشورہ کرنے کا امر فرمایا ہے جو کہ اسباب میں سے ہے اس کے بعد توکل کا امر فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (۱۰۲) اور آپ ان کام میں مشورہ کر لیا کیجئے پھر جب آپ اپنی رائے پختہ کر لیں تو اللہ پر توکل کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (البتہ) آخرت کے اعمال میں توکل کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ وہاں (اعمال آخرت میں) ہم سعی و کوشش کے ساتھ مامور ہیں اور اُس مقام (معاملات آخرت) میں خوف و خجست اور امید محبوب و پسندیدہ چیز ہے (یہ آیت) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَٰعِبُوْا لِقَابِ رَبِّكُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (۱۰۳) وہ اپنے رب کو (عباد کے خوف اور) بخشش کی طمع رکھتے ہوئے پکارتے ہیں اس معنی میں کامل تر ہے، اعتماد فضل و کم پر رکھا جائے اور ظاہری اعمال یعنی اوامر کو بجالانے اور ممنوعات سے بچنے کو ہاتھ سے نہ دے (ترک نہ کرے) بندگی کا طریقہ اور توکل کی حقیقت یہی ہے اور راہ (حق) اسی میں منحصر ہے۔ (دفتراول مکتوب ۱۸۲)

رابطہ شینے

کامیابی کا مدار رابطہ شیخ پر ہے | آپ نے اپنے اور اپنے مریدوں کے لئے توجہات کی درخواست کی تھی کبھی کبھی توجہ کی جاتی ہے، انشا اللہ مزید بھی توجہ کی جائیگی، لیکن یہ جان لیں کہ کامیابی کا مدار باطنی رابطہ پر ہے جو مرید کی اپنے پیر سے محبت، عقیدت اس کا گرویدہ ہوتے اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے عبارت ہے، یہ رابطہ جس قدر قوی ہوگا اس دہرے باطن سے فیوض و برکات اسی قدر زیادہ اخذ کرے گا، کامل و مکمل قطب کے باطن سے فیوض و برکات اخذ کرنے کے لئے محض محبت اور باطنی رابطہ کا ہونا کافی ہے اگرچہ توجہ نہ بھی ہو اور محبت رابطہ باطنی کے بغیر محض توجہ بہت کم اثر کرتی ہے، توجہ کی تاثیر کے لئے توجہ حاصل کرنے والے میں صلاحیت قبول ضروری ہے، ہاں جو توجہ کہ رابطہ مذکورہ کے ساتھ جمع ہو جائے وہ نور علی نور ہوگی (غرض کہ) کامیابی کا مدار رابطہ کی قوت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اتباع پر ہے اگر ان دو باتوں میں رسوخ (پختگی) رکھنا ہی تو کچھ غم نہیں ہے انجام کار اس کو رائیگاں نہ جانے دیا جائیگا اور اکابر کے کمالات سے محروم نہ کیا جائیگا اور اگر ان دونوں چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل آگیا تو خطرہ ہی خطرہ ہے اگرچہ بہت زیادہ ریاضت کرے لے

رابطہ و تصور شیخ کی تشریح و فضیلت | اس طریقہ کے بزرگوں نے کہا ہے ”سایہ رہبر بہ ست از ذکر حق“ [رہبر کا سایہ حق تعالیٰ کے ذکر سے بہتر ہے] اور ان بزرگوں نے سایہ رہبر کا اشارہ طریقہ رابطہ کی طرف کیا ہے کہ جس سے مراد شیخ کی صورت کی اس طریقے پر حفاظت ہے جو کہ اس طریقہ میں مقرر ہے یعنی رابطہ کا طریقہ مبتدی طالب کیلئے ذکر (حق) سے زیادہ فائدہ مند ہے، اگرچہ ذکر فی نفسہ بزرگی اور فضیلت رکھتا ہے اس کی تشریح یہ ہے کہ مرید بیچارہ چونکہ عالم سفلی (دنیا و مافیہا) میں گرفتار ہے (اس لئے) وہ عالم علوی (عالم بالا) سے مناسبت نہیں رکھتا کہ وہ اس بارگاہ سے بلا وسیلہ فیوض و برکات حاصل کر سکے (اس لئے) اس کے لئے دونوں طرف سے حصہ رکھنے والا ایک واسطہ چاہئے جو عالم علوی سے کچھ حظ حاصل کر کے مخلوق کی دعوت و ارشاد کے لئے عالم سفلی کی طرف متوجہ ہوا ہو اور پہلی (عالم بالا) کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے عالم غیب سے فیوض اخذ کر کے دوسری مناسبت کے ذریعہ سے جو کہ وہ عالم سفلی کے ساتھ رکھتا ہے ان فیوض کو ان کی استعداد والوں کو پہنچائے، پس طالب رشید شیخ کے ساتھ مناسبت کی جس قدر وجہ زیادہ رکھتا ہوگا اس کے باطن سے اسی قدر فیوض اخذ کرے گا۔

زاں روئے کہ چشم تست احوال معبود تو پیر تست اول

[چونکہ تیری آنکھ بھینگی (ایک چیز کو رو دکھاتی) ہے (اس لئے) اول تیرا معبود تیرا پیر ہے]

اور جن چیزوں سے کہ شیخ کے ساتھ مناسبت پیدا ہوتی ہے وہ ظاہر اور باطن میں اس کی محبت و خدمت اور

اس کے آداب کی رعایت ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ ”کوئی بے ادب حق تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا“ اور عبادات و عادات میں اس کا اتباع ہے اور اپنی مرادوں کو اس کی مرادوں کے تابع کر دینا ہے اور تمام امور میں اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دینا جیسا کہ مردہ غسل دینے والوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اور رابطہ کا طریقہ ان (مذکورہ بالا) امور میں سب سے بڑا امر ہے اور شیخ کے ساتھ بہت ہی زیادہ مناسبت پیدا کرتا ہے اور ان مذکورہ بالا امور کو جن کے ذریعہ مناسبت حاصل ہوتی ہے آسان کرنے والا ہے اور حسب رابطہ کی نسبت غالب آجاتی ہے تو وہ (سالک) اپنے آپ کو عین شیخ دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے لباس اور وصف سے موصوف پاتا ہے اور جہاں کہیں دیکھتا ہے شیخ کی صورت دیکھتا ہے۔

ازیں بتاں ہمہ در چشم من تو می آئی بہر کہ می نگرم صورت تو می بینم

[ان سب باتوں (حسینوں) میں تو ہی میری نگاہ میں آتا ہے میں جس کسی کو بھی دیکھتا ہوں تیری ہی صورت دیکھتا ہوں] اسے رابطہ شیخ اور صحبت شیخ کی اہمیت آپ نے پوچھا تھا کہ ”جب کسی شخص کو مرشد کی صورت اس قدر غالب آجائے کہ جب بھی وہ توجہ کرے اس کو حاضر پائے، اس شخص کو مرشد کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہے یا نہیں۔“ میرے مخدوم! جب مرید کو پیر کی صورت ہر وقت مستحضر رہے تو اس کو نسبت رابطہ کہتے ہیں اور ہمارے بزرگوں نے اسی نسبت کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے۔

سایہ رہبر بہ است از ذکر حق [رہبر کا سایہ حق تعالیٰ کے ذکر سے بہتر ہے]

یعنی یہ نسبت جو کہ پیر کی صورت کو مستحضر رکھنا ہے مرید کو ذکر سے زیادہ نفع دینے والی ہے اور اس معنی کا غلبہ و دوام مرید کے لئے بہت بڑی نعمت ہے گویا وہ ہر وقت حضور میں ہے اور پیر سے بسہولت فیض اخذ کرتا ہے اور نیز اس کا حاصل ہونا پیر کے ساتھ مناسبت کاملہ کی خبر دیتا ہے اس کے باوجود پیر کی خدمت میں حاضر ہونا ایک اور ہی اثر رکھتا ہے اور دوسرے فائدے بخشتا ہے۔ صاحب رابطہ مرید کو جو کہ کمال کی حد کو نہیں پہنچا ہے پیر کی خدمت میں حاضر ہونا لازم اور ضروری ہے اور اس کو صحبت سے چارہ و مفرا نہیں ہے اس کا صورت (تصویر) اور رابطہ پر اکتفا کرنا غلطی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب صحبت اور حاضری کی بدولت اصحاب ہوئے ہیں اور بلند درجات پر پہنچے ہیں۔ اسی قرنہ نے اگرچہ معنوی مناسبت کی راہ سے آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطن سے قبوض حاصل کئے ہیں لیکن چونکہ وہ صحبت کے شرف سے مشرف نہیں ہوئے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے درجے سے نیچے رہے اور تابعین کے گروہ میں داخل ہوئے۔ پیر کی صورت حقیقت میں عین پیر نہیں ہے اور پیر سے بے نیاز نہیں کرتی، پیر میں وہ چیزیں

۱۔ مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۷۸ -

ہیں جو کہ اس کی صورت میں نہیں ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ۷

گر مصور صورتِ آنِ دستاں خواہد کشید حیرتے دارم کہ نازش را چہ سال خواہد کشید

[اگر مصور اس دربارِ محبوب کی تصویر کھینچے گا تو میں حیرت میں ہوں کہ اس کے ناز کو وہ کس طرح (تصویر میں) کھینچ سکے گا۔] ۷
 فنا فی الشیخ کے بغیر فنا فی اللہ حاصل ہونا مشکل ہے | آپ نے پوچھا تھا کہ فنا فی الشیخ کے بغیر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے یا نہیں؟
 جان لیں کہ شیخ فیوض کا واسطہ ہے جب تک واسطہ درست نہ ہوگا مطلب تک کس طرح راستہ پائے گا پس
 فنا فی الشیخ کے بغیر فنا فی اللہ حاصل ہونا مشکل ہے اور مرید کو چاہئے کہ اپنے ارادے کو اپنے شیخ کے ارادے کے
 تابع کرے اور اپنے آپ کو پوری طرح اس کے سپرد کرے اور اس کی صحبت میں کاملیت بین یدی الغسال
 ہو جائے۔ [ایسا ہو جائے جیسا کہ میت نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے] اور یہ معنی تمام طریقوں میں درکار ہے، خاص
 طور پر ہمارے طریقہ میں کیونکہ اس طریقہ عالیہ میں افادہ و استفادہ انعکاسی ہے اور صحبت پر موقوف ہے
 پس شیخ مقتدا کے ساتھ مناسبت کے اسباب جس قدر زیادہ رکھتا ہوگا صحبت کی تاثیر اسی قدر زیادہ ہوگی
 اور فیض اخذ کرنے کا راستہ اسی قدر کشادہ ہوگا، ہاں اگر کوئی شخص ایسی ہو، ظاہری پیر کا محتاج نہ ہو اور
 صرف غایتِ (الہی) اس کے حال کی کفایت کرنے والی ہو تو ہو سکتا ہے کہ فنا فی الشیخ کے بغیر اس کو
 فنا فی اللہ حاصل ہو جائے ۷

شیخ کی اجازت کے بغیر اوراد میں مشغول ہو یا نہ ہو | سوال: عوام میں مقرر ہے کہ فرائض و سنن کے ماسوا (کسی عمل میں)
 کسی بزرگ کی اجازت کے بغیر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہئے، حقیقت میں اسی طرح ہے یا نہیں؟ — جواب:
 جو نیک اعمال آنسور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معمول
 رہے ہیں اور وہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے خصوصیت نہیں رکھتے ان کو آخرت کے ثواب کی
 نیت سے بجالانے میں اجازت کی ضرورت نہیں ہے، پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل ہی اجازت
 ہے اور امت کے لئے سند ہے۔ ہاں بعض اعمال و اذکار و ادعیہ و رقیات (منتر و تعویذات) حاجات براری
 اور حل مشکلات کے لئے ہیں کہ ان کی تاثیر استاد و مرشد کی اجازت پر موقوف ہے ۷

اپنے احوال شیخ پر ظاہر کرتے چاہئیں | آپ نے لکھا تھا کہ ”یہ فقیر ہمیشہ چاہتا ہے کہ اپنی حقیقتِ حال لکھے لیکن اس
 وجہ سے کہ اپنے آپ کو اور اپنے احوال کو اس قابل نہیں جانتا کہ عرض کرے بیکار و حیران رہ جاتا ہے“ میرے مخدوم!
 احوال لکھتے رہیں اور ان کو جلدی قلمیت کریں اور اس معاملہ میں کسرِ نفسی کو کام میں نہ لائیں کیونکہ یہ (احوال
 کا لکھنا) غائبانہ توجہ کا باعث ہوتا ہے اور گفتگو کا راستہ کھولتا ہے ۷

۷ مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۵۰ ۷ ایضاً ۷ ایضاً دفتر دوم مکتوب ۳۶ ۷ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۱۲۰۔

سالکین کے لئے ہدایاتِ نصح

سالک کیلئے وعظ و نصیحت | پس میں تجھ کو رفیقِ اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) اور ہدایت کی پیروی کی طرف دعوت دیتا ہوں بیشک تجھے تیرے رب کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے اور تو جان لے کہ بلاشبہ اس شخص پر عذاب ہوگا جس نے جھوٹ بولا اور حق (تعالیٰ) سے روگردانی کی تو تجھ کو نفس و شیطان اور خواہشات کے ساتھ جنگ کرنی چاہئے پس میں نے تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا دیا جس میں وہی شخص داخل ہوگا جو بڑا بد بخت ہے، تجھ کو لازم ہے کہ پرہیزگاری اور تقویٰ اختیار کرے اور مسکینوں اور قربت داروں پر اپنا مال خرچ کرے اور غمگین اس متقی شخص کو اس (آگ) سے بچا لیا جائے گا جو کہ اپنا مال خرچ کرتا ہے تاکہ تزکیہ و پاکیزگی حاصل ہو، اور دنیا کی زینت کی طرف آنکھیں دراز نہ کر اور اس شخص کی طرف مائل بھی نہ ہو جو ظالم اور گمراہ ہے اور قبروں میں جانے اور بوسیدہ ہونے اور جنت اور اس کی نعمتوں اور دوزخ اور اس کے عذاب کو مت بھول، اور رات کے وقت جبکہ وہ چھا جائے اور دن میں جبکہ وہ روشن ہو جائے غور و فکر کر، اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کی تعمیل میں جلدی کر، اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے ان سے باز رہ، اور اس دن کی شفاعت کبریٰ کے لئے کوشش کر جبکہ کسی مرد و عورت کو مال و اولاد کچھ نفع نہ دیں گے۔ بیشک یہ باتیں اس شخص کیلئے نصیحت ہیں جو ڈرتا ہے، اور ایسے قلب سے جو ہدایت سے پھر اسی اور خواہشات میں پھنسا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف شکایت ہے، کیا وہ نہیں جانتا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور بیشک وہ نہایت پوشیدہ اور چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔ پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے پستی سے بلندی کی طرف متوجہ ہو کر ترقی کی اور راتوں کی تاریکیوں میں اپنے گناہوں پر رویا اور جان لیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پہنچتا ہے اور بلاشبہ وہ عرش پر تجلی افروز ہے۔ اور مخلوق میں اس کی قدرت کی تاثیر کو دیکھ لیا اور یقین کر لیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی مالدار کرتا اور مفلس بناتا ہے اور سہانا اور رلاتا ہے اور وہی مارتا اور زندہ کرتا ہے اس وقت وہ اپنے نفس سے فنا ہو گیا اور اپنے رب سے بقا حاصل کر لی پس وہ نہایت قوت والا ہو گیا کہ جس کی نگاہ کبھی نہ ہٹتی اور نہ اس نے حد سے تجاوز کیا اور جس کو بہت بڑی مصیبت (قیامت) بھی غمگین نہیں کرے گی اور جس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ جس روز کہ انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا اور بیشک اس روز اللہ تعالیٰ اس کو قرب و درجاتِ غایت فرمائے گا جبکہ دیکھنے والوں کے لئے دوزخ ظاہر کی جائے گی پس اس بارے میں پرہیزگار لوگ رغبت کرتے ہیں اور اچھے لوگ محنت صرف کرتے ہیں لہ

لہ مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۹ -

ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں) عمر عزیز گزری جا رہی ہے اور مقررہ ساعت قریب آ رہی ہے اس طرح زندگی بسر کریں کہ وقتِ عزیز باطن کی اصلاح میں گزرے اور دل کی تعمیر میں صرف ہو جو کہ مولیٰ تعالیٰ کی نظرِ عنایت کا مقام ہے، قبر و قیامت کیلئے تیاری میں کوشش کریں، اندھیری راتوں کو اذکار کی پابندی کے ساتھ منور کریں، صبح کے رونے اور استغفار کرنے کو غنیمت جانیں، دن رات میں ایک دو وقت تنہائی کے لئے مقرر کرنے چاہئیں کہ کوئی شخص اس وقت میں دخل انداز نہ ہو اور کلمہ لا الہ الا اللہ سے اپنے مقاصد اور ارادوں کی نفی کریں تاکہ دل کی وسعت میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے ۱۷

پند و نصائح | محبت آثارِ برادرِ مہم شیخ حمید دعا و سلام پڑھیں اور احوال کے لکھنے سے فارغ نہ رہیں، طاعات و عبادت کے ادا کرنے میں مردوں کی طرح رہیں اور کھرمیت کو مولیٰ تعالیٰ جل و علا کی بارگاہ میں چست باندھیں، آج کا دن کام کرنے کا دن ہے، اجر (مزدوری ملنے) کا دن کل (قیامت) کا دن ہے، کام کے وقت میں اجر (مزدوری) کی انتظار میں بیٹھنا حقیقت میں اپنے آپ کو اجر سے باز رکھنا ہے اور خدمات (طاعات) کی ادائیگی میں لذتوں کے پابند نہ رہیں، اگر لذت دیں تو نعمت ہے اور اگر نہ دیں تو طاعت (بندگی) کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے بندگی سے مقصود محنت و مشقت ہے جو کہ نفس سے دشمنی اور خواہش کی مخالفت ہے نہ کہ عیش و راحت کہ جس کو ہوا و نفس چاہتا ہے، وہ لذت و راحت اور چیز ہے جو اس طرف سے عطا ہوتی ہے اور نفس و خواہش کو اس میں ہرگز کوئی دخل نہیں ہوتا کیونکہ نفس اس لذت میں نالہ و فریاد کرنے میں ہوتا ہے لیکن چونکہ وہ لذت عطائی (بخشش کی ہوئی) ہے (اس لئے) طاعات کو اس کے نہ ہونے سے چھوڑا نہیں جاسکتا، طاعات کے حاصل کرنے میں جان کے ساتھ کوشش کریں، نجات کی امید (اللہ تعالیٰ کی) رحمت سے چاہیں اور طاعات کو بھی اس کی رحمت کا اثر جائیں اور اس کی توفیق کی طرف لوٹنے والی سمجھیں اور اپنی قوت و طاقت کو ہرگز اس میں دخل نہ دیں تاکہ عجیب (خود پسندی) سے نکل جائیں اور اگر کبھی قوت و طاقت کو اپنی طرف عائد دیکھیں تو اس سے نام ہوں اور استغفار کریں (تاکہ) طاعات ناچیز (ضائع) نہ ہو جائیں اور گناہ میں تبدیل نہ ہو جائیں لیکن اس بہانہ سے اعمال و طاعات سے رُک نہ جائیں، طاعت (عبادت) بھی کریں اور اس طاعت (کی خامیوں) پر استغفار بھی کریں اور اس (طاعت) کو اس پاک بارگاہ کے لائق نہ جانیں اور امیدوار رہیں کہ یہ ندامت و استغفار آہستہ آہستہ اس طاقت و قوت کے دیکھنے (اپنی طرف منسوب کرنے) کا علاج کر دے اور اعمال کو قبولیت کے قابل بنا دے ۱۸

چشم دارم کہ دہی اشک مرا حسن قبول اے کہ در ساختہ قطرہ بارانی را ۱۷

دیگر اُدوراقتادہ دوستوں کی خیریت کی امید اور دعا کی جاتی ہے، چاہئے کہ حالات لکھتے رہیں اور اوقات کو (معمولات) آباد رکھیں اور اسم کاموں میں صرف کریں اور خلوت و جلوت میں خوف و تقویٰ کے ساتھ رہیں اور جوانی کی قوت کو طاعات میں صرف کریں اور شب بیداریوں کو غنیمت جانیں اور اندھیری راتوں کو اذکار و افکار، گریہ و زاری، گناہوں کو یاد کرنے اور قبر و قیامت کی فکر کے ساتھ منور رکھیں اور جہاں تک ہو سکے سنت پر عمل کرنے کو ہاتھ سے نہ جانے دیں، بدعت اور بدعتی سے بچتے رہیں کوشش کرتے رہیں کہ ماسوی اللہ کی مزاحمت کے بغیر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ دائمی حضور حاصل کر لیں اور بہت اس بات پر صرف کریں کہ نفس حاضر (اس کی اپنی ذات) بھی درمیان سے اٹھ جائے تاکہ اس کا حضور اس کے ساتھ حاصل ہو جائے اور اس کے اوصاف و اخلاق اس کے اوصاف و اخلاق کی بجائے ممکن ہو جائیں (یعنی متخلق یا خلاق اللہ ہو جائے) اور نفس امارہ کی امانیت زائل ہونے لگے۔

(بیز فرماتے ہیں) اوقات کو معمولات سے آباد رکھیں اور خلوت و تنہائی کی طرف بہت زیادہ راغب رہیں اور لوگوں کے ساتھ خصوصاً غیر آدمیوں کے ساتھ جو کہ سلسلہ میں داخل نہیں ہیں بہت کم میل جول رکھیں ضرورت کے مطابق ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھیں لیکن طالبوں کے حالات میں اچھی طرح مشغول رہیں اور ان کے حالات کی تفتیش اور احوال پرسی جیسی کہ ہونی چاہئے کرتے رہیں، اور اہل خانہ کے شرعی حقوق بھی بجالائیں اور ان کے ساتھ زیادہ میل جول نہ رکھیں کیونکہ عورتوں کی مصاحبت دنیا کے حقیر و قلیل مال کی طرف رغبت دلاتی ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ سے غافل کرتی اور دور بھینکتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اس (اللہ) تعالیٰ شانہ کے فعل پر راضی اور خوش رہیں اور راہ شریعت کو مضبوط پکڑیں اور پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہوں اور اپنے والد (قدس سرہ) کے سنجیدہ عادات و اطوار کو ترک نہ کریں اور باپوں نمازوں کے لئے اول وقت میں حاضر ہوا کریں اور (اپنی) والدہ (ماجده) اور تمام اہل حقوق کی رضا جوئی میں کوشش کریں اور جوانی کے زمانہ کو غنیمت جانیں اور حق تعالیٰ جل و علا کی مرضیات کو حاصل کرنے میں پوری پوری کوشش ملحوظ رکھیں جوانی کی قوتوں کو اپنے مالک (حقیقی) کی خدمات (طاعات) میں صرف کریں، کمزوری اور بڑھاپے کے دنوں میں کیا کام ہو سکے گا ایسا نہ ہو کہ ان دنوں کو سستی میں گزار دیں اور لہو و لعب میں صرف کر دیں اور عیش و عشرت میں پڑ جائیں کیونکہ عیش کا وقت آگے (آخرت میں) آنے والا ہے۔ اللہم ان العیش عیش الآخرة [لئے اللہ! بیشک آخرت کا عیش ہی (اصل میں) عیش ہے] یہ وقت کام کرنے کا وقت ہے نیک کاموں کے کرنے میں اچھی طرح کمر ہمت باندھیں اور مولیٰ تعالیٰ اور اس کی رضا کے سوا

اور کوئی غرض نہ رکھیں، فقر و مسکینی کو جان و دل سے عزیز رکھیں اور نامرادوں اور دردمندوں کی صحبت اختیار کریں اور نیک لوگوں اور درویشوں کو دل و جان کے ساتھ عزیز رکھیں اور ان کے ساتھ ہم نشینی اختیار کریں

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا [۲۳۸] اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ پابند رکھئے جو صبح و شام اپنے رب کو محض اس کی رضا جوئی کے لئے یاد کرتے ہیں اور نبوی زندگی کی زیب و زینت کی خاطر آپ کی آنکھیں (توجہات) ان سے ہٹنے نہ پائیں [اور اہل دنیا اور اس کی جھوٹی آرائش پر گوشہ چشم سے بھی نہ دیکھیں اور اس کو حقیر و ناچیز جانیں اور زہرِ قاتل تصور کریں اور طالبانِ حق کی خدمت حتی الامکان خود اپنے ذمہ لیں اور جہانتک ہو سکے دوسروں پر نہ چھوڑیں لے

آپ نے نصیحتیں طلب کی تھیں میرے مخدوم! سنت کی اتباع میں جان (و دل) کے ساتھ کوشش کریں جزوی و کلی (امور) اور عادات و عبادات میں سرورِ دین و دنیا علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کو بہت بڑی سعادت جانیں اور برکات کا پھل اور بلند درجات کا نتیجہ دینے والا تصور کریں محبوب کی مشابہت کرنے والے محبوب اور اس کی پیروی کرنے والے بہت پسندیدہ (ہوتے) ہیں، آیت کریمہ

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ [۲۳۹] آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا [اس معنی کی شاہد ہے، اوقات کو ذکر کرے) آباد رکھیں اور خلوت کی طرف راغب رہیں اور نماز کو طولِ قیام کے ساتھ ادا کریں اور اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار کے ساتھ منور رکھیں، کلمہ طیبہ کی تکرار اس قدر کریں کہ تمام خواہشات سے خالی ہو جائیں اور حق جل و علا کے ارادہ کے ساتھ قائم ہو جائیں اور وجود اور وجود کے تابع کمالات کی اپنے آپ سے نفی کریں یہاں تک کہ سب کی نفی ہو جائے اور ذاتی عدمیت رونما ہو جائے اور (نفس) امارہ کی انانیت (سرکشی) جڑ سے اکھڑ جائے اور تمام کمالات اصل کی طرف لوٹ جائیں یہاں تک کہ ذکر و حضور بھی نہ رہے لے

میرے مخدوم و مکرم! ہم اور آپ سے اس دنیا نے فانی میں جو کچھ مطالبہ کیا گیا ہے وہ بندگی کے وظائف ادا کرنا اور عبادات و طاعات کا حاصل کرنا اور سر تسلیم خم کر دینا ہے اور اہل اللہ کے نزدیک مسلم ہے کہ عابد کا وجود جس عبادت کے درمیان ہے وہ ناقص ہے اور قبولِ خاص کے لائق نہیں ہے، قبولیت کے لائق وہ عباد ہے کہ عابد کا وجود جس کے درمیان میں نہ ہو، اور یہ معنی معرفت کے مترادف ہیں کیونکہ معرفت فنا فی المعروف سے عبارت ہے پس عبادت کی حقیقت معرفت کے پائے جانے کے بغیر صورت پذیر نہیں ہے اور کمالِ طاعت فنا کے حاصل ہوئے بغیر ثابت نہیں ہے پس عقلمندوں اور دانائوں کے لئے ناگزیر ہے کہ معرفت حاصل کرنے میں

دل و جان سے کوشش کریں اور جس جگہ سے بھی اس نعمت کی بُو اُن کے دماغ میں پہنچے اس کی طرف رجوع کریں ۵

ازتست حجاب تو یقین است شرط ہمہ رہ رواں ہمیں است

[یہ یقینی بات ہے کہ تیرا حجاب تجھ ہی سے ہے سب راستہ چلنے والوں کی شرط ہی ہے]

افسوس ہے کہ جس چیز کا اس شخص سے اس قلیل فرصت میں مطالبہ کیا گیا ہے وہ بجا نہیں لاتا اور دوسرے امور میں مشغول ہوتا ہے اور اس چیز کی تعمیر کرتا ہے جس کی تخریب (بربادی) مطلوب ہے، کل (قیامت) کے روز کس منہ سے اس کی بے نیاز بارگاہ میں حاضر ہوگا اور کس حیلہ کے ساتھ عذر کی زبان کھولے گا، دوبارہ دنیا میں آنا نہیں ہے ۵

مختصر یہ ہے کہ دنیا سے روگرداں اور آخرت کی طرف متوجہ رہیں اور خطا و کتابت کا سلسلہ جاری رکھیں کیونکہ یہ غائبانہ توجہ کا ذریعہ ہے اور طریقہ کے دوستوں کو عزیز رکھیں اور ایک دوسرے میں فانی رہیں۔ آپ نے رَحْمَاءُ بَيْنَهُمْ [وہ آپس میں بہت مہربان ہیں] پڑھا ہوگا۔ اور اپنے طریقہ کو لازم پکڑیں اور طریقہ میں کوئی تیا امر پیدا نہ کریں، طریقہ کے فیوض و برکات اس وقت تک جاری رہتے ہیں جب تک کہ طریقہ میں کوئی تیا امر پیدا نہ ہو، ورنہ فیوض کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور طریقہ سکھانے کی اجازت بھی طریقہ میں سی بات پیدا کرنے اور اتباع سنت اور مشائخ (سلسلہ کے پیروں) کی محبت پر استحکام کے ساتھ مشروط ہے، یہ محبت جس قدر زیادہ ہوگی شیخ کے باطن سے فیض کا اخذ اسی قدر زیادہ ہوگا۔ چونکہ چہر (بلند آواز سے ذکر کرنا) ہمارے طریقہ میں نہیں ہے (اس لئے) دوستوں کو چہر کی طرف رہنمائی نہیں کرنی چاہئے اور (ذکر) چہر کا حلقہ منعقد نہیں کرنا چاہئے ۵

جوانی اور فراغت کی قدر پر ترغیب | اے سعادت آثار! اس جوانی اور فراغت کے زمانہ کو غنیمت جانیں اور اس (جوانی) کی قوت کو مولیٰ (اللہ تعالیٰ) کی طاعات میں صرف کریں، کام کا وقت یہی عمر ہے، بڑھاپے اور اعضا کی سُستی کے وقت زندگی و فراغت کی تقدیر پر معلوم ہے کہ کیا کچھ ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: سات قسم کے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اُس دن اپنے سایہ میں رکھے گا جبکہ اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا:- امام عادل، اور وہ جوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پروان چڑھا، اور وہ شخص جس کا دل مسجد کے ساتھ لگا رہا اور وہ دو آدمی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کی اسی پر اکٹھے ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے، اور وہ آدمی جس کو منصب و حُسن و جمال والی عورت نے (گناہ کی) دعوت دی تو اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے

۵ مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۰۰ - ۵۷ ایضاً دفتر دوم مکتوب ۵۵

روش پر رہے بلکہ عدم میں راحت پائے اور وجود میں مضطرب رہے اور مصائب میں نہ گھبرائے اور لوگوں کے عیبوں پر نظر نہ کرے اور اپنے عیبوں کو ہمیشہ نگاہ میں رکھے اور اپنے آپ کو کسی مسلمان پر فضیلت نہ دے اور سب کو اپنے سے افضل جانے اور اسلاف کی سیرتوں کو ہر وقت ملحوظ رکھے اور غرباء، فقرا و مساکین کی صحبت کی طرف راغب رہے اور کسی شخص کی غیبت نہ کرنے بلکہ غیبت کرنے والے کو حتی الامکان منع کرے اور نیکی کا امر کرنے اور برائی سے روکنے کو اپنا شیوہ بنالے اور مال خرچ کرنے پر حریص رہے اور نیکیوں کے ادا کرنے سے مسرور ہوا کرے اور برائیوں کے ارتکاب سے دُور رہے لے

شرائط و آداب سلسلہ عالیہ | اے سعادت آثار! جب آپ کو ان اکابر کے طریقہ کا شوق حاصل ہوا ہے تو چاہئے کہ اس سلسلہ عالیہ کے شرائط و آداب میں حتی الامکان کوشش کریں اور سنت کا اتباع اور بدعت سے کنارہ کشی لازم پکریں کہ اس راستہ کا انحصار اسی پر ہے اور اقوال و افعال و اخلاص میں دیندار علمائے فتویٰ کے مطابق زندگی بسر کریں اور صالحین کے عادات و اطوار کو اپنا شعار بنائیں اور فقرا کو دوست رکھیں اور سونے کھاتے اور بات کرنے میں اعتدال کی حد کو مدنظر رکھیں اور جہان تک ہو سکے صبح بہت سویرے (تہجد کے وقت) اٹھنے کو ترک نہ کریں اور اس وقت کی نماز، استغفار اور گریہ و زاری کو غنیمت جانیں اور نیک لوگوں کی صحبت کی رغبت رکھیں، دین المرء دین خلیلہ [آدمی کا دین وہی ہوتا ہے جو اس کے دوست کا ہوتا ہے] (کا مقولہ) آپ نے سنا ہوگا۔ اور جانا چاہئے کہ آخرت کے طالب کو دنیا ترک کئے بغیر چارہ نہیں ہے اگر حقیقی ترک بیسرتہ ہو تو حکمی ترک ضروری ہے تاکہ نجات کی امید پیدا ہو، اور حکمی ترک سے مراد یہ ہے کہ بڑھنے والے اموال اور چرنے والے جانوروں اور تجارت کے مال میں سے زکوٰۃ جس کی مقدار شرع (حدیث و فقہ) کی کتابوں میں مفصل مذکور ہے اللہ تعالیٰ کا احسان مانتے ہوئے اس کے مصارف میں دیں۔ اور صلہ رحم، پڑوسی اور سوال کرنے والے اور قرض مانگنے والے کے حق کی رعایت کریں، اور مال کو بیجا خرچ نہ کریں اور اس میں فضول خرچی نہ کریں اور اس (مال) کو لہو و لعب، زینتِ خلق اور تفاخر و نکاتر کا ذریعہ نہ بنائیں، جب اس پر عمل کیا جائیگا تو بال نقصان و ضرر سے محفوظ رہے گا اور دنیا آخرت کے ساتھ جمع ہو جائے گی بلکہ وہ دنیا نہیں رہے گی۔ اور نیز جانتا چاہئے کہ نماز دین کا ستون ہے اگر اس کو قائم کر لیا تو دین کو قائم کر لیا اور اگر اس کو گرایا تو دین کو گرا دیا پس چاہئے کہ نماز کو اس کے مستحب اوقات میں اس کے شرائط و آداب کے ساتھ جو کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں باجماعت ادا کریں اور کوشش کریں کہ تکبیر اولیٰ مل جائے اور پہلی صفت میں جگہ پائیں، اور ان امور (آداب) میں سے کسی ایک امر کے ترک پر غم و افسوس کیا کریں، کامل نمازی اس (نماز) کے ادا

لے مکتوبات معصومیہ قدردم مکتوب ۱۱۰۔

کرتے وقت گویا دنیا سے جو کہ قرب کی دولت سے بہت کم حصہ رکھتی ہے اور جو کچھ حصہ رکھتی ہے وہ بھی قربِ ظلی ہے نکل جاتا ہے اور آخرت کے ساتھ جو کہ قربِ اصلی کی جگہ ہے مل جاتا ہے اور جو دولت اس عالم کے ساتھ وابستہ ہے اس سے مناسبت حاصل کر لیتا ہے اور حیرت و فراق کی وادی کے پیاسے اس عالم میں نماز کے صاف و شیریں چشمہ سے مانوس اور سیراب ہیں اور بارگاہِ جلال و کبریائی کے شیدائی آج اس کی محفلِ عروسی کے سراپروں میں وصال کی خوشبو سے مدہوش ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کے اور اس کے رب کے درمیان سے حجابات اٹھادیئے جاتے ہیں اور جو عین اس کا استقبال کرتی رہتی ہے جب تک کہ رہنٹھ نہ پھینکے۔ اور اس طریقہ کے کسی کامل و مکمل شیخ کی صحبت میں پہنچنے تک (اپنے) اوقات کو تلاوتِ (قرآن مجید) اور طاعات کے معمولات اور ادب میں جو احادیث کی معتبر کتابوں سے ثابت ہیں بسر کریں لے

خوفِ الہی سے رونا بڑی نعمت ہے | یہ رونا اور یہ خوف جو آپ کو نصیب ہے بڑی خوشگوار نعمتوں میں سے ہے میمون و مبارک ترقی بخش اور باطن کو منور کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ اجل سلطانی کا شکر بجالائیں اور اس (خوف) کے غلبہ سے دل تنگ نہ ہوں۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو خوف کسی آدمی میں جمع نہیں ہوتے، ایک خوف دنیا میں اور ایک خوف آخرت میں، یعنی اگر آخرت کا خوف دنیا میں نصیب ہو جائے تو آخرت سے بے خوف کر دیتا ہے۔ یہ دیوانگیاں، یہ شورشیں، یہ چیخ پکار، یہ نعرے، یہ رونا اور یہ ذوق و شوق جو کہ اس وقت آپ کو نصیب ہے اور بلا طلب آپ سے ظاہر ہو رہا ہے لوگ تمنا کرتے ہیں کہ اس قسم کے وقت کا ایک لمحہ ہی حاصل ہو جائے اور جذب کی قوت سے شوق و جنون غالب آجائے اور ایک ساعت ظاہر و باطن کو باسوی اللہ سے بیگانہ و بے تعلق کر دے ہم جیسے سنگدل اور خشک چشم لوگ اس حقیقت سے منزلوں دور ہیں لے

محبت و اتباع سنت پر ترغیب | اپنی سعادت اس میں سمجھنی چاہئے کہ ہر کام میں سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت پیدا کی جائے خواہ وہ کام عادات سے متعلق ہو یا عبادات سے یا معاملات سے تعلق رکھتا ہو۔ عالم مجاز میں بھی جب کوئی شخص کسی کے محبوب سے مشابہت پیدا کر لیتا ہے تو وہ محبت کرنے والے کی نگاہ میں بہت زیادہ محبوب اور پیارا لگتا اور پسندیدہ و خوبصورت معلوم ہوتا ہے اور اسی طرح محبوب کے دوست بھی محبت کے نزدیک محبوب و عزیز ہوتے ہیں اور جن سے محبوب کو بغض و عناد ہوتا ہے محبت بھی ان سے بغض و عناد رکھتا ہے، پس ظاہری و باطنی کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے وابستہ ہیں اور آپ ہی کی محبت کی میزان پر وزن کئے جاتے ہیں۔ پس سب سے افضل طاعت (اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسولؐ کے دوستوں سے محبت کرنا اور (ان کے) دشمنوں سے دشمنی کرنا ہے، کیونکہ یہ معنی قرطہ محبت ہی سے پیدا ہوتے ہیں اس لئے کہ دوست کو دوست رکھنے والوں کی دوستی اور اس کے دشمنوں سے دشمنی کرنے میں یہ شخص بے اختیار ہے اور اس بارے میں جنون (دیوانگی) رکھتا ہے، لہذا یومن احدکم حتی یقال انه مجنون (تم میں سے کوئی شخص ہرگز کامل) ایماندار نہیں ہوگا جب تک کہ لوگ اسے مجنون نہ کہنے لگیں) اور جو شخص ایسا نہ ہو جائے محبت سے بے بہرہ ہے لہ

باطنی نسبت کی حفاظت کرنا اہم کام ہے | باطنی نسبت کی حفاظت کرنا نہایت اہم کام ہے اور باسوی اللہ کی طرف التفات کرنے سے اپنے سر (باطن) کی نگاہداشت اشرف مقاصد میں سے ہے، درس سے فراغت کے بعد دن رات میں ایک دو وقت خلوت (تنہائی) کے لئے مقرر کرنے چاہئیں تاکہ اغیار کی مزاحمت کے بغیر اذکار و افکار کے وظائف میں مشغول رہیں اور اس نمود بے بود سے اپنے وجود اور اس کے متعلقات کی نفی کریں۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ وجود شریعت کی نفی کرتے ہیں ایک ساعت کوشش کرنا ظاہری عبادت گزاروں کی کئی سال عبادت سے بہتر ہے لہ

دنیا طلبی کے لئے اہل اللہ کی | میرے محروم! جو شخص اہل اللہ کے ساتھ صرف دنیا کے لئے صحبت رکھتا ہے اور اس کو صحبت اختیار کرنا محرومی ہے | آخرت ملحوظ نہیں ہوتی وہ اُن (اہل اللہ) کی برکتوں سے مطلقاً محروم ہے اور دنیا و آخرت کا خسارہ ہی اس کی زندگی کا نصیب ہے، یہ بعینہ ایسا ہے جیسے کوئی آخرت کے عمل کے عوض دنیا طلب کرے پس وہ محروم اور خسارے میں ہے جیسا کہ قرآن مجید اور احادیث نبوی سے ثابت ہو چکا ہے لہ

ادھی دو چیزوں کو ناپسند کرتا ہے | پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے دو چیزیں ہیں جن کو ابن آدم (انسان) ناپسند جبکہ وہ دونوں اس کیلئے بہتر ہیں | کرتا ہے: وہ موت کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ موت اس کے لئے آزمائش سے بہتر ہے اور وہ مال کی کمی کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ مال کی قلت حساب کی سہولت کا سبب ہے، دنیا کی مصیبتیں مراتبِ آخرت کا وسیلہ ہیں اور اس (دنیا) کی نعمتیں اُس (آخرت) کے نقصان کا سبب ہیں لہ

سونے چاندی کیلئے ہلاکت ہے | اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سونے اور چاندی کے لئے ہلاکت ہے، آپ سے دریافت کیا گیا تو پھر ہم کیا چیز ذخیرہ کریں؟ آپ نے فرمایا ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل اور ایسی بیوی جو آخرت کے لئے تیری مددگار ہو لہ

قیامت کیلئے تیاری | اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ مَقَدَّمَاتٍ لِّخَيْرٍ (۵۹) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اُس نے کل (قیامت) کیلئے آگے کیا بھیجا ہے | پس ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ اپنے انجام کار اور تقدیر روزگار میں غور کرے اور خوب اچھی طرح دیکھے کہ روزِ موعود

لہ مکتوبات معصومیہ فقراول مکتوب ۲۲۔ ۵۲ ایضاً ۵۸۔ ۵۳ ایضاً ۳۱۔ ۵۴ ایضاً ۲۲۔ ۵۵ ایضاً ۲۲۔

(قیامت کے دن) کے لئے کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے اس نے کیا (سامان) تیار کیا ہے (اور یہ بھی دیکھئے) اس کی نیکیوں میں سے کوشی قبولیت کے قابل اور کوشی رد و بلامت کے لائق ہیں، حق سبحانہ و تعالیٰ نے آدمی کو عبت و بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور اس کو اس کی مرضی پر نہیں چھوڑ دیا ہے کہ جو سمجھے کرے اور جس طرح چاہے زندگی گزارے اور اس کی پیدائش کا مقصد و طائف بندگی کی ادائیگی اور فنا و نیستی کا حاصل کرنا ہے جو کہ معرفت کا حاصل ہے، جس عبادت کے درمیان میں عابد کا وجود ہے وہ عبادت بارگاہِ قدس کے لائق نہیں ہے وہاں (اس بارگاہ میں) بالکل خالص دین چاہتے ہیں اور شرکت پر راضی نہیں ہیں اور نفس کی دشمنی و مخالفت طلب کرتے ہیں اور ہم بواہوس خواہشاتِ نفس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور لذاتِ عاجلہ (دنیاوی مزوں) کی تکمیل میں کوشاں ہیں، افسوس پھر افسوس ۱۷

ایک اہم نصیحت | میرے مخدوم! آپ نے اپنے خط میں فقیر کے نام کو حق جل و علا کے نام کے اوپر لکھا ہے، یہ بات اچھی واقع نہیں ہوئی، آپ توبہ کریں آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہئے، بظاہر آپ سے سہواً واقع ہوا ہوگا، بہر حال توبہ انابت ضروری ہے ۱۸

مرید کے لئے ہدایت | بزرگوں نے کہا ہے کہ ایک پیر کا مرید اگر اپنی ہدایت کو دوسری جگہ زیادہ سمجھے تو جائز ہے کہ پہلے پیر کا انکار کئے بغیر دوسری جگہ مرید ہو جائے کیونکہ مقصود حق جل و علا ہے، درحقیقت پیروہی ہے کہ جس کی صحبت میں ہدایت نظر آئے ۱۹

صوفیہ کا مسلک ترکِ تعرض نہیں | اگر مخلوق سے ترکِ تعرض کرنا اللہ تعالیٰ جل شانہ کو پسند ہوتا تو اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو کیوں مبعوث فرماتا اور شریعتیں کیوں جاری کرتا اور دینِ اسلام کی طرف کیوں بلاتا اور اسلام کے علاوہ دوسرے ادیان کو باطل کیوں قرار دیتا اور سابقہ امتوں میں جس نے ان بزرگوں (انبیائے کرام) کی دعوت کو قبول نہیں کیا ان کو طرح طرح کے عذاب میں گرفتار کر کے ان کو ہلاک و ختم کیوں کرتا (بلکہ) چاہئے تھا کہ مخلوق کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا اور کچھ تعرض نہ کرتا اور منکروں و کسی چیز پر عذاب نہ دیتا اور ہلاک نہ کرتا اور نیز اس صورت میں جہاد کس لئے فرض کرتا جو کہ مسلمانوں اور کفار دونوں کے ایذا و قتل پر مشتمل ہے اور جہاد و مجاہدین اور شہدائے فی سبیل اللہ کے جو فضائل و درجاتِ نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہیں ۲۰ اور نیز نفسِ انسانی جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ہے اس کے ساتھ لڑائی اور دشمنی کا حکم کیوں دیا اور اس کے ساتھ جہاد کرنے کو جہادِ اکبر کیوں فرمایا اور اپنے قرب کو اس کے ساتھ جہاد کرنے سے مشروط کیوں کیا، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تو اپنے نفس سے دشمنی کر کیونکہ بلاشبہ یہ میری دشمنی و مخالفت کے ساتھ مکر بستہ ہے چاہئے تھا کہ اس کو بھی اس کی

۱۷ مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۱۵۔ ۱۸ ایضاً مکتوب ۲۳۴۔ ۱۹ ایضاً مکتوب ۱۱۴۔

حالت پر چھوڑ دیا جاتا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے، وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ اور اللہ تعالیٰ غالب اور انتقام لینے والا ہے] ۱۷

ایک حال اور اس کی تعبیر | اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ ”آپ دانتوں میں خلال کرتے ہیں اور وہاں سے گوشت مٹھی مٹھی بھرنے لگتا ہے آپ اس کو پرندوں اور کتوں کے سامنے ڈالتے ہیں اور شکر ادا کرتے ہیں الہم! بہت خوبصورت ہے کہ پاک و صاف ہو رہے ہیں اور اخلاقِ سینئہ باہر نکل رہے ہیں اور یہ جو سر کے اوپر سفید روشن نور ظاہر ہوتا ہے شاید کہ آپ کے (لطیف) بستر کا نور ہے کہ سینہ سے سر پر آگیا ہے اور ساکنانِ سر کی تربیت کرتا ہے ۱۸

دس دس کا حل | ایک راستہ چلنے والے (سالک) نے ایک راستہ جاننے والے (مرشد) سے دریافت کیا کہ میں دس دس کے ہجوم سے پریشان ہوں، انہوں نے کہا کہ آیہ کریمہ اَلَاِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ فَحِیْطٌ [یاد رکھو کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے] کے بموجب جبکہ معلوم ہے کہ محبوب احاطہ کئے ہوئے اور شامل ہے تو وسوسہ کو وصل کے اسباب میں سے شمار کرنا چاہئے نہ کہ جدائی کے اسباب میں سے، اور ہمیشہ مشاہدہ کے دروازے کھلے رکھنے چاہئیں اور غفلت کے سوراخ بند کر دینے چاہئیں ۱۹

گوشہ نشینی کے فوائد | آپ نے پوچھا تھا کہ ”اگر کسی شخص پر وقت ایسا غالب آگیا ہے کہ مجلس اور تنہائی اس کیلئے یکساں ہو گئی ہے تو اس کو خلوت اختیار کرنا اور گوشہ نشین ہونا ضروری ہے یا نہیں؟“ میرے مخدوم! وقت و حال حاصل کرنے کے لئے گوشہ نشین ہونا ضروری نہیں ہے لیکن خلوت (تنہائی) میں بہت سے فائدے ہیں مثلاً طاعات و اذکار کی پابندی سے ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کرنا اور فضول کاموں کو کم کرنا وغیرہ جیسا کہ مخلوق کے ساتھ میل جول رکھنے میں مخلوق کی گزند کے ذریعے ظاہری غفلت فضول کلام کا ارتکاب اور نامحرموں پر نظر پڑنا وغیرہ بہت سے نقصانات ہیں، پس ان فوائد کو حاصل کرنے اور نقصانات کو دور کرنے کے لحاظ سے مخلوق سے کنارہ کشی اختیار کرنا مستحسن اور ضروری ہے بشرطیکہ مخلوق کے حقوق تلف نہ ہوں اور ادا ہو جائیں الْعُرْبَةُ مُنْبِیۃُ الصِّدِّیْقِیۡنَ [گوشہ نشینی صدیقین کی آرزو ہے] آپ نے سنا ہوگا کہ

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حکمت کے دس حصے ہیں ان میں سے نو حصے گوشہ نشینی میں ہیں اور

ان میں سے ایک خاموشی میں ہے ۲۰

بندگی کی حقیقت کب حاصل ہوتی ہے | بندگی کی حقیقت اور طاعات کی حلاوت اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ توجہ کا قبلہ بارگاہِ صمدیت کے سوا اور کوئی نہ ہو اور تمام امور میں مرجع حقیقی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہ رہے اور خواہشات نفسانی کی تدبیر سے گذر کر تمام امور اُس لم نیل و لایزال کی پاک بارگاہ (اللہ تعالیٰ) کے سپرد کر دے اور اعتماد کی

۱۷ مکتوبات معصومہ دفتر اول مکتوب ۲۹ ۱۸ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۶ ۱۹ ایضاً مکتوب ۲۳ ۲۰ ایضاً دفتر اول مکتوب ۵۰ ۵۱ ایضاً دفتر دوم مکتوب ۱۱۰

پشت، فانی اور ہلاک ہونے والے کاموں پر نہ رکھے کیونکہ اس کا نتیجہ مطلبِ اعلیٰ سے دوری و محرومی کے سوا اور کچھ نہیں ہے لہ

غلبہ حال میں بھی خلافِ شرع کلمہ نہیں کہنا چاہئے | آپ نے لکھا تھا کہ "میں نے عشا کے حلقہ میں اپنے آپ کو بارگاہِ رسالتِ نبویہ میں محو پایا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منظر دیکھا چنانچہ میں کلمہ طیبہ کے ذکر کے وقت لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ اَنَا رَسُولُ اللهِ کہتا تھا" (جواب) شاید کہ بے اختیار آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا ہوگا، اختیار سے اس قسم کا کلمہ نہیں کہا جاسکتا اگرچہ مغلوب الحال ہو لہ

تنگی روزگار کی شکایت نہیں کرنی چاہئے | بعض دوست روزگار کی تنگی اور قرضداروں کے بارے میں شکایت کا اظہار کیا کرتے ہیں، شکایت کا کوئی موقع نہیں ہے جو رزقِ مقدر ہے اس میں کسی کمی و زیادتی کا احتمال نہیں ہے رزق کا تنگ و کشادہ کرنا اس تعالیٰ شانہ کا خاص فعل ہے کسی شخص کو اس میں دخل نہیں ہے، اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ [اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے] اللہ تعالیٰ کی خوشنوری (حاصل کرنے) کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے دل کے رخ کو تمام سمتوں سے ہٹا کر اس (تعالیٰ شانہ) کے ذکر و عبادت میں یک سو ویک رو ہو جائے اور پوری طرح آخرت کی تعمیر میں کوشش کرے اور اس کا مطمح ہمت مولائے حقیقی جل سلطانہ کی خوشنودیوں کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ وَاذْكُرْ اَسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبَتُّلاً [اور اپنے پروردگار کا ذکر کر اور تمام سمتوں سے ہٹ کر اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جا] اور معاشی امور کو اس (اللہ تعالیٰ) کے حوالہ کر دے اور کشود کار کو اسی کی طرف سے جانے اور اس سے طلب کرے، رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اِلَّا اِلَهِهُ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا [وہ مشرق و مغرب کا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تو اس کو اپنا کار ساز بنا لے] لہ

مخلوق کی خدمت کی ترغیب | اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا شکر بجا لاکر مخلوقِ خدا کی حاجت روائی میں اچھی طرح کمر ہمت باندھیں اور اپنے مالک (اللہ تعالیٰ) کے بندوں اور بندہوں کی خدمت گاری کو دنیا و آخرت کے درجات حاصل کرنے کا وسیلہ تصور فرمائیں اور مخلوق کے ساتھ نیک سلوک و احسان کرنے اور ان کے ساتھ کشادہ روی و خوش خلقی سے پیش آنے اور ان کے معاملات میں نرمی و سہولت اختیار کرنے کو مولائے حقیقی جل سلطانہ کی رضا مندی کا دریچہ (کھڑکی) جانیں اور نجات کا سبب اور ترقی درجات کا ذریعہ سمجھیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کا کتبہ ہے پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کتبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے لہ

لہ مکتوباتِ معصومہ دفتر اہل مکتوب ۷۹، ۷۲ ایضاً سوم مکتوب ۱۸۹، ۱۹۳ ایضاً سوم مکتوب ۱۳۲، ۱۳۴ ایضاً دفتر اہل مکتوب ۱۳۷۔

دنیا سے بے نیازی کی ترغیب | صاحب استعداد جوانوں پر افسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی اعلیٰ فطرتوں (صلاحیتوں) کو اس کمینہ (دنیا) میں مصروف کر دیا ہے اور بظاہر اس غذا (قبحہ) (دلالہ) کے ساتھ شغف رکھتے ہیں اور نفیس جواہر (موتیوں) کے بدلے چند ٹھیکریوں کے ساتھ رک کر رہ گئے ہیں، جمال مطلق چمک رہا ہے اور آدورفت کارا نہ کھلا ہوا ہے اور ہم پست فطرت لوگ اس جمال سے پردے اور جدائی میں ہیں لہ

دنیا کی یوفائی کا بیان مع نضاح | افسوس کہ عمر اختتام کو پہنچ رہی ہے اور کوئی عمل نہیں ہو سکا، حجت درست ہو گئی ہے اور دنیا کی یوفائی دیدیہی اولی ہو گئی ہے اور فتنے اور مصیبتیں پے در پے آرہے ہیں، اجاب و سخت ہائے جگر کوچ کر رہے ہیں اور کوئی بیداری و ہوشیاری نہیں ہے اور نہ ہی توبہ و تابت ہے (بلکہ) غفلت میں اضافہ اور گناہوں میں زیادتی ہے، اَوَّلَا يَرْوَنَ اَھْمَهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ

[کیا وہ غور نہیں کرتے کہ وہ ہر سال ایک مرتبہ یا دو مرتبہ آزمائش میں پڑتے ہیں پھر بھی تائب نہیں ہوتے اور نصیحت حاصل نہیں کرتے] یہ کونسا ایمان ہے اور کیسی مسلمانی ہے کہ نہ کتاب و سنت سے نصیحت قبول کی جاتی ہے اور نہ واضح نشانوں کے مشاہدہ سے عبرت حاصل کی جاتی ہے۔ سوچنا چاہئے کہ وہ دوست و منشیں جو گزشتہ اور گزشتہ سے پوئستہ سال اکٹھے ہمسرو ہم بستر اور موتس و ہمدم تھے کہاں چلے گئے

کجا رفتن آں یاراں کہ بودند آناں جانی [وہ دوست کہاں گئے جو کہ موتس و محبوب تھے]

اُن کا کوئی نشان ظاہر نہیں ہوتا اور کوئی شخص اُن کا کوئی پتہ نہیں دیتا

چناں خرمین عمرشان شد بباد کہ ہرگز کے زان نشانے نداد

[ان کی عمر کا خرمین اس طرح برباد ہو گیا کہ کوئی شخص ان کا کچھ بھی پتہ و نشان نہیں دیتا]

اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ [اے اللہ! ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کر اور ان کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈال]

پس ہم پر اور ہمارے پیمانہ نگان پر لازم ہے کہ عمرِ دوروزہ کو غفلت میں نہ گذاریں اور خوابِ خرگوش میں نہ لگائیں اور اس سرائے فانی (دنیا) سے دل نہ لگائیں اور اس قبحہ بے وفا کے فریفتہ نہ ہوں اور مولائے حقیقی جل شانہ کی خوشنودیوں سے کُلّی موافقت کریں اور نفس و شیطان کے بکر اور ہوا و ہوس کے گرد اب سے دوری اختیار کریں اور قبر و قیامت کو پیش نظر رکھ کر اپنے آپ کو مردوں میں شمار کریں۔ وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ اَصْحَابِ الْقُبُورِ اور اپنے آپ کو اہل قبور میں سے شمار کرنا اور وجود و حیاتِ موہوم سے آزاد ہو کر اس موت میں مشغول ہوں جو موت سے پہلے ہے اور اپنی ذاتی عدیبت و اصلی نیستی کے ساتھ موافقت کریں، وہ معدوم جو اپنے اوپر کسی موجود کے احکام جاری کرے اور وجود کے عنوان سے ظاہر ہوا اور وہ نیست جو کہ ہست کی تہمت کے ساتھ ہو وہ مخلوق کیلئے

قابل مضحکہ ہے ہستی اور اس کے توابع صاحب ہستی و موجود حقیقی کے لائق و مناسب ہیں اور یہ شے کو اس کے مقام میں رکھنا ہے۔ ممکن کا کمال اپنے سے کمال کی نفی کرنے میں اور اس کی بھلائی (اپنے سے) بھلائی کے سلب میں ہے لہ

دنیا زہرِ قاتل و متاعِ باطل ہے | میرے مخدوم! دنیا بظاہر شیریں ہے، ظاہر کے اعتبار سے تروتازگی رکھتی ہے حقیقت میں ایک زہرِ قاتل اور ایک متاعِ باطل اور ایک بے فائدہ تعلق ہے، اس کا قتل کیا ہوا دلیل اور اس پر فریفتہ دیوانہ ہے، یہ ایک سوتے میں لپٹی ہوئی نجاست اور ایک شکر آلود زہر ہے۔ عقلمند وہ ہے جو اس قسم کی کھوٹی پونجی پر فریفتہ نہ ہو اور اس قسم کے بیکار ساز و سامان کے ساتھ گرفتار نہ ہو اور اس قلیل فرصت میں مولائے حقیقی جل شانہ کی رضامندی حاصل کرے اور آخرت کا زاہد راہ تیار کرے، اس عالمِ فانی میں مقصود بندگی کے وظائف (اعمال) کا بجالانا اور معرفتِ الہی کا حاصل کرنا ہے۔ مافوس ہے کہ جو کچھ اس دنیا میں اس شخص سے طلب کیا گیا ہے بجانہ لائے اور دوسرے امور میں مشغول ہو جائے لہ

رضا اور خوشی کا مقام آخرت ہے | مختصر یہ کہ رضا اور خوشی کا مقام آخرت ہے اور درد و محرومی کا مقام دنیا ہے، اس اور دنیا کی حیثیت کبھی سزاوارہ نہیں

مقام (دنیا) کا بہترین سامان درد و اندوہ ہے اور اس دسترخوان کی سب سے اچھی نعمت سوز و گداز ہے، یہاں کا آرام بے آرامی میں اور (یہاں کا) ساز و سوت میں ہے، یہاں وصل طلب کرنا کوزہ میں دریا کو تلاش کرنا اور آفتاب کو پانی کے طشت میں دیکھنا ہے۔ اُس دنیا (آخرت) کے لئے اس دنیا کی حیثیت کھیتی سے زیادہ تہیں ہے کھیتی حیف و زیادہ کی جائیگی پھلوں کی توقع اسی قدر بے اندازہ ہوگی۔ یہ دنیا دارِ عمل ہے دارِ اجر آگے ہے، عمل کے وقت میں اجر طلب کرنا لا حاصل ہے مگر یہ کہ اللہ سبحانہ، کسی شخص کی دنیا کو بھی آخرت کے حکم میں کر دے تو جائز ہے کہ اس پر اس اجر کا ترشح ہو جائے جو اس کے لئے اس دنیا میں تیار کیا گیا ہے اور اس کے آخرت کے اجر میں بھی کوئی کمی نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علی نبی و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں فرمایا ہے: **وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ** [روپ]

اور سہنے اس کا اجر سے دنیا میں دیدیا تھا اور بیشک وہ آخرت میں نیکو کاروں میں سے ہے] ۳

سائل کن امداد کو جاری رکھے | سوال: بعض اوراد اور قرآن مجید کی سوزنیں کہ اس طریقہ عالیہ میں داخل ہوتے سے پہلے جن کے پڑھنے کا معمول تھا اب ان اوراد کو عمل میں لائے یا نہ لائے، اور نماز تہجد و نمازِ صبحی (اشراق و چاشت) وغیرہ پڑھے یا نہ پڑھے اور قبض کے اوقات میں کتب فقہ و کلام کے مطالعہ اور قرآن مجید کی بعض سورتوں کے حفظ میں مشغول ہو یا نہ ہو؟ — جواب: اس طریقہ کے بزرگ، بتدی طالب کو اجازت

لے مکتوبات معصومیہ فرسوم ۱۵۶ لے ایضاً دوم ۲۵ لے ایضاً فرسوم ۲۵۵ -

نہیں دیتے کہ وہ ماخوذ ذکر کے علاوہ غیر از فرض و سنت موکدہ کسی اور امر میں مشغول ہو۔ اور یہ فقیر بتدیور کے لئے قدرے توسع (گنجائش) کر دیتا ہے۔ اور آپ کو جو کہ ابتدائی معاملہ سے کئی منزل ترقی کر چکے ہیں بطریق ادلی اجازت ہے کہ بعض مسنون اور ادھر پڑھتے رہیں اور نماز تہجد و صبحی (اشراق و چاشت) و اوایں وغیرہ سنن زوائد میں سے بھی ادا کیا کریں (نماز تہجد و قیام لیل کے متعلق) کہہ سکتے ہیں کہ صوفیہ عالیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ کی ضروریات میں سے ہے اور تعلیم و تعلم (پڑھنا اور پڑھانا) ہمارے طریقہ کے خلاف نہیں ہے بلکہ نیت صالحہ کے ساتھ باطنی نسبت کا مددگار ہے، دینی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہیں اور ان کے سیکھنے اور سکھانے میں راغب رہیں اس عظیم کام کے لئے ایک وقت مقرر کریں اور باقی اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ آباد رکھیں اور اگر قرآن پاک کی بعض سوزیں یاد کریں تو گنجائش ہے لے

ذکرِ چہرہ وغیرہ کی مجالس میں | آپ نے پوچھا تھا کہ "جس مجلس میں کہ سلسلہ کبریہ وغیرہ کے لوگ اور ادنیٰ فتحیہ پڑھتے ہیں نقشبندی سالک کو کیا کرنا چاہئے" اس میں بیٹھنا چاہئے یا اس مجلس کو ترک کر دینا چاہئے۔ میرے محذوم! ان کے ذکر

چہر کرنے کی صورت میں چونکہ ذکر فی نفسہ اچھا اور نتیجہ بخش ہے اگر آپ بیٹھیں اور اپنے طریقہ میں مشغول رہیں تو گنجائش رکھنا ہے اور مستحسن ہے اگر اس نظریہ سے کہ ذکر میں چہر کرنا بدعت ہے خود کو علیحدہ رکھیں تو یہ بھی آپ کے لئے مناسب ہے اور آپ مختار ہیں مختصر یہ ہے کہ اس قسم کی جگہوں میں حکمت کی رعایت کریں اور وقت و حال کا لحاظ رکھیں اور دل کے فتوے پر عمل کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نیکی وہ ہے کہ جس کی طرف نفس کو تسکین ہو جائے اور قلب اس کی طرف مطمئن ہو جائے، اور گناہ وہ ہے جس کی طرف نفس کو تسکین نہ ہو اور قلب اس کی طرف مطمئن نہ ہو اگرچہ مفتی صاحبان تجھ کو فتویٰ دیدیں لے

قصور کی دید کے مطابق | آپ نے لکھا ہے کہ "اگر طاعت و عبادت کی جاتی ہے تو اس سے استغفار کر کے نظر اس کے اعمال کی قیمت بڑھتی ہے" فضل و کرم پر رکھتا ہوں۔ اس کے مطالعہ نے مسرور کیا جس قدر قصور کی دید اعمال کے اندر پیدا ہوگی اعمال کی قیمت کو اسی قدر بڑھائے گی اور قابل قبول بنائے گی۔ بزرگوں نے کہا ہے اِعْمَلْ وَاَسْتَغْفِرْ [عمل کرو اور استغفار کرو] عمل سے رُکے نہ رہیں اور اس سے استغفار (بھی) کریں اور نظر محض فضل پر رکھیں، بندگی کا طریقہ یہی ہے لے

جن مقامات میں معاملہ فضل و کرم یا محض محبت پرتا ہے | سوال یہ ہے کہ جب عارف کا معاملہ فضل و کرم یا محض محبت سے توان میں بھی اعمالِ صالحہ ترقی بخش ہیں۔ پرتا ہے تو اس مقام میں عارف کے لئے ظاہری اعمال یعنی ذکرِ لسانی و تلاوت وغیرہ زیادہ فائدہ مند یا ترقی بخش ہیں یا نہیں؟۔ جواب فائدہ مند میں اور آخرت کے درجات

بلند کرتے اور گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں اور شرکی کدورتوں اور جسمانی ظلمتوں کا ازالہ کرتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ بیشک میرے قلب پر کچھ غبار آجاتا ہے اور بیشک میں اللہ تعالیٰ سے دن اور رات میں ستر مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں، لیکن جس مقام میں کہ وہ پہنچا ہے ترقی ان اعمال کے ساتھ وابستہ نہیں ہے درجات کے فرق کے مطابق محض فضل یا صرف محبت کے ساتھ وابستہ ہے لہ

کامیابی کا مدار فضل پر ہے | آپ نے لکھا تھا کہ اعمال سے ناامیدی منظور ہوتی ہے، ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعمال جو کہ لیکن عمل کے بغیر چارہ نہیں | یہ تصور وار رکھتا ہے اس بارگاہ میں کچھ نہیں ہیں اور محض ناچیز ہیں (یہ عاجز حیران ہے کہ کس طرح عمل کرے کماں بارگاہ کے لائق ہو۔) میرے مخدوم! آپ نے جو کچھ لکھا ہے سچ اور درست ہے کامیابی کا مدار فضل پر ہے لیکن عمل کے بغیر چارہ نہیں ہے اور عمل میں پوری طرح کوشش کرنی چاہئے اور فضل و رحمت پر اعتماد رکھنا چاہئے اور اس عمل کو (اللہ تعالیٰ کی) بارگاہ کے لائق نہیں جانتا چاہئے۔ بزرگوں نے کہا ہے اِعْمَلْ وَاسْتَغْفِرْ [عمل کر اور استغفار کر]۔ لوگوں نے حضرت رابعہ (بصریہ رحمہما اللہ) سے پوچھا تو جو امید رکھتی ہے تو کس چیز سے امید رکھتی ہے؟ انہوں نے کہا میں اپنے ہر عمل سے ناامیدی کے ساتھ امید رکھتی ہوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل سے نجات نہیں پائے گا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور کیا آپ بھی نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور میں بھی نہیں لیکن یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ساتھ میری اس سے پردہ پوشی فرمادی ہے لہ

کام کا مدار صحت و توجہ پر ہے | الغرض کام کا مدار صحت و توجہ پر ہے جو کہ محبت و سپردگی کے ساتھ جمع ہوتی ہے ایک جانب سے محبت و سپردگی اور دوسری جانب سے توجہ (ہوتی چاہئے) ہو سکتا ہے کہ رہبر کی توجہ کے بغیر تنہا محبت نفع دینے والی ہو لیکن محبت کے بغیر محض توجہ بہت کم نفع دیتی ہے۔ محبت ہی ہے جو کہ پیر کی محبت کی کیفیتاً کو جذب کرتی ہے اور اس کے مخصوص کمالات کو اپنے اندر کھینچتی ہے اور فنا فی الشیخ بلکہ فنا فی اللہ پیدا کرتی ہے اور جب طرفین سے مذکورہ صفات ظاہر ہو جائیں تو امید ہے کہ ترقی کا راستہ کھل جائے اور جلدی سے منزل مقصود تک پہنچ جائے اور راستہ میں نہ رہے لہ

ناجس اور خلافِ شریعت لوگوں | اے بھائی! نا جسن اور طریقہ کے مخالف کی صحبت سے پرہیز کر اور بدعتی کی مجالس سے کی صحبت سے بچنا چاہئے | اگر زکر، یحییٰ معاذ رازی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ تین قسم کے لوگوں یعنی غافل علماء اور غیر محتاط قاریوں اور جاہل بناؤنی صوفیوں کی صحبت سے اجتناب کر۔ اور جس شخص نے اپنے آپ کو بزرگی کی گدی پر بٹھایا ہے اور اس کا عمل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت کے موافق نہیں ہے اور وہ

شریعت منورہ کے زیور سے آراستہ نہیں ہے قطعی طور پر اس سے دور رہ بلکہ جس شہر میں ہو اس میں مت رہ۔ ایسا نہ ہو کہ دنوں کے گزرنے کے ساتھ دل کو اس سے کچھ رغبت پیدا ہو جائے اور مفصلاً عظیم میں خلل ڈال دے کیونکہ وہ اقتدا کے لائق نہیں ہے وہ ایک چھپا ہوا چوراہہ اور شیطان کا ایک جال ہے اگرچہ تو اس سے مختلف قسم کے خارق عادات دیکھے اور تو اس کو ظاہر میں دنیا سے بے تعلق پاتے، جسقدر تو شیر سے بھاگتا ہے اس کی صحبت سے اس سے بھی زیادہ بھاگ لے

فیض کو اپنے پیر کی طرف سے جاننا چاہئے | یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر کسی دوسری جگہ سے کوئی نسبت حاصل ہو تو اس کو بھی اپنے پیر کی طرف منسوب کرنا چاہئے اور اپنی توجہ کے قبلہ کو منتشر نہیں کرنا چاہئے ۲

(ایک دوسرے مکتوب میں تخریر فرماتے ہیں) جو شخص ایک جگہ (تعلق رکھتا) ہے وہ ہر جگہ (سے فیض حاصل کر لیتا ہے اور جو شخص ہر جگہ (تعلق رکھتا) ہے وہ کسی جگہ (سے بھی فیضیاب) نہیں ہے۔ جاننا چاہئے کہ اس راہ کے اس طالب پر جو کسی شیخ کا مرید ہو چکا ہے ظاہر ہو جائے کہ اس کو کوئی نسبت یا نور کسی دوسرے بزرگ سے پہنچا ہے تو اس کو چاہئے کہ اس نسبت کو اپنے پیر سے جانے کہ جس نے اس بزرگ کی شکل میں ظاہر ہو کر فائدہ پہنچایا ہے اور اعتقاد کرے کہ اس کا پیر جامع ہے اس کے لطائف میں سے کسی لطیفہ نے جو کہ اس بزرگ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اپنے آپ کو اس بزرگ کی صورت میں ظاہر کیا ہے، یہ (دوسرے بزرگ سے فیض سمجھنا) طالبین کی غلطیوں میں سے ہے، آپ خود تو محفوظ ہیں لیکن دوستوں کو اس باریکی سے آگاہ کر دیں شیطان طاقتور دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ اس ذریعہ سے طالبین کی توجہ کے قبلہ کو منتشر کر دے اور مطلوب تک پہنچنے سے روک دے بلکہ راستہ ہی سے گمراہ کر دے ۳

بد عقیدہ پیروں کی صحبت بچنا ضروری ہے | میرے مخدوم! اس قسم کے (گمراہ) لوگ جو اس نوع کے اعتقادات رکھتے ہوں (جن کا ذکر آپ نے کیا ہے) اور اپنے آپ کو مسندِ شیخت پر فائز کہتے ہوئے ہوں دین کے چور ہیں ان کی صحبت سے دور رہنا چاہئے اور یہ لوگ دین سے بیگانہ اور حلقہ اسلام سے باہر ہیں خود بھی گمراہی کی گہرائی میں غرق ہیں اور دوسروں کو بھی سیدھے راستے سے ہٹاتے ہیں صَلُّواْ اِذَا صَلُّوْاْ (وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا) ان سے دور رہیں اور ان کی صحبت کو زہرِ قاتل سمجھیں جو کہ ابدی موت تک پہنچاتی ہے، جتنا شیر سے بھاگتے ہیں اس سے زیادہ ان کی صحبت و رویت سے بھاگیں۔ آپ کے بھائیوں پر تعجب ہے کہ اس قسم کے لوگوں کے معتقد ہو گئے ہیں اور اپنے دین و ایمان کو برباد کر رہے ہیں اور زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے وہ (ان سے) تربیت پارہے ہیں جس شخص کے دین و ایمان میں کلام ہو وہ دوسرے کی تربیت کیا کرے گا ۴

۱۔ مکتوبات معصومہ دفتر دوم ۱۱۰ ۲۔ ایضاً دفتر اول ۲۲ ۳۔ ایضاً دفتر اول ۱۵۳ ۴۔ ایضاً دفتر سوم ۱۶۔

مسائل شرعیہ

یہ تین دعائیں ماثور نہیں ہیں | آپ جو اوراد کہ ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت پڑھتے ہیں ان میں سے اکثر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ ہیں، اگرچہ بعض دعائوں میں تعین عدد و تعین وقت میں تفاوت ثابت ہو، آپ پڑھتے رہیں البتہ تین دعائیں ماثور نہیں ہیں (ان میں سے) ایک الہی بکرۃ الحسن الخ، دوم شیخ عبدالقادر الخ سوم نادر علیا الخ پہلی دو دعائوں کی گنجائش ہے کہ پڑھیں میں منع نہیں کرتا، تیسری دعا اہل سنت کے شعار سے ہے (اس کا پڑھنا اس بات پر) موقوف ہے گا کہ آپ اہل سنت کے ثقہ عالموں سے اس دعا کے استعمال میں کوئی معتمد نقل دیکھیں تو آپ مختار ہیں لے

دعا کرنے کا حکم | آپ نے پوچھا تھا کہ حدیث اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ مَعَالِيَ الْاِهْمَامِ بشک اللہ تعالیٰ بلند ہمتیوں کو پسند فرماتا ہے | اس بات کی مقتضی ہے کہ امور عالیہ کو طلب کیا جائے اور مقام رضا و عبودیت تقاضا کرتا ہے کہ انسان کچھ بھی طلب نہ کرے کہ یہ (طلب کرنا) عبودیت و رضا کے منافی ہے "میرے مخدوم! یہ سوال مطلق دعا کے بارے میں ہوا، اس لئے کہ دعا اور طلب کرنا رضا و تسلیم کے منافی ایک امر ہے۔ جواب: کوئی منافات نہیں ہے، یہ بات جائز ہے کہ (ایک شخص) موجود پر راضی ہو اور زیادہ کا طالب (بھی) ہو، زیادہ کا طلب کرنا موجود پر راضی نہ ہونا نہیں ہے۔ قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا [آپ کہیں کہ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ فرما] اور وَهَبْ لِي مَلَكًا لَا يُنْبَغِي لِاحِدٍ مِّنْ بَعْدِي [اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا فرما کہ جو میرے بعد کسی اور کو سیر ہو] (ان دعاؤں میں طلب زیادتی ہے اور یہ رضا کے منافی نہیں ہے) حق تعالیٰ جل و علا کے دوست اس کی (بھیجی ہوئی) بلا پر راضی ہیں اس کے باوجود بلا کے دفعیہ کی دعا بھی کرتے ہیں: اِنِّي مَسْتَفِي الضُّرُّوَانْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ [اے میرے رب!] مجھ کو تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب رحم والوں سے زیادہ رحم والے ہیں | (اس دعا میں بھی دفع بلا کی درخواست ہے) اگر قضا پر راضی ہونا دعا کے منافی ہوتا تو دعا کا امر کیوں ہوتا (جیسا کہ قرآن مجید میں ہے) وَقَالَ رَبِّكُمْ اَدْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ [اور تمہارے رب نے کہا کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا] پس معلوم ہوا کہ رضا اور دعا کے درمیان منافات ثابت نہیں ہے لے

فاتحہ بعد فرض نماز کا حکم | آپ نے لکھا تھا کہ اس علاقہ کے لوگ پنجوقتہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور اس عمل کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اور اس کے ترک کرنے والے سے اعتراض کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ میرے مخدوم! اس طرح سے فاتحہ پڑھنا ہمارے بزرگوں کا عمل نہیں ہے (اس لئے کہ) پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعمال میں (یہ چیز) نظر نہیں آتی ہے۔ خزائن الروایات میں خلاصہ سے منقول ہے: قرآۃ الفاتحۃ

لاجل المهمات بعد الفرائض بدعت [مہات کے لئے فرائض کے بعد فاتحہ پڑھنا بدعت ہے] ۱۷
 مصافحہ بعد نماز جمعہ کا حکم | آپ نے نماز جمعہ کے بعد مصافحہ کرنے کے متعلق جو وہاں مروج ہے دریافت کیا تھا۔
 میرے مخدوم! مصافحہ فی نفسہا مسنون اور اچھا عمل ہے اور اس کا وقت متعین کرنا بدعت ہے، پس یہ عمل
 (نماز جمعہ کے بعد مصافحہ کرنا) وجہ حسن بھی رکھتا ہے اور وجہ قبح بھی (ایک لحاظ سے اچھا ہے اور ایک لحاظ سے
 بُرا ہے) اگر اس کا معاملہ زیادہ سے زیادہ مبلح ہونے تک ہی پہنچ جائے جیسا کہ بعض نے کہا ہے تو (بھی) غنیمت
 ہے۔ خزانة الروایات میں ہے کہ شیخ محی الدین نووی رحمہ اللہ نے الاذکار میں کہا ہے کہ ہر ملاقات کے وقت مصافحہ
 کرنا مستحب ہے لیکن یہ جو لوگوں نے صبح اور عصر کی نماز کے بعد اس کی عادت کر لی ہے تو اس کی کوئی اصل نہیں ہے
 ولیکن اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اصل مصافحہ تو سنت ہے اور لوگوں کا بعض مواقع میں اس کی
 پابندی کرنا اور ان میں سے بعض مواقع میں حد سے تجاوز کرنے والا ہونا، یہ بعض حالات اس کو اس مصافحہ سے
 خارج نہیں کرتے جو شرع میں وارد ہوا ہے ۱۸

وتر کے بعد سجدہ کرنے کا حکم | آپ نے دوسرا سوال وتر کے بعد سجدہ کرنے کے بارے میں کیا تھا فقیر نے اس کا جواب روایت
 کے ساتھ اس سے پہلے بھیج دیا ہے تعجب ہے کہ نہیں پہنچا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا عمل اور ہمارے حضرت عالی (حضرت مجدد
 الف ثانی قدس سرہ) کا عمل نہیں ہے اور علمائے اس کو منع کیا ہے (اس لئے) کرنا نہیں چاہئے۔ (کتاب سنن الہدی)
 میں ہے کہ نماز وتر کے بعد دو سجدے کرنا اور ان کے درمیان جلسہ (بیٹھنے) کے ذریعہ فصل کرنا اور اس جلسہ میں
 آیت الکرسی پڑھنا کہ ان دونوں سجدوں پر بلا دیند میں عمل کیا جاتا ہے اخبار و آثار (احادیث و روایات صحابہ) میں
 ان دونوں سجدوں کی کوئی اصل نہیں ہے اور فقہ مختار میں بھی ان دونوں کے لئے کوئی روایت نہیں ہے اور اہل
 عرب کا بھی ان دونوں سجدوں پر کوئی عمل نہیں ہے بلکہ شافعیہ ان دونوں کی حرمت کے قائل اور اکثر احناف
 ان دونوں سجدوں کو بالکل جانتے ہی نہیں ہیں اور میں نے ان دونوں سجدوں کے بارے میں فقہائے مدینہ
 سے دریافت کیا تو انھوں نے ان دونوں میں کراہت کا ہونا نقل کیا ہے ۱۹

توبہ کا طریقہ | آپ نے اس فقیر سے توبہ اور دل کی طرف توجہ کے طریقہ کی درخواست کی تھی میرے مخدوم! آپ گذشتہ
 لغزشوں اور کوتاہیوں سے ناام ہوں توبہ نصوح کریں اور تین دفعہ کلمہ استغفار پڑھیں اس کے بعد قلب صنوبری
 کی طرف جو کہ قلب کی خفیقت جامعہ کا مقام ہے اور یائیں پہلو میں واقع ہے متوجہ ہو کر لفظ مبارک اللہ کو اس میں
 گزاریں اور دل کی زبان سے اس کو کہیں اور اس پر ہمیشگی کریں جس قدر بھی یہ ذکر دل کا ملکہ (صفتِ راستہ) ہوگا اسی قدر
 حضور مع اللہ اس کی صفت لازمہ ہو جائے گی ۲۰

۱۷ د۲۰ مکتوبات معصومہ دفتر اول ۱۹۷۳ ایضاً دفتر اول ۱۳۲۲ھ ایضاً دفتر سوم ۱۷۷۷۔

ثواب بخشے کا طریقہ | سوال: اگر ختم کا ثواب کسی شخص کی روح کو بخشا جائے تو پہلے سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتجیات کی روح مطہر کو پیش کرنا چاہئے اس کے بعد میت کی روح کو بخشیں اور اگر اس طرح نہ کریں تو جس شخص کی نیت سے پڑھا ہے اس کو ثواب نہیں پہنچتا، اور نیز چاہئے کہ تمام اہل ایمان کی ارواح کو نہ بخشیں و نہ جس کی نیت سے پڑھا ہے اس کے ثواب کو تقسیم کریں گے۔ کیا فی الواقع اسی طرح ہے یا نہیں؟ اور اگر فی الواقع اسی طرح ہے تو حضرات خواجگان کے ختم میں اس طرح کیوں نہیں کرتے؟ — جواب: صدقہ کے ثواب کو اول پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی روح مبارک کو پیش کرنا اور میت کو آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیلی بنانا مستحسن امور میں سے ہے اور قبولیت کی امید بہت زیادہ ہو جاتی ہے اور قبولیت کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے، ایسا کرنا صدقہ کے ارکان و واجبات میں سے نہیں ہے کہ اس کے بغیر صدقہ ہرگز قبول ہی نہ ہو، اور اگر آپ اس بارے میں کوئی قابل اعتماد نقل رکھتے ہیں تو اس کو ظاہر کرنا چاہئے اور عمل (نیکی) کا ثواب تمام مومنین و مومنات کی ارواح کو پیش کرنا بھی مستحسن ہے کہ ہر ایک کو پورا ثواب پہنچتا ہے اور جس کی نیت سے پڑھا ہے اس کے ثواب سے کچھ کم نہیں ہوتا۔

خاتمہ کا علم مبہم و ظنی چیز ہے | سوال: عقیدہ یہ ہے کہ خاتمہ مبہم ہے اگر کوئی شخص اپنے پیرو مشد کے حق میں کہ جس سے اس نے استفادہ کیا ہے خلوص اعتقاد کی وجہ سے خاتمہ کا حکم کرے تو صحیح ہے یا نہیں؟ — جواب: قطعی حکم نہیں لگانا چاہئے کیونکہ (ایسا حکم) وحی سے وابستہ ہے، اگر اکابر دین کی سلامتی خاتمہ کا ظن غالب اور علم اطمینان رکھے تو گنجائش ہے اور اسی طرح الہام سے خاتمہ کے اچھا یا بُرا ہونے کا قطعی حکم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ الہام ظنی دلیل ہے لیکن ایک ظن سے دوسرے ظن تک آسمان و زمین کا فرق ہے لہٰذا (ایک دوسرے مکتوب میں مزید فرماتے ہیں) الہام ظنی چیز ہے قطعی حکم کا موجب نہیں ہے پس خاتمہ کا مبہم ہونا باقی ہے اور خوف و امید اپنی جگہ پر ہے۔ جاننا چاہئے کہ نفس مطمئنہ نص قطعی کے مطابق راضی و مرضی ہے اور جنت کی بشارت دیا گیا ہے لیکن کسی شخص کے بارے میں اطمینان حاصل ہونے کا علم آثار و علامات سے ہے یا الہام سے جو کہ ظنی امور ہیں نہ کہ قطعی، قطعی امر ہونا وحی اور انبیاء علیہم السلام کے خبر دینے پر موقوف ہے اور اسی طرح یہ جو اس طائفہ کے نزدیک مسلم ہے کہ الفانی لا یرد [فانی داپس نہیں لوٹتا] خاتمہ کے مبہم ہونے کو دور نہیں کرتا کیونکہ یہ مقدمہ ظنی ہے یقین حاصل ہونے کا موجب نہیں ہے اور یہ جو پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ نے فرمایا کہ "میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کے باوجود یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہو گا اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہو گا" خاتمہ کے مبہم ہونے کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم) کا اطمینانِ نفس و حسنِ خاتمہ قطعی ہے اور اس میں شک کرنا کفر ہے بلکہ اس معنی میں ہے کہ جو کچھ دنیا و آخرت میں میرے اور دوسروں کے ساتھ کریں گے اس کی تفصیل میں نہیں جانتا کیونکہ غیب کا علم حق سبحانہ کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ مفسرین نے کہا ہے **فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ وَ جَزَاءٍ مِّمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ** [پس کسی شخص کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان خزانہ غیب میں موجود ہے، بیان کے لئے ان کے اعمال کا صلہ ہے] ۱۷

ناز و سطلی و ساعتِ جمعہ و اسمِ عظیم | آپ نے لکھا تھا کہ **صلوٰۃ سطلی و ساعتِ جمعہ و اسمِ عظیم** کے تعین میں اخبار و آثار کے مبہم ہونے میں حکمت (احادیث و روایات) میں بہت تضاد ہے اور جو کچھ تیرے کشف میں آیا ہو اور جو اس سے مفہوم ہوتا ہو تو تعین کرتا کہ خدشہ دل سے دور ہو جائے اور لوگوں کو بہت سے فوائد حاصل ہوں۔ اے عزیز! جس چیز کو کہ حق تعالیٰ نے مبہم چھوڑا ہو اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امت پر اس تمام شفقت اور اس کی خیر خواہی کے باوجود سیان نہ فرمایا ہو، ہمیں اور تمہیں حق نہیں پہنچا کہ اس بارے میں لب کشائی کریں اور اپنے خواب و خیال سے اس معما کو حل کریں ابھو اما ابھم اللہ [جس کو اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا تم بھی اس کو مبہم رکھو] آپ نے سنا ہوگا۔ بظاہر اس ابہام میں بندوں کی مصلحتیں اور ان کے فائدے منظور ہوں گے مثلاً یہ کہ لوگ اسماءِ (الہی) کی تعظیم کریں، یہ ابہام شبِ قدر اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روزِ پیدائش و وفات کے ابہام کی طرح ہے اور ہر کسی سے برکات حاصل کریں اور جمعہ کے پورے دن کو جمعیت و حضور تضرع و دعا کے ساتھ معمور رکھیں اور تمام نمازوں کی پوری حفاظت کریں، بظاہر دل میں اس تردد کا قرار پکڑنا اس کے رفع سے بہتر ہے ۱۸

زندگی میں قبر تیار کرانا | سوال: اپنی زندگی میں قبر تیار کر لینا مسنون طریقہ ہے یا نہیں؟ — جواب: یہ عمل حضرت رسالتِ خاتمیت علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰت و التسلیمات و خلفائے راشدین اور تمام اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں ہوا ہے ہاں بعض سلف مثلاً (حضرت) عمر بن عبد العزیز وغیرہ سے منقول ہوا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی میں قبر تیار کرانی ہے اور علماء کا بھی اس بارے میں اختلاف ہے بعض کراہت کے قائل ہیں اور بعض بلا کراہت جواز کے اور بعض مستحب ہونے کے قائل ہیں ۱۹

تیرے دو سو دنے اور پھول | سوال کا حاصل یہ ہے کہ میت کی روح کو (ثواب) پہنچانے کے لئے تیسرے یا دسویں دینے کا شرعی حکم روز کھانا کھلانا اور تیسرے روز پھول دینا کہاں سے ثابت ہے — (جواب) میرے مخدوم! کسی رسم اور ریا (دکھاوا) کے بغیر اللہ تعالیٰ کے لئے کھانا کھلانا اور اس کا ثواب میت کو بخشنا بہت اچھی

۱۷ مکتوبات معصومہ دفتر دوم مکتوب ۱۱۶ ۱۸ ایضاً دفتر دوم ۱۱۹ ۱۹ ایضاً دفتر دوم ۵۱

بات اور بڑی عبادت ہے لیکن وقت معین کرنے کی کوئی قابل اعتماد اصل ظاہر نہیں ہوتی اور تیسرے روز مردوں کو پھول دینا بدعت ہے البتہ عورتوں میں سوگ کو ڈور کرنے کے لئے تیسرے روز کوئی خوشبو لانا روایتوں میں آیا ہے کیونکہ میت کی منکوحہ کے علاوہ باقی رشتہ داروں میں سے کسی کو تین دن سے زیادہ سوگ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے پس تیسرے روز خوشبو لائیں تاکہ میت کی منکوحہ کے علاوہ باقی عورتیں سوگ ختم کریں ۱۷

دعوت کی شرائط | آپ نے لکھا تھا کہ ”دوستوں اور رشتہ داروں نے اپنے گھروں پر (لے جانے) کی تکلیف کی (جس کی وجہ سے) وہ حلاوت و لذت باقی نہیں رہی۔ میرے مخدوم! دعوت کو قبول کرنا خود سنت ہے، سنت کو بجالانے سے حلاوت میں فتور کس طرح واقع ہو سکتا ہے لیکن اس (دعوت کو قبول کرنے) کے لئے شرائط ہیں جو کہ شرع کی کتابوں میں مذکور ہیں مثلاً یہ کہ کھانا یا وسیعہ (دکھانے اور سانے) کے لئے نہ ہو، حلال طریقے سے کمایا گیا ہو، اس مجلس میں لہو و لعب نہ ہوں، عام دعوت نہ ہو، اور اسی قسم کی اور بھی شرائط ہیں، اگر دعوت میں یہ تمام شرائط پائی جائیں اور سنت قائم کرنے کی نیت سے (دعوت) قبول کر لی جائے اور کھانا کھانا اور خصوصیت منظور نہ ہو تو امید ہے کہ ایسی دعوت کا کھانا کھانے سے باطن کی نسبت میں کوئی فتور واقع نہیں ہوگا۔ روایت میں آیا ہے کہ ولیمہ کی دعوت میں سنت قائم کرنے کی نیت سے حاضر ہونا چاہئے کھانا کھانے کی نیت سے حاضر نہ ہو ۱۸

حضرت خضر علیہ السلام کی حیات و موت کی تحقیق | (آپ کی طرف سے) حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کچھ پوچھا گیا تھا۔ آپ نے لکھا تھا کہ علم کلام (عقائد) کی کتابوں میں ان کی زندگی کو اعتقادی امور میں شمار کیا گیا ہے۔ میرے مخدوم! اس میں علماء کا اختلاف ہے تو پھر کونسی کتاب میں اس کو اعتقادی امور سے کہا ہے، شاذ روایتیں اس بارے میں بہت ہیں جو سب (کی سب) اعتماد کے قابل نہیں ہیں، اور بعض مشائخ سے ان حضرت (خضر علیہ السلام) کی ملاقات اور ان سے صحبت رکھنے اور گفتگو کرنے کے متعلق جو کچھ منقول ہے صحیح مان لینے کی صورت میں (یہ چیزیں) حیات کو ثابت کرنے والی نہیں ہیں کیونکہ اگر ان کی روح کو اجسام کے کاموں کی قدرت دیدی گئی ہو اور جو امور کما اجسام سے وقوع میں آتے ہیں ان کی روح متجدد ہو کر وقوع میں لائے تو مذکورہ امور ناممکن نہیں ہوں گے، اور اگر کوئی ایسی روایت وارد ہوئی ہو جو کہ ان کی حیات پر صریحاً دلالت کرتی ہو، یا ہم مان لیں کہ سابقہ روایتیں (ان کی) حیات کو ثابت کرنے والی ہیں تب بھی کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت زندہ رہے ہوں اور اب گذر چکے ہوں ۱۹

احکام تقیہ | بیشک تقیہ اس وقت ہونا ہے جبکہ کوئی شخص قوم کفار میں (رہنا) ہو اور ان سے اپنی جان و مال کا خوف رکھتا ہو تو وہ زبان سے ان کی خوشامد کرے اور بیاس لئے کرتے تاکہ زبان سے دشمنی ظاہر نہ ہو بلکہ اس کے لئے

۱۷ مکتوبات معصومیہ دفتر اول ۱۱ ۱۸ ایضاً دفتر اول ۲۲ ۱۹ ایضاً اول ۱۸۲۔

یہ بھی جائز ہے کہ وہ ایسے کلام کا اظہار کرے جس سے محبت و دوستی کا وہم ظاہر ہوتا ہو اور لیکن اس شرط کے ساتھ کہ دل میں اس کے خلاف رکھے اور جو کچھ کہے کنا یہ میں کہے کیونکہ بلاشبہ تقیہ کا اثر ظاہر میں ہوتا ہے دلوں کے احوال میں نہیں ہوتا ہے

ولی سے گناہ کبیرہ کا صدر | آپ نے پوچھا تھا کہ ”اگر ولی سے گناہ کبیرہ صادر ہو جائے تو وہ ولایت سے گرجا لے یا نہیں؟ میرے مخدوم! مشائخ کے نزدیک مسلم ہے کہ الْفَانِي لَا يَرُدُّ [فانی کو رد نہیں کیا جاتا] جو شخص کہ فنائے کامل سے مشرف ہو چکا ہے امید ہے کہ وہ گناہ کے باعث رد نہیں ہوگا لیکن ہم امیدوار ہیں کہ ولی گناہ کبیرہ کا مرتکب نہیں ہوگا کیونکہ اولیاء اللہ غالب طور پر محفوظ ہیں

خواب حال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم | میرے مخدوم! سرور کائنات و فخر موجودات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات اتم التمجیات کی زیارت کی وضاحت کو خواب و حال میں دیکھنا اس امر کے ساتھ مشروط نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی شکل میں دیکھا جائے جس شکل میں کہ آپ (مدنیہ منورہ میں آرام فرما رہے) بلکہ جس شکل میں بھی دیکھا جائے امید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کے تمثیل سے محفوظ ہوں گے لیکن جانتا چاہئے کہ احوال اور خواب بشرات ہیں اور استعداد کی خبر دینے والے ہیں حصول پر دلالت نہیں کرتے، دل و جان سے کوشش کرنی چاہئے تاکہ معاملہ قوت سے فعل میں آجائے اور گوش سے آغوش تک آہنچے

پیری درانت معنوی | آپ نے اُن پیرزادوں کے بارے میں پوچھا ہے جو وراثت کے طور پر باپ کی جگہ سجادہ نشین ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو مرید کرتے ہیں۔ ”میرے مخدوم! ایسے باپ کی جانشینی کے لئے جو کہ مقتدا (پیر) ہو معنوی وراثت ہوتی چاہئے جو کہ معنوی ولادت سے وابستہ ہے جس سے مراد باپ کے کمالات کے ساتھ متحقق ہونا ہے۔ ظاہری ولادت کا نتیجہ ظاہری وراثت ہے جو کہ باپ کے مال و متاع کا حاصل کرنا ہے نہ کہ معنوی وراثت کا حاصل کرنا جو کہ ارشاد و تکمیل ہے، پس محض ولادتِ صوری کی وجہ سے ولادتِ معنوی میں دخل دینا خطرناک ہے رسمی پیری و مریدی سے کوئی کام نہیں بنتا

نابلغ پیرزادہ کی سجادہ نشینی | آپ نے لڑکے (نابلغ) کے بارے میں جو سوال کیا تھا (اس کا جواب یہ ہے کہ) اگر کوئی کامل اپنی فراستِ باطنی سے یہ معلوم کر لے کہ اس کے بچے سے بالغ ہونے کے بعد اس معاملہ کا انتظام ہو جائے گا اور وہ معنوی وراثت حاصل کر لے گا اور لوگوں کو اس سے بیعت کرے اور اس بچے کو اپنا جانشین بنائے تو گنجائش ہے

کیا شیخ پیری کی نااہل اولاد شیخ بن سکتی ہے؟ آپ نے دریافت کیا ہے کہ جو لوگ اپنے باپ دادا جو کہ مرشد (پیر) تھے ان کے مقلد و مرید ہیں بغیر اس کے کہ ان کے طریقہ پر چلیں ان کی جانشینی کی پگڑیاں باندھتے ہیں کیا ان کے لئے اپنے بزرگ باپ دادا کی طرح اپنی خلوت میں مصافحہ کے ساتھ لوگوں کو مرید بنانا اور توبہ کی تلقین کرنا جائز ہے؟ پس ہم کہتے ہیں کہ ہمارے طریقہ میں مرید کرنا سیکھنے سکھانے اور تکمیل کے ساتھ ہے پس جو شخص کہ (خود) کامل نہیں ہے وہ دوسروں کی تکمیل کیسے کریگا جبکہ تکمیل کمال کی فرع ہے اور اس کو تقلید امر بدینا تا کس طرح جائز ہوگا۔

کیا مرید کرنا بدعت ہے؟ آپ نے لکھا تھا "بعض منکرین کہتے ہیں کہ اس مخصوص طریقہ کے ساتھ مرید کرنا بدعت ہے الخ" میرے مخدوم اجاق جل و علا کی طلب کرنا اور راستہ جاننے اور بتانے والا پیر پکڑنا اور اس سے عقیدت رکھنا شرعی احکام میں سے ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَابْتَغُوا الْبِرَّ أَلْوَسِيلًا** [اور اس (اللہ تعالیٰ) کی طرف وسیلہ تلاش کرو] اور باطنی افادہ و استفادہ کا طریقہ جس کا نتیجہ پیری و مریدی ہے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ سے اس وقت تک جاری ہے کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ جس کو مشائخ نے اختراع کیا ہو، ان کا سلسلہ آنسور علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ (حضرت) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے پہنچتا ہے اور (باقی) تمام سلسلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے پہنچتے ہیں تو یہ بدعت کس طرح ہوں گے بیشک پیری و مریدی کا لفظ نیا ہے اور الفاظ کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اگر یہ لفظ درمیان میں نہ ہوتا بھی معنوی رابطہ اور باطنی فیض کا جاری ہونا اپنی جگہ پر ہے۔

اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ اس طریقہ سے مرید بنانا بدعت ہے معلوم نہیں کہ آپ نے کون سا طریقہ مراد لیا ہے ہمارے طریقہ میں ذکر کا سکھانا اور سیکھنا ہے اور ذکر شرعی احکام میں سے ہے اور ذکر خفی ذکر چہرے افضل ہے حدیث شریف میں ہے کہ جس ذکر کو حفظ (حفاظت کرنے والے فرشتے) نہیں سنتے اس ذکر سے ستر درجہ افضل ہے جس کو حفظ سنتے ہیں اور معلوم ہے کہ وہ ذکر باطن یعنی قلب اور تمام لطائف کا ذکر ہے، مروی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم بغتت سے پہلے قلبی ذکر میں مشغول رہتے تھے، یہ (بدعت کہنا) ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ صحیح بخاری پڑھتا اور ہدایہ کا درس دینا بدعت ہے۔

عام عذاب کی وجہ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک جب لوگ کسی منکر (برائی) کو دیکھیں اور اس کو دور نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب ان سب پر عام کر دے (اس کو ابن ماجہ و ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے جب لوگ کسی کو ظلم کرتے دیکھیں اور اسے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب عام کر دے۔

۱۔ نکتوبات معصومہ دفتر دوم، ۷، ۷۷ ایضاً دفتر دوم ۱۰۶، ۱۰۷ ایضاً دفتر اول ۲۹۔

کافر و مشرک سے دوستی کے احکام | آپ جان لیں کہ مومن کا کافر سے دوستی کرنا تین قسم کا احتمال رکھتا ہے، ان میں سے ایک قسم یہ ہے کہ اس کے کفر سے راضی ہو جائے اور اس وجہ سے اس کے ساتھ دوستی رکھے اور اس سے مومن کو منع کیا گیا ہے، اس لئے کہ جس شخص نے ایسا کیا تو وہ اس دین میں اس کو درست مانتے والا ہوگا اور کفر کو درست ماننا کفر ہے اور کفر سے راضی ہونا کفر ہے پس محال ہے کہ اس صفت کے باوجود وہ شخص مومن باقی رہے، اور دوسری قسم یہ ہے کہ دنیا میں باعتبار ظاہر (ان کے ساتھ) اچھی معاشرت رکھنا اور اس سے اُس (مومن) کو منع نہیں کیا گیا، اور تیسری قسم پہلی دونوں قسموں کے درمیانی قسم کی مانند ہے وہ یہ کہ اس اعتقاد کے باوجود کہ کفار کا دین باطل ہے ان کے ساتھ دوستی کرنا ان کی قرابت کے باعث یا محبت کے سبب سے ان کی طرف میلان و معاونت اور مدد و نصرت کے معنی میں ہونے سے کفر لاحق نہیں آتا مگر بلاشبہ اس (مومن) کو اس سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس معنی سے ان کے ساتھ دوستی اس (مومن) کو اس کے طریقے کو اچھا سمجھنے اور اس کے دین کو پسند کرنے کی طرف لے جائیگی اور یہ بات اس کو اسلام سے خارج کر دے گی پس اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس (مومن) کو اس بارے میں تنبیہ فرمائی ہے۔

(اسی مکتوب کے آخر میں تخریر فرماتے ہیں) حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے عمر بن الخطابؓ سے کہا کہ میرا ایک کاتب نصرانی ہے تو انھوں نے فرمایا تجھے کیا ہو گیا اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے کیا تو نے کسی مسلمان کو (کاتب) نہیں بنایا، کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سنا یا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْیَہُودَ وَالنَّصْرٰی اَوْلِیَآءَ [اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ] میں نے کہا اُس کا دین اس کے لئے ہے اور اس کی کتابت میرے لئے ہے، تو انھوں (حضرت عمرؓ) نے کہا جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اہانت کی ہے تو میں اُن کا اکرام نہیں کروں گا اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ذلت دی ہے تو میں ان کو عزت نہیں دوں گا اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دور کر دیا ہے تو میں ان کو قریب نہیں کروں گا۔ میں نے کہا کہ دانائی کا کام اس کے بغیر پورا نہیں ہوتا تو انھوں (حضرت عمرؓ) نے کہا کہ اگر نصرانی مر جائے تو اس کے بعد تو کیا کرے گا پس جو عمل تو اس کے مرنے کے بعد کریگا وہی عمل اب بھی کر اور اس سے اس کے غیر کے ساتھ مستغنی ہو جا۔" لے

نیک عمل وسیلہ ہیں مقصد نہیں | آپ نے کتابوں کے مطالعہ اور علوم کے درس میں مشغول ہونے کی بابت لکھا تھا نیک و مبارک کام ہے اللہم زد [اے اللہ اور زیادہ فرما] لیکن اس قسم کے اعمال کو وسیلہ سے زیادہ نہ جائیں اور مقصدِ اعلیٰ کو اس کے ماوراء تصور کریں لے

نیک بادشاہ جسم کے اندر روح کی مانند ہے | حق سبحانہ و تعالیٰ نے بادشاہوں کو دنیا میں جسم کے اندر روح کی مانند بنایا ہے کہ روح کی درستی جسم کی درستی ہے اور روح کا فساد (خرابی) جسم کا فساد ہے، اسی طرح سلاطین کی اصلاح تمام عالم (دنیا) کی اصلاح ہے (بجلا) کو نسا عمل ہے جو اس کی گرد کو پہنچے لے

مقبول بندہ کی علامت | مقبول بندہ وہ ہے جو دائمی ذکر کے ساتھ منصف ہو اور ایک لمحہ بھی غفلت اور خواہش نفسانی میں مشغول نہ ہو اور ذکر کو اپنی اغراض سے آلودہ نہ کرے اور اخلاص والا ہو بلکہ اپنے احوال و مواجید کا بھی ذکر میں لحاظ و خیال نہ کرے لے

ہر خطہ زمین کی برکات جدا ہیں | ہرزین کے فیوض مختلف اور ہر شہر کی خاصیت الگ اور ہر بستی کے ساتھ معاملہ جدا ہے بصیرت والے لوگ ہر قطعہ زمین سے مخصوص فیض حاصل کرتے ہیں اور ہرزین سے کوئی کمال اخذ کرتے ہیں لے

مساجد کی فضیلت | حدیث شریف میں ہے کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک نماز کے برابر ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کے برابر ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کی برابر ہے اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا پانچ ہزار نمازوں کے برابر ہے اور میری اس مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے ان پانچوں نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے پر محافظت کی وہ پل صراط پر سے چکنے والی بجلی کی مانند گزرنے والوں میں سب سے پہلا شخص ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کا حشر سابقین کے پہلے گروہ میں فرمائے گا اور ہر روز و شب میں ان نمازوں پر محافظت کرنے والوں کے لئے ایسے ہزار شہید کی مانند اجر ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کئے گئے ہوں لے

ذکر کی برکت ہرزین کا بافیض ہونا | آپ نے لکھا تھا کہ "جہان آباد" میں جس جگہ میں نے قیام کیا وہ اس قدر بے فیض تھی کہ کیا لکھے، جب میں نے وہاں چند روز نشست و برخاست کی تو اس کے بعد وہ جگہ اس قدر انوار سے گھری ہوئی ظاہر ہوتی ہے کہ جانب فوق میں وہ عرش سے اوپر گذر گئی اور جانب تحت میں تحت الثریٰ سے بھی تجاوز کر گئی گویا اس جگہ نے اس فقیر کے عروج و زوال کے ساتھ فنا و بقا حاصل کر لی ہے، یہ انکشاف ظاہری محسوس کی مانند ہے کہ اس میں) شک کی گنجائش نہیں ہے۔" بیشک ایسا ہی ہوا ہوگا وَلِلَّهِ رُضٌّ كَأَنَّ السَّمَاءِ مِنَ الْكِرَامِ نَصِيبٌ (بزرگوں کے پیالے سے زمین کے لئے بھی حصہ ہے) مکان کو صاحب مکان کے ساتھ ایک خاص اتصال اور ہمسائیگی کا حق ہوتا ہے اور وہ (مکان) صاحب خانہ کے انوار و برکات کا امیدوار ہوتا ہے، یہیں سے بیت اللہ شریف کی بزرگی و عظمت کو قیاس کرنا اور اس کے انوار و برکات کو سمجھنا چاہئے لے

لے مکتوبات معصومہ قراول ۲، ۳ ایضاً قراول ۵، ۳ ایضاً قراول ۲۵، ۳ ایضاً قراول ۶۷، ۵ ایضاً قراول ۱۹۲

سوال کرنے کی حرمت و اباحت | (آپ نے پوچھا تھا کہ یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص ایک رات کی خوراک نہ رکھتا ہو اس کو سوال کرنا حلال ہے، آیا یہ حکم رخصت کے طور پر ہے اور عزیمت اس کے ما سوا ہے یا ایسا نہیں ہے؟ — میرے مخدوم! یہ حکم رخصت کے طور پر ہے اور عزیمت سوال (مانگنے) کے ترک میں ہے۔ حتی الامکان سوال کی طرف اقدام نہ کریں، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ شدید ضرورت کے وقت سوال کرنا مباح (جائز) ہے مردار اور خنزیر کا گوشت کھانے کی طرح کہ اضطرار کی حالت میں مباح ہے۔ اجماع العلوم میں ہے کہ "البتہ جس سوال کی طرف کوئی شخص مضطر (مجبور) ہوتا ہے تو وہ بھوکے شخص کا اپنی جان پر موت یا مرض لاحق ہونے کے وقت سوال کرنا ہے، برہنہ اور کھلے ہوئے بدن والے کے لئے جبکہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے وہ بدن کو ڈھانپ سکے، سوال کرنا اس وقت مباح ہے جبکہ باقی شرطیں (بھی) پائی جائیں یعنی مسئول (جس چیز کا سوال کیا جائے) میں اس کے مباح ہونے کی شرط اور مسئول منہ (جس سے سوال کیا جائے) میں اس کے دل سے راضی ہونے کی شرط اور سائل میں اس کے کسب سے عاجز ہونے کی شرط پائی جائے، پس بیشک کسب پر قدرت رکھنے والا شخص جبکہ نکمّا و کاہل ہے تو اس کے لئے سوال کرنا جائز نہیں لیکن جبکہ اس کے اوقات علم کی طلب میں مصروف ہوں (تو سوال جائز ہے) اور سرورہ شخص جو کہ خطا ط ہے تو وہ کتابت کے ذریعے کسب پر قادر ہے۔" شرح مشکوٰۃ میں ہے "اور البتہ نقلی صدقہ کا سوال کرنا تو جو شخص اپنا بیج یا کسی اور علت (بیماری وغیرہ) والا ہے اس کو ایک دن کی خوراک کا سوال کرنا جائز ہے اور وہ ذخیرہ نہ کرے اور اگر وہ (کسب پر) قادر ہے اور اس نے علم میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس (کسب) کو ترک کر دیا تو اس کو زکوٰۃ (لینا) یعنی مال زکوٰۃ و نقلی صدقہ کا سوال کرنا جائز ہے، اور اگر کسی نے نقلی نماز و نقلی روزہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس (کسب) کو ترک کیا تو اس کے لئے زکوٰۃ (مانگنا) جائز نہیں ہے اور اس کے لئے نقلی صدقہ (مانگنا) مکروہ ہے، پس ایک شخص یا ایک جماعت کسی مکان (خالقہ وغیرہ) میں بیٹھ گئی اور عبادت اور نفوس کی ریاضت اور قلوب کے تصفیہ کے ساتھ مشغول ہوئی تو ایک شخص کے لئے مستحب ہے کہ ان سب کے لئے نقلی صدقہ اور روٹی کے ٹکڑے اور لباس کا سوال کرے۔"

سوال (مانگنا) تین چیزوں کو شامل ہے کہ ان میں سے ہر ایک چیز بری ہے: اول حق تعالیٰ سے شکایت کا اظہار ہے اور اس سبب سے اس کی نعمت کی کمی کا بیان کرنا ہے اور یہ حرام ہے سوائے ضرورت کے وقت کے جیسا کہ مردار کا کھانا (ضرورت کے وقت جائز ہے)۔ دوم غیر اللہ کے لئے اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے اور مؤمن کو زیب نہیں دیتا کہ اپنے آپ کو اپنے مولا کے سوا کسی اور کے سامنے بلا ضرورت ذلیل کرے۔ سوم جس سے سوال کیا جائے غالب طور پر اس کو ایذا دینا ہے اور بلا ضرورت ایذا دینا حرام ہے اس لئے اہل تقویٰ نے سوال کو مطلقاً ترک کیا ہے۔

(چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) خلاصہ یہ ہے کہ بلا ضرورت سوال کرنا حرام و مذموم ہے، ضرورت، حاجت اور فاقہ کے وقت مباح ہے لیکن مرتبہ و درجہ کی کمی کا باعث ہے، یہ جو کچھ بیان ہوا اس وقت ہے جبکہ معاملہ موت تک نہ پہنچا ہو اور جب معاملہ موت تک پہنچ جائے تو اب سوال کرنا حلال بلکہ عزیمت (اور) بلکہ واجب ہو جائے گا۔ (پھر چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) اور حضرت ابو ذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے بلایا اور آپ نے مجھ پر یہ شرط عائد کی کہ تو لوگوں سے کچھ نہ مانگے، میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تیرا کوڑا (بھی) تیرے (ہاتھ) سے گر پڑے تو وہ بھی کسی سے نہ مانگ حتیٰ کہ تو اس کی طرف اُتر اور خود اس کو اٹھا، اس کو احمد نے روایت کیا۔ ۱۷

فلک اور زمانہ کی شکایت نہیں کرنی چاہئے | آپ نے چند شعر جو آسمان و زمانہ کی شکایت میں لکھے ہیں اور یہ مصرع اہی اشعار میں سے ہے: "فلک بامن خستہ بیداد کرد" [آسمان نے مجھ زخمی کے ساتھ ظلم کیا]۔

یہ بات بہت ہی نامناسب ہے بیچارہ آسمان اور بے بنیاد زمانہ بھلا کیا حیثیت رکھتے ہیں کہ حوادث ان کی طرف منسوب ہوں جو کچھ بھی ہے حق جل و علا کی تقدیر سے ہے، زمانہ اور آسمان کو اس (اللہ سبحانہ) کے فعل میں کسی قسم کی دخل نہیں ہے جو وہ (تعالیٰ شانہ) کرتا ہے وہ سب عدل ہے کوئی ظلم وہاں گنجائش نہیں رکھتا، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ [بیشک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ کی برابر بھی ظلم نہیں کرتا] ۱۸

(نیز ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں) (آپ کے) مکتوب شریف میں درج تھا "از رفتار فلک اثر گو ناہنجار" [بد ذات اور اندھے آسمان کی رفتار سے] اے شفقت آنا را! خالق تیر و شر بلا واسطہ حق تعالیٰ ہے اور تمام حوادث اس سبحانہ کی قضا و قدر سے ہیں، آسمان اور غیر آسمان کو یہاں دخل نہیں ہے، حکماء کا مذہب ہے کہ روزمرہ کے حوادث کو عقلِ فعال کی طرف کہ جس کو وہ عقلِ فلک کہتے ہیں منسوب کرتے ہیں اور اہل اسلام عقلِ فعالِ قائل نہیں ہیں اور ایسا کہنے والوں کو گمراہ کہتے ہیں۔ آسمان جو کہ اپنے کام میں حیران و سرگردان ہے اس کی حیثیت ہے کہ حوادث اس کی طرف اور اس کی عقل اور اس کی حرکات کی طرف منسوب ہوں ۱۹

نیتِ صالحہ کے ساتھ روزی کمانا ذکر میں داخل ہر | آپ نے لکھا تھا کہ اہل و عیال (کے نفقہ) کی بے اطمینانی کے باعث قرآن مجید کی کتابت میں مشغول رہتا ہوں اور خواہش یہ ہے کہ تمام تعلقات کو ترک کر دوں اور ان چند ساتوں ذکر میں صرف کروں، (آپ کے) حکم کا منتظر ہوں۔ میرے مخدوم اہل و عیال کا نفقہ واجبات میں سے ہے اس کا بھی ناگزیر ہے، حلال روزی بھی کمائیں اور باقی اوقات میں ذکر و فکر میں مشغول رہیں بلکہ یہ روزی کمانا بھی آ

نیتِ صالحہ کے ساتھ ذکر میں داخل ہو جائے ۲۰

۱۷ مکتوبات معصومیہ دفتر سوم، ۳۷، ایضاً دفتر سوم، ۱۷۸، ایضاً دفتر سوم، ۸۷، ایضاً دفتر سوم، ۸۸۔

حضرت عروة الوثقی

کے

خلفائے عظام

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی کی طرح حضرت عروة الوثقی قدس سرہ کے خلفا بھی بشمار تھے بقول صاحب روضۃ القیومیہ فرزندوں اور خلفاء کے علاوہ حضرت عروة الوثقی کے دست مبارک پر تقریباً نو لاکھ آدمیوں نے بیعت کی اور سات ہزار آدمیوں کو آپ نے خلافت عطا فرمائی (روضۃ القیومیہ کن دوم ص ۲۳۳) لیکن روضۃ القیومیہ میں چند مشہور خلفاء کا مختصر تذکرہ ہے ہم نے ممکن درجہ کوشش کر کے دیگر کتب سے بعض عزیز خلفاء کے حالات جمع کئے ہیں جو درجہ ذیل کے اعتبار سے بھی پیش کئے جاتے ہیں امید ہے کہ ناظرین پسند فرمائیں گے۔ (مرتب)

شیخ آدم تہی آپ کا اسم گرامی آدم، لقب مخدوم ہے، والد ماجد کا نام عبدالاحد تھا اور آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے علم و فضل اور کمال کا یہ عالم تھا کہ ٹھٹھ سے ملتان تک پورے سندھ میں آپ کے ہم پایہ کوئی عالم نہ تھا۔ چونکہ عالمگیر بادشاہ کے متعلق علماء و فضلا کی قدر دانی کا بہت شہرہ تھا اس بنا پر آپ علماء کی ایک جماعت کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ ہو گئے، جب سرسند شریف سے گزرے تو اتفاقاً آپ کی ملاقات حضرت عروة الوثقی سے ہو گئی حضرت آپ کی علو استعداد ملاحظہ فرما کر تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آئے اور فرمایا اگر پسند کریں اور میرے بچوں کی تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دیں تو میں آپ کے وابستگان کے جملہ اخراجات کی کفالت کے لئے تیار ہوں۔ آپ نے حضرت کی اس تجویز کو منظور کیا اور مخدوم زادوں کی تعلیم تربیت میں مشغول ہو گئے۔ ایک روز حضرت عروة الوثقی نے مشفقانہ انداز میں آپ سے آیہ مبارکہ والطور و کتاب مسطور فی رق منشور والبيت المعمور کی تفسیر دریافت کی، آپ نے بہت وضاحت کے ساتھ آیہ مبارکہ کی شرح بیان فرمائی، عین اس وقت جبکہ آپ شرح فرما رہے تھے حضرت نے آپ پر عرفان و عقیدت کی توجہ ڈالی مخدوم آدم اس توجہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ فوراً بیعت ہو گئے اور تقریباً سات سال تک

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت و صحبت سے مستفیض ہوتے رہے، آخر حضرت نے خلافت سے سرفراز فرما کر آپ کو ٹھٹھہ واپس جانے کی اجازت دی۔ آپ نے عرض کیا کہ تعمیل ارشاد تو میرا فریضہ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ سندھ میں اس قدر مشائخ ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے میری طرف کون رجوع کریگا۔ حضرت نے فرمایا اگر سارا سندھ بھی مشائخ سے بھرا ہوا ہو تو مصالفاً نہیں۔ چنانچہ جب آپ سندھ میں تشریف لائے تو طالبانِ حق دُور دُور سے فیض حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور بڑے بڑے علماء و مشائخ نے آپ کی خدمت میں حاضری کو اپنی سعادت سمجھا اور بکثرت لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ آپ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے سندھ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج و اشاعت کی ورنہ یہاں سلسلہ قادریہ سہروردی رائج تھا (آپ کا مزار قبرستان مکی ٹھٹھہ) میں زیارت گاہ خاص و عام ہے، مزار پر کتبہ ضرور ہے لیکن تاریخ و ولادت و وفات درج نہیں)۔ آپ کے دو صاحبزادے مخدوم فیض اللہ و مخدوم اشرف تھے، ان دونوں نے بھی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں بیعت کی لیکن مخدوم آدم کی وفات کے پانچ سال بعد فوت ہو گئے۔ آپ کے خلفائے شیخ ابوالقاسم تنوئی، شیخ ابراہیم روپڑی، سید فتح محمد اور شیخ انس مشہور ہیں، لیکن شیخ ابوالقاسم کو جو شہرت حاصل ہوئی وہ دوسروں کو نصیب نہ ہو سکی۔ مخدوم ابوالقاسم نے ابتداءً مخدوم آدم ہی سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی بعد ازاں سرسند پہنچ کر حضرت خواجہ سیف الدین سے تکمیل سلوک کے بعد خلافت پائی، جب آپ سرسند تشریف لائے تو آپ نے اس سلسلہ کو سندھ میں عام کرنے کیلئے سخت جدوجہد کی، چنانچہ آپ روزانہ مزدوروں، معماروں اور لکڑی بیچنے والوں وغیرہ کو طلب فرماتے اور دن بھر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے مطابق ذکر و اشغال میں مشغول رکھتے اور شام کو روزینہ اجرت کے مطابق رقم عنایت فرما کر رخصت کر دیتے، پھر آہستہ آہستہ تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگ داخل سلسلہ ہوتے لگے اور آپ کو قبولیت عامہ حاصل ہو گئی۔ آپ نے شعبان ۱۱۳۸ھ میں وفات پائی، مخدوم آدم کے قریب ہی ٹھٹھہ میں آپ کا مزار ہے، آپ کے خلفائے مخدوم معین الدین تنوئی وغیرہ ہیں۔

۷

حافظ ابوالحسن | ممکن ہے کہ آپ ہی کے متعلق صاحبِ روضۃ القیومیہ نے لکھا ہو کہ "خواجہ اسحاق ترکستانی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے بڑے خلفائے شیخ سے تھے حضرت نے آپ کو خلافت

عطا فرما کر ترکستان بھیج دیا وہاں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی حتیٰ کہ وہاں کا بادشاہ بھی آپ کا مرید ہو گیا، ایک مرتبہ آپ بادشاہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ شاہی خادم تازہ انگور لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے عرض کیا کہ حضرت! یہ انگور تو زمر کے مشابہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ یہ زمر

۱۷ تذکرہ صوفیائے سندھ ص ۲۵ تا ۵۰ ۱۷ ایضاً ص ۵۱ تا ۶۲۔

بن جائیں؟ بادشاہ نے کہا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے، چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کی دعا کی برکت سے ان انگوروں کو زرد کر دیا۔

مخدوم زادہ شیخ ابوالقاسم آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے پوتے اور حضرت شیخ صبغۃ اللہ کے فرزندِ اکبر ہیں۔ باطنی سلوک کی تکمیل حضرت عروۃ الوثقیٰ سے کی، حضرت آپ پر بہت مہربان تھے، طاہری علوم اپنے والد بزرگوار اور چچا جان سے حاصل کئے۔ آپ اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ مقبول و محبوب تھے۔ آپ حضرت خواجہ نقشبند کے داماد اور حضرت خواجہ عبداللہ کے متبیتی اور حضرت خواجہ محمد اشرف کے خصوصی شاگرد تھے، حضرت خواجہ سیف الدین کی خانقاہ کے میرساہان بھی رہے، حضرت خواجہ محمد صدیق خلیف الرشید حضرت عروۃ الوثقیٰ کے ہم عمر تھے۔ ۱۰۸۱ھ میں وفات پائی، آپ لا ولد گئے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے گنبد میں چبوترے کے باہر جنوب کی طرف دفن کئے گئے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے گنبد میں جو قبر سب سے پہلی بنی وہ آپ ہی کی ہے۔

شیخ الصلاح ابوالمظفر الخفی نقشبندی ^{برہانپوری} آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بڑے خلفاء اور دکن کے رؤسا میں سے تھے بعد میں اس علاقہ کے ایک عظیم المرتبت شیخ

ہوئے، آپ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ بکثرت اولیائے امت مکہ معظمہ میں جمع ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کا انتظار کر رہے ہیں اسی اشارہ میں ایک بزرگ تشریف لائے اور تمام حاضرین ہودب کھڑے ہو گئے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ بزرگ حضرت خواجہ محمد معصوم ہیں۔ اس خواب کی بنا پر آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں ۱۰۳۸ھ میں حاضر ہوئے اور ایک عرصہ حضرت کی خدمت میں رہ کر بکثرت فوائد و برکات حاصل کئے اور تکمیل سلوک کے بعد حضرت خواجہ عبداللہ مروج الشریعہ کی سفارش پر خلافت سے سرفراز ہو کر برہانپور روانہ ہو گئے، وہاں آپ کو طبری مقبولیت حاصل ہوئی۔ شیخ عنایت اللہ بالاپوری اور دیگر ہزارہا اشخاص نے آپ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ حاصل کیا۔

صاحب نرۃ الخواطر لکھتے ہیں کہ ابوالمظفر برہانپوری نے طریقت میں حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سے بیعت کی اور طویل مدت تک حضرت کی خدمت میں رہے یہاں تک کہ خلافت پائی۔ حضرت نے آپ کو برہانپور بھیج دیا وہاں سکونت پذیر ہو گئے اور بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ آپ سے شیخ عنایت اللہ بالاپوری اور دوسرے لوگوں نے بھی طریقہ اخذ کیا۔ ۱۰۸۱ھ میں برہانپور میں وفات پائی۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ مرزا امان اللہ برہانپوری کو تحریر فرماتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے مولانا ابوالمظفر

۱۔ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۲۲ ۲۔ ایضاً ص ۱۷۷ ۳۔ ایضاً ص ۲۲ ۴۔ نرۃ الخواطر جلد ۶ ص ۱۸۵

نبیرہ شیخ علم اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کے بارے میں دیکھا ہے کہ ”گویا حضرت ایشاں (مجدد الف ثانی) ان کی طرف متوجہ ہوئے اور جو لباس وہ پہنے ہوئے تھے (اس سے) عریاں ہو گئے اور ان کو دوسرا لباس پہنایا گیا اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے فرمایا کہ ان کے ورق کو پلٹ دیا گیا ہے، اور دوسرے واقعے میں حضرت نے فرمایا کہ ہم نے ان کو اپنے ساتھ لے لیا ہے اس کے بعد سے ان کا معاملہ دوسرا ہو گیا ہے، بہت مبارک ہے امید ہے کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی) کی خاص نسبت سے وافر حصہ حاصل کریں گے۔“ ۱

خواجہ احمد بخاری | خواجہ احمد بخاری بن خواجہ خاوند محمود عطاری نقشبندی بخاری اکابر عصر

میں سے ہیں، بادشاہ توران عبدالعزیز کی ایلچی گیری میں ہندوستان آئے اور شعبان ۱۰۲۰ھ لاہور میں انتقال کیا، حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بڑے خلفائے سے ہیں، صاحب روضۃ القیوم لکھنے میں کما آپ سے بہت ارشاد ہوا اور آپ کے مریدین میں صاحب کشف وکرامات ہوئے ۳

خواجہ ازغوان خطابی | آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بڑے خلفائے سے ہیں، حضرت نے آپ کو

خلافت عطا فرما کر ملک خطا (چین) میں بھیجا وہاں آپ کی کوششوں سے دین اسلام کو بہت فروغ ہوا، وہاں کے بہت سے سردار اور سرکش آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر معتقد و مرید ہو گئے آپ کے حلقے میں صبح و شام ہزار ہا آدمی شریک ہوتے تھے ۴

میرزا ابان الشہرہ پتوی | آپ بھی حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفائے سے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ حضرت

عروۃ الوثقیٰ ایک مکتوب میں آپ کو تحریر فرماتے ہیں: ”اور وہ واقعہ کہ جس میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام حضرات نے آپ کو کعبہ معظمہ کے اوپر لے لیا اور کعبہ معظمہ کی دیوار کو پورا کرنے کا حکم فرمایا اور فرمایا (یہ کام) تجھ سے متعلق ہے اور تکمیل کے بعد ان حضرات نے فرمایا کہ جامہ (غلاف کعبہ) بھی تو ہی پہنا، آپ نے ان حضرات کی امداد سے کعبہ معظمہ کو جامہ مبارک (غلاف) پہنایا، اس کے بعد سب حضرات نے مبارکباد دیکر مصافحہ کیا۔ بہت اعلیٰ ہے، اس سے کعبہ معظمہ کے ساتھ کامل مناسبت معلوم ہوتی ہے حق سبحانہ و تعالیٰ اس کی حقیقت سے کچھ حصہ عطا فرمائے۔“ (چند سطور کے بعد آپ ایک اور واقعہ تحریر فرماتے ہیں) میں دیکھتا ہوں کہ فقیر کا حلیہ بعینہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس سرہ کا حلیہ ہے اور یہ حالت واضح طور پر نظر آئی، حیرت بہت بڑھ گئی کہ یہ کون دیکھتا ہے اور کس چیز کا مشاہدہ کرتا ہے، حضرت فرماتے ہیں حقیقت میں دونوں ایک ہی ہیں جیسا کہ نظر آ رہا ہے۔“ (حضرت عروۃ الوثقیٰ جو اب میں تحریر فرماتے ہیں) میرے مخدوم! جو کچھ آپ نے واقعے میں دیکھا ہے اگر خارج میں ایسا ہو تو یہ قطب الاقطاب کا مقام ہے اور تمام عالم کا اس طرح پر توجہ کرتا اس سے تعلق رکھتا ہے، اس کا لب لباب یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ

۱۔ مکتوبات معصومیہ، قزول مکتوب ۲۲، تلخیص و ترجمہ ص ۲۵۵، روضۃ القیومیہ کن دوم ص ۲۲۳، ۲۴۱ ایضاً ص ۲۴۱

مرید صادق فنا فی الشیخ ہونے کی وجہ سے شیخ کی مخصوص حالت کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے اور شیخ کے ساتھ اتحاد پیدا کر لینے کے وقت اپنے آئینے میں شیخ کے کمالات کو مطالعہ کرتا ہے۔ لہ

شیخ انور نوربرائی لاہوی | آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور اشارہ کی بنا پر سنہ ۱۳۲۷ھ میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور سلوک کی تکمیل کے بعد حضرت نے آپ کو خلافت عطا فرما کر سرسند شریف سے ۳۶ میل مغرب کی جانب "نور محل" بھیج دیا وہاں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی ۳۷ حضرت نے آپ کے متعلق عمدہ بشارات فرمائیں، اور آپ نے حضرت عروۃ الوثقیٰ کے باطنی احوال کے بارے میں چند رسائل تصنیف کئے جن میں سے ایک رسالہ "کثیر الہدایت" مشہور ہے ۳۸

شیخ بایزید | شیخ بایزید بن حضرت شیخ بدیع الدین بن رفیع الدین انصاری سہارنپوری مشائخ نقشبندیہ میں سے تھے اور شیخ بایزید کے والد شیخ بدیع الدین حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مشہور خلیفہ تھے، شیخ بایزید کی ولادت سہارنپور میں ہوئی اور وہیں پرورش پائی۔ آپ اپنے والد بزرگوار سے تحصیل علم کر کے سرسند شریف پہنچے وہاں حضرت عروۃ الوثقیٰ سے بیعت کی اور ایک عرصہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اذکار و اشغال کی پابندی کر کے روحانی فوائد حاصل کئے حتیٰ کہ علم و معرفت میں حظ وافر حاصل ہو گیا اور حضرت عروۃ الوثقیٰ نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا اور آپ سہارنپور آ کر مسدرا شاد پر متمکن ہو گئے، بہت سے مشاہیر نے آپ سے سلوک طے کیا، قانع اور متوکل بزرگ تھے، درس و افادہ میں مشغول رہتے تھے، سہارنپور ہی میں پیر کے دن ۱۰۸۰ھ میں انتقال فرمایا اور وہیں آپ کا مزار پر انوار ہے ۳۹

شیخ بد الدین سلطانپوری | آپ اپنے وقت کے جید علماء میں سے تھے، خواب میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کی زیارت ہوئی اور اسی وقت سے حضرت کی ملاقات کا اشتیاق پیدا ہو گیا آخر حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے، ذکر و شغل کے علاوہ باقی اوقات میں حضرت کے صاحبزادوں کی تعلیم میں کوشاں رہے چنانچہ صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ حضرت کے تمام صاحبزادوں کے استاد ہیں۔ ایک عرصہ بعد حضرت نے آپ کو خلافت دیکر سرسند شریف سے ۵۱ میل جانب مغرب شہر سلطان پور بھیج دیا، وہاں آپ کا بہت فیض جاری ہوا۔ آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی معیت میں حج بیت اللہ و زیارت روضۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مشرف ہوئے چنانچہ سفر نامہ حرمین مسمیٰ یہ یواقیت الحرمین میں آپ کا تذکرہ ہے۔ آپ کے صاحبزادے اخون نجم الدین بھی اپنے والد کی معیت میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تکمیل سلوک کے بعد خلافت پائی اور بہت لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا ۴۰

۳۸ مکتوبات معصومیہ قراول مکتوب ۲۲ ص ۲۵ روضۃ القیومیہ کن ذم ص ۲۵ ایضاً ص ۲۳۹ لکھ ترقی الخواطر ج ۵ ص ۸۸ روضۃ ص ۲۳۹ د ۲۵

صوفی پابندہ محمد

صاحب روضۃ القیومیہ نے دو حضرات کا تذکرہ کیا ہے ایک صوفی پابندہ طلا جن کے متعلق لکھتے ہیں کہ ”آپ حضرت عروۃ الثقییہ کے بڑے خلیفہ ہیں، مدت تک حضرت کی خدمت میں رہ کر سلوک باطنی کی تکمیل کر کے خلافت پائی، اپنے مشائخ کے طریقہ پر خوب کار بند تھے، آپ سے بکثرت خوارق ظہور میں آئے، ان میں ایک یہ تھا کہ زرد کا غدمنہ میں ڈال کر روپیہ بنا کر مستحقوں کو دیتے تھے اسی لئے آپ کو پابندہ طلا کہا جاتا ہے۔ دوسرے صوفی پابندہ پلاس پوش تھے۔ آپ بھی حضرت کے خلفا میں سے تھے، ورع، تقویٰ، زہد، توکل میں بے نظیر تھے، پلاس کے پتوں کو چور کر بیٹھے (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۳۹)

بہر حال صوفی پابندہ محمد کا ایک مختصر مطبوعہ رسالہ ”مجمع البحرین“ ہمارے پیش نظر ہے جس میں درج ہے کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی تکمیل کے بعد جب آپ کو خلیفہ مجاز بنایا گیا تو آپ نے مذکورہ بالا دونوں سلسلوں کے شجرے نئے انداز سے صنعتِ توحیح میں اس طرح مرتب کئے کہ اگر ہر سطر کے تمام پہلے حروف جمع کر لئے جائیں تو حضرات نقشبندیہ کے اسماء گرامی بن جائیں گے اسی طرح اگر ہر سطر کے تمام آخری حروف جمع کئے جائیں تو ان سے حضرات قادریہ کے نامہائے نامی مرتب ہو جائیں گے۔

حافظ پیر محمد

آپ نہایت متقی و پرہیزگار تھے، علم ظاہری میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا، آپ کے تمام مرید عالم فاضل تھے، آپ زہد و توکل، قناعت اور استغناء میں بے نظیر تھے (روضۃ رکن دوم ص ۲۴۸) اور زہدۃ الخواطر میں ہے ”الشیخ العالم الفقیہ پیر محمد جیندی علمائے صالحین میں سے تھے۔ آپ نے حضرت شیخ احمد دیوبندی (خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی) سے تعلیم طریقت حاصل کی اور عرصہ دراز تک ان کی خدمت میں رہے یہاں تک کہ آپ نے اپنے پیر بزرگوار سے علم و معرفت میں کمال حاصل کیا پھر جیند میں قیام پذیر ہو گئے جو ضلع حصار کا ایک قصبہ ہے، عالمگیر بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے آپ کو خطوط لکھا کرتا تھا اور آپ پر بہت مہربان تھا۔ علامہ سہارنپوری نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنی زندگی درس و تدریس میں گزاری اور لوگوں کو بہت فائدہ پہنچایا (نرہ ج ۵ ص ۹۷)

حبیب اللہ حصاری ثم البخاری

صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے گئے اتفاق سے وہاں نیند آگئی تو خواب میں دیکھے ہیں کہ شمال کی جانب سے بکثرت لوگ آرہے ہیں اور ہر ایک کے ہاتھ میں نور کی ایک مشعل ہے درمیان میں تخت پر ایک بزرگ تشریف فرما ہیں، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ محمد معصوم ہیں، اس خواب کے دیکھنے ہی آپ سرسند شریف پہنچے اور حضرت سے بیعت ہو کر خلافت سے مشرف ہوئے بعد ازاں بخارا تشریف لے گئے۔ آپ خراساں اور بادشاہ التہر کے سب سے بڑے شیخ تھے تقریباً چار سو مریدوں کو خلافت سے سرفراز کیا۔ بعض نے خلفا کی تعداد چار ہزار لکھی ہے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے شیخ نعمان مسند نشین ہوئے۔ (روضۃ ج ۲ ص ۳۰ و ۲۳۶ و ۲۳۷ و ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۲۴۰ و ۲۴۱ و ۲۴۲ و ۲۴۳ و ۲۴۴ و ۲۴۵ و ۲۴۶ و ۲۴۷ و ۲۴۸ و ۲۴۹ و ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۲۵۲ و ۲۵۳ و ۲۵۴ و ۲۵۵ و ۲۵۶ و ۲۵۷ و ۲۵۸ و ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ و ۲۶۲ و ۲۶۳ و ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶ و ۲۶۷ و ۲۶۸ و ۲۶۹ و ۲۷۰ و ۲۷۱ و ۲۷۲ و ۲۷۳ و ۲۷۴ و ۲۷۵ و ۲۷۶ و ۲۷۷ و ۲۷۸ و ۲۷۹ و ۲۸۰ و ۲۸۱ و ۲۸۲ و ۲۸۳ و ۲۸۴ و ۲۸۵ و ۲۸۶ و ۲۸۷ و ۲۸۸ و ۲۸۹ و ۲۹۰ و ۲۹۱ و ۲۹۲ و ۲۹۳ و ۲۹۴ و ۲۹۵ و ۲۹۶ و ۲۹۷ و ۲۹۸ و ۲۹۹ و ۳۰۰ و ۳۰۱ و ۳۰۲ و ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵ و ۳۰۶ و ۳۰۷ و ۳۰۸ و ۳۰۹ و ۳۱۰ و ۳۱۱ و ۳۱۲ و ۳۱۳ و ۳۱۴ و ۳۱۵ و ۳۱۶ و ۳۱۷ و ۳۱۸ و ۳۱۹ و ۳۲۰ و ۳۲۱ و ۳۲۲ و ۳۲۳ و ۳۲۴ و ۳۲۵ و ۳۲۶ و ۳۲۷ و ۳۲۸ و ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵ و ۳۳۶ و ۳۳۷ و ۳۳۸ و ۳۳۹ و ۳۴۰ و ۳۴۱ و ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ و ۳۴۵ و ۳۴۶ و ۳۴۷ و ۳۴۸ و ۳۴۹ و ۳۵۰ و ۳۵۱ و ۳۵۲ و ۳۵۳ و ۳۵۴ و ۳۵۵ و ۳۵۶ و ۳۵۷ و ۳۵۸ و ۳۵۹ و ۳۶۰ و ۳۶۱ و ۳۶۲ و ۳۶۳ و ۳۶۴ و ۳۶۵ و ۳۶۶ و ۳۶۷ و ۳۶۸ و ۳۶۹ و ۳۷۰ و ۳۷۱ و ۳۷۲ و ۳۷۳ و ۳۷۴ و ۳۷۵ و ۳۷۶ و ۳۷۷ و ۳۷۸ و ۳۷۹ و ۳۸۰ و ۳۸۱ و ۳۸۲ و ۳۸۳ و ۳۸۴ و ۳۸۵ و ۳۸۶ و ۳۸۷ و ۳۸۸ و ۳۸۹ و ۳۹۰ و ۳۹۱ و ۳۹۲ و ۳۹۳ و ۳۹۴ و ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ و ۳۹۹ و ۴۰۰ و ۴۰۱ و ۴۰۲ و ۴۰۳ و ۴۰۴ و ۴۰۵ و ۴۰۶ و ۴۰۷ و ۴۰۸ و ۴۰۹ و ۴۱۰ و ۴۱۱ و ۴۱۲ و ۴۱۳ و ۴۱۴ و ۴۱۵ و ۴۱۶ و ۴۱۷ و ۴۱۸ و ۴۱۹ و ۴۲۰ و ۴۲۱ و ۴۲۲ و ۴۲۳ و ۴۲۴ و ۴۲۵ و ۴۲۶ و ۴۲۷ و ۴۲۸ و ۴۲۹ و ۴۳۰ و ۴۳۱ و ۴۳۲ و ۴۳۳ و ۴۳۴ و ۴۳۵ و ۴۳۶ و ۴۳۷ و ۴۳۸ و ۴۳۹ و ۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴ و ۴۴۵ و ۴۴۶ و ۴۴۷ و ۴۴۸ و ۴۴۹ و ۴۵۰ و ۴۵۱ و ۴۵۲ و ۴۵۳ و ۴۵۴ و ۴۵۵ و ۴۵۶ و ۴۵۷ و ۴۵۸ و ۴۵۹ و ۴۶۰ و ۴۶۱ و ۴۶۲ و ۴۶۳ و ۴۶۴ و ۴۶۵ و ۴۶۶ و ۴۶۷ و ۴۶۸ و ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۱ و ۴۷۲ و ۴۷۳ و ۴۷۴ و ۴۷۵ و ۴۷۶ و ۴۷۷ و ۴۷۸ و ۴۷۹ و ۴۸۰ و ۴۸۱ و ۴۸۲ و ۴۸۳ و ۴۸۴ و ۴۸۵ و ۴۸۶ و ۴۸۷ و ۴۸۸ و ۴۸۹ و ۴۹۰ و ۴۹۱ و ۴۹۲ و ۴۹۳ و ۴۹۴ و ۴۹۵ و ۴۹۶ و ۴۹۷ و ۴۹۸ و ۴۹۹ و ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ و ۵۰۳ و ۵۰۴ و ۵۰۵ و ۵۰۶ و ۵۰۷ و ۵۰۸ و ۵۰۹ و ۵۱۰ و ۵۱۱ و ۵۱۲ و ۵۱۳ و ۵۱۴ و ۵۱۵ و ۵۱۶ و ۵۱۷ و ۵۱۸ و ۵۱۹ و ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۲۲ و ۵۲۳ و ۵۲۴ و ۵۲۵ و ۵۲۶ و ۵۲۷ و ۵۲۸ و ۵۲۹ و ۵۳۰ و ۵۳۱ و ۵۳۲ و ۵۳۳ و ۵۳۴ و ۵۳۵ و ۵۳۶ و ۵۳۷ و ۵۳۸ و ۵۳۹ و ۵۴۰ و ۵۴۱ و ۵۴۲ و ۵۴۳ و ۵۴۴ و ۵۴۵ و ۵۴۶ و ۵۴۷ و ۵۴۸ و ۵۴۹ و ۵۵۰ و ۵۵۱ و ۵۵۲ و ۵۵۳ و ۵۵۴ و ۵۵۵ و ۵۵۶ و ۵۵۷ و ۵۵۸ و ۵۵۹ و ۵۶۰ و ۵۶۱ و ۵۶۲ و ۵۶۳ و ۵۶۴ و ۵۶۵ و ۵۶۶ و ۵۶۷ و ۵۶۸ و ۵۶۹ و ۵۷۰ و ۵۷۱ و ۵۷۲ و ۵۷۳ و ۵۷۴ و ۵۷۵ و ۵۷۶ و ۵۷۷ و ۵۷۸ و ۵۷۹ و ۵۸۰ و ۵۸۱ و ۵۸۲ و ۵۸۳ و ۵۸۴ و ۵۸۵ و ۵۸۶ و ۵۸۷ و ۵۸۸ و ۵۸۹ و ۵۹۰ و ۵۹۱ و ۵۹۲ و ۵۹۳ و ۵۹۴ و ۵۹۵ و ۵۹۶ و ۵۹۷ و ۵۹۸ و ۵۹۹ و ۶۰۰ و ۶۰۱ و ۶۰۲ و ۶۰۳ و ۶۰۴ و ۶۰۵ و ۶۰۶ و ۶۰۷ و ۶۰۸ و ۶۰۹ و ۶۱۰ و ۶۱۱ و ۶۱۲ و ۶۱۳ و ۶۱۴ و ۶۱۵ و ۶۱۶ و ۶۱۷ و ۶۱۸ و ۶۱۹ و ۶۲۰ و ۶۲۱ و ۶۲۲ و ۶۲۳ و ۶۲۴ و ۶۲۵ و ۶۲۶ و ۶۲۷ و ۶۲۸ و ۶۲۹ و ۶۳۰ و ۶۳۱ و ۶۳۲ و ۶۳۳ و ۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ و ۶۳۷ و ۶۳۸ و ۶۳۹ و ۶۴۰ و ۶۴۱ و ۶۴۲ و ۶۴۳ و ۶۴۴ و ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۴۷ و ۶۴۸ و ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۵۱ و ۶۵۲ و ۶۵۳ و ۶۵۴ و ۶۵۵ و ۶۵۶ و ۶۵۷ و ۶۵۸ و ۶۵۹ و ۶۶۰ و ۶۶۱ و ۶۶۲ و ۶۶۳ و ۶۶۴ و ۶۶۵ و ۶۶۶ و ۶۶۷ و ۶۶۸ و ۶۶۹ و ۶۷۰ و ۶۷۱ و ۶۷۲ و ۶۷۳ و ۶۷۴ و ۶۷۵ و ۶۷۶ و ۶۷۷ و ۶۷۸ و ۶۷۹ و ۶۸۰ و ۶۸۱ و ۶۸۲ و ۶۸۳ و ۶۸۴ و ۶۸۵ و ۶۸۶ و ۶۸۷ و ۶۸۸ و ۶۸۹ و ۶۹۰ و ۶۹۱ و ۶۹۲ و ۶۹۳ و ۶۹۴ و ۶۹۵ و ۶۹۶ و ۶۹۷ و ۶۹۸ و ۶۹۹ و ۷۰۰ و ۷۰۱ و ۷۰۲ و ۷۰۳ و ۷۰۴ و ۷۰۵ و ۷۰۶ و ۷۰۷ و ۷۰۸ و ۷۰۹ و ۷۱۰ و ۷۱۱ و ۷۱۲ و ۷۱۳ و ۷۱۴ و ۷۱۵ و ۷۱۶ و ۷۱۷ و ۷۱۸ و ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۲۱ و ۷۲۲ و ۷۲۳ و ۷۲۴ و ۷۲۵ و ۷۲۶ و ۷۲۷ و ۷۲۸ و ۷۲۹ و ۷۳۰ و ۷۳۱ و ۷۳۲ و ۷۳۳ و ۷۳۴ و ۷۳۵ و ۷۳۶ و ۷۳۷ و ۷۳۸ و ۷۳۹ و ۷۴۰ و ۷۴۱ و ۷۴۲ و ۷۴۳ و ۷۴۴ و ۷۴۵ و ۷۴۶ و ۷۴۷ و ۷۴۸ و ۷۴۹ و ۷۵۰ و ۷۵۱ و ۷۵۲ و ۷۵۳ و ۷۵۴ و ۷۵۵ و ۷۵۶ و ۷۵۷ و ۷۵۸ و ۷۵۹ و ۷۶۰ و ۷۶۱ و ۷۶۲ و ۷۶۳ و ۷۶۴ و ۷۶۵ و ۷۶۶ و ۷۶۷ و ۷۶۸ و ۷۶۹ و ۷۷۰ و ۷۷۱ و ۷۷۲ و ۷۷۳ و ۷۷۴ و ۷۷۵ و ۷۷۶ و ۷۷۷ و ۷۷۸ و ۷۷۹ و ۷۸۰ و ۷۸۱ و ۷۸۲ و ۷۸۳ و ۷۸۴ و ۷۸۵ و ۷۸۶ و ۷۸۷ و ۷۸۸ و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ و ۷۹۳ و ۷۹۴ و ۷۹۵ و ۷۹۶ و ۷۹۷ و ۷۹۸ و ۷۹۹ و ۸۰۰ و ۸۰۱ و ۸۰۲ و ۸۰۳ و ۸۰۴ و ۸۰۵ و ۸۰۶ و ۸۰۷ و ۸۰۸ و ۸۰۹ و ۸۱۰ و ۸۱۱ و ۸۱۲ و ۸۱۳ و ۸۱۴ و ۸۱۵ و ۸۱۶ و ۸۱۷ و ۸۱۸ و ۸۱۹ و ۸۲۰ و ۸۲۱ و ۸۲۲ و ۸۲۳ و ۸۲۴ و ۸۲۵ و ۸۲۶ و ۸۲۷ و ۸۲۸ و ۸۲۹ و ۸۳۰ و ۸۳۱ و ۸۳۲ و ۸۳۳ و ۸۳۴ و ۸۳۵ و ۸۳۶ و ۸۳۷ و ۸۳۸ و ۸۳۹ و ۸۴۰ و ۸۴۱ و ۸۴۲ و ۸۴۳ و ۸۴۴ و ۸۴۵ و ۸۴۶ و ۸۴۷ و ۸۴۸ و ۸۴۹ و ۸۵۰ و ۸۵۱ و ۸۵۲ و ۸۵۳ و ۸۵۴ و ۸۵۵ و ۸۵۶ و ۸۵۷ و ۸۵۸ و ۸۵۹ و ۸۶۰ و ۸۶۱ و ۸۶۲ و ۸۶۳ و ۸۶۴ و ۸۶۵ و ۸۶۶ و ۸۶۷ و ۸۶۸ و ۸۶۹ و ۸۷۰ و ۸۷۱ و ۸۷۲ و ۸۷۳ و ۸۷۴ و ۸۷۵ و ۸۷۶ و ۸۷۷ و ۸۷۸ و ۸۷۹ و ۸۸۰ و ۸۸۱ و ۸۸۲ و ۸۸۳ و ۸۸۴ و ۸۸۵ و ۸۸۶ و ۸۸۷ و ۸۸۸ و ۸۸۹ و ۸۹۰ و ۸۹۱ و ۸۹۲ و ۸۹۳ و ۸۹۴ و ۸۹۵ و ۸۹۶ و ۸۹۷ و ۸۹۸ و ۸۹۹ و ۹۰۰ و ۹۰۱ و ۹۰۲ و ۹۰۳ و ۹۰۴ و ۹۰۵ و ۹۰۶ و ۹۰۷ و ۹۰۸ و ۹۰۹ و ۹۱۰ و ۹۱۱ و ۹۱۲ و ۹۱۳ و ۹۱۴ و ۹۱۵ و ۹۱۶ و ۹۱۷ و ۹۱۸ و ۹۱۹ و ۹۲۰ و ۹۲۱ و ۹۲۲ و ۹۲۳ و ۹۲۴ و ۹۲۵ و ۹۲۶ و ۹۲۷ و ۹۲۸ و ۹۲۹ و ۹۳۰ و ۹۳۱ و ۹۳۲ و ۹۳۳ و ۹۳۴ و ۹۳۵ و ۹۳۶ و ۹۳۷ و ۹۳۸ و ۹۳۹ و ۹۴۰ و ۹۴۱ و ۹۴۲ و ۹۴۳ و ۹۴۴ و ۹۴۵ و ۹۴۶ و ۹۴۷ و ۹۴۸ و ۹۴۹ و ۹۵۰ و ۹۵۱ و ۹۵۲ و ۹۵۳ و ۹۵۴ و ۹۵۵ و ۹۵۶ و ۹۵۷ و ۹۵۸ و ۹۵۹ و ۹۶۰ و ۹۶۱ و ۹۶۲ و ۹۶۳ و ۹۶۴ و ۹۶۵ و ۹۶۶ و ۹۶۷ و ۹۶۸ و ۹۶۹ و ۹۷۰ و ۹۷۱ و ۹۷۲ و ۹۷۳ و ۹۷۴ و ۹۷۵ و ۹۷۶ و ۹۷۷ و ۹۷۸ و ۹۷۹ و ۹۸۰ و ۹۸۱ و ۹۸۲ و ۹۸۳ و ۹۸۴ و ۹۸۵ و ۹۸۶ و ۹۸۷ و ۹۸۸ و ۹۸۹ و ۹۹۰ و ۹۹۱ و ۹۹۲ و ۹۹۳ و ۹۹۴ و ۹۹۵ و ۹۹۶ و ۹۹۷ و ۹۹۸ و ۹۹۹ و ۱۰۰۰)

شیخ زین العابدین مہدی | آپ یمن کے جید عالم تھے، درس و تدریس چھوڑ کر حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوک باطنی کی تکمیل کے بعد خلافت و اجازت سے سرفراز ہو کر

مدینہ منورہ چلے گئے وہاں بکثرت لوگوں نے فیض حاصل کیا۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۲۲)

ملا سجاول | اخون عبدالحق سجاول، آپ بھی حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کے خلیفہ ہیں، طاہری و باطنی دونوں علوم کے ماہر تھے، شرح وقایہ بزبان فارسی آپ نے اپنے پیرومرشد کے

نام معنون کی ہے۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۲۶)

میر شرف الدین حسین | میر شرف الدین حسین بن میر عماد الدین محمد بن المحسنی الہروی اندجانی لاہوری حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مخصوص خلفا میں سے تھے، سلوک باطنی کی تکمیل کے بعد

خلافت سے مشرف ہوئے (روضہ ص ۲۲۲) آپ نے مخدوم زادہ عالی مرتبت حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ کی فرمائش پر مکتوبات معصومیہ کے دفتر دوم کو مرتب کیا اور اس کا تاریخی نام "وسیلۃ السعادت" رکھا۔ افسوس کہ آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔

خواجہ عبدالرحمن | آپ فراآسمان ترکستانی علاقے کے رہنے والے تھے اور حضرت عروۃ الوثقیٰ رحمہ کے مخصوص خلفا میں سے ہیں۔ آپ نے سلوک طے کرنے میں بڑی مشقت اٹھائی، بعد

تکمیل حضرت نے آپ کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرما کر ان کے وطن ترکستان بھیج دیا وہاں ہزار ہا ترک آپ کے مرید ہوئے اور بکثرت خرق عادات کرامات آپ سے ظہور میں آئیں۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۲۱)

ملا عبدالرزاق | آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے صاحب جذبہ قوی خلیفہ تھے (روضہ ص ۲۲۵) ممکن ہے کہ آپ شیخ عبدالرزاق لاہوری ہوں جن کا تذکرہ نرہضۃ الخواطر ج ۵ ص ۲۱۹ پر اس طرح درج ہے،

الشیخ العالم الصالح عبدالرزاق بن عبدالوہاب بن عبدالقادر بن محمد بن زین العابدین بن عبدالقادر بن محمد شریف الکحسی الاچی لاہوری۔ آپ فضل و صلاح میں مشہور حضرات میں سے ہیں، اپنے والد بزرگوار سے طریقاً اذکیا اور حرمین شریفین گئے اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے وہاں کے شیوخ سے بھی استفادہ کیا پھر ہندوستان آکر لاہور میں قیام کیا۔ ۲۲ ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

خواجہ عبدالصمد کابلی | آپ کابل سے دو کوس کے فاصلے پر دبیہ یعقوبی ایک گاؤں کے خواجہ زادوں میں سے تھے، جب حضرت عروۃ الوثقیٰ کی کابل میں شہرت ہوئی تو بے اختیار حضرت کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہو کر عرصہ تک فیض صحبت حاصل کرتے رہے حضرت نے ازراہ عنایت آپ کو

خلافت عطا فرما کر وطن بھیج دیا، وہاں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی بلکہ ایک زمانہ میں کابل کی حکمرانی بھی آپ کی اولاد کو حاصل تھی (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۲ و ۲۳۸)

شیخ عبدالکریم کابلی | آپ بھی حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفائے سنی سے تھے چنانچہ حضرت ایک مکتوب میں آپ کے

تخریر فرماتے ہیں "آپ کے احوال و اطوار کے استقامت کی جو خبریں سننے میں آتی ہیں مسرت کا سبب ہوتی ہیں (چند سطروں کے بعد) اور گوشہ نشینی و تنہائی کی طرف بہت زیادہ راغب رہیں اور جن لوگوں کو آپ نے تعلیم و تربیت دی ہے ان کے احوال میں مشغول رہیں اور آپ کو جتنی تعداد کیلئے طریقہ سکھانے کی اجازت دی گئی تھی اگر وہ تعداد پوری ہو چکی ہو تو مزید اتنی ہی تعداد لوگوں کو طریقہ کی تعلیم دے سکتے ہیں۔ (مکتوبات معصومیہ فرم مکتوب ۱۲)

شیخ عبداللطیف | آپ حضرت مجدد الف ثانی کے بھتیجے شیخ عبدالقادر کے فرزند، حضرت عروۃ الوثقیٰ کے

کے ہمیشہ زادے حضرت خدیجہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے سلوک کی تکمیل حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں کی، بعد ازاں حضرت خواجہ سیف الدین کی خدمت سے بھی فیض حاصل کیا شریعت اور طریقت کے بڑے پابند تھے علم ظاہری بھی بدرجہ کمال حاصل تھا۔ (روضۃ القیومیہ رکن اول ص ۳۱۷)

شیخ عبداللہ قہوجی | آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خصوصی مرید و خلیفہ تھے، حضرت کے لئے قہوہ پکانے کی خدمت

آپ کے سپرد تھی اسی لئے قہوجی لقب پڑ گیا، سلوک کی تکمیل کے بعد حضرت نے آپ کو خلافت عطا فرما کر مکہ معظمہ بھیج دیا وہاں بہت لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ (روضہ ص ۲۴)

ملا عطار اللہ سوتی | آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے قدیم اجاب ہیں سے ہیں، سلوک کی تکمیل کے بعد حضرت کے

خلافت پائی حضرت نے آپ کو بند رسورت بھیج دیا، وہاں آپ کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی، نہایت مستقیم الاحوال بزرگ تھے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے روضہ مبارک کے لئے آپ نے ایک قرآن شریف اپنے ہاتھ سے لکھا تھا جو طول و عرض کے اعتبار سے بہت بڑا تھا۔ (روضہ ص ۲۴۱)

شیخ عمر الحضرمی | آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بڑے خلفا اور یمن کے جید علماء میں سے تھے، درس تدریس

چھوڑ کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوک کی تکمیل کر کے خلافت پائی، حضرت کی طرف سے اجازت تھی لیکن آپ نے

حضرت کی متابعت میں حنفی مذہب اختیار کیا، یمن میں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی (روضہ ص ۲۴۴) آپ کے

متعلق نثرۃ الخواطر جلد ۵ ص ۲۸۹ میں ہے: شیخ عمر الحضرمی: السید الشریف عمر بن علی بن عبداللہ بن علی بن عمر بن سالم بن

محمد باعلوی الشافعی الحضرمی مشہور زہاد میں سے ہیں، صبر و تسلیم اور رضا میں ممتاز تھے، ظفار (موجودہ حکومت مسقط و

عمان) میں ۱۲۰ھ میں ولادت ہوئی، چونکہ باپ کے بہت لاڈلے تھے اس لئے آپ کے والد بزرگوار نے آپ کی تربیت کا

بہت خیال رکھا، بعد ازاں اپنے چچا زاد بھائی سید عقیل بن عمران باعمر علوی کی صحبت اختیار کی اور ان کی تعلیم و تربیت سے

مستفیض ہوئے اور انھوں نے آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ صاحب کرامات بزرگوں میں سے تھے، ۱۶۲ھ میں ہندوستان تشریف لائے اور سید ابی بکر بن حسین فقیہ بیجاپوری سے خرقہ خلافت حاصل ہوا اور بیجاپور ہی میں قیام پذیر ہو گئے۔ آپ کے خادم محمد بن قشقاش کا بیان ہے کہ میں نے آپ کی بہت سی کرامات دیکھی ہیں اور آپ مجھے ان کرامات کے مخفی رکھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب آپ زیادہ علیل ہو گئے تو وفات کی شب کو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر تو کوئی عجیب چیز دیکھے تو گھبرانا نہیں، چنانچہ رات کے آخری حصہ میں میں نے ایک نور دیکھا جس سے ہر چیز منور ہو گئی جس کی وجہ سے میرے دل میں ہیبت اور کپکپی پیدا ہو گئی پھر میں آپ کے قریب گیا تو آپ کو مردہ پایا۔ آپ کی وفات ۳۵۰ھ میں ہوئی۔ (ترغیبات خواطر ج ۵ ص ۲۸۹)

آپ بھی حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفائے معصومین سے ہیں کیونکہ حضرت اپنے ایک مکتوب میں حاجی محمد افغان

آپ کو تحریر فرماتے ہیں "آپ نے اپنے اور اپنے مریدوں کے لئے توہمات کی درخواست کی تھی کبھی کبھی توجہ کی جاتی ہے انشاء اللہ مرید توجہ کی جائے گی" (مکتوبات معصومیہ ذقراول مکتوب ۳)

خواجه محمد حنیف کابل

آپ کا بل اکابرین میں سے تھے، حضرات خواجہ میر محمد نعمان سے آپ کے بہت تعلقات تھے میر صاحب موصوف نے ۱۰۳۷ھ میں آپ کو حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں سرسند شریف لیجا کر مرید کرایا۔ آپ کی اعلیٰ صلاحیت کی وجہ سے حضرت آپ پر بہت ہرمان تھے، تکمیل سلوک کے بعد حضرت نے آپ کو خلافت عطا فرما کر کابل بھیجا دیا وہاں بے شمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے (روضہ ص ۲) خواجہ صاحب تصرفات عظیمہ اور خوارق کریمہ رکھتے تھے چنانچہ حضرت خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ کا کابل کے دوران قیام میں جب دوسرا نکاح ہوا تو اتفاقاً نکاح کی شب کو دردِ شقیقہ کی تکلیف ہو گئی اور آپ صاحب فراموش ہو گئے۔ خواجہ محمد حنیف حضرت حجۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ لوگ منتظر بیٹھے ہیں نکاح کے لئے تشریف لے چلیں حضرت نے اپنی حالت بیان کی۔ خواجہ صاحب نے تصرف کر کے اُس درد کو اپنے اوپر لے لیا اور حضرت نے شفا پائی اور نکاح کے لئے تشریف لے گئے (روضہ ص ۲۳۴) خواجہ محمد حنیف نے اپنے پیر و مرشد کی جیات ہی میں مست نشینی کے پختہ لیسویں سال (یعنی ۱۰۷۸ھ) میں وفات پائی (روضہ ص ۱۴) لیکن صفحہ ۲۳۲ پر سنہ وفات ۱۰۷۵ھ درج ہے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ کو آپ کی وفات کا بہت صدمہ ہوا اور اپنے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ کو تعزیت کے لئے کابل بھیجا وہاں کے تمام وضع و شریف صاحبزادے موصوف سے مرید ہوئے (روضہ ص ۱۴) آپ کا فرار کابل کے قریب بابا خانو گاؤں میں ہے (روضہ ص ۲۳۴)

شیخ محمد خلیل اللہؒ | آپ حضرت خازن الرحمہ خواجہ محمد سعید قدس سرہ کے چھٹے فرزند، آپ حضرت

عروۃ الوثقیٰ کے مرید ہوئے اور تعلیم طریقت حضرت ہی کی خدمت میں حاصل کیا، لیکن تکمیل نہ ہو سکی تھی کہ حضرت کا وصال ہو گیا بعد میں حضرت حجۃ اللہ کی خدمت میں تکمیل کی۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ اور حضرت حجۃ اللہ نے آپ کے حق میں بہت خوشخبریاں دی تھیں، آپ علم و حلم اور ورع و تقویٰ سے بدرجہ کمال آراستہ تھے، شریعت و طریقت کے بڑے پابند تھے ۱۳۱ھ میں اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی قبر کے محاذی مغرب کی طرف مدفون ہوئے یعنی حضرت مجدد الف ثانی اور آپ کی قبر کے درمیان صرف ایک دیوار ہے (روضۃ القیومیہ رکن اول ص ۳۰۲ و ۳۰۵)

میر محمد زاہد | میر محمد زاہد بن قاضی اسلم ہراتی حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مخصوص اجاب میں سے تھے

علم ظاہر و باطن میں کمال حاصل تھا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں سلوک باطنی کامل طور پر حاصل کر کے خلافت پائی، آپ اپنے وقت کے جید عالم تھے علم منطق سے متعلق رسالہ میرزاہد آپ ہی کی تصنیف ہے علاوہ ازیں آپ کی اور بھی تصانیف ہیں (روضہ منہج ۲۲) آپ نے شرح مواقف اور دوسری درسی کتابوں پر بھی حواشی لکھے (ماثر الامار ج ۳ ص ۸۲) شاہجہاں بادشاہ نے رمضان المبارک ۱۰۶۲ھ میں آپ کو کابل میں واقعہ نویسی کے عہدہ پر مقرر کیا اور عالمگیر نے آپ کو اپنے جلوں ہشتم میں لشکر کا محتسب مقرر کیا بعد ازاں کابل کی صدارت تفویض کی۔ ۱۱۶۸ھ میں آپ نے کابل میں وفات پائی۔ (ماثر الکرام ص ۲۰۸ و ۲۰۹)

محمد شاکر | آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفا میں سے ہیں صاحب فنا و بقا تھے (روضہ منہج ۲۲)

ممکن ہے کہ آپ ہی محمد شاکر سپر مولانا بدرالدین سرسندی صاحب حضرات القدس ہوں جنہوں نے حضرت عروۃ الوثقیٰ کے سفرنامہ حج "یواقیت الحرمین" نامی رسالہ کا "حسبات الحرمین" کے نام سے فارسی میں ترجمہ کیا راقم الحروف نے اس کا اردو ترجمہ پیش نظر تالیف میں شامل کر دیا ہے (مؤلف)

خواجہ محمد شریف بخاری | آپ بخارا کے مشہور عالم تھے علم معقول و منقول میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے حضرت

عروۃ الوثقیٰ کے خلفا سے باطنی سلوک حاصل کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے آپ کو ولایت ثلاثہ، کمالات تبوت اور خفائق ثلاثہ کی خوشخبری دیکر خلافت عنایت فرمائی (روضہ منہج ۲۵ و ۲۳)

شیخ محمد شریف کابلی | آپ خواجہ محمد صدیق پشاوری کے مرید خاص تھے خواجہ صاحب نے تکمیل سلوک کے

بعد آپ کو خلافت عطا فرما کر کابل بھیج دیا وہاں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور کثرت مخلوق آپ کے حلقہ میں شامل ہو گئی، سو اتفاق کہ آپ شیطانی وساوس کی بنا پر خود پسندی اور تکبر کا شکار ہو گئے حتیٰ کہ اپنے پیر خواجہ محمد صدیق سے بھی خود کو بڑا بزرگ سمجھنے لگے اور خواجہ صاحب سے راہ و رسم ترک کر دی

خواجہ صاحب کو آپ کی ان حرکات سے بہت رنج پہنچا حتیٰ کہ ناراض ہو کر نسبت سلب کر لی (روضہ ص ۳۱۳) خواجہ صاحب نے تفصیلی عریضہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں بھی ارسال کر دیا۔ حضرت اُس عریضہ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: آپ نے صوفی محمد شریف کی بے ادبیوں کے بارے میں دوبارہ لکھا ہے، میرے محذوم! اس نے جو بے ادبی کی ہے صرف آپ ہی کے ساتھ نہیں کی بلکہ اس سلسلہ کے بزرگوں کے ساتھ بھی کی ہے، جب آپ جو کہ اس کے پیر ہیں اس سے آزر رہیں گے تو ہمارے لئے اس کے ساتھ کیا آشنائی رہے گی۔ انتقامی قوت اس فقیر میں بہت کم ہے دو کلمے غیرت کے نقل سے اس کو لکھے گئے ہیں اگر اس نے اثر قبول کیا تو اچھا ہے ورنہ وہ جانے اور اس کا کام (مکتوبات معصومیہ مکتوب ۱۱۱) اور ایک مکتوب بطور تنبیہ شیخ محمد شریف کو بھی تحریر فرمایا: ”حمد و صلوة کے بعد بیان کیا جاتا ہے، اس آشنائیں سنا گیا کہ تم نے مولانا محمد صدیق کو جو کہ تمہارے پیر ہیں رنج پہنچایا ہے اور گستاخیاں و بے ادبیاں کی ہیں اور سابقہ سلوک میں بہت تبدیلیاں آگئی ہیں اور مولانا تم سے بہت زیادہ رنجیدہ ہیں اس حد تک کہ معاملہ تبری (بیزاری) اور اجازت کے سلب تک پہنچ گیا ہے، ان تواضعات اور فنایتوں اور خدا طلبیوں سے جو کہ تم سے ظاہر ہوتی تھیں یہ امور بہت ہی خلاف توقع اور نہایت ہی تعجب خیز ہیں، جب تم اپنے پیر سے قطع تعلق کرتے ہو تو پھر کس کے ساتھ تعلق جوڑتے ہو شاید اللہ تعالیٰ جل شانہ سے بھی قطع تعلق چاہتے ہو مریدوں کی وجہ سے پیر سے قطع تعلق نہیں کرنا چاہئے اور مخلوق کی رضامندی کیلئے خالق تعالیٰ شانہ سے قطع تعلق نہیں کیا جاسکتا۔ کتنی تکلیف دہ بات ہے کہ دنیا سے حقوق اٹھ گئے، تمہارے جیسے لوگوں سے بھی اس قسم کی نازیبا حرکات ظاہر ہوتی ہیں پس دوستوں اور اہل ارادت سے اعتماد اٹھ گیا جو شخص تربیت حاصل کر لے گا اور کچھ قبولیت ہم پہنچالے گا یا وہ کسی وقت بھی کچھ صفائی (اپنے اندر) دیکھے گا وہ پیر سے روگردانی اور ترک آشنائی اختیار کر لے گا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (مکتوبات معصومیہ مکتوب ۱۱۲) اس مکتوب کے پہنچنے پر شیخ محمد شریف بہت گھبرائے اور پشیمان ہو کر اپنے پیر کی خدمت میں ندامت و شرمندگی کے عریضے لکھے نیز حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں بھی ندامت و پشمانی کا ایک عریضہ ارسال کیا۔ حضرت کو آپ کے حال پر رحم آیا اور مولانا محمد صدیق کو ایک سفارشی مکتوب تحریر فرمایا۔ آخر محمد شریف کا بلی پشاور پہنچے اور اپنے چہرے پر سیاہی لگا کر بگڑی گلی میں ڈال کر مولانا محمد صدیق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معافی مانگی، مولانا کو بھی آپ کے حال پر رحم آگیا اور معاف کر دیا۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۳۱۳)

حافظ محمد صادق کابلی | آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بڑے خلفا میں سے ہیں۔ جب عالمگیر بادشاہ نے حضرت سے درخواست کی کہ آپ اپنے کسی خلیفہ کو میرے پاس بھیجیں تاکہ میں اس کی صحبت سے مستفیض ہو سکوں تو حضرت نے آپ کو بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ بادشاہ نے آپ کی صحبت سے بہت استفادہ کیا اور شکر کے اکثر لوگ آپ کے مرید ہو گئے۔ (روضہ ص ۲۲)

مولانا محمد صدیق پشوری | آپ وہی مولانا محمد صدیق ہیں جن کے خلیفہ شیخ شریف کابلی سے ناراضگی کا

تذکرہ اوپر گزر چکا ہے) آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بڑے خلفاء اور توران کے خواجہ زادوں میں سے تھے۔ مرید ہونے کے حالات اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بلخ سے سمرقند جا رہا تھا راستہ میں کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی جو ہندوستان جا رہے تھے معلوم ہوا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں جا رہے ہیں، میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس زمانے میں بھی ایسا شیخ موجود ہے جس کی خدمت میں اس کثرت سے لوگ حاضر ہو رہے ہیں، اس واقعہ سے میرے دل میں بھی حضرت کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہو گیا اور میں نے استخارہ کیا تو خواب میں دیکھا کہ فرشتے آسمان سے اتر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہم حضرت عروۃ الوثقیٰ کی زیارت کیلئے جا رہے ہیں لہذا خواب سے بیدار ہونے کے بعد میں ایک جماعت کے ہمراہ ہولیا جو حضرت کی خدمت میں جا رہی تھی اور سر ہند پہنچ کر حضرت سے بیعت ہو گیا۔ صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ مولانا محمد صدیق کو بعد تکمیل سلوک خلافت سے مشرف فرما کر پشاور بھیجا وہاں آپ کو قبولیت عامہ حاصل ہوئی، بہت لوگ آپ کی وجہ سے راہ یاب ہوئے اور خلافت پائی۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۳۲)

حاجی محمد عاشور | حاجی محمد عاشور بن حاجی میرزا محمد البخاری اکیسینی حضرت عروۃ الوثقیٰ کے

بڑے خلفائے اور مخصوص احباب میں سے ہیں۔ حضرت آپ پر غایت درجہ مہربان تھے، سلوک طریقت کی تکمیل کے بعد حضرت نے آپ کو خلافت عطا فرمائی، آپ بہت مستقیم الاحوال تھے۔ (روضہ ۲۳۸) مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد نقشبند کے ارشاد پر آپ نے حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مکتوبات کا تیسرا دفتر مرتب کیا جس کی ابتدائی تاریخ "مکاتبات قطب زباں" اور تاریخ تکمیل "مکاتبات زقطب زباں" ہے۔ باقی حالات معلوم نہ ہو سکے۔

حاجی محمد فضل اللہ | آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی دختر حضرت خدیجہ کے نور چشم اور حضرت

عروۃ الوثقیٰ کی دختر نیک اختر سے منسوب تھے۔ آپ نے سلوک طریقت حضرت عروۃ الوثقیٰ سے حاصل کیا اور حضرت خواجہ محمد نقشبند کی صحبت سے کمال کو پہنچے، آپ کو ظاہری علوم میں بھی کمال حاصل تھا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے پابند اور بدعت سے سخت متنفر تھے۔ (روضہ رکن اول ص ۳۱۸)

حافظ محمد محسن | آپ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد میں سے (نواسے) تھے، جامع علوم عقلیہ

نقلیہ اور اپنے زمانے کے علمائے ممتاز تھے، شہر دہلی کے دانشمندیوں میں سے کوئی بھی ان کے سامنے بول نہیں سکتا تھا، بعد ازاں ہدایت ربانی کی کشش سے حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوک طریقت میں مشغول ہو گئے، آخر طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی تکمیل کے بعد خلافت پائی، ورع و تقویٰ اور زہد و ریاضت میں بیکٹے روز گزار تھے۔ آپ سے حضرت نور محمد بدایونی اور دیگر حضرات نے طریقہ اخذ کیا۔ ۱۱۴۰ھ

میں وفات پائی۔ آپ کا مزار دہلی میں مقبرہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے غریب میں ایک چموزہ پر ہے (خرنیتہ الاصفیاء) ^{۶۲۶}

ملاحسن کابلی آپ بھی حضرت کے خلفائے سے ہیں آپ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان المبارک میں حضرت عروۃ الوثقیٰ معکف تھے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ

آرام فرما رہے ہیں اور چہرہ مبارک پر چادر لی ہوئی ہے میں آہستہ سے بیٹھ گیا اور دل میں کہا کہ خوابِ غفلت معلوم ہونا ہے حالانکہ اولیاء کرام کو نیند نہیں آنی چاہئے۔ اس خطرہ کے آتے ہی آپ نے سر اٹھایا اور یہ شعر پڑھا

سحر کر شتمہ وصلش بخواب میدیدم زہے مراتب خوابے کہ بہ زبیداری است

[میں اس کے وصل کے کرشمہ کا جادو خواب میں دیکھتا ہوں، ایسے خواب کے مراتب بیداری سے بدرجہا بہتر ہیں] اس جواب نے مجھے چونکا دیا اور بہ ہزار عذر اپنے قصور کی معافی کا خواستگار ہوا (خرنیتہ الاصفیاء ص ۶۲۶) حضرات القدس (۲)

شیخ محمد یوسف آپ ملتان کے مشہور گریجویٹ خاندان کے پیرزادہ اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مخصوص

خلفائے سے تھے، حضرت آپ پر بہت مہربان تھے اور بعد تکمیل سلوک خلافت عطا فرما کر آپ کو ملتان بھیج دیا جہاں آپ کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی وہاں کے گرد و نواح میں آپ کے ذریعہ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا بہت رواج ہوا۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۴۰)

شیخ مراد شامی آپ ہندوستان کے مشائخ اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بڑے خلفائے سے تھے، علمی

قابلیت بھی زیادہ تھی لیکن جذبہ عشقِ الہی کی وجہ سے حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ حضرت نے بھی آپ پر بہت شفقت و مہربانی فرمائی اور خصوصی توجہ کے ساتھ بہت تھوڑے عرصہ میں خلافت عطا فرما کر ملک شام روانہ کر دیا۔

آپ نے عرض کیا کہ میں ایک کمزور آدمی ہوں نیز علمی سرمایہ بھی نہیں اس لئے وہاں مجھ سے اس طریقہ عالیہ کی کیا تبلیغ ہوگی حضرت نے فرمایا کہ میں نے خواجگانِ عالیہ کی رائے سے تمہارا انتخاب کیا ہے اس لئے کسی قسم کا فکر نہ کرو انشاء اللہ کامیابی ہوگی، بعد ازاں فرمایا کہ پہلے ماورالنہر جا کر شیخ حبیب اللہ سے ملاقات کرو پھر ایران کے راستہ ملک شام پہنچو بیت المقدس

میں مقیم ہو جاؤ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور چند دن شیخ حبیب اللہ کی خدمت میں قیام کر کے ایران ہوتے ہوئے شام پہنچ گئے، وہاں کے علماء و مشائخ جو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مرید تھے آپ کا استقبال کیا اور طبری عزت کے ساتھ

بیت المقدس میں قیام کا انتظام کیا۔ وہاں آپ کو طبری مقبولیت حاصل ہوئی اور بڑے بڑے علماء و مشائخ آپ کے حلقہ میں شامل ہونے لگے اور بکثرت لوگ آپ کے مرید ہو گئے۔ جب سلطانِ روم کو معلوم ہوا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اپنا ایک خلیفہ بیت المقدس بھیجا ہے تو اس نے آپ کے ذاتی خرچ کے لئے ایک لاکھ دینار اور خانقاہ کے اخراجات کیلئے تین لاکھ دینار سالانہ مقرر کر دیئے۔ علاوہ ازیں بھی فتوحات ہونے لگیں۔ نقل ہے کہ جب آپ پہلی مرتبہ حج کے لئے تشریف لگے

تو آپ معذوری کے سبب تخت پر بیٹھ کر حرم شریف میں حاضر ہوئے اور اسی پر طواف و ارکان حج ادا کئے اور بہ شرف اس سے قبل کسی ولی یا بادشاہ کو حاصل نہیں ہوا تھا اور جب حضرت عروۃ الوثقیٰ حج کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کے اخراجات میں بڑا حصہ شیخ مراد ہی کا تھا، نیز حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانیؒ دو مرتبہ حج کیلئے تشریف لے گئے تو ہر دو مرتبہ شیخ مراد شام سے حاضر خدمت ہو کر تمام اخراجات برداشت کرتے اور ہر طرح کی خدمت بجالاتے۔ شیخ مراد ملک شام، روم، عرب اور یمن کے تمام مشائخ سے زیادہ بزرگ تھے، بہت لوگ آپ کی صحبت بابرکت سے فیض حاصل کر کے کمال کو پہنچے اور خلافت پائی۔ شیخ مراد کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ محمد سجادہ نشین اور خانقاہ کے متولی ہوئے، دوسرے صاحبزادے شیخ مصطفیٰ تھے۔ (روضۃ القیومیہ کن دم ص ۷۲ تا ۷۶ و ۲۳۶ و ۲۳۷)

میرک معین الدین | میرک معین الدین بن میرک حسین بن میرکمال بن میر حسن خوانی ہراتی۔ میر حسن قصبہ خواف اکبری دور میں ہندوستان آئے، میرک حسین نے جہانگیر کے دربار میں بڑی عزت پائی اور اپنے لڑکے میرک معین الدین کی تعلیم تربیت کا بہت خیال رکھا، چنانچہ میرک معین الدین بعد تحصیل علوم شاہی نوکری پر فائز ہو گئے۔ ۱۰۵۸ھ میں بعہد شاہجہاں بخشی گری اور واقعہ نویسی صوبہ اجمیر کا کام آپ کے سپرد ہوا۔ شیخ معروف بھکری نے اپنی تالیف "ذخیرۃ الخوانین" میں (جوش ۱۰۶۸ھ کی تصنیف ہے) لکھا ہے کہ "میرک معین الدین پسر میرک حسین خوانی کے باپ دادا کی بزرگی آفتاب سے زیادہ روشن ہے" میرک معین الدین اس عالم شباب میں فہم و فراست اور حسن خط کے اندر بہرہ کامل رکھتے ہیں، صاحب آثار الامراء نے آپ کی شان میں لکھا ہے "خان آفرش نشان، میرک معین الدین احمد امانت خاں خوانی، راستی مش دیدہ و حقیقت بین، فقیر مشرب، غنی مزاج، فرشتہ خو، پسندیدہ عادت، صاحب مروت، عالی فطرت، صاحب یانت امانت تھا" میرک معین الدین ۱۰۶۲ھ میں شاہجہاں کی طرف سے خدمت دیوانی و بخشی گری اور واقعہ نویسی صوبہ بلتان سے ممتاز ہوئے پنجاب کی پبلک آپ کے صلاح و تقویٰ کو دیکھ کر مریدوں کی طرح پیش آتی تھی، اس علاقہ میں آپ میرک جیو کے نام سے مشہور تھے بلتان سے دو کوس کے فاصلہ پر ایک بلغ اور ایک جوہلی بنائی جو کوٹلہ میرک جیو کے نام سے مشہور ہے۔ عہد عالمگیری میں آپ کو کابل کا دیوان اور امانت خاں کے خطاب سے نوازا گیا، بعد ازاں دیوانی صوبہ لاہور بھر دکن کی دیوانی وغیرہ پر مامور ہوئے، آپ کا انتقال ۱۰۹۵ھ میں ہوا اور شہر اورنگ آباد کے جنوب میں نزد درگاہ شاہ نور حامی دفن کئے گئے۔ کتاب شرعۃ الاسلام کا ترجمہ آپ کی مولفاتی میں سے ہے۔ آپ کے سات لڑکے اور آٹھ لڑکیاں تھیں ایک لڑکے کا نام کاظم خاں تھا صاحب آثار الامراء صمصام الدولہ شاہستواز (متوفی ۱۱۷۸ھ) کے دادا تھے (آثار الامراء ج اول ص ۲۵۴ تا ۲۶۳ و ج ۲ ص ۱۴۰) صاحب روضۃ القیومیہ نے آپ کو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بڑے خلفا میں شمار کیا ہے (ص ۲۲۲)

نواب مکرم خاں آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بڑے خلفائے سے تھے، آپ کا طہر شریعت سے آراستہ اور باطن
 طریقت سے پیراستہ تھا، آپ مقبولان بارگاہ ربانی اور عاشقانِ یزدانی میں سے تھے۔ ابتداءً
 عالمگیر بادشاہ کے امراء میں شامل تھے اور بڑی جاہ و حشمت کے مالک تھے بعد ازاں جذبہ عنایتِ الہی نے آپ کو کھینچ لیا اور آپ
 حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے اور حضرت کی توجہ کی برکت سے اعلیٰ درجات پر فائز ہوئے۔ ایک روز غلبہ سلوک
 کی حالت میں عالمگیر نے آپ سے دریافت کیا کہ نواب صاحب آپ کی عمر کتنی ہے؟ آپ نے جواب دیا چار سال۔ بادشاہ اس جواب پر
 مسکرائے۔ آپ نے عرض کیا کہ تعجب کی کوئی بات ہمیں میں نے جتنی عمر (یعنی چار سال) اپنے مرشد کی خدمت میں بسر کی ہے بس
 وہی میری عمر ہے باقی تو وبالِ آخرت ہے۔ نواب مکرم خاں کے ہاں دسترخوان پر بہت تکلفات ہوتے تھے جو کہ اسراف کی حد تک
 پہنچ گئے تھے لیکن حضرت میزماظر جانِ جاناں فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص نواب صاحب کے دسترخوان سے کھانا کھاتا ہے اس کا نور اس قدر
 بڑھ جاتا ہے کہ اس نے دوکانہ نفل ادا کی ہے، آپ کی وفات ۱۰۴۸ھ ایک سو بیس سال سے زائد عمر میں ہوئی۔ (خرنیتہ الاصفیاء ص ۶۲۷)

سید اخون موسیٰ آپ ننگرہار نواحِ کابل کے رہنے والے تھے ایک عرصہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں فیضِ صحت
 حاصل کر کے خلافت پائی حضرت نے آپ کو اپنے وطن میں بغرض تبلیغ بھیج دیا وہاں آپ کو قبولیت
 عامہ نصیب ہوئی بکثرت مخلوق آپ سے مرید ہوئی اور بہت لوگوں نے خلافت پائی۔ (روضہ ۲۳۸)

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کے مذکورہ بالا خلفاء کے علاوہ بھی چند خلفاء کے روضۃ القیومیہ میں ملتے ہیں وہ یہ ہیں:-
 حاجی ابوتراب - میر ابو الفتح اکبر آبادی - شیخ ابو القاسم بلخی - حاجی اللہ بخش - حاجی باقی - شیخ بدیع الدین -
 شیخ بہاؤ الدین - خواجہ بقا - صوفی تمربگ - شیخ حسین منصور، مولانا جلال الدین - شیخ جلیل - دوست بیگ -
 شاہ محمد پٹی - شہر یار بیگ بلخی - اخون صلح کابلی، حافظا صبور - حاجی عارف - عبدالحق - عبدالرحمن بخاری -
 عبدالرحمن گجراتی - صوفی عبدالرحمن ترمذی - خواجہ عبدالآخر - حافظ عبداللہ - قاضی عبداللہ محدث - عبدالنبی،
 شیخ عبدالمومن - شیخ عبدالواحد - میر عم - اخون فصیح الدین - شیخ فقیر بنگالی - اخون قاسم خراسانی - خواجہ کلان -
 محمد امین بدخشی - محمد یاقر کشمیری - محمد برک - میر محمد زباں - محمد بنالم کابلی - محمد سعید - محمد صدیق - محمد علی بلتانی
 صوفی محمود کشمیری - صوفی محمد یحییٰ - شیخ مصطفیٰ اندرابی - حاجی مصطفیٰ جلال آبادی - صوفی مرزائی وغیرہ -

حضرت عروۃ الوثقی

کے

مکتوب الہیم

جس طرح حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوب الہیم اس وقت کی بڑی بڑی شخصیتیں تھیں اسی طرح حضرت عروۃ الوثقی قدس سرہ کے مکتوب الہیم بھی کچھ کم درجے کے نہیں ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے متعلق بھی جس قدر معلومات فراہم ہو سکیں ان کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جائے لیکن پوری کوشش کے باوجود اکثر حضرات کا پتہ نہ چل سکا۔ بہر حال حروف تہجی کے اعتبار سے مکتوب الہیم کے اسماء گرامی مع مکتوبات کی فہرست اور ساتھ ہی ان کا تعارف بھی پیش کیا جا رہا ہے۔ (مرتب)

الف

- (۱) آدم تنوی (فضیلت آب شیخ) دفتر دوم ۵۹-۶۳-۷۶-۷۷ (آپ کے حالات خلیفہ کے باب میں ملاحظہ ہوں)
- (۲) ابراہیم (خواجہ) دفتر اول ۱۷۳-
- (۳) ابواسحق (حافظ) دفتر سوم ۲۲-۱۱۹-۱۹۷- (ملاحظہ ہو خلیفہ عظام)
- (۴) ابوالخیر شاہ آبادی (سید) دوم ۱۲۹- سوم ۷۳- ۲۰۶-
- (۵) ابوالفضل کشمیری (مولانا) دفتر دوم ۲۳-
- (۶) ابوالفیض کابلی (ملا) دفتر دوم ۳۸- آپ حضرت عروۃ الوثقی کے خلیفہ ہیں کابل میں بکثرت آپ کے مرید تھے (نوٹ ص ۵۱)
- (۷) ابوالقاسم (مخزومہ) دفتر دوم ۱۰۲-۱۲۱-۱۲۳-۱۲۹- (آپ کے حالات خلیفہ کے باب میں ملاحظہ ہوں)
- (۸) ابوالقاسم (حاجی) بن محمد مراد لاہوری۔ دفتر دوم ۶۱- آپ کے والد مولانا محمد مراد لاہوری کے حالات تو نزمۃ الخواطر جلد ۶ میں موجود ہیں لیکن آپ کے حالات نہ مل سکے۔
- (۹) ابو محمد لاہوری (ملا) دفتر سوم ۲۰-

(۱۰) ابوالمظفر بہانپوری (شیخ) دفتر دوم ۳۹-۱-۷۱-۵۲-۹۰-۱۲۵-۲۳۹- (آپ کے حالات خلفا کے باب میں ملاحظہ ہوں)

(۱۱) ابوالمعالی (میرزا) سوم ۱۷-۵۶-۱۰۱-۱۰۲- میرزا والی مشہور کے صاحبزادے ہیں، شہزادہ دانیال کی صاحبزادی یلاقی بیگم آپ کے گھر میں تھی، میرزا ابوالمعالی باپ کے مرنے کے بعد ایک ہزار ذات اور چار سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوئے پھر علاقہ بہار کی صوبہ داری پر متعین ہوئے بعد ازاں عالمگیر نے اپنے دور میں آپ کو ہاتھی، مختلف عطیے، مرزاخان کا خطاب اور تیس ہزار روپے مرحمت فرمائے اور وہ تین ہزار ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوئے، اس کے بعد آپ کو درہنگہ (صوبہ بہار) کی فوجداری ملی۔ چھٹے سال جلوس عالمگیری میں گورکھپور کے فوجدار اللہ وردی خان کے ساتھ موزنگ کے زمیندار کی تنبیہ کیلئے روانہ ہوئے اور اسی زمانے میں ۱۰۷۳ھ میں وہ اصل طبعی سے فوت ہو گئے۔ (ماثر الامار جلد ۳ ص ۴۶۴)

(۱۲) ابوالمکارم (شیخ)۔ دفتر سوم ۱۵۳- صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں "الشیخ الفاضل ابوالمکارم بن قاضی القضاة عبدالوہاب الحنفی الکجراتی مشہور علما میں سے تھے جن کو ہندوؤں نے ۱۰۷۹ھ میں عالمگیر کے زمانے میں شہید کر دیا تھا۔ (نزہۃ الخواطر جلد ۵ ص ۳۴)

(۱۳) احمد بخاری (خواجہ) دفتر دوم ۳۲-۱۳۰- دفتر سوم ۶۸-۱۰۹-۱۲۴-۱۳۲ (ملاحظہ ہو باب خلفاء عظام)

(۱۴) اسد اللہ افغان (شیخ) دفتر اول ۵۰-

(۱۵) اسد اللہ بیگ - دفتر اول ۲۰۴-

(۱۶) اسرائیل (سیادت مآب محمد اسرائیل) دفتر دوم ۹۱- سید اسرائیل، دفتر سوم ۱۰۷-۱۱۶-۲۰۳-

(۱۷) اسمعیل خاں بیگ (میرزا) دفتر اول ۲۰۹-

اسلام خاں (ملاحظہ ہو میرضیاء الدین حسین)

(۱۸) اشرداد (مولانا) دفتر اول ۵۸- (آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفائے ہیں) روضۃ رکن دوم ص ۲۴۳)

(۱۹) الیاس (شیخ) دفتر اول ۱۶۵-

(۲۰) امام الدین پنجابی (شیخ) دفتر سوم ۹۲-

(۲۱) امان اللہ (شیخ) پسر شیخ حمید بنگالی - دفتر سوم ۳۴-۸۱ (شیخ حمید بنگالی، حضرت مجدد الف ثانیؒ

کے خلفائے ہیں ان کا تذکرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلفائے میں ملاحظہ ہو)

(۲۲) امان اللہ بہانپوری (میرزا) دفتر اول ۲۴-۷۶-۱۸۶-۲۰۵-۲۲۷- (ملاحظہ ہو باب خلفاء عظام)

- (۲۳) ابان اللہ قاضی زادہ برہانپوری (خواجہ) - دفتر دوم ۹۴ - دفتر سوم ۹۳ - ۱۲۶ - ۱۸۵ - آپ
حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلیفہ شیخ ابوالمظفر کے خلفائے ہیں جیسا کہ دفتر سوم کے مکتوب ۵۴ سے ظاہر ہو رہا ہے۔
- (۲۴) ابان بیگ بدخشی - دفتر سوم ۱۶۷ - ۲۳۷ -
- (۲۵) امیر خاں (سیادت پناہ) دفتر دوم ۱۰۰ -
- (۲۶) امین قدیم - دفتر دوم ۱۰۵ -
- (۲۷) انور نورسرائی (شیخ) دفتر سوم ۱۳۱ - ۱۵۵ - ۲۰۴ - (حالات خلفاء کے باب میں ملاحظہ ہوں)

ب

- (۲۸) باقی بخاری (میر) دفتر دوم ۴۴ -
- (۲۹) بایزید (شیخ) ولد شیخ بدیع الدین سہارنپوری - دفتر دوم ۴۲ - ۴۳ - ۷۴ - ۸۰ - ۸۵ - ۱۳۹ -
دفتر سوم ۱۰۸ - ۱۵۲ - (آپ کے حالات خلفاء کے باب میں ملاحظہ ہوں)
- (۳۰) بختاور خاں - دفتر سوم ۲۴۴ - شیخ فاضل بختیاور خاں مشہور بہ بختاور خاں - عالمگیر بادشاہ کے
بہت محبوب و باوثوق اور دربار کے بڑے ذی اثر اور ذی علم امیر تھے، ایک ہزاری ذات اور دو سو چاس سوار کے
منصب پر سرفراز تھے، تیس سال تک شاہی خدمات انجام دیں، تہذیب اخلاق اور مخلوق کی خیر خواہی میں
عظیم المثال تھے، آپ کو تاریخ اور سیرت پر بڑا عبور تھا اور دینداری میں بھی بہرہ وافر حاصل تھا، اہل فضیلت
سے بہت محبت رکھتے تھے، آپ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ مآثر عالمگیری کا مولف آپ کا منشی اور دیوان
تھا۔ آپ کی وفات ۱۵ ربیع الاول ۹۶ھ کو دکن میں ہوئی، عالمگیر کو آپ کی وفات کا بہت صدمہ ہوا اور
عالمگیر نے خود آپ کے جنازہ کی امامت فرمائی، جنازہ کو کاٹھا دیا اور اس کی مشایعت کی پھر آپ کی نعش کو
ہلی بھوادیہ - نزہۃ الخواطر جلد ۵ ص ۸۹ و بزیم تیسری ص ۲۸۵)
- (۳۱) بدر بیگ سمرقندی - دفتر دوم ۹۳ - دفتر سوم ۹۶ -
- (۳۲) بدر الدین سلطانپوری (شیخ) دفتر اول ۳۵ - دوم ۷۸ - ۱۱۴ - سوم ۶۵ (خلفاء باب میں ملاحظہ ہوں)
- (۳۳) برخوردار کابلی (مولانا) دفتر دوم ۱۰۶ -

ب

- (۳۴) پیر بزرگوار والد ماجد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی دفتر اول ۱ تا ۷
- (۳۵) پادشاہ بلخی (خواجہ) دفتر سوم ۸۳ -
- (۳۶) پایندر محمد کابلی (صوفی) دفتر سوم ۱۸ - ۱۹ - ۱۷۸ - ۲۰۲ - ۲۱۲ - (آپ کا تذکرہ خلفاء کے باب میں ملاحظہ ہوں)

(۴۲) جمال الدین (ملا) اول ۱۷۷-۱۸۱۔

(۴۳) جنید جتئی (شیخ) دفتر دوم ۱۳۷۔ شیخ البکیر جنید الروحانی سندیلوی۔ آپ سلسلہ حنیفیہ کے بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے شیخ نظام الدین نارتولی سے طریقہ اخذ کیا اور عربی و فارسی زبان میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں، بہت پر سزگار، قناعت پسند، عبادت گزار اور مستقیم الحال تھے، پہلے موہان میں قیام تھا پھر سندیلہ میں سکونت اختیار کی، بحر ذہار میں آپ کی وفات ۱۲۸۰ھ میں ہونا لکھا ہے اور سنہ ۱۲۸۰ھ میں آپ کی وفات ۱۲۸۰ھ میں ہونا درج کیا ہے۔ (نرغزہ انجوا طر جلد ۵ ص ۱۱۸)

ح

(۴۴) حامد (ملا) دفتر دوم ۲۶۔ آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفائے سنی ہیں حضرت نے آپ کے حق میں فرمایا تھا کہ

اس کا نور ساتویں آسمان سے بھی اوپر پہنچا ہے (روضۃ القیومیہ کن دوم ص ۲۴۳) ملا حامد جو نپوری نے اکثر کتابیں محمد زاہد سے پڑھیں اور کچھ علوم دانشمندی کی خدمت میں حاصل کئے، شاہجہاں کے زمانہ میں ان لوگوں میں تھے جن کا روزیہ مقرر تھا، عالمگیری کے زمانہ میں فتویٰ کے مولفین میں داخل ہو گئے اور شہزادہ محمد اکبر کی تعلیم پر مقرر ہوئے (تذکرہ علماء ہند ص ۵۶)

(۴۵) حبیب اللہ حصاری (ملا) البخاری (حاجی) دفتر دوم ۱۳۴۔ سوم ۵۷-۱۶۰-۲۳۰۔ (خلفاء کا باب ملاحظہ ہو)

(۴۶) حسن (شیخ) دفتر اول ۱۵۹۔

(۴۷) حسن علی پشوری (ملا) دفتر اول ۳۹-۶۱-۶۵-۷۳-۹۸-۱۲۵-۱۳۲-۱۳۵-۱۳۹-۱۷۸۔

۲۱۳۔ دفتر دوم ۱-۲۔ دفتر سوم ۱۱۵۔ آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے صاحب استقامت خلیفہ ہیں (روضہ ص ۲۴۳)

(۴۸) حسین (حاجی) دفتر اول ۲۶-۱۵۳-۱۷۵-۱۹۹۔

(۴۹) حسین الخلوئی الرومی المدنی (شیخ) دفتر دوم ۲۰۔

(۵۰) حسین منصور جانوری (شیخ) دفتر دوم ۹۲-۱۰۹-۱۲۰۔ سوم ۳۰-۳۵-۹۹-۱۳۰-۱۶۴-۲۰۰۔

(۵۱) حمید احمدی (شیخ) دفتر اول ۹۲۔

(۵۲) حیدر لاہوری (قاضی) دفتر سوم ۳۲۔ قاضی حیدر الخطاب بہ قاضی خاں کشمیر کے علمائے بتمبر اور

فقہائے نامدار میں سے تھے۔ مولانا عبد الرشید زرر کی شاگردی اختیار کی۔ جملہ علوم کی تحصیل سے فارغ ہو کر

تلاش معاش میں وطن کو خیر باد کہہ کر عالمگیری کے لشکر میں آئے، بادشاہ کی شفقت سے شہزادوں کی تعلیم پر مامور

ہوئے، بعد ازاں دہلی کے قاضی مقرر ہو گئے، اپنے کمال عدل و انصاف کی وجہ سے قاضی القضاة کے لقب سے

ملقب ہوئے۔ مرض اسہال میں مبتلا ہو کر ۱۱۲۱ھ میں بمقام دکن انتقال ہوا اور نعش کو کشمیر لے جا کر دفن کیا گیا۔

(تذکرہ علماء ہند ص ۱۷۳۔ وحدائق الخفیہ ص ۲۳۴)

خ

(۵۳) خالد سلطان پوری (شیخ) دفتر سوم ۲۰۸ -
خلیل اللہ (ملاحظہ ہو محمد خلیل اللہ)

د

(۵۴) درویش محمد برکی جالندھری (شیخ) دفتر سوم ۵۵
(۵۵) دوست محمد بیگ۔ دفتر سوم ۱۹۰ - ۲۲۸ -
(۵۶) دینار (خواجہ) دفتر اول ۱۰ - ۹۰ -

س

(۵۷) رشید (آغا) دفتر اول ۱۶۸ - ۱۸۷ - ۱۹۸ -
(۵۸) رعایت خاں۔ دفتر سوم ۸۷ - آپ شاہجہانی اور عالمگیری دور کے اہل اہل میں سے تھے اور سیوستان
(سندھ) میں فوجداری کے عہدہ پر فائز تھے ۱۷۳۳ء میں وفات پائی (تلخیص ترجمہ ص ۸ و ۲۳۲)
(۵۹) رفعت بیگ۔ دفتر اول ۳۸ - ۴۰ - ۸۱ - سوم ۵۲ - ۷۶ - آپ حضرت عروۃ الوثقی کے خلفائے ہیں۔
(روضہ ص ۲۳۳)

ز

(۶۰) زاہد برق انداز صوفی، دفتر سوم ۶۱ -
(۶۱) زین العابدین لکی (سید) دفتر دوم ۴۱ - (آپ کا تذکرہ خلفاء کے باب میں ملاحظہ ہو)

س

(۶۲) سجاول (ملا) دفتر اول ۱۹۷ - (خلفاء کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔
(۶۳) سرانداز خاں۔ دفتر سوم ۱۷۵ -
(۶۴) سعد اللہ کابلی (صوفی) دفتر دوم ۱۳۵ - سوم ۲۶ - ۳۹ - ۴۲ - ۵۹ - آپ حضرت عروۃ الوثقی کے
صاحبِ تصرف و کرامات خلیفہ ہیں۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۷۴)

(۶۵) سلطان وقت بدظلمہ۔ دفتر اول ۶۴ - دفتر دوم ۵ - دفتر سوم ۶ - ۱۲۲ - ۲۲۱ - ۲۲۷ -
حضرت محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ مغل فرمانرواؤں میں ایک عظیم فرمانروا اور
شاہجہاں بادشاہ کے تیسرے فرزند تھے، ۱۵ ذیقعدہ ۱۰۲۸ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۶۱۹ء کو دوحہ
کے مقام پر جو احمد آباد اور مالوہ کی سرحد پر واقع ہے آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، تاریخ ولادت
"آفتاب عالمتاب" سے نکالی گئی ہے۔ داراشکوہ اور شجاع دونوں عمر کے اعتبار سے آپ سے

بڑے تھے لیکن قابلیت اور کیرکٹر کی نچنگی میں آپ ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھے، شہزادگی کے زمانے میں آپ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے اور شجاعت و بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ دنیا آج بھی ان پر عرش عرش کرتی ہے، آپ نے مولانا سید محمد قنوجی اور علامہ سعد اللہ خاں اور دیگر فضلاء عصر سے عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی، تفسیر و حدیث پر کافی عبور تھا ترکی بھی جانتے تھے، پھر ۳۹ سال گیارہ ماہ بیس یوم کی عمر میں یکم ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۷۵۸ء کو تخت سلطنت پر متمکن ہوئے تو بادشاہ رعیت نواز نے کبھی کوئی ایسا حکم صادر نہیں فرمایا جو رفاہ عامہ کے منافی اور مخلوق کی پریشانی کا باعث ہو، ہاں آپ نے تخت نشین ہوتے ہی بھنگ وغیرہ کاشت کرنے کی ممانعت کر دی، شراب نوشی ممنوع قرار دیدی، جو ابند کر دیا، بازاری عورتوں کو حکم دیا کہ یا تو وہ شادی کر لیں یا ملک سے نکل جائیں، بچوں کو غلام یا خواجہ سرا بنا کر بیچنے کے خلاف احکام جاری کئے، سستی ہونے کی ممانعت کر دی، گانے والوں اور گانے والیوں کو دربار سے ہٹا دیا اور تقریباً اسی ٹیکس معاف کر دیئے، نیز تمام ممالک محروسہ میں سلطنت کی وسعت کے باوصف احکام شرعی جاری و نافذ کئے۔ غرضیکہ آپ کے عہد مودلت میں دین مبین کا آوازہ جس قدر بلند ہوا اور ترقی میں شریعت اسلامی کا جس طرح لحاظ رکھا گیا اس کی نظیر مشکل ہی سے ملے گی۔

شہنشاہ عالمگیر نے سلوک و طریقت کی تعلیم بھی حاصل کی، اس سلسلہ میں آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تعلیمات سے بہت متاثر تھے اسی لئے ان کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی بیعت اور ان کے پوتے حضرت خواجہ سیف الدین کی صحبت آپ کے حق میں دو آتش بن گئی، نیز حضرت خواجہ محمد نقشبند اور خواجہ محمد زبیر سے بھی مستفیض ہوئے۔ آپ عالم دین اور حافظ قرآن تو پہلے ہی سے تھے پھر محی دین اور پابند شرع متین بننے میں کیا دیر لگ سکتی تھی۔ آپ نے کتاب و سنت کے احکام کی اجار و ترویج کے لئے فتاویٰ عالمگیری کی تدوین کرائی جس کو آپ کے حربی فتوحات کی طرح ایک عظیم الشان کارنامہ کہا جاسکتا ہے، درحقیقت شہنشاہ عالمگیر مہر درخلاق، خدا پرست اور انسان نواز مومن کامل تھے، آپ کے اخلاق عالیہ کی ہمہ گیری اور عالمگیری منصف مزاج مورخین کے نزدیک مسلم و محقق ہے، آپ بظاہر ایک تخت نشین تاجدار تھے لیکن مزاج درویشانہ رکھتے تھے، آپ نظر آتے تھے شاہی محل میں لیکن آپ کی روح پرواز کرتی تھی حقیقت و معرفت کی فضاؤں میں۔ آپ حنفی المذہب سنی تھے اور اسلامی فرائض کی پابندی اور ان کے اجر میں بے حد کوشاں رہتے تھے، ہمیشہ با وضو رہتے اور کلمہ طیبہ اور دیگر وظائف ہر وقت زبان پر جاری رہتے تھے، نماز اول وقت مسجد میں باجماعت ادا فرماتے اور تمام سنن و توافل کو بے حد خلوص و حضور قلب سے ادا فرماتے تھے، ایام بیض اور ہفتہ میں دو شنبہ و پنجشنبہ اور جمعہ کے روزوں کے پابند تھے تمام مبارک راتوں کو عبادت میں گزارتے، رمضان کا مقدس مہینہ ادائے صوم و پابندی سنن و تراویح وغیرہ عبادت میں بسر کرتے تھے اور رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں اعتکاف فرماتے۔ بادشاہ دین پناہ کی مجلس

میں کبھی غیبت و کذب کا چرچا نہیں ہوا اور حاضرین دربار کو حکم تھا کہ اگر کسی شخص کا عیب بیان کرنا ناگزیر ہو جائے تو اس کو ایسے انداز سے بیان کریں کہ عیب جوئی میں داخل نہ ہونے پائے۔ اپنے عہد میں ہر سال اور کبھی دوسرے اور تیسرے سال حرین شریفین کے زائرین و مجاورین کے لئے کثیر رقم ارسال فرماتے، آپ نے قرآن مجید کے دو نسخے خود کتابت فرما کر نہایت قیمتی جلدیں بندھوا کر حرین شریفین کو بھیجوائیں۔ فن خوشنویسی کے علاوہ آپ کو فن انشا اور نثر نگاری میں بھی بیڑی حاصل تھا چنانچہ رقعات عالمگیری جو آپ کے خطوط کا مجموعہ ہے فارسی طرز انشا کا بہترین نمونہ سمجھا جاتا ہے، کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے چنانچہ ایک شعر ملاحظہ ہو۔

غم عالم فراواں است من یک غنچہ دل دارم چساں در شیشہ ساعت کتم ریگ بیاباں را

(اس جہاں کا غم بہت زیادہ ہے اور میرے پاس ایک غنچہ جیسا دل ہے۔ گھڑی کے شیشہ میں اس جہاں کی ریت کے غم کو کیسے گزاروں) آپ کے عہد میں اس قدر کثرت سے مساجد تعمیر کرائی گئیں کہ ان کے اعداد و شمار کے قبول کرنے سے عقل حیران رہ جاتی ہے، ملک کے ہر شہر اور ہر قصبے میں مدرسین کے وظائف مقرر کئے گئے، غربا اور مساکین کی راحت رسائی کیلئے دار الحکومت دکن شہروں میں خیرات خانے قائم کئے، کثیر تعداد میں شفاخانے بنوائے، مسافروں کیلئے سرائیں تعمیر کرائیں، ایک سڑک اورنگ آباد سے اکبر آباد تک، دوسری لاہور سے کابل تک، تیسری لاہور سے کشمیر تک بنوائی، وظائف میں آپ مسلم و غیر مسلم کا فرق نہیں کرتے تھے چنانچہ شہنشاہ عالمگیر کے وہ فرامین آج تک بنارس اور دیگر شہروں میں موجود ہیں جن سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔ تیموری بادشاہوں میں حفظ قرآن کی سعادت بھی صرف شہنشاہ عالمگیر ہی کو حاصل ہوئی، اور سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ نے کلام پاک کو اپنی عمر کے تینتالیسویں سال میں صرف ایک سال کے اندر حفظ کر لیا۔ حفظ شروع کرنے کا سن ۱۰۷۲ھ کا سن ہے اور حفظ ختم کرنے کا سن ۱۰۷۳ھ کو جو محفوظ کے اعداد سے برآمد ہوتا ہے۔ آپ نے بروز جمعہ ۲۸ ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۷۰۷ء کو فجر کی نماز کے بعد ایک پہر دن گذرنے پر وفات پائی اور حسب وصیت حضرت شیخ زین العابدین کے مقبرے میں اسی قبر کے اندر جس کو آپ نے اپنی زندگی میں تیار کرایا تھا پوئندھاں کیا گیا۔ اب وہ جگہ خلد آباد کے نام سے موسوم ہے جو اورنگ آباد سے آٹھ کوس اور دولت آباد سے تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آیہ کریمہ "روح و روحان و جنت نعیم" ارتحال کی تاریخ ہے شہنشاہ عالمگیر نے کیا توے سال تیرہ یوم کی عمر میں وفات پائی اور پچاس سال دو ماہ ستائیس دن حکمرانی کی۔ آپ کی اولاد ذکور میں: محمد سلطان، محمد معظم شاہ عالم بہادر شاہ (۱۰۵۰ تا ۱۱۲۳ھ) محمد اعظم، محمد اکبر، محمد کام بخش، اور اولاد دختری زین النساء، زینت النساء، بدر النساء، زبدة النساء، جہر النساء۔

(مزید حالات پیش نظر کتاب کے مختلف اوراق میں ملاحظہ ہوں)

۱۔ ماخوذ از آثار عالمگیری، منتخب البیاب، بزم تیموریہ، خزینۃ الاصفیاء اور تلخیص و ترجمہ وغیرہ

(۶۶) سلیم بلخی (حاجی) - دفتر دوم ۵۵ - ۶۰ - ۱۳۸ -

(۶۷) سید علی بارہہ - دوم ۸۸ - ۹۵ - ۱۴۴ - سوم ۷۱ - ۱۱۳ - (مولانا نسیم احمد صاحب فاروقی سید علی بارہہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں "تاریخ محمدی میں ۱۱۹ھ کے تحت ایک شخصیت کا ذکر ان الفاظ میں ہے "سید نور الدین علی خاں بن سید عبدالرشید خاں بارہہ از امرائے عالمگیر شاہی در ہمای شاہ عالم در جنگ محمد اعظم کشتہ شد (در ۱۱۹ھ) غالباً مکتوب الیہ ہی ہیں، مآثر الامراء ج ۳ ص ۱۷۶ مطبوعہ ایشیا ٹک سوسائٹی میں ان کو حسن علی خاں اور حسین علی خاں کا بھائی بتایا ہے (تلخیص و ترجمہ مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم ص ۵۳)

ش

(۶۸) شاہ جیو (حضرت) دفتر دوم ۱۱۸ -

(۶۹) شاہ خواجہ ترندی - دفتر اول ۲۵ - ۱۲۶ -

(۷۰) شرف الدین حسین لاہوری (میر) دفتر دوم ۶۲ - ۶۵ - ۸۷ - سوم ۱۰۵ - ۱۷۲ (ملاحظہ ہو باب خلفا)

(۷۱) شرف الدین سلطانپوری (شیخ) دفتر سوم ۱۳۳ - ۲۲۲

(۷۲) شمس الدین علی خلیفائی (میر) دفتر اول ۲۳۲ - (آپ کے نام حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بھی کئی مکتوب ہیں لیکن آپ کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔)

(۷۳) شمس الدین خوشگی - دفتر اول ۳۶ - آپ نظر بہادر کے بڑے صاحبزادے ہیں، شاہجہاں بادشاہ کے بیسویں سال جلوس میں باپ کی زندگی ہی میں وادی کانگرہ کی فوجداری پر مامور ہوئے۔ بعد ازاں اورنگ زیب کے ہمراہ قندھار کی ہم پر گئے، پھر حکم ملا کہ دکن میں محمد اورنگ زیب بہادر کے پاس جاؤ۔ جب اورنگ زیب بہادر نے ہندوستان کا قصد کیا تو آپ کو اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر مقرر کیا آپ نے دکن کے مددگاروں میں شریک ہو کر قلعہ چاکنہ کی فتح میں امیر الامراء شائستہ خاں کے ہمراہ بہت نمایاں کوشش کی، حملہ کے دن خود آگے بڑھ کر قلعہ کو فتح کیا (مآثر الامراء ج ۲ ص ۱۷۷)

(۷۴) شمشیر خاں، دفتر دوم ۱۱ - شمشیر خاں کے متعلق مولانا نسیم احمد صاحب فاروقی تحریر فرماتے ہیں کہ "اس نام و لقب

کی تین شخصیتیں ہیں جو حضرت خواجہ محمد معصوم کے زمانے میں پائی جاتی ہیں (۱) شمشیر خاں بن علی خاں ترین، ان کے متعلق تاریخ محمدی قلمی (رضالائبریری لام پور) میں ہے از کبار علمائے شاہجہانی و عالمگیری در قلعہ داری کابل فوت شدہ و پدرش ۳۵۰ھ گذشت، ان کا انتقال ۸۳ھ میں ہوا۔ (۲) میر محمد یعقوب مخاطب شمشیر خاں بن شیخ میر بن میر محمد جان خوانی یہ بھی امرائے عالمگیری میں سے تھے جنگ فغانان کابل میں مقتول ہوئے (تاریخ محمدی) (۳) شمشیر خاں ابن شیر خاں، یہ امرائے شاہجہانی میں سے تھے ۵۲ھ یا ۵۳ھ میں فوت ہوئے (تاریخ محمدی) یہ مکتوب الیہ غالباً میر محمد یعقوب شمشیر خاں ہیں ان کے نام دفتر سوم میں ایک مکتوب ۱۹۳ ہے (تلخیص و ترجمہ مکتوبات معصومہ ص ۱۹ و ۲۰)

(۷۵) شہزادہ (نلا) دفتر اول - ۱۱۷۔

ض

(۷۶) ضیاء الدین حسین (میر) دفتر اول ۱۵ - ۱۶۹ - ملقب بہ اسلام خاں، دفتر سوم ۱۲ - ۱۵۔

نواب میر ضیاء الدین حسین بن محمد حافظ بدخشی ثم دہلوی، عالمگیر بادشاہ کے قدیمی والا شاہی (محافظ دستے کے سپاہی) تھے، شہزادگی کے زمانے میں شہزادہ اورنگ زیب کی سرکار کے دیوان رہے، جب اورنگ زیب دکن سے داراشکوہ کے ساتھ برسرِ پیکار ہونے کیلئے روانہ ہوئے اور برہان پور پہنچے تو اورنگ زیب نے آپ کو "ہمت خاں" کا خطاب دیا اور جب جسوت سنگھ پر فتح پائی تو "اسلام خاں" کا خطاب عطا کیا۔ اسلام خاں نے عالمگیر کی طرف سے داراشکوہ اور شجاع کے ساتھ جنگ دیکھ کر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، بعد ازاں کشمیر کے صوبہ دار مقرر ہوئے اور پانچ ہزار ذات اور تین ہزار سوار کا منصب عطا ہو کر اکبر آباد کی صوبہ داری ملی، اس عہدہ کو ملے ہوئے ابھی ایک ماہ نہ گزرا ہو گا کہ ۱۶۹۳ء کے شروع میں وفات پائی۔ اسلام خاں کو خواجہ میر محمد نعمان سے بہت عقیدت تھی اس لئے آپ کو ان کے مقبرے میں دفن کیا گیا، اسی تعلق کی بنا پر اسلام خاں نے اپنی ایک لڑکی کی شادی خواجہ میر نعمان کے صاحبزادے میر ابراہیم کے ساتھ کی، نیز آپ نے اپنی حیات میں خواجہ میر نعمان کے مزار کے قریب ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی، اسی طرح آپ نے کشمیر کی عید گاہ کو تہایت وسیع اور شاندار مسجد بتوانی غرض اسلام خاں تہایت دیندار اور صاحبِ کمال تھے اور بہت اچھے اشعار کہتے تھے، ایک شعر ملاحظہ ہو۔

و سقے پیدا کن لے صحرا کہ امشب در غمش
لشکر آہ من از دل خیمہ پیروں می زند
[لے صحرا وسعت پیدا کر کہ آج رات اس کے غم میں میری آہ کا لشکر دل سے باہر خیمہ لگا رہا ہے]

(نزہۃ الخواطر جلد ۵ ص ۱۸۲ - و آثار الامراء جلد ۱ ص ۲۱۷)

(۷۷) ضیائی مودودی (خواجہ) - دفتر سوم ۶۷۔

ط

(۷۸) طاہر بدخشی جو پوری (شیخ) دفتر اول ۹۱۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے خلقا میں سے ہیں ترک خاندان سے تھے، نہایت سادہ لوح، نیک طبیعت، دراز قامت اور قوی ہیکل انسان تھے، ابتدا میں فوج کے افسر رہے، بعدہ دنیا سے دل برداشتہ ہو کر شیخ کی تلاش میں نکلے اور شیخ عبد الجلیل بیانگی کی خدمت میں پہنچے اور شیخ کے اشارہ پر ہندوستان کے لئے روانہ ہو گئے، حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی شہرت سکر دہلی پہنچے لیکن حضرت خواجہ کا وصال ہو چکا تھا وہاں خواجہ میر محمد نعمان علیہ الرحمہ سے ملاقات ہوئی، میر صاحب موصوف نے آپ کو حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت باہرکت میں بھیج دیا، آپ ایک عرصہ تک حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں رہے، حضرت جب اپنے

مکاشفات و معارف بیان فرماتے تو آپ سب سنتے وقت آ رہے اور بے کہتے رہتے۔ حضرت والا خوش طبعی کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ ”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ اسرار و معارف مولانا طاہر پرورد ہوتے ہیں اور میں ان کا ترجمان ہوں۔“ نیز آپ کے خصائص میں سے ہے کہ ایک مدت تک آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری کا شرف حاصل رہا۔ حضرت نے تکمیل سلوک کے بعد خلافت و اجازت سے سرفراز فرما کر جو پور بھیج دیا۔ آپ نے کافی طویل عمر پائی اور ۷ رجب ۱۳۷۷ھ کو جو پور میں وفات پائی (مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو کتاب ”حضرت مجدد الف ثانی“)۔

(۷۹) طاہر بیگ (مرزا) دفتر اول ۷۵۔

ع

(۸۰) عادل بیگ پسر کامل بیگ درآبادی۔ دفتر سوم ۱۳۵۔

(۸۱) عارف کشمیری (قاضی)۔ دفتر سوم ۵۔

(۸۲) عارف لاہوری (مولانا) دفتر دوم ۸۴۔ آپ حضرت عروۃ الوثقی کے خلفائے سہمینہ کمالات رکھتے تھے (روضہ ۲۲۴)۔

(۸۳) عبداللہ ولد قاضی محمد زاہد کابلی (میرک) دفتر اول ۲۱۰-۲۳۹۔ آپ حضرت عروۃ الوثقی کے خلفاء میں سے ہیں حضرت نے آپ کو حقیقت کعبہ کی خوشخبری دی۔ (روضہ ۲۲۵)۔

(۸۴) عبدالاحد وحدت (مخدوم زادہ شیخ) دفتر دوم ۱۱۹-سوم ۲-۱۲۰-۱۶۸-۲۰۵-۲۴۸۔

حقائق و معارف آگاہ مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ عبدالاحد بن حضرت خواجہ

محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہم، آپ ایک جید عالم اور

محدث تھے۔ حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ کے پانچویں صاحبزادے ہیں۔ پندرہ سالہ کو سرسند شریف میں ولادت ہوئی وہیں

پرورش پائی اور اپنے والد ماجد سے حدیث شریف پڑھی اور سلوک تکمیل کیا پھر ان کی وفات کے بعد اپنے چچا حضرت

خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی صحبت میں نسبت خاص حاصل کی، آپ بہت بڑے عالم، عارف، شاعر اور صاحب تصانیف

تھے، آپ کی تصانیف میں شواہد التجرید، توبہ نامہ، چہارچہن اور مکتوبات ہیں جو تمام کے تمام حقائق و معارف کا خزائن

ہیں۔ آپ کی وفات بروز جمعہ ۲۷ رزی الحجہ ۱۳۷۷ھ کو دہلی میں ہوئی اور آپ کی نعش کو سرسند لجا کر دفن کیا گیا (نرغہ انخواطر ۶۷)۔

آپ کے مکتوبات ”گلشن وحدت“ کے نام سے ۱۳۸۶ھ میں ادارہ مجددیہ کراچی سے شائع ہو چکے ہیں، اس کے مقدمہ

میں محترم جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں ”حضرت خواجہ عبدالاحد وحدت المعروف ”شاہ گل“ کے

یہ مکتوبات موسم ”گلشن وحدت“ آپ کے خلیفہ شیخ محمد ادرک کشمیری نے جمع کئے تھے (چند سطروں کے بعد) سنہ ۱۳۸۷ھ میں

آپ نے حج کیا تھا، شہزادی زیب النساء بنت اورنگ زیب کے نام ۲۲۷ و ۲۷۰ نمبر کے دو مکتوبات ہیں۔ شاہ فرخ سیر کے نام ۱۰۶

نمبر کا مکتوب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ باقاعدہ نقشبندیہ مجددیہ سلوک طے کر رہا تھا۔

(۸۵) عبدالجلیل دہلوی (حافظ) دفتر سوم ۱۴۱-۱۹۱۔

(۸۶) عبدالحکیم لاہوری۔ دفتر دوم ۱۱۰۔ الشیخ الصالح عبدالحکیم بن بایزید بن نظام الدین بن محمد بن مبارک الحسنی قادری لاہوری، آپ فضل وصلاح میں مشہور تھے اور آپ کا نسب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے، ۱۰۳۱ھ میں آپ کی ولادت لاہور میں ہوئی وہیں پرورش پائی اور شیخ عبداللہ سے طریقہ قادریہ اخذ کیا، عالم فقیہ صالح اور پرہیزگار تھے، مراجع میں تواضع اور بردباری تھی ۱۰۸۰ھ میں لاہور میں وفات پائی (نزہۃ الخواطر ج ۶ ص ۱۲۰)

(۸۷) عبدالحکیم برہانپوری (شیخ) دفتر اول ۷۷۔

(۸۸) عبدالحکیم پٹنی (شیخ) دفتر اول ۹۲۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بڑے خلفائے ہیں آپ ہی نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات شریف کا دفتر دوم مرتب کیا، تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو حضرت مجدد الف ثانیؒ

(۸۹) عبدالخالق بنگالی (شیخ) دفتر سوم ۱۹۹۔ آپ کا نام بھی خلفا کی فہرست میں درج ہے (روضہ مقبلاً) نیز دفتر سوم مکتوب ۱۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۱۱ سے بھی آپ کو خلافت ملنا ظاہر ہوتا ہے۔

(۹۰) عبدالرحمن بلخی (سلطان) دفتر سوم ۲۱۔ ۱۳۹۔ ۱۴۵۔ آپ نذر محمد سلطان بلخ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شہزادہ مراد بخش نے کثیر فوج کے ساتھ بلخ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور نذر محمد کے لڑکوں بہرام و عبدالرحمن اور پوتے رستم ولد خسرو کو گرفتار کر لیا۔ جب یہ لوگ شاہجہاں کے حضور میں پیش کئے گئے تو بہراں کو خلعت و منصب ملنا گیا، مآثر الامراء ج ۲ ص ۸۰۳ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عبدالرحمن وغیرہ بلخ گئے اور پھر واپس آگئے بعد کے حالات درج ہیں لیکن صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ عبدالرحمن واپس نہیں گئے اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں رہنے کو سلطنت پر ترجیح اور انتقال کے بعد حضرت کے روضہ کے قریب ہی دفن کئے گئے۔ (روضہ مقبلاً)

(۹۱) عبدالرحمن نقتبندی (خواجہ)۔ دفتر دوم ۱۶۔ الشیخ الصالح الفقیہ عبدالرحمن نقتبندی سنہلی، مشائخ کبار میں سے ہیں، شیخ تلج الدین سے طریقہ اخذ کیا اور ان کے ساتھ مدت دراز تک رہے اور انہی کے ساتھ حضرت خواجہ باقی باشرہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استفادہ کیا اور علم و معرفت میں بہت اونچے درجے پر پہنچے اور قصبہ سنہل (ضلع مراد آباد) میں سندار شاد پر بیٹھے، آپ سے کثیر مخلوق نے فائدہ اٹھایا تقویٰ اور عزیمت میں ثابت قدم تھے، بروز جمعرات ۷ شوال ۱۰۶۷ھ کو سنہل میں وفات پائی (نزہۃ ج ۵ ص ۲۱۵)

(۹۲) عبدالرحمن برادر شیخ عرب بخاری (شیخ) دفتر سوم ۲۸۔ آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفائے ہیں بخارا میں بہت لوگ آپ کے معتقد و مرید ہوئے۔

(۹۳) عبدالرحمن (میر) دفتر دوم ۷۰۔

(۹۴) عبدالرزاق (ملا) دفتر دوم ۳۶۔ ۳۷۔ آپ کا تذکرہ خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۹۵) عبدالرشید (حافظ) دفتر اول ۱۹۔ مولانا عبدالرشید جونپوری بن شیخ مصطفیٰ بن عبدالحمید

شیخ فضل اللہ جونپوری کے شاگرد اور اپنے والد کے مرید تھے، شاہجہاں بادشاہ آپ کے اوصاف سُکر ملاقات کا مشتاق ہوا، وکیل کی معرفت ایک فرمان بلانے کیلئے بھیجا لیکن آپ نے قبول نہ کیا۔ آپ کی چند تصانیف بھی ہیں انتقال کا واقعہ عجیب ہے کہ فجر کی سنتیں ادا کرنے کے بعد فرض کی نیت باندھی تو تکبیر تحریمہ کہنے کے ساتھ روح پُراز کر گئی، تاریخ وفات ۱۱۶۴ھ ۱۷۵۱ء ہے۔ (تذکرہ علماء ہند ص ۲۹)

(۹۶) عبدالسلام کابلی (خواجہ) دفتر سوم ۱۷۷ -

(۹۷) عبدالصمد کابلی (خواجہ) دفتر اول ۲۳ - ۸۳ - ۱۸۸ - سوم ۳۱ - ۱۵۶ - ۲۱۴ - (ملاحظہ باب خلفاء)

عبدالعظیم جلال آبادی (شیخ) (ملاحظہ ہو محمد عظیم جلال آبادی)

(۹۸) عبدالغفار بلخی (حقائق و معارف آگاہ خواجہ) دفتر دوم ۵۶ -

(۹۹) عبدالغفور (حافظ) اول ۱۲۸ -

(۱۰۰) عبدالغفور سمرقندی (مولانا) دفتر اول ۱۵۷ - آپ حضرت مجدد الف ثانی کے اجل خلفائے سہ میں (زبد المقامات) ^{۳۸۹}

(۱۰۱) عبدالفتاح پسر میر محمد نعمان (میر) دفتر سوم ۲۵

(۱۰۲) عبدالکریم (حافظ) دفتر اول ۳۲ - ۱۶۶ - ۱۶۷ -

(۱۰۳) عبدالکریم کابلی (شیخ) دفتر دوم ۱۲ - ملا عبدالکریم پشاوری بن ملا درویش، اخوند کریم کے نام سے مشہور تھے

علوم ظاہر و باطن اپنے والد ماجد سے حاصل کئے "محقق افغانستان" ہوئے، صوفی مشرب تھے، سید میر علی

غواص سے خرقہ خلافت پایا، شریعت و طریقت کے جامع تھے، کتاب مخزن الاسلام آپ کی تصنیف ہے ^{۱۰۷۲} ۱۶۶۱ -

میں وفات پائی اور علاقہ یوسف زئی میں دفن ہوئے۔ (تذکرہ علماء ہند ص ۳۲۰) آپ کا نام بھی خلفاء کی

فہرست میں درج ہے (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۴۶)

(۱۰۴) عبداللطیف ہمیشہ زادہ (شیخ) دفتر سوم ۵۳ -

(۱۰۵) عبداللطیف شکر خانی (شیخ) دفتر اول ۹ - ۱۱۵ - ۱۶۰ - ۲۰۷ - آپ نے حضرت خواجہ میر محمد نعمان سے

سلوک طریقت حاصل کیا، نہایت متقی پرنیزگار اور متشرع بزرگ تھے لیکن کسی کو مرید نہ کرتے تھے۔ (روضہ ص ۲۴۹)

(۱۰۶) عبداللہ اسلام خانی (خواجہ) دفتر سوم ۸ -

(۱۰۷) عبداللہ بخش کابلی (میر) دفتر سوم ۳۷ -

(۱۰۸) عبداللہ پشاوری (میر) دفتر سوم ۱۷۶ - (ملاحظہ ہو عبداللہ چوہی باب خلفاء)

(۱۰۹) عبداللہ مندکی (حافظ) دفتر سوم ۱۷۱ - آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہا کے خلفائے سہ میں حضرت نے آپ کو

خلافت دیکر مغرب کی طرف بھیج دیا وہاں بہت لوگ آپ سے مستفیض ہوئے (روضہ ص ۲۴۴)

(۱۱۰) عبداللہ کولابی (خواجہ عبید اللہ کولابی) دفتر سوم ۱۳۱ - سوم ۳۳ - ۲۲۷ - آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفائے ہیں، کولابی میں آپ کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ (روضہ ص ۲۲۵)

(۱۱۱) عبدالہادی بدایونی (شیخ) دفتر اول ۲۳۳ - آپ بدایوں کے فاروقی النسب مشہور مشائخ میں سے تھے آپ بھی حضرت خواجہ باقی باشر قدس سرہ کے ان مریدوں میں سے ہیں جن کی تربیت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے متعلق تھی، آپ ایک عصمتک حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں رہے اور برکات و ثمرات سے بہرہ ور ہو کر خلافت پائی، ۹ شعبان ۱۰۴۱ھ میں انتقال ہوا۔ (مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو حضرت مجدد الف ثانیؒ)

(۱۱۲) عبید اللہ بیگ (میرزا) دفتر اول ۲۵ - ۲۹ - ۵۷ - ۱۰۲ - ۱۱۶ - ۱۲۳ - ۱۳۷ - ۱۴۱ - ۱۵۲ - ۱۸۲ - ۲۲۲ - آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفائے معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ مکتوب ۱۸۲ سے ظاہر ہے۔

(۱۱۳) عثمان کولابی (میر) دفتر سوم ۱۶۳ - ۲۳۶ - آپ بھی حضرت کے خلفائے ہیں (روضہ ص ۲۲۶)

(۱۱۴) عرب بخاری (شیخ) دفتر اول ۱۵۵ - دوم ۲۹ - ۶۶ - آپ شیخ نور اخون درویزہ خلیفہ شیخ آدم بنوری کے مخصوص مرید تھے، بہت مستقیم الاحوال تھے صبح و شام حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات کے درس میں مشغول رہتے تھے (روضۃ القیومیہ کن اول ص ۳۵۳)۔ تاریخ محمدی قلمی رضا لائبریری رام پور میں ۱۰۹۶ھ کے تحت

ایک شخصیت عرب شیخ تام کی ملتی ہے جس کے متعلق یہ الفاظ ہیں: عرب شیخ مخاطب بہ مغل خاں ابن طاہر خاں ازہارائے عالمگیری ۲۲ رمضان ۹۶۱ھ در صوبہ داری مالوہ فوت شد و تلخیص و ترجمہ ص ۳۸) آثار الامراء جلد سوم ص ۵۱۶ پر ہے کہ "مغل خاں عرب شیخ سپر طاہر خاں بلخی کو اپنے باپ کی حیات میں بادشاہ کی روشناسی کا شرف شرف حاصل ہوا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اعتبار کا مستحق ٹھہرا، انہوں نے سال جلوس عالمگیری میں مغل خاں کا خطاب ملا اور بہت ترقی کی، آخر میں مالوہ کی صوبہ داری پر فائز ہوا اور اسے ذوالفقار نام کا ہاتھی اور اصل و اضافہ کے بعد تین ہزار پانسو ذات اور تین ہزار سوار کا منصب مرحمت ہوا اور اسی سال کے آخر ۹۶۱ھ میں اس کا انتقال ہو گیا، اس کے لڑکے کو بھی باپ کا خطاب ملا اور اس نے شاہی خدایات انجام دیں۔ آصف جاہ فتح جنگ کی بیوی سیدہ بیگم کی بہن اس کے گھر میں بچی یعنی وہ آصف جاہ والی دکن کا ہم زلف تھا۔

(۱۱۵) عزیز (میر) دفتر سوم ۱۸۰ - آپ کا نام بھی خلفاء کی فہرست میں درج ہے (روضہ ص ۲۲۶)۔

(۱۱۶) عطائر اللہ (میرک) دفتر اول ۱۸۵ -

(۱۱۷) عطائر اللہ سورتی (ملا) دفتر سوم ۲۷ - ۸۸ - (آپ کا تذکرہ خلفاء کے باب میں ملاحظہ ہو)۔

(۱۱۸) عماد (سید میر) دفتر دوم ۱۰۸ -

(۱۱۹) عمر الحضرمی (شیخ) دفتر سوم ۲۵۲ - (آپ کا تذکرہ خلفاء کے باب میں ملاحظہ ہو)۔

(۱۲۰) عنایت اللہ (قاضی) دفتر سوم ۹۔ قاضی سید عنایت اللہ مونگیری کو ان کے والد بزرگوار سید عبد اللہ بنی کی جگہ پر عالمگیر نے سورج گرہا اور کجرا (مونگیر) کا قاضی مقرر کیا تو بادشاہ نے محکمہ قضا کی سند عطا کرتے وقت اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی حائل اور چالیس بیگہ زمین عنایت کی۔ (ترجمہ تموریہ ص ۲۵۲)

ع

(۱۳۱) غازی سرہندی (مولانا) دفتر دوم ۱۸-۶۸۔

(۱۳۲) غضنفر (حاجی میرزا) دفتر دوم ۲۱-۲۹۔ سوم ۲۳۔ میر غضنفر مخاطب بیکہ تازخاں۔ امراء عالمگیر شاہی میں سے تھے ۱۱ رمضان ۱۰۹۰ کو اجیر میں فوت ہوئے (تلخیص و ترجمہ صفحہ ۳) روضۃ القیومیہ (ص ۲۴۶) میں آپ کو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفائے لکھا ہے۔

(۱۳۳) غلام محمد افغان۔ دفتر اول ۳۷-۳۸۔ سوم ۳۸۔ آپ بھی حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفائے لکھے ہیں (روضہ ص ۲۴۵)

(۱۳۴) غلام محمد فاروق۔ دفتر دوم ۹۔

ف

(۱۲۵) فاضل کابلی (ملا) دفتر سوم ۸۰۔ آپ حضرت کے خلفائے لکھے ہیں کابل میں آپ کے بکثرت مرید تھے (روضہ ص ۲۴۶)

(۱۲۶) فتح خاں شیرپوری۔ دفتر اول ۱۵۲۔

(۱۲۷) فصیح الدین (مولانا) دفتر دوم ۱۲۶-۱۲۹۔ سوم ۲۱۹۔ آپ حضرت کے صاحب کشف و کرامت خلیفہ تھے (روضہ ص ۲۴۴)

(۱۲۸) فضل اللہ برہانپوری (شاہ) دفتر اول ۱۰۷۔

(۱۲۹) فقیر اللہ بنگالی (شیخ) دفتر سوم ۹۷۔

(۱۳۰) فیض اللہ بنگالی (شیخ) دفتر اول ۲۲۳۔ آپ حضرت کے صاحب تصرف خلیفہ تھے (روضہ ص ۲۴۵)

(۱۳۱) فیض محمد فتح آبادی (ملا) دفتر سوم ۷۹۔

ق

(۱۳۲) قاسم پٹنی (خواجہ) دفتر سوم ۲۱۳۔ آپ بھی حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفائے لکھے ہیں (روضہ ص ۲۴۶)

(۱۳۳) قاسم پسر صوفی مغربی (ملا) دفتر سوم ۲۳۵۔ آپ بھی حضرت کے خلیفہ ہیں خراسان میں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی (روضہ ص ۲۴۴)

(۱۳۴) قاسم روپڑی (ملا) دفتر سوم ۵۸۔ آپ بھی حضرت کے خلفائے لکھے ہیں روپڑ (ضلع حصار) میں بہت لوگ

آپ کے معتقد و مرید ہوئے (روضۃ القیومیہ کن دوم ص ۲۴۵)

(۱۳۵) قلیج اللہ۔ دفتر اول ۱۱۔ آپ قلیج محمد اندجانی کے قریبی عزیز تھے مفصل حالات معلوم نہ ہو سکے بعض قلمی

مکتوبات معصومہ میں آپ کا نام فتح اللہ لکھا ہے مگر صحیح قلیج اللہ ہے۔ (تلخیص و ترجمہ ص ۸۳)



گ

(۱۳۶) گدا محمد (خواجہ) دفتر اول ۱۷۴ -

(۱۳۷) گل بہاری (میرزا) دفتر سوم ۶۲ -

(۱۳۸) گل محمد مفتی پشاور (ملا) دفتر اول ۲۱۲ -

ل

(۱۳۹) لطف اللہ بن سعید خاں (میرزا) - دفتر اول ۱۰۰ - ۱۷۶ - میرزا لطف اللہ، جلتا الملک سعد اللہ خاں

کے بڑے صاحبزادے ہیں، عہد عالمگیری میں بہت ترقی کی، اکیسویں سال جلوس عالمگیری میں آپ کو یہ اعزاز ملا کہ پالکی میں سوار ہو کر قلعہ میں آئیں، بعد ازاں تین ہزار ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور نقارہ ملا اور بیجا پور کی

صوبہ داری پر فائز ہوئے، آپ فضل و کمال کے ساتھ شجاع اور بہادر بھی تھے ۱۱۱۴ھ میں انتقال ہوا (ماثر الامراء ج ۳ ص ۱۲۷)

(۱۴۰) لطیف بخاری (میرزا) دفتر سوم ۱۰ - ۱۶۱ - ۲۳۱ -

م

ماہ (خواجہ) ملاحظہ ہو محمد صدیق پسر خواجہ عبدالرحمن نقشبندی

(۱۴۱) محب علی ملتان - دفتر سوم ۱۸۹ - ۲۲۴ -

(۱۴۲) محسن سیالکوٹی (مولانا) دفتر دوم ۴۸ - (آپ کا تذکرہ ضلع کے باب میں)

(۱۴۳) محسن کشمیری (شیخ) دفتر اول ۱۴۲ - شیخ محمد محسن کشمیری کشمیر کے نامور عالم

(۱۴۴) محمد ابراہیم (میر) ولدیات پناہ میر محمد نعمان - دفتر اول ۷۸ - آپ کے متعلق نزہۃ الخواطر جلد ۵ ص ۸ پر ہے کہ

الشیخ العالم الصالح ابراہیم بن نعمان بن شمس الدین الحسنی البلخی ثم الہندی الاکبر آبادی - آپ نقشبندی مجددیہ کے

مشاخ میں سے ہیں آپ نے طویل عرصت تک اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں رہ کر سلوک کی تکمیل کی بعد ازاں ۱۰۶۷ھ

میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کے ہمراہ حج و زیارت سے مشرف ہوئے - تیز مولانا نسیم احمد صاحب تلخیص ترجمہ ص ۲۶۸ پر تحریر فرماتے

ہیں آپ میر محمد نعمان اکبر آبادی کے صاحبزادے اور اسلام خاں (میر ضیاء الدین حسین) کے داماد تھے اکابر عصر میں آپ کا

شمار تھا عالمگیری بادشاہ کی طرف سے بطور نذر چھ لاکھ ساٹھ ہزار کی اجناس حرمین شریفین کیلئے لیکر گئے تھے بعد مراجعت

حدودین میں ۱۰۷۱ھ کو انتقال ہوا - (تاریخ محمدی قلمی رضا لائبریری رامپور و ماثر الامراء جلد اول ص ۲۱۹)

(۱۴۵) محمد ابراہیم (میر) ولد شیخ میر - دفتر دوم ۱۵۰ - ۱۵۱ - ۱۵۲ - سوم ۱۷۳ - ۱۹۲ - ۲۲۵ -

(۱۴۶) محمد اسحاق (میر) ولد شیخ میر - دفتر دوم ۱۵۳ - ۱۵۴ - سوم ۱۵۹ - ۱۶۵ - ۲۲۶ (آپ حضرت خلیفہ میں

(روضہ ص ۲۲۵)

محمد اسحاق (سید) ملاحظہ ہو اسرائیل

(۱۴۷) محمد اشرف (مخدوم زادہ خواجہ) دفتر اول ۲۲۹-۲۳۸- دوم ۱۴۵-۱۴۶- سوم ۲۵۳- آپ کا تذکرہ اولاد امجاد کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۱۴۸) محمد افضل (ملا) ولد شیخ بدرالدین سرہندی- دفتر اول ۴۰-۱۹۴- آپ مولانا شیخ بدرالدین صاحب حضرات القدا کے صاحبزادے، حضرت کے بڑے خلفا اور اولیائے وقت میں سے تھے (روضہ ص ۲۴۲)

(۱۴۹) محمد افغان (حاجی) دفتر اول ۳۳-۱۷۱- (خلفاء کا باب ملاحظہ ہو)

(۱۵۰) محمد امین بخاری (مولانا) دفتر دوم ۱-۲۸-۱۲۷- سوم ۲۹-۱۷۰- (آپ صاحب جذب قوی الاثر خلیفہ تھے (روضہ ص ۲۴۳)

(۱۵۱) محمد امین حافظ آبادی (مولانا) دفتر دوم ۱۵۵- سوم ۱۰۲-۱۹۶- آپ جی حضرت عروۃ الوثقیہ کے خلفائے ہیں، حضرت نے آپ کو ہر سہ ولایت کی خوشخبری دی (روضہ ص ۲۴۳)

(۱۵۲) محمد امین لاہوری (مولانا) دفتر اول ۱۱۹- دوم ۱۱۶- مولانا محمد امین بن مولانا خواجہ حسینی الہروی ثم اللہ لاہوری

آپ ہرات میں پیدا ہوئے وہاں سے قندھار آئے، شیخ زین الدین خوانی سے علم حاصل کیا اور اکبری دور میں

ہندوستان آئے اور ملک پور (مضافات لاہور) میں مقیم ہو گئے ۸۶ سال کی عمر میں وفات پائی (نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۳۶)

(۱۵۳) محمد الشدرکھا سرہندی (شیخ)- دفتر سوم ۱۰۴-

(۱۵۴) محمد باقر فتح آبادی- دوم ۶۹- اعظم خاں میر محمد باقر عرف ارادت خاں سادات میں سے تھے۔ ساوہ

(عراق کا ایک شہر) سے جہانگیری دور میں ہندوستان آئے، شاہجاں کے دور میں بہت ترقیاں حاصل کیں اور دکن

کی گورنری ملی پھر دھاور کے قلعہ کو فتح کیا اور اس کا نام فتح آباد رکھا، شاید اسی وجہ سے فتح آبادی کہلائے ہو

آخر میں جونپور کی سرکاراں کے سپرد ہوئی اور وہیں ۱۰۵۹ھ میں ۷۶ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اعظم اولیا تاریخ

وفات ہے، جونپور میں دریا کے کنارے ایک بلغ لگایا تھا اسی میں دفن ہوئے۔ (مآثر الامراء ج ۱ ص ۷۸)

(۱۵۵) محمد باقر لاہوری (شیخ) دفتر دوم ۴۷-۱۴۱- سوم ۱۱-۱۰۰-۱۰۱-۱۲۸-۱۵۰-۱۵۷-۱۹۴-۲۱۸-۲۳۸

-۲۴۹

(۱۵۶) محمد بن محمد التہامی- دفتر دوم ۷۹-

(۱۵۷) محمد بیگ بلخی (سید) دفتر سوم ۸۴-

(۱۵۸) محمد جان اکبر آبادی (شیخ) دفتر اول ۲۱-

(۱۵۹) محمد جان طالقانی (حاجی) دفتر اول ۲۰-

(۱۶۰) محمد جان ورسی (ملا) (محمد خان ورسی) دفتر دوم ۹۷- سوم ۱۵۸-

(۱۶۱) محمد حسین کابلی (صوفی) دفتر دوم ۱۱۱- سوم ۱۳۶-۲۱۰- آپ بھی حضرت کے خلفائے ہیں کابل میں آپ کا ارشاد مکتبہ ہوادریہ

(۱۶۲) محمد حکیم ولد قاضی اسلم (خواجہ)۔ دفتر اول ۱۳۰۔

(۱۶۳) محمد حنیف کابلی (خواجہ) دفتر اول ۱۲-۲۲-۲۴-۵۵-۷۹-۸۸-۸۶-۸۹-۱۲۰-۱۵۸-۱۷۰۔

۲۰۱- دوم ۶-۸-۱۰-۱۳-۱۵-۱۷-۱۹-۲۰-۲۲-۲۴-۲۵-۲۷-۳۰-۳۱-۱۲۸- سوم ۳۳-۷۷۔

۷۷۔ دفتر سوم کا مکتوب ۱۵۴ خواجہ محمد حنیف کی وفات پر ان کے متعلقین کے نام بطور تعزیت تحریر فرمایا۔ (آپ کا تذکرہ خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو)۔

(۱۶۴) محمد خانی (میر) دفتر اول ۲۸-۲۹-۱۲۷-۲۱۱۔

(۱۶۵) محمد خلیل اللہ (برادرزادہ شیخ) دفتر دوم ۱۲۰- سوم ۳-۱۹۵-۲۱۶۔ (تذکرہ خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۱۶۶) محمد رضا پسر رعایت خاں۔ دفتر سوم ۸۶۔

(۱۶۷) محمد رؤف کابلی۔ دفتر دوم ۱۲۳۔

(۱۶۸) محمد زاہد جدید (میرزا)۔ دفتر دوم ۱۰۵۔

(۱۶۹) محمد زباں (میرزا) پسر رعایت خاں۔ دفتر سوم ۸۵۔

(۱۷۰) محمد زباں (میر) دفتر دوم ۱۰۷۔

(۱۷۱) محمد سعید (برادر بزرگ حضرت شیخ) دفتر سوم ۱-۶۶۔ حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمۃ قدس سرہ

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے دوسرے فرزند ہیں آپ کی ولادت باسعادت ماہ شوال ۱۰۵۵ھ میں ہوئی، طفولیت ہی سے آثارِ ہدایت و کرامت آپ کی ناصیئہ استعداد سے ہویدا تھے جب آپ سن شعور کو پہنچے تو تحصیل علوم ظاہری میں مشغول ہو گئے، شیخ محمد طاہر لاہوری سے اکثر کتابیں پڑھیں، بعض کتابیں اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادق سے بھی پڑھیں، اپنے والد ماجد اور شیخ عبدالرحمن رمزی سے حدیث کی کتابیں پڑھیں اور سند حاصل کی، تحصیل علوم ہی زمانے میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی توجہ سے طائفہ علیہ نقشبندیہ کی نسبت سے مشرف ہوئے اور خازن الرحمۃ کا لقب پایا۔ سترہ اٹھارہ سال کی عمر سے درس و تدریس میں مشغول ہو گئے، معقول و منقول کی مشکل سے مشکل کتابیں پوری قابلیت سے پڑھائیں اور بعض کتابوں پر حواشی بھی لکھے، انہی میں سے تعلق مشکوٰۃ المصابیح بھی ہے فقہ میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور دقیق سے دقیق مسائل کو معمولی توجہ سے حل فرمادیتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں سو عدد مکتوبات کا ایک دفتر ہے۔ دہلی سے سرسند شریف آتے ہوئے سنبھالکے کے مقام پر ۲۷ جمادی الاخری ۱۰۷۰ھ کو انتقال فرمایا۔ جنازہ کو سرسند شریف لا کر قبہ حضرت خواجہ محمد صادق میں دفن کیا گیا۔ (تفصیلی حالات کیلئے ملاحظہ ہو حضرت مجدد الف ثانی)۔

(۱۷۲) محمد سعید فاروقی (شیخ) دفتر سوم ۲۰۔

(۱۷۳) محمد سعید سارنگپوری دفتر سوم ۷۴۔

(۱۷۴) محمد سعید سہارنپوری۔ دفتر دوم ۷۲۔

شاعری سے دستکش ہو کر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت مجدد الف ثانی م کی صحبت میں ولایتِ خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور حضرت کی خلافت سے مشرف ہوئے ۱۰۱۹ھ میں آپ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی بیاضِ خاص سے رسالہ مبداء و معاد کے مضامین نقل کر کے مرتب کیا، ۱۰۳۲ھ میں حج و زیارتِ حرمین شریفین کیلئے تشریف لے گئے۔ ماہ شوال ۱۰۳۲ھ میں وفات پائی اور دہلی میں حضرت خواجہ یاقی باللہ قدس سرہ کے قبرستان میں دفن ہوئے (تفصیلی حالات کیلئے ملاحظہ ہو حضرت مجدد الف ثانی م) (۱۹۱) محمد صدیق ولد شیخ محمد صالح تھانیسری۔ دفتر سوم ۱۰۳۔

(۱۹۲) محمد صدیق پشاوری (مولانا) دفتر اول ۱۸-۵۶-۵۹-۶۶-۸۲-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۸-۱۲۲-۱۲۴۔

۱۲۹-۱۳۳-۱۳۸-۱۳۹-۱۳۴-۱۳۶-۱۳۹-۱۴۹-۱۴۹-۲۱۴-۲۲۰-۲۲۶-۲۲۸-۲۳۸-۲۳۸-۲-۳-۴۔

۳۵- سوم ۴۵-۱۲۰۔ (آپ کا تذکرہ خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۱۹۳) محمد صدیق کشمی (خواجہ) دفتر اول ۶۹-۱۶۱۔

(۱۹۴) محمد صدیق ملقب بخواجہ ماہ پسر خواجہ عبدالرحمن نقشبندی۔ دفتر سوم ۱۲۹-۱۸۱-۲۰۴۔

(۱۹۵) محمد صلاح کابلی۔ دفتر دوم ۱۲۔

(۱۹۶) محمد عارف (حاجی) دفتر اول ۲۱۳-۲۲۵- دوم ۵۰۔ (آپ حضرت کے خاص خلیفہ اور طریقہ احمدیہ کے سخت پابند تھے۔
(دفعہ ۲۲۲)

(۱۹۷) محمد عاشور بخاری (حاجی) دفتر اول ۱۳۵- دوم ۳۲۲- سوم ۱۳۲- سوم ۲-۲۵۱۔ (ملاحظہ ہو خلفا کا باب)

(۱۹۸) محمد عبید اللہ (مخدوم زادہ خواجہ) دفتر اول ۶۸-۱۱۰-۱۸۳-۱۹۱-۱۹۲-۲۱۹-۲۳۶۔

سوم ۱۱۸-۱۱۸۔ (آپ کا تذکرہ اولادِ مجاہد کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۱۹۹) محمد عبید اللہ (پیر زادہ خواجہ) دفتر اول ۸۵-۱۲۱-۱۵۶-۲۳۰۔

پیر زادہ خواجہ محمد عبید اللہ عرف خواجہ کلال۔ آپ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے ہیں، یکم ربیع الاول ۱۰۳۲ھ کو عصر کے وقت ولادت ہوئی، ابھی اڑھائی سال کے بھی نہیں ہونے پائے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ خواجہ حامد الدین نے آپ کی پرورش کی اور اعلیٰ تعلیم و تربیت کے بعد آپ کو حضرت مجدد الف ثانی م کی خدمت میں بھیجا جہاں حضرت کے فیضِ صحبت سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں تکمیل حاصل کر کے خلافتِ پائی اور اس طرح آپ اپنے والد بزرگوار کے خلف الرشید ثابت ہوئے اور علوم ظاہری و باطنی میں کامل ہو گئے۔ تیر آپ کی ایک صاحبزادی کی شادی حضرت مجدد الف ثانی م کے چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ محمد بچھی سے ہوئی، اس طرح آپ کو حضرت سے قرابت داری کا شرف بھی حاصل ہو گیا۔ آپ عربی و فارسی کے انشا پرداز تھے آپ کا ایک مختصر رسالہ "مبلغ المرہال" بھی ہے۔ اخیر عمر میں آپ کا رجحان توحید و جود کی طرف ہو گیا تھا جس کا بہت مدلل جواب حضرت عروۃ الوثقی نے اپنے مکتوب ۲۳۰ دفتر اول میں دیا ہے، ۱۸ جمادی الاول ۱۰۴۳ھ کو آپ کا انتقال ہوا اور اپنے والد کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ (مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو حضرت مجدد الف ثانی م)

(۲۰۰) محمد علیم جلال آبادی (شیخ) عبدالعلیم۔ دفتر اول ۲۸۔ ۱۳۰۔ دوم ۵۲۔ سوم ۹۵۔ ۱۱۲۔ ۱۲۱۔ ۱۳۷۔
آپ بھی حضرت عروہ الوثقی کے خلفائے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ حضرت ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں ”اس سے پہلے مکتوب
میں فقیر نے لکھا تھا کہ جس تعداد کی آپ کو اجازت دی گئی تھی اس سے دو چند کی اجازت ہے اب لکھا جاتا ہے کہ چار گنی
تعداد کو طریقہ سکھائیں۔ (مکتوبات معصومہ دفتر اول مکتوب ۲۸)

(۲۰۱) محمد فاروق (خواجہ) ولد خواجہ عبدالغفور سمرقندی۔ دفتر اول ۶۰۔ ۹۹۔ ۱۰۶۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔

(۲۰۲) محمد فاروق (میرزا) دفتر اول ۸۰۔

(۲۰۳) محمد فضل اللہ ہمیشہ زادہ (حاجی شیخ) دفتر دوم ۱۲۸۔ سوم ۲۵۰۔ (آپ کا تذکرہ خلفائے باب میں ملاحظہ ہو)

(۲۰۴) محمد قلی (ملا) دفتر اول ۶۲۔ شیخ عالم الصالح محمد قلی بن رستم نقشبندی دہلوی۔ آپ مشائخ نقشبندیہ میں

ہیں، ہلی میں ولادت ہوئی اور وہیں تربیت پائی اور علم و طریقت کی تعلیم خواجہ عبداللہ بن حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ
کی خدمت میں حاصل کی اور بہت مدت تک ان کی صحبت میں رہے، آپ کی تصانیف میں سراج المشکوٰۃ ہے
آپ کی وفات ۱۰۳۳ھ میں ہوئی۔ (نرغزہ انخواطر جلد ۵ ص ۳۸۶)

(۲۰۵) محمد کاشف۔ دفتر اول ۸۲۔ ۱۳۲۔ ۱۷۲۔ آپ حضرت عروہ الوثقی کے قدیم خلفائے معلوم ہیں بہت محتاط

رہتے ہوئے سلوک کی تکمیل کی، حضرت نے آپ کو خلافت و اجازت عطا فرما کر کاشغری بھیجا وہاں آپ کو پوری
مقبولیت حاصل ہوئی حتیٰ کہ بلاشاہ کاشغری بھی آپ کا مرید ہو گیا۔ (روضہ رکن دوم ص ۲۲۲)

(۲۰۶) محمد کاظم (خواجہ) ولد خواجہ محمد ہاشم۔ دفتر اول ۹۶۔ ۲۳۴۔

(۲۰۷) محمد محسن (حافظ) دفتر دوم ۶۷۔ (آپ کا تذکرہ خلفائے باب میں ملاحظہ ہو)

(۲۰۸) محمد مسافر (ملا)۔ دفتر اول ۷۲۔

(۲۰۹) محمد معصوم۔ دفتر دوم ۱۳۵۔ آپ محمد صالح ترخان صف شکن خاں کے داماد تھے جو عالمگیری کی فوج میں

ملازم تھا۔ (مائتہ الامراء جلد ۳ ص ۲۶۷)

(۲۱۰) محمد معین۔ دفتر دوم ۴۶۔

(۲۱۱) محمد مقیم قصوری۔ دفتر اول ۵۱۔ آپ اپنے والد شاہ ابوالمعالی کے انتقال کے وقت کم سن تھے علوم ظاہری کی

تکمیل کے بعد تلاشِ مرشد میں لاہور پہنچے اور حیات المیزنہ پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور خلافت پائی ۱۰۵۰ھ

میں انتقال ہوا (صدیقۃ الاولیاء ص ۱۹)۔

محمد مکی (خواجہ) ملاحظہ ہو جعفر خاں۔

(۲۱۲) محمد منصور (میر) دفتر اول ۸۷۔

(۲۱۳) محمد موسیٰ (شیخ میر) دفتر سوم ۱۷۹۔

(۲۱۴) محمد مومن گیلانی ثم برہانپوری (شیخ) دفتر دوم ۵۸ - ۹۴ - سوم ۱۲۲ - آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلیفہ شیخ ابوالمظفر برہانپوری کے خلفائے سے ہیں جیسا کہ دفتر سوم مکتوب ۵۴ سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۲۱۵) محمد میرک بیگ بدخشی گرز بردار۔ دفتر دوم ۱۱۲ - سوم ۲۹ - ۶۰ - ۲۲۰۔

(۲۱۶) محمد نعمان (حقائق آگاہ میر) دفتر اول ۸ - ۱۷ - ۵۲ - ۹۷ - ۱۰۱ - ۱۰۲ - ۱۰۳ - ۱۲۸ - ۱۴۲ - ۱۶۳ -

۱۸۴ - ۲۰۳ - ۲۱۷ - خواجہ میر محمد نعمان بن سید شمس الدین یحییٰ بدخشی معروف بہ میر بزرگ، حضرت

مجدد الف ثانی قدس سرہ کے خلفائے سے ہیں جیسا کہ دفتر سوم مکتوب ۵۴ سے ظاہر ہوتا ہے۔

میں آپ کی ولادت ہوئی، بچپن سے آپ پر درویشی کے آثار نمایاں تھے، فقر اور مشائخ کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھتے تھے، علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ حضرت امیر عبداللہ عشقی کی خدمت میں بلخ پہنچے اور ان ہی کے اشارہ پر ہندوستان تشریف لائے، یہاں بہت سے درویشوں کی خدمت میں پہنچے بالآخر حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت بابرکت کو لازم کر کے طریقہ نقشبندیہ میں داخل ہو گئے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے انتقال کے بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ آپ کو اپنے ہمراہ سرہند شریف لے آئے اور ایک عرصہ بعد مقامات عالیہ سے سرفراز فرما کر خلافت و اجازت دیکر برہانپور بھیج دیا پھر جہانگیر نے آپ کو برہانپور سے اکبر آباد بلو الیا۔ میر صاحب موصوف کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ساتھ عشق و محبت امتیاز کامل حاصل تھا اسی لئے آپ کی شہرت و قبولیت بہت ہوئی اور کثرت مخلوق آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئی۔ آپ نے ایک مختصر رسالہ "رسالہ سلوک" بھی تالیف فرمایا ہے۔ آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے بعض نے ۱۸ صفر ۵۸۸ھ لکھا ہے اور بعض نے ۱۰۵۹ھ لکھا ہے، مزار پر انوار اکبر آباد میں ہے (مزید تفصیل کیلئے کتاب "حضرت مجدد الف ثانیؒ" ملاحظہ ہو)

(۲۱۷) محمد نقشبند (مخدوم زادہ خواجہ) دفتر اول ۶۷ - ۱۱۳ - ۱۹۳ - ۱۹۵ - ۲۳۷ - سوم ۲۲۵ - ۲۲۶ - ۲۲۷۔

(آپ کا تذکرہ اولاد امجاد کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۲۱۸) محمد نقی (میرزا) دفتر سوم ۱۰۶۔ الشیخ الفاضل المفتی محمد نقی بن محمد نقی بن کمال الدین القرشی الملتانی ثم لاہوری

علماء صاحبین میں سے تھے لاہور میں پیدا ہوئے وہیں تربیت پائی اور علم و معرفت اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا،

انہیں کی خدمت میں رہے، اپنی بقیہ عمر درس و تدریس اور افتا میں بسر کی (نرہۃ الخواطر ج ۶ ص ۳۶۰)

(۲۱۹) محمد وفا حصاری (خواجہ) دفتر اول ۲۲ - سوم ۲۳۴ - حضرت کے خلیفہ جن کو قدھا میں مقبولیت حاصل ہوئی (روضہ ۲۲۲)

(۲۲۰) محمد ہادی (میرزا) یا (مرزا ہادی) دفتر دوم ۴ - سوم ۵۱ - الامیر الفاضل محمد ہادی بن رفیع الدین الفارسی۔

ہندوستان کے مشہور لوگوں میں سے ہیں، شہزادہ شجاع بن شاہجہاں کی خدمت میں رہے پھر اس سے علیحدگی اختیار

کر لی، کھجوه کے مقام پر عالمگیری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عالمگیر نے آپ کو دو ہزار ذات اور پانچ سو گھوڑوں کا منصب اور بادی خاں کا لقب عطا فرمایا۔ (ترغیۃ الخواطر ج ۵ ص ۳۸۶)

(۲۲۱) محمد ہاشم کشمی (خواجہ) دفتر اول ۵۳ - ۲۰۶ - مولانا محمد ہاشم، موضع کشم (بخشاں) میں پیدا ہوئے وہیں تعلیم تربیت پائی لیکن عنفوان شباب ہی سے فطری مناسبت اور بشارتہائے یزدانی کی بنا پر سلسلہ ذہبیہ خواجگان نقشبندیہ سے وابستگی پیدا ہو گئی تھی اسی تلاش و جستجو میں ہندوستان کا سفر اختیار کیا اور اتفاقاً برہان پور پہنچ کر حضرت خواجہ محمد نعمان کی خدمت میں پہنچ گئے بعد ازاں میر صاحب موصوف کی صحبت سے متاثر ہو کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل ہو گئے۔ چونکہ مولانا محمد ہاشم خوش آواز، شیریں کلام، نیک خلق اور متواضع تھے اس لئے میر صاحب بھی آپ پر بہت مہربان تھے حتیٰ کہ اپنی دختر نیک اختر کی شادی آپ کے ساتھ کر کے آپ کو شرفِ دامادی بخشا۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے طلب قربانے پر ۱۰۳۱ھ میں اجیر شریف حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقریباً دو سال تک سفر و حضر، خلوت و جلوت میں آپ حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں رہے اور اس مدت میں جس قدر فوائد اور انوار و برکات اس آفتاب عالمیاب سے حاصل کئے ان کی تفصیل احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ آپ نے حضرت مجدد الف ثانی، حضرت خواجہ باقی باہد اور صاحبزادگان وغیرہم کے حالات میں نہایت جامع اور مستند مجموعہ لکھا جس کا نام ”برکات احمدیہ“ رکھا اور تاریخی نام ”زبدۃ المقامات“ قرار پایا حضرت کے حالات سے پہلی اور مستند کتاب ہے۔ غالباً ۱۰۵۴ھ میں آپ کا انتقال برہانپور میں ہوا، چونکہ آپ کا مزار عید گاہ کے قریب پانڈہ رول ندی کے کنارے پر تھا ۱۰۲۲ھ میں سیلاب کی وجہ سے مزار کے منہدم ہو جانے کا خطرہ تھا خود مولانا محمد ہاشم نے شہر برہانپور کے ایک بزرگ محوطہ کو خواب میں اپنے مزار کے دوسری جگہ منتقل کرنے کی ہدایت کی حسب ارشاد آپ کی نعش کو دوسری جگہ دفن کیا گیا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تقریباً تین سو سال کے بعد آپ کی نعش کو قبر سے نکالا گیا آپ کا جسم اور کفن بالکل اصلی حالت پر تھے اور قبر سے ایسی خوشبو نکلی کہ سارا علاقہ تہک گیا بعد ازاں آپ پر نماز جنازہ پڑھ کر سپرد خاک کیا گیا (مزید حالات کیلئے ملاحظہ ہو کتاب ”حضرت مجدد الف ثانی“)

(۲۲۲) محمد یار خادم حضرت خواجہ محمد نقشبند - دفتر سوم ۶۳ -

(۲۲۳) محمد یحییٰ (حضرت خواجہ، برادر ایشاں) دفتر اول ۱۸۰ - سوم ۱۴۲ -

آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ساتویں فرزند ارجمند اور آخری اولاد امجاد ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۲۲ھ میں ہوئی۔ آپ قد و قامت، رفتار و گفتگو اور چشم و ابرو میں اپنے والد ماجد سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ آپ بچپن ہی سے عالی استعداد رکھتے تھے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی برکت سے آٹھ نو سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ اسی طفولیت کے زمانے میں تحصیل علم سے بھی آپ کو کامل محبت و رغبت تھی

حتیٰ کہ بچپن ہی میں استاد کے ساتھ آپ کی نسبت رابطہ اس قدر مشاہدہ کی گئی کہ کسی بچے سے ایسا مشاہدہ نہیں کیا گیا اور نہ سنا گیا۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے وصال کے بعد اپنے بزرگ بھائیوں کی تربیت میں تحصیل علوم معقول و منقول کی بھی تکمیل فرمائی، اس کے بعد پندرہ سال کی عمر میں تہایت پابندی اور کامل توجہ و استحصال کے ساتھ کتب متداولہ کی درس و تدریس اور علوم کی نشر و اشاعت میں مشغول ہو گئے اور زہد و انقطاع، آزادی و بے تعلقی، ضبط اوقات، سنتِ سینہ کے اوضاع و اطوار کی پابندی اور اس طریقہ عالیہ کی رعایت کرنے میں پوری طرح دائم و قائم رہے جیسا کہ آپ کی پیشانی مبارک پر نجابت و شرافت اور نسبت معنویہ کی وراثت کے آثار اس امر کے شاہد عادل تھے۔

آپ کی مقبولیت کے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی پوتی یعنی خواجہ کلاں خواجہ عبید اللہ کی دختر آپ کے نکاح میں آئیں، اس طرح آپ ظاہری نسبت میں خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ آپ بھی اپنے بھائیوں کے ہمراہ ۱۶۷۰ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے اور زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور وہاں کے فیوض و برکات سے بالانال ہوئے۔

حضرت خواجہ محمد یحییٰ قدس سرہ کی وفات ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۰۹۶ھ کو ہوئی اور سرسہ شریف میں آپ کا مزار علیحدہ گنبد میں زیارت گاہ عام ہے۔ آپ کی اولاد میں تین لڑکے اور لڑکی تھے یعنی شیخ صیبا، الدین یوسف عرف میاں جو، شیخ زین العابدین عرف میاں فقیر اللہ، شیخ محمد امام لا ولد۔ بی بی زینب النساء۔

(۲۲۲) محمد یحییٰ پسر قاضی چوکی کابلی۔ دفتر سوم ۱۶۹-۱۸۳۔

(۲۲۵) محمد یعقوب (میر) سوم ۱۹۳ (غالباً شمشیر خاں دوم ۱۱) (ملاحظہ ہو شمشیر خاں)

(۲۲۶) محمد یوسف خادم۔ دفتر اول ۲۰۸۔

(۲۲۷) محمد یوسف گردیزی پیرزادہ ملتان (شیخ) دفتر سوم ۱۶۲-۱۸۸-۲۲۳۔ (خلفا کا باب ملاحظہ ہو)

(۲۲۸) مراد قلی پشاور (ملا شاہ) سوم ۲۰۹-۲۳۳۔

مرزا خاں۔ (ملاحظہ ہو مرزا ابوالمعالی)

(۲۲۹) مزاری (خواجہ کلاں) دفتر سوم ۲۲۹۔

(۲۳۰) مسافر (ملا)۔ دفتر اول ۷۲۔

(۲۳۱) مشتاق برکی (ملا) دفتر سوم ۲۲۲-۳۶۔ آپ حضرت کے صاحبِ تصرف خلیفہ تھے (روضہ ص ۳۳۵)

آپ کا مزار لاہور افغانستان میں ابھی تک موجود ہے، نیز وہاں (لوگر میں) شاہ ابوالفتح کا مزار بھی موجود ہے جو کہ

(۲۳۲) مصطفیٰ بنگالی (حاجی) دفتر دوم ۵۲-۶۲-۵۰۔ آپ بھی حضرت کے خلیفہ ہیں بنگال میں بہت مقبول تھے (روضہ ص ۲۳۵)

مظفر بریلان پوری (شیخ) ملاحظہ ہوا ابوالمظفر

(۲۳۳) مظفر حسین (میر) دفتر دم ۸۶ - آپ نے حضرت کی خدمت میں تکمیل سلوک کیا اور خلافت پائی (روضہ ص ۲۴۲)

(۲۳۴) معصوم (میر) دفتر اول ۱۶ -

(۲۳۵) معقول (میاں) دفتر سوم ۷۲ -

(۲۳۶) معین الدین (میرک) دفتر دم ۸۹ - ۱۵۸ - (آپ کا تذکرہ خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۲۳۷) مغل (میر) دفتر اول ۶۶ -

(۲۳۸) مفاخر حسین (میر) دفتر دم ۱۰۳ - آپ نے حضرت کی خدمت میں سلوک تکمیل کر کے خلافت پائی (روضہ ص ۲۴۲)

(۲۳۹) مہر نیر خاں۔ دفتر اول ۲۱۶ - مہر نیر خاں بن عیسیٰ خاں نیازی خان جہاں کے ساتھیوں میں سے تھے عہد شاہجہانی ۱۰۴۰ء میں جب

(۲۴۰) موسیٰ (ملا) دفتر دم ۱۲۲ - (آپ کا تذکرہ خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۲۴۱) مومن بیگ کابلی - دفتر اول ۷۱

(۲۴۲) مومن جذبی (خواجہ) دفتر اول ۱۲ - ۹۵ - آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مقبولین میں سے ہیں اور صاحبزادہ گل خان حضرت

خواجہ محمود صاحب نے آپ کو بشارت دی کہ نیز حضرت عروۃ الثقیی کے ہر دو مکتوب شفقت و محبت سے لبریز ہیں -

(۲۴۳) مومن (خواجہ) قاضی زادہ برہانپوری دفتر سوم ۱۲۷ - ۱۸۵ -

(۲۴۴) میر دلوی (شیخ) دفتر سوم ۱۳۶ -

(۲۴۵) میر بیگ کولابی - دفتر سوم ۱۳۹ -

میرزا خاں (سیادت پناہ) دفتر دم ۱۰۱ - ۱۰۴ - (آپ کا تذکرہ میرزا ابوالمعالی مکتوب الہیم نمبر ۱۱ ملاحظہ ہو)

(۲۴۶) میرک شیخ (سیادت رنگاہ) دفتر اول ۲۰ - ۱۲۷ - الشیخ العالم الکیبر العلامہ میرک شیخ بن فصیح الدین حنفی الہروی

ہرات میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی اور عہد شباب میں ہندوستان آئے - [آپ قاضی سلم (متوفی ۱۰۶۱ھ) کے بیٹے تھے

قاضی سلم عہد جہانگیری میں ہرات سے لاہور آئے اور ملا عبد السلام (متوفی ۱۰۳۷ھ) کی شاگردی اختیار کی - ملا عبد السلام

لاہور کے معتبر فاضل اور علم فقہ میں عالی رتبہ رکھتے تھے کچھ دنوں شاہی لشکر کے مفتی بھی رہے]

میرک شیخ اکتساب کمال کے بعد شاہجہاں کے ملازمین میں منسلک ہو گئے اور اپنی قسمت کی یاوری سے داراشکوہ او

دوسرے شہزادوں کی تعلیم پر مقرر ہو گئے، پھر بادشاہ کی نوازش سے معقول منصب پر سرفراز ہوئے اور بیگم صاحبہ

کی سرکاری دیوانی ملی اور آپ کے منصب میں پانچ سوزات اور پچاس سوار کا اضافہ ہوا - جب اورنگ زیب کو تخت

سلطنت حاصل ہوا تو آپ پر مزید عنایات ہوئیں اور عنایت اللہ قادری کی بجائے صدارت کل کا عہدہ ملا، پھر

بہت بڑھے ہو جانے کی وجہ سے معزول کر دیئے گئے اور ۱۰۷۱ھ میں انتقال ہو گیا - (نزدہ ۲۱۵ھ و ماثر الامراء ص ۲۳۵)

ن

- (۲۲۷) نصیر خاں . دفتر سوم ۲۱۱۔
- (۲۲۸) نظام الدین کولابی (حاجی) دفتر دوم ۸۲۔
- (۲۲۹) نعمت اللہ بنگالی (سید) دفتر سوم ۱۳۲-۱۷۲۔
- (۲۵۰) نعمت اللہ قادری (شاہ) دفتر اول ۲۷-۷۷۔ الشیخ العالم البکیر علامہ جلال الدین نعمت اللہ بن عطار اللہ نارولی مشائخ قادریہ میں سے تھے، آپ کی ولادت و تربیت نارول میں ہوئی، آپ نے تحصیل علم کی خاطر بہت سے شہروں کا سفر کیا، جو پور میں شیخ محمد افضل عثمانی سے ہیئت پڑھنے گئے، تحصیل علوم سے فارغ ہو کر فیروز پور میں سکونت اختیار کر لی، آپ مشائخ قادریہ میں ایک ممتاز شیخ تھے آپ کی وجاہت و قبولیت مسلم تھی، شاہزادہ شجاع آپ سے بیعت تھا، عالمگیر کے دربار سے بھی آپ کا تعلق ہو گیا تھا، آپ کی مصنفات میں ایک تفسیر القرآن ہے جو جلالین کے طرز پر ہے اور ایک ترجمہ القرآن ہے جس کا تفسیر جہانگیری ہے، اس ترجمہ کو عہد جہانگیری میں دہلی کے قیام میں لکھا تھا آپ نے کئی بزرگوں سے سلوک طے کیا اور علامہ محمود بن محمد جو پوری نے آپ سے تعلیم طریقت کو اخذ کیا تھا۔ ۱۷۲۰ء میں آپ کا وصال ہوا (روضۃ الخواطر جلد ۵ ص ۲۲۳) صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ شاہزادہ شجاع جن دنوں بنگال میں تھا آپ کو چار لاکھ اشرفی سالانہ بطور خرچ دیتا تھا۔ آپ سارا روپیہ فقرا کو تقسیم کر دیتے۔ (روضہ ص ۲۴۷)
- (۲۵۱) نعمت اللہ شپاوری (ملا) دفتر اول ۱۳۶-۱۳۹-۱۵۱۔ آپ حضرت کے خلفا میں سے ہیں (روضہ ص ۲۴۳)
- (۲۵۲) نور محمد بارہہ (سید) دفتر دوم ۹۶-۹۹-۱۶۶۔ (انڈیا تاریخ محمدی رضالائبریری رام پور) "سید نور محمد بارہہ مخاطب بہ سیف خاں از امرائے عالمگیر شاہی در شاہجہاں آباد فوت شد" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سادات بارہہ میں سے تھے امرائے عالمگیری میں آپ کا شمار تھا ۱۷۱۵ء میں ملی میں وفات ہوئی۔ (تلخیص و ترجمہ ص ۵۴)
- (۲۵۳) نور بیگ (صوفی) دفتر اول ۲۰۰-۲۱۔ آپ حضرت کے خلفا میں سے ہیں۔
- (۲۵۴) نور محمد پٹنی (شیخ) آپ حضرت مجدد الف ثانی کے جلیل القدر خلفا میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ نے (دفتر اول ۹۳) امرید کر کے آپ کی تربیت حضرت مجدد الف ثانی کے حوالہ کی، حضرت نے بعد تکمیل سلوک خلافت اجازت عطا فرما کر ٹیپہ بھیج دیا وہاں آپ نے دریائے گنگا کے کنارے ایک مسجد اور ایک جھونپڑی بنائی جس میں مع اہل و عیال رہنے لگے اور مسجد کو طاعات و عبادات، ارشاد و ہدایات اور افادہ علوم دینیہ کا مرکز بنایا۔ بعض حضرات آپ کو رجال الغیب میں شمار کیا ہے۔ (تفصیلی حالات کیلئے ملاحظہ ہو کتاب "حضرت مجدد الف ثانی")
- (۲۵۵) نور محمد سورتی (شیخ) دفتر سوم ۲۸۔
- (۲۵۶) نور روز بختاوردیشی (میر) دفتر سوم ۱۸۲۔

۹

(۲۵۷) ولی محمد جتئی، (شیخ ولی جتئی)۔ دفتر دوم ۱۱۵-۱۲۲۔ آپ بھی حضرت کے خلفائے سے ہیں (روضہ ص ۲۴۵)

۵

(۲۵۸) ہمت خاں۔ دفتر اول ۲۱۸۔ دوم ۱۲۴۔ ہمت خاں میر عیسیٰ میرن، میر ضیاء الدین حسین اسلام خاں بدخشی کے لائق فرزند تھے۔ بچپن ہی سے عالمگیر بادشاہ کی عنایات سے سرفراز رہے اور بادشاہ کی تربیت میں نشوونما پائی، سلیم النفس، نیک ذات، کریم الاخلاق اور خیر خواہ خلاق تھے، ہر نوع کے ارباب بہتران کی محفل میں باریاب کامیاب تھے، اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے، فصیح و بلیغ نظم و نثر ان کی یادگار ہیں، ایک شعر ملاحظہ ہو

بجز خارے کہ مجتوں داشت در دل بیابان جتوں خارے ندارد ص

عالمگیری دور میں سال بسال ترقی ہوتی رہی، چوبیسویں سال جلوس عالمگیری میں آپ اجمیر میں بخشی اول کی جلیل القدر خدمت پر فائز ہوئے اور شاہی نوازش سے سہرے روپے کے ساتھ خلعت آپ کے گھر بھیجا گیا ۵ محرم الحرام ۹۲۰ مطابق ۱۶ جنوری ۱۶۸۱ء کو (غالباً اجمیر میں) آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے دولہڑکوں کا نام بھی ملتا ہے ایک ”محمد مسیح مرید خاں“ جس کو خان زاد خاں کا خطاب ملا۔ دوسرا لڑکا ”روح اللہ نیک نام خاں“ تھا۔ آثار الامراء جلد ۳ ص ۷۷۴

۴ اس کاٹنے کے سوا جو کہ مجتوں نے دل میں رکھا ہوا ہے مجتوں کے بیابان میں کوئی کاشا نہیں ہے۔

۱

(۲۵۹) یار محمد۔ دفتر اول ۳۲۔ آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؓ کے خلفائے سے ہیں حضرت نے آپ کو فنائے اتم کی خوشخبری دیکر خلافت عنایت فرمائی (روضہ رکن دوم ص ۲۴۳) آپ کے متعلق شیخ محمد جلال آبادی حضرت عروۃ الوثقیٰؓ کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ ”اس (ملایا محمد) کے قلب سے خطرہ اس حد تک دور ہو گیا ہے کہ تکلف سے بھی نہیں آتا اور وہ کہتا ہے کہ میں اپنے قلب میں آفتاب کے ذرات کی مانند دیکھتا ہوں جو کہ جوش مارتے ہیں اکثر اوقات اپنے آپ کو گم پاتا ہوں اور اپنے قلب کو کبھی اس قدر وسیع پاتا ہوں کہ اگر دنیا و مافیہا کو اس میں سمودیں تو سما جائے الخ“ (مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۲۹ کا آخری حصہ)

بغیر نام کے مکاتیب

- (۱) دفتر اول مکتوب ۳۱۔ ایک اہل زمانہ کے نام جس میں اس نے درویشوں کے حال سے تعرض کیا تھا۔
- (۲) دفتر سوم مکتوب ۲۵۵۔ یہ مکتوب امرائے عالمگیر کے سادات میں سے کسی بزرگ کے نام معلوم ہوتا ہے جس میں پسند و نضاح کے بعد خواجہ محمد ہاشم کشمیری کے لئے وظیفہ کی سفارش فرمائی ہے۔ نیز مکتوبات معصومیہ کا یہ آخری مکتوب ہے۔

خواتین کے نام مکاتیب

(۲۶۰) بیگم جیو۔ دفتر سوم ۸۹۔ بیگم جیو، یا، بی بی جیو کا اصل نام فرزانہ بیگم، جعفر خاں عمدۃ الملک کی بیوی تھی، تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے۔

(۲۶۱) جاناں بیگم۔ دفتر اول ۲۳ - ۵۴۔ جاناں بیگم بنت امیر کبیر عبدالرحیم خان خاناں بن بیرم خان خاناناں، آپ نے امارت کے ماحول میں ولادت و تربیت پائی، اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی، بڑی حسین و جمیل، عاقلہ اور تعلیم یافتہ خاتون تھیں، آپ کی فیاضی اور مکارم اخلاق کا بڑا شہرہ تھا، علماء و فضلا کی قدر دان اور فقراء و مشلح سے عقیدت رکھتی تھیں، غرض علم و کمال میں اس مرتبہ کو پہنچ گئی تھیں جس میں عورتیں تو کیا مرد بھی مشکل سے پہنچ سکتے ہیں۔ اکبر بادشاہ نے آپ کا نکاح اپنے بیٹے شہزادہ دانیال سے کر دیا تھا بعد میں شہزادہ مذکورہ کو گجرات بھیجا وہاں اس کا انتقال ہو گیا۔ آپ اس کے بعد بہت عرصہ زندہ رہیں اور نکاح کی طرف رغبت نہیں کی یہاں تک کہ کہا گیا کہ بادشاہ جہانگیر آپ سے نکاح کا خواہاں ہوا لیکن آپ نے قبول نہیں کیا۔ بعد ازاں حج و زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہوئیں اور قرآن کریم کی تفسیر لکھنے کی سعادت بھی حاصل کی۔ شاعری کا ذوق بھی رکھتی تھیں، ایک شعر ملاحظہ ہو۔

عاشق زخلق عشق تو پہاں چساں کند پیداہنت از دو چشم ترش خوں گریستن

۱۰۰۰ میں وفات پائی۔ (زرخاںہ الخواطر ج ۵ ص ۱۲۲ - و بزم تمیذ یہ ص ۲۲۲ و تلخیص و ترجمہ ص ۱۱۱ -)

(۲۶۲) حاجی بیگم۔ دفتر سوم ۱۸۲۔

(۲۶۳) سیدہ بی بی۔ دفتر دوم ۳۳۔

(۲۶۴) ماہ جیو۔ دفتر دوم ۱۱۳۔

بغیر نام کے خواتین کے نام مکاتیب۔ دفتر دوم ۵۱ - ۷۵ - سوم ۱۸۷۔



کتابیات

خواجه محمد احسان	روضۃ القیومیہ	ابریتر -	از حضرت عبدالعزیز دباغ
مولانا محمد ہاشم کشمی	زبدۃ المقامات	اجار الاچار	از حضرت شیخ عبدالحق محدث
ڈاکٹر سید مبین الحق	ذخیرۃ الخواہن	اذکار معصومیہ	از حضرت خواجه محمد معصوم
علامہ غلام علی آزاد	سبحۃ المرجان	اصول فقہ شاہ دہلی	از ڈاکٹر محمد منظر بقا صاحب
داراشکوہ	سفینۃ الاولیا	اسباب الانبیا	حضرت خواجه محمد حسن جان
مولانا محمد میاں	علماء ہند کا شاندار باصی	بزم تیموریہ	سید مصباح الدین عبدالرحمن
خواجه محمد فضل اللہ	عمدۃ المقامات	بزم صوفیہ	" "
ابوالخیر محمد بن احمد	کلمات طیبات	تاریخ الامت	مولانا اسلم جیرا چوہری
حضرت خواجه باقی باللہ قدس سرہ	کلیات باقی	تخت طاوس	مولوی عبداللطیف خاں کتہ
شیخ عبدالحق محدث دہلوی	لمعات التنقیح	تذکرۃ الخلیل	مولانا عاشق الہی میرٹھی
سر فاروقی - نفیس کیدی	کوہ قدس کی سرگذشت	تذکرۃ الرشید	" "
حضرت خواجه عبدالاحد وحدت	گلشن وحدت	تذکرہ صوفیائے ہند	اعجاز الحق قدوسی
مترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری	مآثر الامراء	تذکرہ علماء ہند	مترجمہ پروفیسر محمد ایوب قادری
محمد ساقی مستعد خاں	مآثر عالمگیری	تفسیر منطری	قاضی نثار اللہ پانی پتی
مولانا سعید احمد اکبر آبادی	مسلمانوں کا عروج و زوال	تقویم تاریخی	عبدالقدوس ہاشمی
امام ابو محمد حسین	مشکوٰۃ	تلخیص ترجمہ مکتوبات معصومہ	مولانا نسیم احمد امروہوی
ڈاکٹر سید معین الحق	معاشرتی علمی تاریخ	جواہر علویہ	مولانا عبدالرؤف احمد
مولانا ابوالحسن زبید فاروقی	مقامات خیر	جواہر محمدیہ	خواجه احمد حسین امروہوی
حضرت مجدد الف ثانی	مکتوبات	جواہر معصومیہ	" "
حضرت خواجه محمد سعید قدس سرہ	مکتوبات سعیدی	حالات مشائخ نقشبندیہ	خلیفہ محمد حسن کراچوی
حضرت خواجه سیف الدین	مکتوبات سیفیہ	حدائق الخفیہ	مولوی فقیر محمد لاہوری
حضرت خواجه محمد معصوم قدس سرہ	مکتوبات معصومیہ	حضرات القدس	مولانا بدر الدین سرسندی
خانی خاں (نظام الملک)	منتخب اللباب	جیات باقی	مولانا رشید احمد راشد
علامہ عبدالحق لکھنوی	نزہۃ الخواطر	حضرت مجدد الف ثانی	مؤلف کتاب ہذا
مولانا عبدالرحمن جامی	نفحات الانس	حضرت مجدد اور ان کے ناقدین	مولانا ابوالحسن زبید فاروقی
حضرت خواجه نقشبند ثانی	وسیلۃ القبول	خزینۃ الاصفیا	مفتی غلام سرور لاہوری
شیخ احمد ابوالخیر المکی	ہدیۃ احمدیہ	رائحۃ العبیری لائحۃ عالمگیر	حضرت مولانا اشرف علی
خواجه محمد عبید اللہ	یواقیت الحرمین	رود کوثر	شیخ محمد اکرام

حضرت مولانا سید وار حسین شاہ صاحب مدظلہ کی تالیفات

عمدۃ السلوک : ہر دو حصہ یکجا مجلد

عمدۃ الفقہ : کتاب الایمان و کتاب الطہارۃ

کتاب الصلوٰۃ کتاب الزکوٰۃ و کتاب الصوم کتاب الحج

زبدۃ الفقہ : خلاصہ عمدۃ الفقہ، کتاب الایمان و کتاب الطہارۃ

کتاب الصلوٰۃ کتاب الزکوٰۃ و کتاب الصوم کتاب الحج

حضرت مجدد الف ثانیؒ: حضرت مجدد کی زندگی کے ہر گوشہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

النوارِ معصومیہ: حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی جامع اور مبسوط سوانح حیات۔

حیاتِ سعیدیہ: حضرت خواجہ محمد سعید قریشی احمد پوری کی سوانح حیات۔

طریقہ حج اور دعائیں: حج اور زیارت کی جامع دعائیں اور طریقہ حج۔

گلدستہ مناجات: عربی، فارسی اور اردو منظوم مناجات کا مجموعہ

حضرت شاہ صاحب موصوف کے ترجمے

مبدأ و معاد: حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مشہور رسالہ فارسی مع اردو ترجمہ

معارفِ لدنیہ:

مکتوباتِ معصومیہ: حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مکاتیب کا اردو ترجمہ

دفتراول دفتر دوم دفتر سوم

ادارہ مجددیہ۔ ناظم آباد ۳۔ کراچی ۱۷

حضرت مولانا سید وار حسین شاہ صاحب مدظلہ کی تالیفات

عمدۃ السلوک : ہر دو حصہ یکجا مجلد

عمدۃ الفقہ : کتاب الایمان و کتاب الطہارۃ

کتاب الصلوٰۃ کتاب الزکوٰۃ و کتاب الصوم کتاب الحج

زبدۃ الفقہ : خلاصہ عمدۃ الفقہ، کتاب الایمان و کتاب الطہارۃ

کتاب الصلوٰۃ کتاب الزکوٰۃ و کتاب الصوم کتاب الحج

حضرت مجدد الف ثانیؒ: حضرت مجدد کی زندگی کے ہر گوشہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

النوارِ معصومیہ: حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی جامع اور مبسوط سوانح حیات۔

حیاتِ سعیدیہ: حضرت خواجہ محمد سعید قریشی احمد پوری کی سوانح حیات۔

طریقہ حج اور دعائیں: حج اور زیارت کی جامع دعائیں اور طریقہ حج۔

گلدستہ مناجات: عربی، فارسی اور اردو منظوم مناجات کا مجموعہ

حضرت شاہ صاحب موصوف کے ترجمے

مبدأ و معاد: حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مشہور رسالہ فارسی مع اردو ترجمہ

معارفِ لدنیہ:

مکتوباتِ معصومیہ: حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مکاتیب کا اردو ترجمہ

دفتراول دفتر دوم دفتر سوم

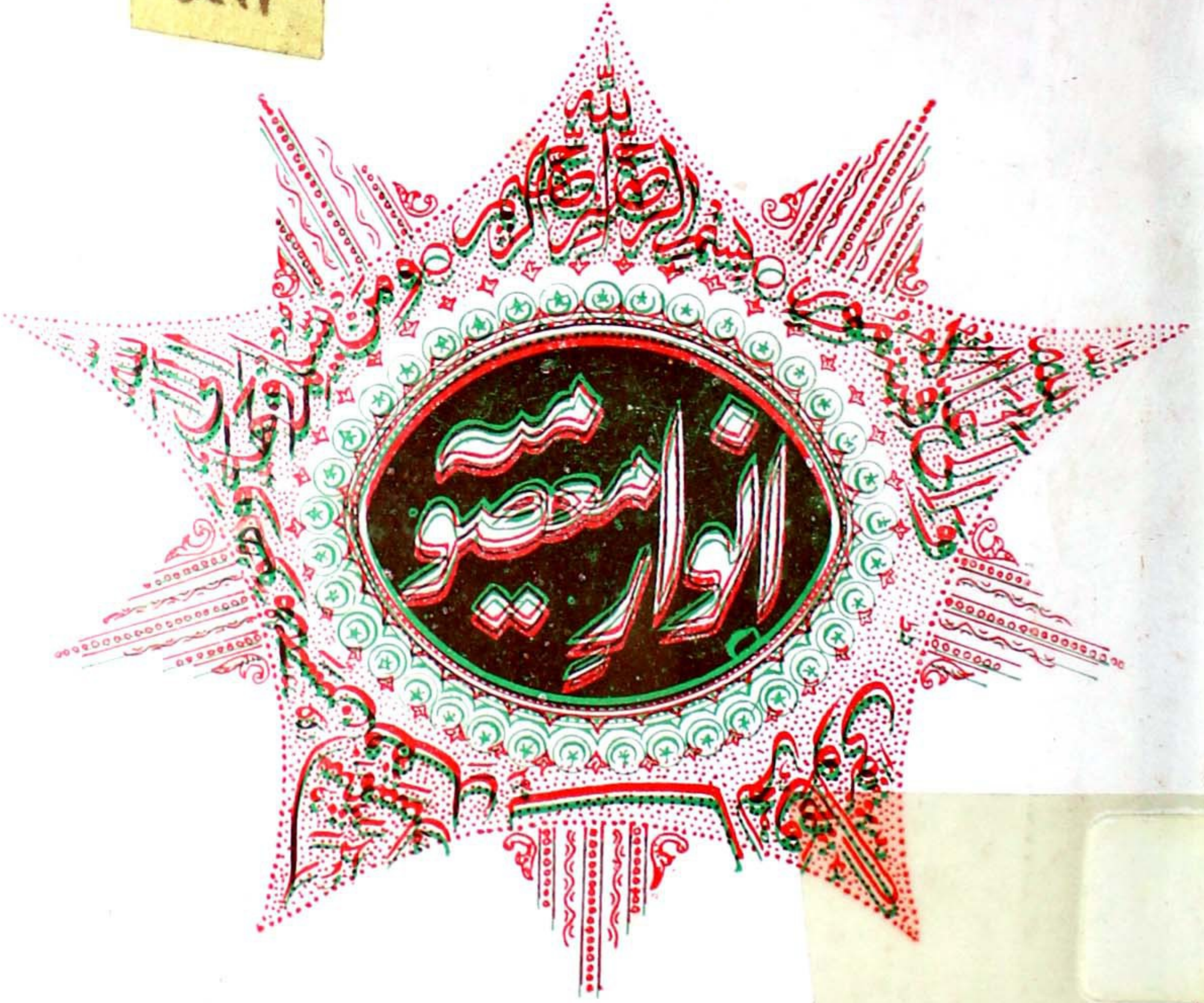
ادارہ مجددیہ۔ ناظم آباد ۳۔ کراچی ۱۷

پندرہویں صدی ہجری کے آغاز پر ایک مبارک پیشکش

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرف کے صاحبزادے اور جانشین

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی حیات مقدسہ

ص ۲۱۱



مؤلف: حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحیم اللہ علیہ

ناشر: احارۃ مجددیہ، ناظم آباد ۳، کراچی

۱۳۰۱ھ